تاریخ طبری

جلد دوم حصہ اول

سلسلۂ مطبوعات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ طبری

جلد دوم - حصہ اول

سنہ ۱۳ھ سے سنہ ۶۵ھ تک کے واقعات

تصنیف

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری

ترجمہ

نواب حیدر یار جنگ مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی

المتخلص بہ نظم ناظر ادبی دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۵ھ م سنہ ۱۳۳۶ف م سنہ ۱۹۲۶ع

دار الطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست تاریخ طبری حصہ اول جلد دوم

صفحہ	مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر بیعۃ حسن بن علی رض

سنہ ۴۰ھ میں حسن بن علی علیہما السلام سے خلافۃ کی بیعۃ ہوئی۔ سب سے پہلے قیس بن سعد نے یہ کہکر بیعۃ کی کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے خدائے عزّ و جلّ کی کتاب اور اُس کے نبی کی سنۃ اور مفسدوں سے جنگ کرنے پر بیعۃ کرتا ہوں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی کتاب اور اس کی سنت پر۔ کہ یہی سب شرطوں پر شامل ہے۔ قیس نے بیعۃ کرلی اور کچھ نہ کہا پھر اور لوگوں نے بیعۃ کی۔

علی علیہ السلام نے مقدمۂ لشکر اہل عراق پر جو آذربائجان و اصفہان سے تعلق رکھتا تھا اور اس خاص لشکر پر جو عرب نے ترتیب دیا تھا اور شمار میں چالیس ہزار تھے جنہوں نے علی علیہ السلام سے مرنے پر بیعۃ کی تھی قیس بن سعد کو رئیس مقرر کیا تھا اور قیس اس مہم کو ٹالتے رہے[۱]

---

[۱] مترجم صاحب نے لکھا ہے "اور قیس اس مہم کو ٹالتے رہے" اس مقام پر طبری کے الفاظ یہ ہیں " وَلَمْ يَزَلْ قَيْسٌ يُدَارِئُ ذَالِكَ الْبَعْثَ" اگر فی الواقع حضرت قیس بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ اس مہم کو ٹالنا چاہتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنی رائے کو جو صلح کر لینے کی تھی اُن سے پوشیدہ نہ رکھتے[عہ]۔ لغت میں درء کے معنی دور کرنا۔ دفع کرنا آئے ہیں اور اسی معنی کو مترجم صاحب نے لیا ہے۔ اور نیز درء اور دراء۔ آگاہ کرنا۔ بایکدیگر نرمی (مداراۃ) کرنے کے معنی میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ اور بعث کے معنی بھیجنے کے بھی ہیں اور لشکر کے بھی ہیں۔ اس قصے کے متعلق جو واقعات آئندہ بیان ہوئے ہیں بلحاظ اسکے یہاں صحیح معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ قیس اہل لشکر کے ساتھ مداراۃ اور انکو چلنے پر آمادہ کر رہے تھے۔ ناظر مذہبی

[عہ] حضرت قیس موقع و وقت کے منتظر تھے اور خود حضرت امیر زندہ تھے۔ مترجم

اسی اثنا میں علیؑ کا قتل واقع ہوا اور اہل عراق نے حسن بن علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا۔ حسن جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے وہ چاہتے تھے جو کچھ ممکن ہو سکے اپنی ذات کے لیئے معاویہ سے لیکر جماعت میں داخل ہو جائیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ قیس ابن سعد میری رائے سے اتفاق نہ کریں گے اس لیئے ان کو معزول کر کے عبداللہ[1] بن عباس کو امیر لشکر مقرر کیا ابن عباس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسن اپنا بھلا چاہتے ہیں تو انھوں نے خط لکھ کر معاویہ سے امان طلب کی اور جس قدر مال ان کے پاس تھا وہ اپنی ذات کے لیئے مشروط کرنا چاہا اور معاویہ نے اس شرط کو منظور کر لیا؛

یہ بھی روایت ہے کہ بیعت خلافت کے بعد حسنؑ لوگوں کو ساتھ لیئے ہوئے مدائن میں آگر ٹھہرے اور اپنے مقدمۃ الشکر پر بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ قیس بن سعد کو روانہ کیا۔ معاویہ نے اہل شام کے ساتھ مقام مسکن میں منزل کی۔ حسن ابھی مدائن میں تھے کہ کسی نے لشکر میں پکار کر کہا کہ قیس بن سعد مارے گئے اب بھاگو (سنتے ہی) لوگ بھاگ کھڑے ہوئے حسنؑ کے خیمہ کو لوٹ لیا یہاں تک کہ جس فرش پر وہ بیٹھے ہوئے تھے اسے بھی گھسیٹ لیا۔

---

[1] تاریخ طبری جو لیدن میں طبع ہوئی ہے اس میں سنہ ۳۶ ہجری کے واقعات اس وقت تک کے بیان ہوئے ہیں جب کہ جنگ جمل کے بعد تمام اہل بصرہ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر دوسرے جزو میں سنہ ۴۰ھ کے ان واقعات سے آغاز ہوا ہے جب کہ تمام اہل کوفہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ درمیان کے چار سالوں کے واقعات متروک ہیں۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ کامل میں سنہ ۴۰ھ کے واقعات میں ایک عنوان اس مضمون کا قائم کیا ہے "ذکر فراق ابن عباس البصرۃ" اور اس میں لکھا ہے "اسی سال عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ سے نکل گئے اور مکہ میں داخل ہو گئے۔ اکثر اہل سیر نے اسی بات کو اختیار کیا ہے لیکن بعضوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت علی کی طرف سے حضرت علی کی شہادت تک بصرہ کے حاکم رہے۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے جو صلح حضرت معاویہ سے کی اس میں وہ موجود تھے۔ اور اسکے بعد مکہ کو چلے گئے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح میں جو موجود تھے وہ عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے"

اس مقام پر عبداللہ بن عباس جو لکھا گیا ہے ممکن ہے کہ طبری کے پاس یہی بات صحیح ہو اور ممکن ہے کہ طبری کے اس مطبوعہ نسخہ میں بجائے عبیداللہ کے عبداللہ غلط چھپ گیا ہو۔ ناظر مذہبی

[2] ابن اثیر نے بھی اس موقع پر عبداللہ ہی کا نام لکھا ہے اور اسکے بعد کے واقعات جو طبری نے لکھے ہیں اس سے بھی عبداللہ کا کوفہ میں ہونا ظاہر ہے۔ مترجم

حسن وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور مدائن کے مقصورہ بیضا میں جاکر اُترے۔ انھیں دنوں میں سعد بن مسعود جو کہ مختار بن ابی عبیدہ کے چچا تھے مدائن کے حاکم تھے مختار نے اُن سے کہا اور ابھی یہ ایک نوجوان لڑکا تھا کہ اگر تم کو مال وعزت کی خواہش ہو تو حسن کو باندھ لو اور معاویہ سے اس کے صلہ میں امان مانگ لو۔ سعد نے جواب دیا خدا تجھ پر لعنت کرے میں رسول اللہ کے نواسے پر حملہ کروں اور اُن کو باندھ لوں کیا بد شخص ہے تو۔ حسنؓ نے جب دیکھا کہ اُن کے کام میں تفرقہ پڑ گیا تو معاویہ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ معاویہ نے عبداللہ ابن عامر و عبدالرحمن بن سمرہ کو اُن کے پاس روانہ کیا یہ دونوں شخص مدائن میں حسن کے پاس آئے اور جو کچھ وہ چاہتے تھے سب منظور کر لیا اور اس بات پر صلح کر لی کہ کوفہ کے بیت المال سے پچاس لاکھ علاوہ اور چیزوں کے جو حسن لینا چاہتے ہیں لے لیں۔ پھر اہل عراق کے مجمع میں حسن نے کھڑے ہو کر تقریر کی کہا کہ اے اہل عراق میں نے تم لوگوں سے جو اپنی جان چھڑالی اس کے تین سبب ہیں میرے باپ کو تم نے قتل کیا مجھ پر تم نے برچھی کا وار کیا میرے مال کو تم نے لوٹ لیا حسین اور عبداللہ بن جعفر سے حسن نے ذکر کیا کہ میں معاویہ کو صلح کے لیئے لکھ چکا اور امان مانگ لی۔ یہ سن کر حسین نے کہا میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ معاویہ کی بات کی آپ تصدیق اور علی کی بات کی تکذیب نہ کریں حسن نے جواب دیا خاموش میں اس باب میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

جب صلح ہو گئی تو حسنؓ نے قیس بن سعد کو لکھ بھیجا کہ معاویہ کی اطاعت کریں اور قیس اس وقت مقدمۂ فوج میں بارہ ہزار پر رئیس تھے۔ قیس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ تقریر کی ایہا الناس یا تو امام ضلالۃ کی اطاعت اختیار کرو یا بغیر اس کے کہ امام تمہارے سر پر ہو جنگ کرو۔ سب نے کہا ہم کو امام ضلالۃ کی اطاعت منظور ہے اور معاویہ سے اُنھوں نے بیعت کر لی قیس ان لوگوں سے علیحدہ ہو گئے۔ معاویہ کے ساتھ صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ حسن کے بیت المال میں جو کچھ ہے وہ سب اُن کو ملجائے اور علاقۂ داراب جرد کا خراج اُن کو ملا کرے اور ان کے سامنے کوئی علی کو سب وشتم نہ کرے۔ غرض کوفہ کے بیت المال میں جو پچاس لاکھ تھے وہ حسن نے لے لیئے۔

جس سال علیؓ قتل ہوئے ہیں حج کے ایام جب آئے تو مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ کے نام سے ایک جعلی تحریر بنا کر لوگوں کے ساتھ سنہ ۴۰ھ کا حج کیا۔ مغیرہ نے اس خوف سے کہ

کہیں یہ حال کھل نہ جائے ترویہ کے دن عرفہ کیا عرفہ کے دن نحر کیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ مغیرہ کو خبر مل گئی تھی کہ عتبہ بن ابو سفیان والی حج مقرر ہو کر دوسری صبح کو آنے والے ہیں اس سبب سے حج کے پورا کرنے میں مغیرہ نے تعجیل کی۔

اسی سال مقام ایلیا میں بھی معاویہ کے لیئے بیعتِ خلافت لی گئی اس سے پیشتر معاویہ کو شام میں امیر کہتے تھے اور علیؑ کو عراق میں امیر المومنین۔ جب علیؑ قتل ہو گئے تو معاویہ کو امیر المومنین کہنے لگے۔

۴۱ھ کے واقعات

اسی سال حسن بن علیؑ نے حکومت معاویہ کے حوالہ کر دی۔ اور معاویہ نے کوفہ میں داخل ہو کر اہل کوفہ سے خلافت کی بیعت لی۔

اہل عراق نے جب حسن بن علی سے خلافت کی بیعت کی تو حسن نے اُن سے یہ شرط کی کہ تم لوگ میری بات کو سننا میری اطاعت کرنا میں جس سے صلح کروں اُس سے صلح کرنا میں جس سے جنگ کروں اس سے جنگ کرنا۔ اس شرط سے عراق والوں کے دل میں شک آگیا۔ اُنھوں نے کہا یہ شخص ہمارے کام کا نہیں ان کا ارادہ جنگ کرنے ہی کا نہیں ہے غرض حسنؑ کی بیعت کو تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اُن پر برچھی کا وار کیا گیا جو اوچھا پڑا۔ اب ان لوگوں کی طرف سے اُن کے دل میں بغض و دہشت زیادہ ہو گئی۔ انھوں نے معاویہ سے خط و کتابت کی اور اپنے شرائط لکھ کر بھیجے کہ اگر تم انھیں منظور کر لو تو میں اطاعت کروں گا اور تم پر اس عہد کا وفا کرنا لازم ہوگا۔ یہ خط حسن کا معاویہ کو کب پہنچا جب کہ خود معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کر کے پہلے ہی حسن کو لکھ بھیجا تھا کہ اس کاغذ پر جو شرطیں تمہارا جی چاہے لکھ لو مجھے سب منظور ہیں۔ حسن کو جب یہ مہری کاغذ پہنچا تو اُنھوں نے اس سے پہلے معاویہ کو جو شرطیں لکھی تھیں اس سے بھی چند در چند زیادہ شرائط اس کاغذ پر لکھے۔ اور اپنے پاس اس معاہدہ کو رکھ چھوڑا اُدھر معاویہ نے حسن کے پہلے شرائط کو اپنے پاس رکھ لیا۔ جب حسنؑ و معاویہ میں ملاقات ہوئی تو حسن نے معاویہ سے انھیں شرائط کے پورا کرنے کا سوال کیا جو معاویہ کے مہری کاغذ پر لکھے ہوئے تھے۔ معاویہ نے اُس کے منظور کرنے سے انکار کر دیا اور کہا تم نے جو پہلے شرائط کیئے تھے

جب تمہارا خط پہنچا اسی وقت میں اسے منظور کر چکا۔ حسنؓ نے جواب دیا کہ تمہارا خط جب مجھے پہنچا میں نے اُس پر شرائط کیے ہیں جن کے وفا کرنے کا تم نے عہد کیا ہے۔ غرض اس باب میں دونوں میں اختلاف ہو گیا پھر تو معاویہ نے حسنؑ کی کسی شرط کو بھی پورا نہ کیا۔

کوفہ میں مجمع ہوا تو عمرو بن عاص نے معاویہ سے کہا کہ حسن سے کہو کہ اُٹھیں تقریر کریں معاویہ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی پوچھا آخر تم کیا چاہتے ہو کہ وہ تقریر کریں عمرو نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عاجز ہیں اس باب میں عمرو نے ایسا اصرار کیا کہ آخر معاویہ کو ماننا پڑا۔ معاویہ نے مجلس میں آکر تقریر کی پھر ایک شخص کو حکم دیا اُس نے حسنؑ کو پکار کر کہا اُٹھیئے اس مجلس میں تقریر کیجیے۔ اُنھوں نے فوراً بلا تامل تشہد پڑھا اس کے بعد کہا ایہا الناس خدا نے ہم میں سے پہلے شخص کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور ہم میں سے آخر شخص کے ذریعہ سے تم کو کشت وخون سے بچا لیا اور سنو اس حکومت کی ایک مدت و میعاد ہے اور دنیا دست بدست (پھرا کرتی) ہے اور حق تعالیٰ اپنے نبی سے فرما چکا ہے "وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ فِتْنَۃٌ لَّکُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ" کیا معلوم۔ شاید کہ وہ تمہاری آزمائش ہو اور "چند دن کی آسائش" اتنا ہی کہا تھا کہ معاویہ نے کہا بیٹھ جائیے اور عمرو پر معاویہ کو غصہ ہی رہا کہ تمہاری رائے پر چلنے کا یہ انجام ہوا۔ اس کے بعد حسنؑ مدینہ چلے گئے۔ کوفہ میں معاویہ کا داخلہ ربیع الاول یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ کی پچیسویں تاریخ ہوا۔

یہ خطب (حاشیہ)

اسی سال معاویہ اور قیس بن سعد میں صلح ہو گئی پہلے ان کو معاویہ کی بیعت سے انکار تھا۔ عبداللہ بن عباس کو حسن کا یہ ارادہ جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے نفس کے لئے معاویہ سے امان کے طالب ہیں تو اُنھوں نے بھی اپنے نفس کے لئے امان مانگنے کو اور اس شرط کے قبول کرنے کو کہ اُن کے پاس جو مال آگیا ہے وہ انھیں کو ملجائے معاویہ کو لکھا۔ معاویہ نے اُن کی شرط کو منظور کر لیا اور ابن عامر کو بڑے لشکر کے ساتھ اُن کے پاس روانہ کیا۔ ابن عباس راتوں رات اُس لشکر میں جا پہنچے اور وہیں منزل کی۔ یہاں جس لشکر کے وہ سردار تھے اور قیس بن سعد بھی جس میں تھے اس لشکر کو بے سردار کے چھوڑ دیا۔ حسنؑ نے اپنے نفس کے لئے شرائط کر کے معاویہ سے بیعت کر لی اس خاص لشکر کے لوگوں نے قیس بن سعد کو

اپنا رئیس بنا لیا اور اہل لشکر و رئیس لشکر میں یہ عہد و پیمان ہو گیا کہ جب تک شیعۂ علیؑ اور اُن کے متبعین کی جان و مال کے لئے جو اُن کے ہاتھ آگیا ہے شرط نہ کر لیں گے معاویہ سے لڑتے رہیں گے۔ معاویہ نے عبداللہ ابن عباس و حسنؑ کے کام سے فارغ ہو کر اب اس شخص کے ساتھ چال کرنے کی مہلت پائی جس کا یہ رعب دل میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس سے بڑھکر کوئی ذو فنون نہ ہوگا۔ اور چالیس ہزار کے لشکر کا سردار بھی ہے۔ معاویہ و عمرو و اہل شام سب ان کے مقابل فرو کش ہوئے اور معاویہ نے قیس بن سعد کے پاس ایلچی روانہ کیا کہ اُن کو خوف غدا دلائے اور پوچھے کہ اب کس کے حکم سے تم لڑتے ہو جس کے تابع حکم تم تھے اُس نے تو مجھ سے بیعت کر لی۔ قیس نے معاویہ سے دب جانا گوارا نہ کیا یہاں تک کہ معاویہ نے ایک کاغذ پہ مہر کر کے بھیجا اور کہا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے اس کاغذ پر لکھ لو مجھے سب منظور ہے۔ عمرو نے کہا یہی کہ قیس کے ساتھ یہ رعایت نہ کرنا چاہئیے لڑنا ہی چاہئیے۔ معاویہ نے کہا ہوش کی خبر لو۔ اتنے لوگوں کو ہم ہرگز قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اتنے ہی اہل شام اُن کے ہاتھ سے نہ مارے جائیں جن کے بعد زندگی بے لطف ہے قسم بخدا جب تک کچھ بھی چارۂ کار ممکن ہے میں قیس سے کبھی نہ لڑوں گا۔ معاویہ نے وہ مہری کاغذ جب بھیجا تو قیس نے اپنے لئے اور شیعہ علیؑ کے لئے جو کچھ اُن کے ہاتھ سے قتل کا وقوع ہوا ہے یا جو مال اُن کے ہاتھ لگا ہے اس میں امان طلب کی اور اس عہد نامہ میں معاویہ سے مال کی مطلق خواہش نہ کی۔ اور معاویہ نے جو کچھ اُن کی خواہش تھی سب منظور کی قیس اور اُن کے ساتھ کے لوگ معاویہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہو گئے اس فتنہ و آشوب کے زمانے میں پانچ شخص بڑے پرفن مشہور تھے لوگ کہا کرتے تھے کہ عرب کے بڑے ذو فنون معاویہ بن ابوسفیان و عمرو عاص و مغیرہ بن شعبہ و قیس بن سعد ہیں اور مہاجرین میں عبداللہ بن بدیل خزاعی ہیں۔ اُن میں سے قیس و ابن بدیل علیؑ کے ساتھ تھے اور مغیرہ و عمرو معاویہ کی طرف تھے۔ ہاں مغیرہ نے پہلے سب سے علیحدگی اختیار کر کے طائف میں اُسوقت تک قیام کیا جب کہ حکمین مقرر کئے گئے اور پھر سب لوگ مقام اذرح میں جمع ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حسنؑ اور معاویہ میں اسی سال ماہ ربیع الآخر میں صلح تکمیل کو پہنچی اور اسی سال غرہ جمادی الاولی میں معاویہ کا داخلہ کوفہ میں ہوا۔ اور واقدی کا قول ہے کہ ربیع الآخر میں معاویہ کا داخلہ ہوا۔

صلح کے بعد مقام مسکن سے حسن و حسین و عبداللہ بن جعفر اپنے حشم و خدم و ساز و سامان کے ساتھ

کوفہ کی طرف روانہ ہوئے جب حسن وہاں پہنچے اور اب زخم بھی ان کا اچھا ہو گیا تھا تو مسجد کوفہ میں آئے کہا اے اہل کوفہ اپنے ہمسایہ اپنے مہمان اپنے نبی کے اہل بیت کے بارہ میں جن سے خدا نے نجاست کو دور کر دیا اور طیب و طاہر کیا خوف خدا کرنا چاہیئے۔ یہ سن کے لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اہل بصرہ حسن کو خراج داراب جرد سے مانع ہوئے اور کہا کہ یہ ہمارا حق ہے جب مدینہ کی طرف چلے تو قادسیہ کے لوگوں نے اے عرب کے ذلیل کرنے والے کہکر پکارا۔

حسن ابھی کوفہ سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ معاویہ کا گزر مقام نخیلہ میں ہوا۔ پانسو حروریہ جو (علی) سے علیحدہ ہوکر شہر زور میں مع فردہ بن نوفل اشجعی ٹھہرے ہوئے تھے ان سب نے کہا اب اس شخص سے ہمیں سابقہ پڑا ہے جس کے باب میں ہمیں کچھ شک بھی نہیں ہے چلو معاویہ سے جہاد کرو۔ وہ سب کے سب بڑھے اور فردہ بن نوفل انکا رئیس تھا اور کوفہ میں داخل ہو گئے۔ معاویہ نے اُن کے مقابلے کے لیئے اہل شام کے سواروں میں سے ایک دستہ روانہ کیا۔ انھوں نے شام کے سواروں کو منتشر کر دیا۔ اب معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ قسم بخدا جب تک اپنے یہاں کی اس آفت کو دور نہ کرو گے تمہارے لیئے میرے پاس امان نہیں ہے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نکلے اور خوارج سے جنگ کرنے لگے۔ خوارج نے اُن سے کہا وائے ہو تم پر ہم سے تم کو کیا کام ہے۔ معاویہ ہمارا تمہارا دونوں کا دشمن ہے۔ ہمیں اس سے لڑ لینے دو۔ اگر ہم اس پر ظفرمند ہوئے تو ایک دشمن کے ہاتھ سے ہم نے تم کو بچا لیا اگر وہ ہم پر ظفرمند ہوا تو ہماری زحمت سے تم بچے۔ یہ سن کر اہل کوفہ نے کہا نہیں نہیں واللہ ہم تو تم سے لڑیں گے۔ وہ کہنے لگے خدا ہمارے نہروان والے بھائیوں پر رحمت نازل کرے تم کو تو اے اہل کوفہ وہی خوب پہچانتے تھے۔ اور فردہ بن نوفل جو قوم کا سردار تھا لڑائی میں مارا گیا تھا اب ان لوگوں نے اپنا رئیس عبداللہ بن ابی الحوساء طائی کو مقرر کر کے قتال کیا اور مارے گئے۔

معاویہ نے عبداللہ بن عمرو عاص کو حاکم مقرر کیا تھا کہ مغیرہ بن شعبہ نے آکر کہا کہ تم نے عبداللہ بن عمرو کو کوفہ میں اور عمرو کو مصر میں حاکم مقرر کیا ہے اب خود تم شیر کے ان دونوں جبڑوں کے درمیان آ گئے۔ معاویہ نے عبداللہ کو معزول کر دیا اور مغیرہ بن شعبہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا۔ مغیرہ نے معاویہ سے جو باتیں کی تھیں عمرو عاص کو معلوم ہو گئیں۔ عمرو نے

معاویہ سے آکر پوچھا کیا تم نے مغیرہ کو حاکم کوفہ مقرر کیا ہے کہا کہ ہاں پوچھا کیا خراج پر بھی اسی کو مقرر کیا کہا کہ ہاں۔ عمرو نے کہا مغیرہ کو خراج پر مقرر کیا ہے وہ مال مار لیگا اور پھر تم اُس سے لے بھی نہ سکو گے خراج پر کسی ایسے کو مقرر کرو جس کو تمہارا خوف ہو جس کے دل میں تمہاری ہیبت ہو جو تم سے ڈرتا ہو۔ معاویہ نے یہ سن کر مغیرہ کو خراج سے معزول کر کے نماز پر مقرر کر دیا مغیرہ نے عمرو سے ملاقات کی تو عمرو نے پوچھا کیا تمہیں نے عبداللہ کے بارہ میں امیرالمومنین کو مشورہ دیا تھا جواب دیا کہ ہاں کہا کہ یہ اُسی کا بدلہ ہے مجھے جو روایۃ پہنچی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو عاص نہ کوفہ کی طرف گئے نہ وہاں سے آئے۔

حسن بن علیؑ نے اوائل ۴۱ھ میں معاویہ سے جب صلح کی تو حمران بن آبان نے بصرہ پر حملہ کیا اور قابض و متصرف ہو گیا معاویہ نے چاہا کہ بنی قین میں سے کوئی شخص وہاں بھیجا جائے ابن عباس نے منع کیا اور کہا کسی اور کو بھیجنا چاہئیے۔ معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو روانہ کیا راوی کا خیال ہے کہ قتل بنی زیاد کا اسے حکم دیا تھا۔ مسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بسر نے زیاد کے بعض لڑکوں کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اس زمانے میں زیاد ملک فارس میں تھا۔ کردوں نے یہاں خروج کیا تھا اور علیؑ نے زیاد کو اس مہم پر روانہ کیا تھا زیاد فتحمند ہوا تھا اور اصطخر میں مقیم تھا۔ ابوبکرہ معاویہ کے پاس کوفہ جانے کے لیۓ سوار ہوئے اور بسر سے مہلت مانگی اس نے ایک ہفتہ کی مہلت آمد و رفت کے لیئے منظور کی یہ ایک ہفتہ تک سفر میں رہے دو جانور اُن کی سواری میں مر گئے غرض معاویہ سے اس باب میں کہا سنا اور معاویہ نے اُن لڑکوں کی جان بخشی کی بعض علما نے مجھ سے بیان کیا کہ ساتویں دن کا آفتاب طلوع کر چکا تھا بسر نے زیاد کے لڑکوں کو بلوالیا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے تو ان کو قتل کر ڈالے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا سب کی آنکھیں ابوبکرہ کے انتظار میں تھیں کہ دور سے دیکھا ابوبکرہ کسی اونٹ یا گھوڑے پر سوار اُسے دوڑاتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور جانور چلتا نہیں آخر اُتر پڑے اپنے کپڑے سے اشارہ کیا اور تکبیر کہی اُسے سن کر سب لوگوں نے بھی تکبیر کا شور بلند کیا غرض پیادہ ہو کر بسر کے پاس اُن لڑکوں کے قتل ہونے سے پہلے پہنچ گئے معاویہ کا خط اُسے دیا بسر نے سب کو رہا کر دیا۔

بسر نے بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھا اور علیؑ کو سب و شتم کر کے کہنے لگا کہ میں خدا کی قسم

دیکر کہتا ہوں تم میں سے جو شخص مجھے سچا سمجھتا ہے وہ میری تصدیق کرے اگر جھوٹا سمجھتا ہے تو تکذیب کرے۔ ابو بکرہ نے کہا ہم لوگ تجھے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ بسر نے حکم دیا اور اُن کے گلے میں پھانسی پڑ گئی یہ دیکھکر ابو لولوۂ ضبی اُٹھ کھڑا ہوا ابو بکرہ سے لپٹ گیا اور انھیں بچا لیا۔ ابو بکرہ نے اس کے صلہ میں سو جریب زمین اُسے عطا کردی۔ ابو بکرہ سے یہ پوچھا گیا اس حرکت سے تمہارا مطلب کیا تھا اُنھوں نے کہا خدا کی قسم دیکر ہم سے وہ پوچھے اور ہم سچ بات نہ کہیں۔ بسر چھ مہینے بصرہ میں رہ کر چلا گیا۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ فوج کس کے حوالے کر گیا۔

معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ ایک ولایت کا تو حاکم ہے تیرے ہاتھ میں جو مال ہے وہ مال اللہ میں سے ہے اُسے ادا کر زیاد نے جواب میں لکھا میرے پاس کچھ مال نہیں رہا جس موقع میں مناسب سمجھا میں نے صرف کر ڈالا اور اُس میں سے کچھ لوگوں کے پاس امانت رکھدیا کہ وقت پر کام آئے اور جو کچھ بچا وہ امیر المومنین کو بھیجدیا۔ معاویہ نے لکھا میرے پاس آ ہم دیکھیں تیرے کیا کیا اختیارات تھے اور تو نے کیا کیا کام کیئے اگر حساب درست نکلا تو یہی مقصود ہے ورنہ تو اپنے ٹھکانے چلا جانا۔ زیاد معاویہ کے پاس نہ آیا تو بسر نے اُسکی اولاد میں سے عبدالرحمن و عبیداللہ و عباد کو کہ یہی سب میں بڑے تھے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کے پاس چلا آ ورنہ میں تیرے لڑکوں کو قتل کر ڈالونگا۔ زیاد نے جواب دیا کہ میں اپنی جگہ سے اُس وقت تک نہیں ہٹونگا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے امیر کے باب میں انصاف کرے میرے لڑکے جو تیرے قبضے میں ہیں اُن کو تو قتل کرے گا تو خدا کو منھ دکھانا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان بازپرس روز حساب ہے "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ" اور جو لوگ ظلم کرتے ہیں اُنکو معلوم ہو جائے گا کہ کس انقلاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اب بسر نے اُن کے قتل کا ارادہ کر لیا ابو بکرہ نے اُس سے آکر کہا کہ میرے اور میرے بھائی کے لڑکوں کو تو نے بے گناہ پکڑ لیا حسن نے تو معاویہ سے اس شرط پر صلح کی ہے کہ اصحاب علی جہاں جہاں ہیں اُنکے لیئے امان ہے تجھے اُن لڑکوں پر اور اُنکے باپ پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بسر نے کہا تیرے بھائی کے ذمے مال ہے کھا گیا دیتا نہیں کہا اس کے ذمے کچھ بھی نہیں ہے خیر میرے بھتیجوں کو اتنی مہلت دے کہ معاویہ کا رقعہ اُن کی رہائی کے لیئے لیکر آؤں۔ بسر نے

کچھ دنوں کی مہلت دیکر کہا کہ اگر معاویہ کا رقعہ اُن کی رہائی کے لیئے تم نہ لائے۔ تو میں انھیں قتل کر ڈالوں گا یا یہ ہو کہ زیاد امیر المومنین کے پاس چلا آئے۔ ابو بکرہ معاویہ کے پاس کوفہ میں جب پہنچے ہیں تو معاویہ نے پوچھا کیوں ابو بکرہ ملاقات کو آئے ہو یا مجھ سے کچھ کام ہے ابو بکرہ نے کہا جھوٹ کیوں کہوں میں تو کام سے آیا ہوں معاویہ نے کہا اے ابو بکرہ تم کامیاب ہو گے ہم تمہاری بزرگی کو مانتے ہیں تم اس کے اہل ہو کیا کام ہے تمہارا۔ ابو بکرہ نے کہا میرے بھائی زیاد کو امان دو اور بسر کے نام ایک رقعہ لکھدو کہ اسکے لڑکوں کو رہا کر دے اور اُن سے تعرض نہ کرے معاویہ نے کہا زیاد کے لڑکوں کے لیئے تو جیسا تم چاہتے ہو میں لکھے دیتا ہوں لیکن زیاد کے پاس مسلمانوں کا مال ہے اُسے ادا کر دے تو پھر ہمیں اُس سے کوئی تعرض نہیں۔ ابو بکرہ نے کہا امیر المومنین اس کے پاس کچھ ہے تو انشاء اللہ آپ کو دیدینے میں تامل نہ کرے گا۔ معاویہ نے بسر کے نام یہ رقعہ لکھ کر ابو بکرہ کو دیدیا کہ زیاد کے لڑکوں میں کسی سے تعرض نہ کرے پھر کہا اے ابو بکرہ مجھے کچھ نصیحت کرتے ہو۔ کہا ہاں امیر المومنین میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نفس پر اور اپنی رعیت پر نظر رکھنا کہ ایک امر بزرگ خلق خدا میں خدا کی خلافت کرنا تم نے اپنے سر لیا ہے تو خدا سے ڈرتے رہنا اس لیئے کہ تمہارے لیئے ایک حد مقرر ہے اُس سے آگے تم بڑھ نہیں سکتے اور پیچھے تمہارے ایک وقت ہے کہ دوڑتا ہوا آرہا ہے قریب ہے کہ مدت تمہاری پوری ہو جائے اور وہ وقت آپہنچے اور تم کو اُس کے سامنے جانا پڑے جو تمہارے حالات کی بازپرس کرے گا اور تم سے زیادہ تمہارے حالات کو جانتا ہوگا اُسے حساب لینا ہے اور جتا دینا ہے غرض خدائے عزوجل کی مرضی سے بڑھکر کبھی کسی شئے کو نہ سمجھنا۔

روایت ہے کہ علیؑ کے قتل کا واقعہ جب ہوا معاویہ نے زیاد کو جب ہی ایک خط لکھا تھا اور اُس میں دھمکی دی تھی۔ زیاد نے سب کے سامنے یہ تقریر کی کہ سرگروہ احزاب چشمہ نفاق پسر ہند جگر خوار سے تعجب ہوتا ہے کہ مجھے دھمکی لکھی ہے اور میرے اُسکے درمیان میں رسول اللہ کے دو ابن عم یعنی ابن عباس و حسنؑ ابھی موجود ہیں جن کے ساتھ نوے ہزار جانباز کاندھے پر تلواریں رکھے ہوئے جنگ سے منھ موڑنے والے نہیں مجھے موقع ملا تو ایک بڑے سخت کوش تلواریں مارنے والے سے اُسے سابقہ پڑے گا۔ زیاد اُس وقت تک

ملک فارس کا حاکم رہا ہے جب تک کہ حسنؓ نے معاویہ سے صلح نہیں کرلی اور معاویہ کا داخلہ کوفہ میں نہیں ہولیا۔ اب زیاد ایک قلعہ میں بیٹھ رہا جسے قلعۂ زیاد کہتے ہیں۔

اسی سال معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو والی بصرہ اور ناظم حرب سجستان وخراسان مقرر کیا۔

معاویہ نے عتبہ بن ابوسفیان کو بصرہ پر روانہ کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ عبداللہ بن عامر نے یہ گفتگو کی کہ بصرہ میں میرا مال اور امانتیں ہیں اگر مجھے وہاں نہ بھیجئے گا تو ضائع ہو جائیں گی معاویہ نے انھیں کو عامل بصرہ مقرر کردیا اور سجستان وخراسان کو بھی انھیں کے متعلق کیا اور یہ سنہ ۴۱ھ میں بصرہ میں داخل ہوئے زید بن جبلہ نے چاہا کہ ریاست فوج اُن کو ملے ابن عامر نے منظور نہ کیا اور حبیب بن شہاب شامی کو رئیس فوج مقرر کیا یہاں قیس بن ہیثم سلمی کا نام بھی لیا جاتا ہے اور عمرو بن یثربی ظبی کے بھائی عمیرہ بن یثربی ضبی کو قاضی مقرر کیا ابن عامر کے زمانۂ حکومت میں یزید بن مالک باہلی نے جسکی ناک پر ایک ضرب کا نشان ہونے کے سبب سے عرب اُسے خطیم کہا کرتے تھے سہم بن غالب ہجیمی کے ساتھ معاویہ کے خلاف میں خروج کیا ان لوگوں کو پل پر پہنچ کر صبح ہوئی پل کے پاس عبادہ بن قرص لیثی جو کہ نبیﷺ سے تھے اور شرف صحابیت بھی ان کو حاصل تھا نماز پڑھ رہے تھے یہ اپنا مخالف سمجھے اور انھیں قتل کر ڈالا پھر ابن عامر سے امان مانگی ابن عامر نے اُن کو امان دیکر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے تمہاری طرف سے اُن کو امان دیدی معاویہ نے جواب میں لکھا کہ یہ ایسا عہد ہے کہ اگر تم نے توڑ ڈالا ہوتا تو تم سے بازپرس نہ ہوتی غرض ابن عامر کے معزول ہونے تک وہ سب لوگ امن وامان کے ساتھ رہے۔

اسی سال علی بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے اور واقدی کا قول ہے کہ علیؓ کے قتل ہونے سے پہلے ہی سنہ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔

اس سال حسب قول ابومعشر عتبہ بن ابوسفیان نے اور بروایت واقدی عنبسہ بن ابوسفیان نے امارۂ حج کی ہے۔

سنہ ۴۲ھ

اس سال مسلمانوں نے لان اور روم سے جہاد کیا اور انکو شکست فاحش دی اور

بطریقوں کی ایک جماعت کو قتل کیا کہا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف اسی سال پیدا ہوا۔
معاویہ نے اس سال مروان بن الحکم کو والی مدینہ مقرر کیا اور مروان نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا اور مکہ پر معاویہ نے خالد بن عاص بن ہشام کو مقرر کیا کوفہ کے حاکم اسی زمانے میں معاویہ کی طرف سے مغیرہ بن شعبہ تھے اور شریح قاضی تھے اور بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر اور منصب قضا پر عمرو بن یثربی تھے خراسان پر ابن عامر کی طرف سے قیس بن ہیثم تھے قیس نے خراسان میں دو برس حکومت کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معاویہ کو منصب خلافت حاصل ہوا تو قیس کو خراسان پر روانہ کر دیا تھا اس کے بعد خراسان کو عامر کے ماتحت کر دیا ابن عامر نے قیس کو اسی خدمت پر بحال رکھا۔

اس سال نہروان کے بقیۃ السیف یا زخمیوں میں سے جو خوارج بچ رہے تھے اور علیؓ نے ان کو معاف کر دیا تھا حرکت میں آئے۔

حیان بن ظبیان سلمی خارجی نہروان کے چار سو زخمیوں میں تھا جن لوگوں کو علیؑ نے معاف کر دیا تھا کوئی مہینہ بھر وہ اپنے اہل و عیال میں رہا پھر کچھ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ رے کی طرف چلا گیا اور سب نے وہیں قیام کیا اس زمانہ تک کہ علی کرم اللہ وجہ کے قتل کی خبر اسے پہنچی اس نے اُن سب لوگوں کو جمع کیا بیس سے بھی جو کم تھے اور انھیں میں سالم بن ربیعہ عبسی بھی تھا اور حمد و ثنائے خدا کے بعد کہا اے برادران اسلامی مجھے خبر ملی ہے کہ تمہارا بھائی ابن ملجم مرادی علی بن ابی طالب کو قتل کرنے کے لیے صبح کے دھندھلکے میں آستانہ مسجد جامعہ کے مقابل آکر بیٹھا اور اُن کے نکلنے کے انتظار میں وہیں ٹھہرا رہا جب نماز صبح کی اقامت شروع ہوئی تو وہ اُس کی طرف سے نکلے اور اُس نے حملہ کیا اور اُنکے سر پر تلوار کا وار کیا بس دو دن زندہ رہے اور مر گئے یہ سن کر سالم بن ربیعہ عبسی نے کہا خدا نہ قطع کرے اُس ہاتھ کو جس نے اُن کے سر پر تلوار لگائی اور سب لوگ قتل علی علیہ السلام کی خبر سن کر شکر خدا بجا لائے (خدا اُن لوگوں کو اپنی رحمت و رضوان سے دور رکھے) نصر بن صالح کہتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کی امارۃ میں میں نے سالم بن ربیعہ سے پوچھا کہ تم نے علیؑ کی نسبت یہ کلمہ کہا تھا اُس نے مجھ سے اقرار کیا اور یہ کہا کہ ایک زمانہ تک مجھے خوارج کی رائے سے اتفاق تھا پھر میں نے ترک کیا۔ نصر کہتے ہیں ہم یہی سمجھتے تھے کہ

اُس نے اس عقیدہ کو ترک کر دیا اور جب اس بات کا ذکر کوئی اُس کے سامنے کرتا تھا تو اُسے ناگوار گزرتا تھا۔ غرض اس کے بعد حیان بن ظبیان نے اپنے اصحاب سے کہا کہ قسم بخدا کوئی ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں۔ راتیں اور دن برس اور مہینے ابن آدم پر گزرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اُسے موت کا ذائقہ چکھاتے ہیں اور وہ اپنے نیک بھائیوں سے مفارقت کرتا ہے اور اُسے دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے جس کے چھوڑنے پر وہی لوگ روتے ہونگے جو دل کے بودے ہیں اور یہ دنیا جس کے پاس آتی ہے ہمیشہ اُسے رنج و غم دے کر ضرر پہنچاتی ہے۔ خدا تم پر رحم کرے اب اپنے وطن کی طرف پلٹ چلو وہاں ہم اپنے بھائیوں سے ملیں گے اور اُن کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور احزاب سے جہاد کرنے کی دعوت دیں گے۔ اب ترک جہاد میں ہمارے لیئے کوئی عذر نہیں ہے ہمارے حکام ظالم ہیں ہدایت کی رسم اُٹھ گئی ہے جن سے ہم کو قصاص لینا چاہیئے جنھوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے وہ اپنی اپنی جگہ بے خطر بیٹھے ہیں۔ اگر خدا نے اُن پر ہمیں فتحیاب کیا تو ہم وہ راہ اختیار کریں گے جو زیادہ تر پسندیدہ اور ہدایت و استقامت رکھتی ہے اور اس سے بحکم خدا مومنین کے دل ٹھنڈے ہوں گے۔ اور اگر ہم سب قتل ہو گئے تو ظالموں کے ہاتھ سے چھٹکارا پانے میں ہمارے لیئے راحت ہے اور اپنے بزرگوں کی پیروی بھی ہے۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ ہم سب کا وہی قول ہے جو تو نے کہا اور جو رائے تو نے دی ہم سب اُسکی ستائش کرتے ہیں۔ ہمارے وطن میں ہمیں لے کر چل ہم تیری ہدایت اور تیرے حکم پر چلنے کو راضی ہیں۔ ابن ظبیان سب کو ساتھ لیئے ہوئے کوفہ کی طرف اس مضمون کے شعر پڑھتا ہوا بڑھا۔

”دوستو نہر پر جو لوگ قتل ہو گئے اُن کے بعد نہ میرے دل کو صبر ہے نہ قرار ہے نہ اس کے سوا کچھ خواہش ہے کہ لشکر عظیم کو ساتھ لیئے ہوئے کوچ پر کوچ کروں۔ اللہ کی طرف ہم لوگوں کو بلائیں اور اللہ کی راہ میں قطع مسافت کریں۔ قسطانہ رے سے میرا خچر گزر جائے تو پھر میں کبھی ادھر کا رخ نہ کروں گا۔ دوستو میں تمہیں رسوا نہ کروں گا اگرچہ میری نصرت کرنے والے قریب ہے کہ تھوڑے ہی سے ہوں جو میرے ساتھ چلیں گے اُن کو لے کر میں جاؤں گا“

غرض کوفہ میں پہنچ گیا اور معاویہ کے آنے تک یہاں رہا جب کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو

والی کوفہ کرکے بھیجا۔ مغیرہ نے یہاں امن کے ساتھ رہنا چاہا لوگوں سے اچھا سلوک کیا اور اہل ہوا و ہوس کی بھی کچھ تفتیش نہ کی۔ لوگ آ آ کر خبر دیتے تھے کہ فلاں عقیدۂ شیعہ رکھتا ہے فلاں عقیدۂ خوارج رکھتا ہے سب کو یہی جواب ملتا تھا کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ ان میں اختلاف رہے اب خدا ہی اپنے بندوں کا جن باتوں میں اختلاف کر رہے ہیں فیصلہ کر دیگا۔ غرض مغیرہ کی طرف سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا تھا۔ خوارج ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اور اپنے نہروان والے بھائیوں کو یاد کیا کرتے تھے اُن کا عقیدہ تھا کہ بیٹھے رہنے میں ظلم و خیانت ہے اور اہل قبلہ سے جہاد کرنے میں اجر و فضیلت ہے۔ مغیرہ کے زمانے میں خوارج تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے مستورد بن علفہ تیمی ربابی۔ حیان بن ظبیان سلمی۔ معاذ بن جوین بن حصین طائی سنبسی۔ یہ شخص زید بن حصین کا ابن عم تھا زید اُن لوگوں میں ہے جن کو علیؑ نے نہروان میں قتل کیا اور یہ معاذ خوارج کے اُن چار سو زخمیوں میں کا ہے جن کو علیؑ نے عفو کر دیا تھا۔ یہ سب کے سب حیان بن ظبیان کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ مشورہ کرنے لگے کہ اپنا رئیس کسے مقرر کریں۔ مستورد نے کہا کہ اے مسلمین اے مومنین جیسا تم چاہتے ہو خدا ویسا ہی کرے اور مکروہات کو تم سے دور رکھے جس کو چاہو اپنا رئیس بنا لو قسم ہے اُس خدا کی جو آنکھ کے اشارے اور دل کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے تم میں سے کوئی بھی میرا رئیس بنے مجھے ذرا دریغ نہ ہوگا ہم کو دنیا کی عزت کی پرواہ نہیں ہے نہ دنیا میں باقی رہنے کی کوئی سبیل ہے جس گھر میں ہمیشہ رہنا ہے اُس کے سوا ہم کچھ نہیں چاہتے۔ حیان بن ظبیان نے کہا مجھ سے پوچھتے ہو تو مجھے ریاست کی خواہش نہیں میں تم کو اور ہر شخص کو اپنے بھائیوں میں سے پسند کرتا ہوں۔ غور کرو تم اپنے میں سے کس شخص کے لیے چاہتے ہو اُس کا نام لو سب سے پہلے میں اُس سے بیعت کروں گا۔ معاذ بن جوین یہ سن کر بولا جب تم دونوں جو کہ صلاح و دین و رتبہ میں سادات اہل اسلام میں ہو اور علو نسب رکھتے ہو یہ بات کہتے ہو پھر کون مسلمانوں کی سرداری کرے گا ہر شخص تو اس کام کی صلاحیت نہیں رکھتا جب سب لوگ رتبہ میں برابر ہیں تو چاہیئے کہ مسلمانوں کی ریاست وہ کرے جو معاملۂ جنگ میں زیادہ بصیرت رکھتا ہو امور دین میں افقہ ہو اور اس بوجھ کے اٹھانے کی سب سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہو اور تم دونوں بحمد اللہ اس کام کے لیئے سزاوار ہو تمہیں دونوں میں سے کوئی اس

کام کو اپنے ذمہ لے۔ ان دونوں نے کہا تم اپنے ذمہ اس کام کو لو ہم نے تم کو انتخاب کیا۔ الحمد للہ کہ تم اپنے دین اور اپنی رائے میں کامل ہو۔ معاذ نے کہا تم دونوں سن میں مجھ سے بڑے ہو چاہیئے کہ تمہیں میں سے کوئی اس کام کو اختیار کرے۔ یہ سن کر خوارج میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ تم تینوں شخصوں کو ہم پسند کرتے ہیں جس کو تم چاہو رئیس مقرر کر دو تم تینوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اپنے ساتھ والے سے یہ نہ کہا ہو کہ "تم اس کام کو اپنے ذمہ لو میں تمہیں انتخاب کرتا ہوں اور خود مجھے اس کی خواہش نہیں" جب یہ بحث زیادہ بڑھ گئی تو حیان بن ظبیان نے مستورد سے کہا کہ معاذ بن جوین نے مجھ سے اور تم سے کہا ہے کہ تم دونوں پر میں رئیس نہیں ہو سکتا اس سبب سے کہ دونوں مجھ سے سن میں بڑے ہو۔ یہی قول میرا ہے کہ تمہارے ہوتے میں رئیس نہیں ہو سکتا اس سبب سے کہ تم مجھ سے بھی سن میں بڑے ہو اپنا ہاتھ لاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مستورد نے ہاتھ اپنا بڑھایا ابن ظبیان نے اُس سے بیعت کی پھر معاذ بن جوین نے بیعت کی پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔ یہ واقعہ جمادی الآخر ہ میں ہوا۔ پھر سب نے وعدہ کیا کہ سامان کریں اور آمادہ و مستعد رہیں اور غرۂ شعبان ۴۳ھ میں خروج کریں پھر وہ اپنے سازو سامان میں مصروف ہو گئے۔

اسی سال بسر بن ارطاۃ نے مدینہ مکہ یمن کا دورہ کیا اور مسلمانوں میں سے جسے چاہا قتل کیا۔ مدینہ میں مہینہ بھر تک لوگوں کے ستانے کو ٹھرا رہا جس جس کی نسبت یہ سنا کہ قتل عثمان میں اس نے بھی اعانت کی ہے اُسے قتل کیا۔ بعض لوگ اس باب میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس سال کا یہ واقعہ نہیں ہے۔

اسی سال زیاد نے ملک فارس سے آکر کچھ مال داخل کر کے معاویہ سے میل کر لیا۔ یا تو فارس کے ایک قلعہ میں قلعہ بند تھا یا خود آکر مل گیا اس کا سبب یہ ہوا کہ زیاد کا مال و منال بصرہ میں عبدالرحمن بن ابوبکرہ کے تحت میں تھا۔ معاویہ کو یہ خبر پہنچ گئی کہ زیاد کا مال عبدالرحمن کے پاس ہے ادھر زیاد کو عبدالرحمن کے پاس جو مال رکھوایا تھا اُس کی نسبت دھڑکا لگا ہوا تھا اُس نے عبدالرحمن کو مال کی حفاظت کے لیئے لکھا ادھر معاویہ نے مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ زیاد کے مال پر نظر رکھے۔ مغیرہ نے بصرہ میں آکر عبدالرحمن کو

گرفتار کرکے یہ کہا کہ تمہارے باپ نے تو میرے ساتھ برائی کی تھی لیکن زیاد نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اور معاویہ کو لکھ بھیجا کہ مجھے عبدالرحمن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں ملا جسکا لینا مجھے جائز ہوتا۔ معاویہ نے لکھا کہ اُس پر عذاب کرو کہ قبول کرے۔ بعض مشائخ کا بیان ہے کہ معاویہ کے لکھنے پر مغیرہ نے چاہا کہ عبدالرحمن پر عذاب کرے اور معاویہ کو یہ خبر پہنچ جائے تو عبدالرحمن سے کہا کہ تمہارے چچا نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اسکی حفاظت کرو اور اُس کے منھ پر ایک ریشمی کپڑا پانی میں بھگو کر ڈال دیا کہ منھ پر اُس کے لپٹ گیا اور اُسے غش آگیا تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر اُسے چھوڑ دیا اور معاویہ کو لکھ بھیجا میں نے اُس پر عذاب بھی کیا مگر اُس کے پاس کچھ نہیں پایا غرض اس طرح مغیرہ نے زیاد کے احسان کی پاسداری کی۔ کہتے ہیں کہ مغیرہ نے ایک دفعہ معاویہ سے ملاقات کی معاویہ نے مغیرہ کو دیکھکر کہا شعر

"کہ انسان اگر اپنا راز کہا چاہے تو محل اعتماد وہی شخص ہوسکتا ہے جو اُس کا دوست اور خیر خواہ ہو چاہئیے کہ اپنا راز جب کہے ایسے ہوا خواہ سے کہے جو اُسے چھپائے اور فاش نہ ہونے دے"

مغیرہ نے کہا اے امیرالمومنین اگر مجھ سے کوئی راز آپ نے کہا تو ایسے شخص سے کہا جو آپ کا ہوا خواہ وشفیق ومحتاط ومحل وثوق ہے اے امیرالمومنین وہ کونسا راز ہے۔ معاویہ نے کہا مجھے زیاد کا اور زمین فارس پر بھروسا کر کے اُس کے بیٹھ رہنے اور مجھ سے علیحدہ رہنے کا خیال جو آیا تو رات بھر نیند نہیں آئی۔ مغیرہ نے چاہا کہ زیاد کو معاویہ کے دل سے اتار دے کہا زیاد وہاں ہے تو کیا چیز ہے اے امیرالمومنین۔ معاویہ نے کہا عاجز رہ جانا بری بلا ہے ایک عرب کا ذوفنون مالدار فارس کے قلعوں میں پناہ گزین تدبیر میں مصروف موقع کا منتظر۔ مجھے تو یہ خوف ہے کہ اُسی خاندان کے کسی شخص سے بیعت نہ کرلے کہ میرے لئے از سرنو اسی جنگ وجدال[1] کا سامنا ہوگا مغیرہ نے کہا اے امیرالمومنین اجازت ہے کہ میں زیاد کے پاس جاؤں کہا کہ ہاں جاؤ اور لطف سے پیش آؤ۔ مغیرہ زیاد کے پاس آئے زیاد نے اُن کے آنے کی خبر سن کے یہی کہا کہ یہ تو کسی بڑے کام کے لئے آئے ہیں۔ یہ ایک پیش دالان میں دھوپ کے رخ پر بیٹھا ہوا تھا۔ مغیرہ کو آنے کی

---

[1] یہاں خدعۃ کی جگہ جذعۃ بھی نسخہ ہے اُسی نسخہ کو میں نے اختیار کیا ہے ۶ ح

اجازت دی جب وہ آئے تو کہا بھلا ہو آنے والے کا۔ کہا کہ بھلائی تمھارے ہی لیئے ہے۔ اے ابو مغیرہ معاویہ کو تشویش نے پریشان کر دیا کہ آخر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ حسن کے سوا کوئی ایسا شخص اُن کے پیش نظر نہیں تھا جو ریاست کی طرف ہاتھ بڑھائے انھوں نے تو معاویہ سے بعیت کر لی۔ تم بھی یکسوئی کرنے کے قبل ہی اپنے لیئے کچھ ایسا کر لو کہ معاویہ کو تمھاری طرف سے اندیشہ نہ رہے اُس نے کہا۔ تم کیا مشورہ دیتے ہو اصل مطلب کی بات کہو زیادہ گوئی نہ کرنا مشورہ اُسی سے کیا جاتا ہے جس پہ اعتماد ہوتا ہے مغیرہ نے کہا۔

میری رائے یہ ہے کہ تم وابستگان معاویہ میں شامل ہو کر انکی خدمت میں روانہ ہو جاؤ۔ زیاد نے کہا میں سوچوں گا اور خدا جو چاہے گا وہی ہوگا۔

ایک یہ روایت ہے کہ زیاد نے سال بھر سے زیادہ قلعہ میں قیام کیا آخر معاویہ نے اُسے لکھا کہ تو کیوں اپنے کو ہلاک کرتا ہے میرے پاس چلا آ مجھ سے بیان کر کہ خراج سے کس قدر مال تجھ کو وصول ہوا ہے اور کس قدر تو نے خرچ کیا اور کس قدر تیرے پاس باقی ہے اور تیرے لیئے امان ہے جی چاہے میرے پاس قیام کرنا چاہے اپنے مقام پہ واپس ہو جانا زیاد فارس سے روانہ ہوا اور مغیرہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ زیاد نے معاویہ کے پاس آنے کا ارادہ کر لیا ہے یہ زیاد کی روانگی سے پہلے ہی معاویہ کے پاس جانے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ زیاد اصطخر سے روانہ ہو کر ارجان کی طرف آیا پھر ماہ بہراذان سے ہوتا ہوا حلوان کی راہ سے مدائن میں پہنچا پہلے عبدالرحمن نے جا کر معاویہ کو زیاد کے آنے کی خبر دی اُس کے بعد زیاد شام میں پہنچا اُس کے مہینہ بھر کے بعد کہیں مغیرہ کا بھی ورود ہوا۔ معاویہ نے کہا اے مغیرہ زیاد تو تم سے مہینہ بھر کی راہ کے فاصلہ پہ تھا اور تم روانہ بھی اُس سے پہلے ہوئے پھر بھی وہ تم سے پہلے پہنچا۔ مغیرہ نے کہا اے امیرالمومنین عاقل جب عاقل سے کچھ پوچھتا ہے تو اُس کو جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے معاویہ نے کہا تم جواب دینے میں احتیاط کرتے ہو تو کرو کوئی رازنہ کی بات ہو تو مجھ سے نہ کہو۔ کہا زیاد زیادتی کی امید میں آیا ہے اور میں نقصان کے خوف سے حاضر ہوا ہوں اور ہم دونوں کا سفر اسی لحاظ سے ہے۔ پھر معاویہ نے زیاد سے اُس مال کے متعلق سوال کیا جو ملک فارس سے اُسے وصول ہوا۔ زیاد نے سب بیان کر دیا کہ علی رضہ کو

کتنا مال بھیجا ہے اور جن امور میں خرچ کرنے کی ضرورت تھی اُن میں کس قدر خرچ کیا ہے۔ معاویہ نے اس کی بھی تصدیق کی جو کچھ زیاد نے خرچ کیا تھا اور جو کچھ اُس کے پاس باقی تھا اُسے بھی سچ سمجھا اور باقی مال کو اس سے لے لیا اور کہا کہ تو تو ہمارے خلفا کا امین ہے۔

یہ روایت بھی مجھ سے عمر نے بیان کی کہ زیاد جب فارس میں تھا تو معاویہ نے اُسے آنے کو لکھا۔ زیاد اپنے ساتھ منجاب بن راشد ضبی اور حارثہ بن بدر غدانی کو لے کر فارس سے روانہ ہوا۔ اور عبداللہ بن عامر نے ابن خازم کو ایک جماعت کے ساتھ فارس کی طرف یہ کہکر روانہ کیا کہ شاید زیاد تم کو راہ میں ملجائے تو اسے گرفتار کر لینا۔ ابن خازم فارس کی طرف چلا کوئی تو کہتا ہے سوق اہواز میں اور کسی کا بیان ہے کہ ارجان میں زیاد اُسے ملا اُس نے زیاد کی باگ پر ہاتھ ڈالدیا اور کہا او زیاد اتر گھوڑے سے۔ منجاب نے للکار کر کہا اے ابن سوداہٹ وہاں سے نہیں تو تیرا ہاتھ اسی باگ میں لٹکا دونگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیاد بیٹھا ہوا تھا کہ ابن خازم وہاں پہنچا اور زیاد سے سخت گوئی کی اس پر منجاب نے اُسے گالی دی زیاد نے پوچھا ابن خازم تمھارا کیا مقصد ہے۔ بولا میں چاہتا ہوں کہ تم بصرہ کی طرف چلو۔ زیاد نے کہا میں بصرہ ہی جا رہا ہوں۔ یہ سن کر ابن خازم زیاد سے شرمندہ ہوکر وہاں سے چلا گیا بعض کہتے ہیں کہ ابن خازم و زیاد میں ارجان میں ملاقات ہوئی اور آپسمیں جھگڑا بھی ہوگیا۔ زیاد نے ابن خازم سے کہا مجھے معاویہ نے امان دی ہے اور میں وہیں جارہا ہوں دیکھو یہ خط اُن کا میرے پاس موجود ہے۔ ابن خازم نے کہا اگر تم امیرالمومنین کے پاس جارہے ہو تو ہمیں تم سے کچھ تعرض نہیں۔ یہاں سے ابن خازم سابور کی طرف اور زیاد ماہ بہراذان کی جانب روانہ ہوا۔ معاویہ کے پاس پہنچا تو مال فارس کے متعلق اُس سے سوال کیا۔ زیاد نے کہا اے امیرالمومنین وہ مال میں نے ارزاق و عطایا میں اور کفالتوں میں صرف کیا جو کچھ باقی رہا وہ کچھ لوگوں کے پاس امانت کے طور پر میں نے رکھدیا ہے معاویہ نے یہ سنکر بار بار اسی کلمہ کو دُہرایا (باقی مال کو امانت رکھدیا ہے) زیاد نے لوگوں کو خط روانہ کئے جن میں شعبہ بن قلعم کا نام بھی ہے لکھا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میری امانت تمھارے پاس ہے خدائے عزوجل کی کتاب پر دو اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ الْاٰیَہ" ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت کو پیش کیا۔ غور کرو اور جو کچھ تمھارے ذمے ہے اسکی حفاظت کرو۔ اور زیاد نے جس مبلغ کا معاویہ سے اقرار کیا تھا ان خطوں میں اسکی تعیین بھی کر دی تھی۔ اس نے یہ خط چھپا کر اپنے قاصد کے ہاتھ روانہ کیے اور اس سے کہا کہ کسی ایسے شخص کو بھی دکھا دینا جو معاویہ تک اس خبر کو پہنچا دے۔ قاصد نے ایسا ہی کیا اور یہ بات کھل گئی۔ قاصد کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس لائے[1] . . . .

ان خطوں کو معاویہ نے پڑھا تو معلوم ہوا کہ زیاد نے جو اقرار کیا تھا وہی ان خطوں میں بھی ہے۔ اب معاویہ نے زیاد سے کہا مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ تو نے مجھ سے مکر کیا اب جس طرح تیرا جی چاہے میرے ساتھ مصالحہ کرلے۔ زیاد نے اسی مال پر معاملہ کرلیا جسے وہ کہہ چکا تھا کہ میرے پاس ہے اور معاویہ کے پاس اسے بھیج بھی دیا۔ اور کہا اے امیرالمومنین والی فارس ہونیکے پیشتر بھی میرے پاس کچھ مال تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہی مال رہ جائے اور جو کچھ ولایت فارس سے میں نے لیا ہے وہ نہ رہے۔ پھر زیاد نے معاویہ سے درخواست کی کہ کوفہ میں رہنے کی اجازت اسے ہو جائے۔ معاویہ نے اجازت دیدی اور وہ کوفہ کو روانہ ہو گیا اور مغیرہ نے اس کے ساتھ تعظیم واکرام کا سلوک جاری رکھا۔ معاویہ نے مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ نماز جماعت میں زیاد وسلیمان بن صُرَد اور حجر بن عدی اور شبث بن ربعی وابن الکوا اور عمرو بن الحمق کو شریک ہونے کی تاکید رہے۔ اسی بنا پر یہ لوگ مغیرہ کے ساتھ نماز پڑھنے کو حاضر ہوا کرتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں آیا اور نماز ہونے کو تھی تو مغیرہ نے اس سے کہا تم آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ زیاد نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا اپنی ریاست میں نماز پڑھانے کے لیئے تم مجھ سے احق ہو۔ اور ایک دفعہ مغیرہ کے پاس ام ایوب بنت عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط بیٹھی تھی کہ زیاد آیا مغیرہ نے ام ایوب کو زیاد کے سامنے کر دیا اور کہا ابو مغیرہ سے پردہ نہیں چاہیئے مغیرہ کے مرنے کے بعد زیاد نے اس عورت سے عقد کر لیا ابھی وہ کم سن تھی۔

---

[1] جس مقام پر مترجم صاحب نے بیاض چھوڑ دی ہے وہاں یہ الفاظ ہیں " فَقَالَ مُعَاوِيَه لِزِيَادٍ لَئِنْ لَمْ تَكُنْ مَكَرْتَ بِيْ اِنَّ هٰذِهِ الْكُتُبَ مِنْ حَاجَتِيْ " معاویہ نے زیاد سے کہا اگر تم نے میرے ساتھ کوئی چال نہ چلی ہے تو یہ خطوط تو میرے ہی کام کے لیئے لکھے گئے ہیں۔　ناظر مذہبی

چنانچہ زیاد کے پاس ایک ہاتھی تھا اُسے زیاد کے حکم سے ام ایوب کے سامنے لاکر کھڑا کر دیتے تھے اور وہ اسے دیکھا کرتی تھی۔ اُس دروازہ کا نام ہی باب الفیل ہوگیا۔
اس سال عنبسہ بن ابوسفیان نے لوگوں کو حج کرایا۔

(۴۳ھ)

واقدی کا زعم ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے اس سال روم سے جنگ کی اور اُسی سرزمین پر جاڑوں کی فصل گزار دی اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا مگر اکثر اہل تاریخ اس خبر کو غلط سمجھتے ہیں اُن کا بیان ہے کہ زمین روم پر بسر کو کبھی کوئی جاڑا نہیں گزرا۔
اسی سال عمرو بن عاص نے مصر میں عید الفطر کے دن رحلت کی۔ عمر بن خطاب رضہ کے عہد میں چار برس اور عثمان رضہ کے زمانہ میں دو مہینے کم چار برس اور معاویہ کے وقت میں ایک مہینہ کم دو برس اُنھوں نے مصر میں حکومت کی ہے۔
اسی سال معاویہ نے عبداللہ بن عاص کو باپ کے مرنے کے بعد والیِ مصر مقرر کیا حسب قول واقدی دو برس کے قریب یہ والی مصر رہے۔
اسی سال مدینہ میں محمد بن مُسلمہ نے انتقال کیا اُنکی نماز مروان بن حکم نے پڑھی۔
اسی سال بعض مورخین کہتے ہیں کہ مستورد بن عُلفہ خارجی قتل کیا گیا بعض کہتے ہیں کہ ۴۲ھ میں قتل ہوا۔

مُستَورِد بن عُلّفہ خارجی

یہ ذکر ہم کر چکے ہیں کہ وہ خوارج جو نہروان کے مجروحین میں تھے اور وہ جو رے میں تھے اور اُن کے علاوہ اور بھی سب کے سب تین شخصوں سے رجوع کرتے تھے جن میں سے مستورد ابن عُلفہ بھی تھا اور اُنھوں نے مستورد سے بیعت کی تھی اور اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ غُرّہٗ شعبان ۴۳ھ میں خروج کریں گے۔ قبیصہ بن دمون نے جو مغیرہ کے عہد میں رئیس شرطہ تھا مغیرہ کو یہ خبر پہنچائی کہ خوارج نے حیان بن ظبیان کے گھر میں مجتمع ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ غُرّہٗ شعبان میں تم پر خروج کریں گے۔ یہ شخص بنی ثقیف کے حلیفوں میں تھا اور کہتے ہیں کہ اس کی اصل حضرموت وصدف سے ہے۔ مغیرہ نے اُس سے کہا کہ

کوتوالی کی جمعیت لیکر جا اور حیان بن ظبیان کے مکان کو گھیر لے اور میرے پاس لے آ۔ سب اُسی کو رئیس خوارج سمجھتے بھی تھے۔ قبیصہ جمعیت اور بہت سے لوگ ساتھ لیکر روانہ ہوا۔ حیان بن ظبیان کیا دیکھتا ہے کہ دن دوپہر اُس کے گھر میں لوگ گھس آئے۔ اُس وقت معاذ ابن جوین اور کوئی بیس شخص اور ان دونوں کے اصحاب میں سے وہاں موجود تھے۔ اور اس کی عورت جو کہ ایک جاریہ ام ولد تھی فوراً اُٹھی اور سب کی تلواریں بچھونوں کے نیچے اُس نے چھپا دیں۔ بعض لوگ اپنی اپنی تلوار ڈھونڈنے کو اُٹھے تو کوئی تلوار نہ ملی۔ سب نے خود کو گرفتار کروا دیا۔ قبیصہ سب کو لیکر مغیرہ بن شعبہ کے پاس پہنچا۔ مغیرہ نے اُن سے پوچھا کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کا کیوں تم نے ارادہ کیا ان لوگوں نے کہا ہم نے اس بات کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ مغیرہ نے کہا نہیں نہیں مجھے سب خبر ملی اور اُس کی تصدیق تمہارے اس اجتماع سے ہو گئی اُنھوں نے کہا اس گھر میں ہمارے اجتماع کا سبب یہ تھا کہ حیان بن ظبیان نے ہمیں قرآن سیکھنے پر آمادہ کیا ہے۔ اس لیئے ہم لوگ اُس کے پاس مجتمع ہوا کرتے ہیں اور اُسے قرآن سنایا کرتے ہیں۔ مغیرہ نے حکم دیا کہ ان سب کو قید خانے میں لے جاؤ۔ اس کے بعد یہ لوگ کوئی برس دن قید رہے۔ ان کے گرفتار ہو جانے کا حال اُن کے ساتھ والوں کو معلوم ہوا اور وہ خائف ہو گئے۔ رئیس ان کا مستورد ابن عُلفہ بھی یہاں سے نکل گیا حیرہ میں جا کر ایک مکان میں اترا یہ مکان بنی کلب کے قصر العدسیئین کے پاس تھا اور اپنے ساتھ والوں کو اُس نے کہلا بھیجا وہ اُس کے پاس آنے جانے لگے اور سامان کرنے لگے جب ان لوگوں کی آمد و رفت اُس کے پاس زیادہ ہو گئی تو اُن سے مستورد نے کہا کہ ہم سب کو یہ جگہ بدلنی چاہئے مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے حالات سے لوگ مطلع نہ ہو جائیں۔ وہ اسی بحث میں تھے کوئی کہتا تھا فلاں جگہ چلے جائیں کوئی کہتا تھا نہیں فلاں مقام پر جانا چاہئے۔ کہ حجار بن ابجر نے ایک گھر میں سے جس میں وہ خود اور کچھ اُس کے قرابت دار موجود تھے بلند ہو کر اُن لوگوں کو دیکھ لیا۔ دیکھا دو سوار آئے اور جس گھر میں یہ سب لوگ جمع تھے اُس مکان کے اندر چلے گئے اور فوراً ہی دو سوار اور آئے وہ بھی اندر چلے گئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک اور آیا اور اندر چلا گیا پھر اور آیا اور اسی مکان میں گھس گیا۔ اُسے یہ دیکھ کر ایک فکر ہو گئی بات یہ تھی کہ ان لوگوں کے خروج کرنے کا

وقت قریب آگیا تھا حجار جس گھر میں اترا ہوا تھا وہاں کی گھر والی اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی
اس عورت سے اُس نے پوچھا۔ ارے یہ سوار کیسے ہیں جو سامنے والے مکان کے اندر جا رہے
ہیں۔ کہنے لگی واللہ میں نہیں جانتی یہ کون لوگ ہیں یہی دیکھتی ہوں کہ بہت سے لوگ پیادے
اور سوار اس مکان میں آتے ہی جاتے رہتے ہیں یہ سلسلہ موقوف نہیں ہوتا کچھ دنوں سے
ہم سب کو ان لوگوں کی طرف سے اندیشہ سا ہو رہا ہے یہ نہیں معلوم یہ ہیں کون لوگ۔
یہ سن کر حجار اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ایک غلام کو ساتھ لیکر اس مکان کے دروازہ پر آیا۔
دیکھا کہ انھیں میں کا ایک شخص دروازہ پر نگہبانی کر رہا ہے جو کوئی دروازہ پر آتا ہے پہلے
یہ جا کر اپنے رئیس کو اطلاع کرتا ہے اور وہ آنے کی اجازت دیتا ہے اگر اُن کے شناساؤں
میں سے کوئی آتا ہے تو سیدھا اندر چلا جاتا ہے اُس کے لیئے اذن لینے یہ نہیں جاتا۔ حجار
جب پہنچا وہ اُسے پہچانتا نہ تھا کہا آپ کون صاحب ہیں رحمک اللہ آپ کا کیا کام ہے۔
کہا میں اپنے رئیس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اُس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ کہا حجار بن ابجر
اُس نے کہا ذرا ٹھہریے لوگوں کو آپ کے آنے کی اطلاع دیکر میں ابھی آتا ہوں۔ حجار نے کہا
شوق سے جاؤ۔ وہ اندر گیا ہی تھا کہ اُس کے پیچھے پیچھے حجار بھی بڑی پھرتی سے چلا آیا اور
ایک بڑے سائبان کے دروازہ تک پہنچ گیا[1] سائبان میں سب بیٹھے ہوئے تھے
اور نگہبان اُن سے کہہ رہا تھا کہ یہ شخص جس پر مجھے شبہہ ہوتا ہے امیر کے پاس آنا چاہتا
ہے حجار بن ابجر اپنا نام بتاتا ہے۔ اُس نے سن لیا کہ سب لوگ ڈر رہے ہیں اور
کہہ رہے ہیں واللہ حجار بن ابجر کا آنا اچھا نہیں۔ یہ سن کر اُس نے ارادہ کیا کہ یہیں
سے پلٹ جائے اور اُن لوگوں کی طرف سے جو شبہہ اُس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے
بس اُسی پر اکتفا کرے مگر بغیر اُن کے دیکھے ہوئے پلٹ جانے پر بھی اُسکا دل راضی نہ ہوا۔
آگے بڑھا سائبان کے دروازہ پر دو پرت کا پردہ پڑا تھا دونوں پرتوں کے بیچ میں آکر
السلام علیکم کہکر وہیں ٹھہر گیا۔ دیکھا کہ ایک بڑی جماعت ہے ہتھیار ہیں زرہیں ہیں۔
حجار نے کہا خداوند ان کو توفیق خیر دے پوچھا خدا عافیت سے رکھے آپ کون لوگ ہیں۔
اس جماعت میں علی بن ابی شمر بن حصین تیمی ربابی بھی موجود تھا خوارج میں سے آٹھ شخص جو

---

[1] صفہ مولدین کے محاورہ میں چبوتری کو کہتے ہیں لغت میں اسکے معنے سائبان کے ہیں ۱۲ ح

نہروان سے بھاگے تھے اُن میں کا ایک یہ بھی تھا اور عرب کے شہسواروں اور زاہدوں اور نیک لوگوں میں اُسکا شمار تھا اُس نے حجار کو پہچانا اور کہا اے حجار بن ابجر اگر تم مخبری کرنیکے ارادہ سے آئے ہو تو سب حال تم کو معلوم ہو گیا اگر کچھ اور کام ہے تو اندر چلے آؤ بیٹھو ہم سے اپنے آنے کا سبب بیان کرو۔ اُس نے کہا اندر آنے کی ضرورت نہیں اور یہ کہکر وہاں سے پلٹا۔ وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس شخص کو پکڑ کر قید کر رکھو یہ تمھاری مخبری کریگا۔ کچھ لوگ یہ سن کر اُس کے پیچھے چلے آفتاب غروب ہونے کو تھا وہ گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا اُس وقت اُس کے پاس پہنچے کہا کہ اپنا حال ہم سے بیان کردو اور یہ بتا دو کہ تم کیوں آئے تھے اُس نے کہا میں کسی ایسے کام کے لیئے نہیں آیا تھا جس سے تم کو تشویش و پریشانی ہو۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ذرا ٹھہرو کہ ہم تمھارے پاس آکر باتیں کریں یا تمھیں ہمارے پاس آکر حال بیان کردو تاکہ ہم اپنا حال تم سے بیان کردیں اور اپنا مطلب ظاہر کردیں اُس نے کہا میں تمھارے پاس نہیں آتا اور نہ اسکا روادار ہوں کہ تم میں سے کوئی شخص میرے پاس آئے یہ سن کر علی بن ابو شمر نے کہا کہ آج رات کی رات تم ہمکو اس بات سے مطمئن کرتے ہو کہ ہماری مخبری نہ کرو گے اور اس میں تمھارا احسان ہوگا ہمارے تمھارے درمیان حق قرابت بھی تو ہے۔ کہا رات کی رات کیا ہمیشہ کے لیئے تم میری طرف سے مطمئن رہو یہ کہکر چلا کوفہ میں آیا اور اپنے لوگوں کو بھی ساتھ لیتا آیا۔ یہاں اور لوگوں نے آپس میں یہ کہا کہ ہم کو تو اس بات کا اطمینان نہیں ہے کہ یہ شخص ہماری مخبری نہ کرے گا ہم کو اسی وقت اس جگہ کو چھوڑ دینا چاہئیے بس مغرب کی نماز سب نے پڑھی اور حیرہ سے نکل کر متفرق ہو گئے ان کے رئیس نے سب سے کہدیا تھا کہ بنی سلمہ میں سلیم بن محدوج عبدی کے مکان میں مجھ سے ملیں اور وہ حیرہ سے نکل کر قبیلۂ عبد القیس سے ہوتا ہوا بنی سلمہ میں آیا سلیم بن محدوج اُسکا خسر تھا اُسے بلا بھیجا اُس نے اُس کو اور اُس کے ساتھ پانچ یا چھ شخص اور تھے اُن کو اپنے گھر میں اتار لیا۔ حجار اپنے گھر واپس آیا اور یہ لوگ بھی انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ذکر حاکم سے یا لوگوں سے جو اُس نے کیا ہوگا اُسکا کچھ حال معلوم ہو۔ اُس نے کسی سے بھی اُن کا ذکر نہیں کیا نہ کوئی ایسی بات اُس کی طرف سے جو انھیں ناگوار ہو اُن کے سننے میں آئی۔ مغیرہ بن شعبہ کو خبر پہنچ گئی کہ خوارج انھیں دنوں میں تم پر خروج کرنے والے ہیں اور اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا امیر بھی وہ مقرر کر چکے ہیں۔ مغیرہ نے

یہ سن کر لوگوں کے سامنے تقریر کی حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد کہا ایھا النّاس تم خوب جانتے ہو کہ میں ہمیشہ تمہاری جماعت کے لیئے عافیت کا خواہاں رہتا ہوں مکروہات سے تم کو دور رکھتا ہوں اور بخدا مجھے اندیشہ رہا کرتا ہے کہ یہ امر اہل تقویٰ و دانش کے سوا جو لوگ کہ تم میں جاہل ہیں اُن کے حق میں بدسلوکی ہے اور بخدا مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ سوا اس کے چارۂ کار ہی نہ رہے کہ اہل تقویٰ و دانش بھی سفیہ و جاہل کے گناہ میں دھرے جائیں تو ایھا النّاس تمھیں لازم ہے کہ بلا کے عام ہونے سے پہلے ہی اپنے جاہلوں کو روکے رہو۔ میں نے یہ سنا ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے یہ ارادہ کیئے ہوئے ہیں کہ شہر میں بغاوت و مخالفت کر کے خروج کریں۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ عرب کے جس قبیلہ کے ساتھ وہ خروج کریں گے اُسے میں ایسا تباہ کردوں گا کہ اوروں کو عبرت ہو جائے گی، لوگوں کو چاہیئے کہ پشیمان ہونے کے پیشتر ہی سوچ سمجھ لیں میں نے یہ تقریر آج اسی لیئے کی ہے کہ اتمام حجت ہو جائے عذر باقی نہ رہے۔ مُعقِل بن قیس ریاحی یہ سن کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر کسی نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ یہ کون لوگ ہیں اگر اُن کے نام معلوم ہیں تو ہمیں بتایئے وہ کون کون لوگ ہیں ہم میں سے اگر وہ ہوں گے تو ہم خود اُن سے سمجھ لیں گے آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی اور اگر وہ اور ہی لوگ ہیں تو آپ اہل شہر میں سے جو اطاعت گزار ہیں انھیں حکم دیجیئے کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ اپنی قوم کے جاہلوں کو یہاں حاضر کردیں۔ مغیرہ نے کہا نام تو کسی کا میں نے نہیں سنا مجھے اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ ایک جماعت نے شہر میں خروج کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ معقل نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میں تو اپنی قوم میں جاتا ہوں جس خیال میں وہ ہوں گے اُس کے لیئے آپ کو زحمت نہ کرنا پڑے گی اسی طرح[1] ہر رئیس قوم کو چاہیئے کہ اپنی قوم کے باب میں آپ کو زحمت نہ دیں مغیرہ منبر سے اُتر آئے۔ اب مغیرہ بن شعبہ نے سب رئیسوں کو بلا کر اُن سے کہا کہ جو کچھ ہوا وہ تمھیں معلوم ہے اور میں نے جو کچھ کہا وہ تم نے سنا رؤساء قوم میں سے ہر شخص کو اب یہ چاہیئے کہ اپنی اپنی قوم کے باب میں مجھے زحمت نہ دیں اگر ایسا نہ ہوا تو قسم ہے مجھے اُس خدا کی جس کے سوا

---

[1] تاریخ طبری کے متن میں اور نیز تاریخ کامل ابن اثیر میں یہاں فَنَزَل لکھا ہے۔ اس لحاظ سے ترجمہ کیا گیا لیکن تاریخ طبری میں نسخہ فَلْيَكُ بھی ہے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مغیرہ نے اپنی تقریر ختم کر دی۔

کوئی مدد نہیں ہے کہ تمھارے لیئے نیکی کو بدی سے اور گوارا کو ناگوارا سے بدلکر رہوں گا۔ اب کوئی ملامت گر ملامت کرے تو اپنے ہی نفس پر کرے جب میں نے پہلے ہی متنبہ کر دیا تو پھر مجھ پر کچھ الزام نہیں۔ اب روسائے قوم وہاں سے اُٹھکر اپنے اپنے قبیلہ میں آئے اور اُنھیں خدا اور مذہب کا واسطہ دیکر کہا کہ جس شخص پر تمھارا گمان ہو کہ وہ فساد برپا کیا چاہتا ہے یا جماعت سے الگ ہونا چاہتا ہے ہمیں بتادو کہ وہ کون شخص ہے۔ اور صعصعہ بن صوحان نے قبیلۂ عبد القیس میں آکر تقریر کی اور اُسے خوب معلوم تھا کہ مستورد اور اس کے اصحاب سلیم بن محدوج کے گھر میں موجود ہیں گو یہ اُن لوگوں سے الگ تھا اور اُن کے مذہب سے نفرت کرتا تھا مگر یہ گوارا نہ تھا کہ اسکی برادری میں رہ کر وہ گرفتار ہوں اور اپنی قوم کے ایک خاندان سے برائی کرے۔ جو کچھ اُس نے کہا وہ کلمۂ خیر تھا اور اُس زمانے میں اس خاندان میں بہت شرفا تھے اور شمار میں بھی کم نہ تھے اُس نے نماز عصر کے بعد تقریر کی۔ کہا اے گروہ بندگان خدا شکر ہے اس پروردگار کا کہ جب اُس نے مسلمانوں میں فضیلت کی تقسیم کی تو تم کو بہترین فضائل سے مخصوص کیا اسی سبب سے تم نے خدا کے اُس دین کو قبول کیا جو خدا نے اپنے لیئے پسند کیا اور اپنے ملائکہ وانبیا کے واسطے انتخاب کیا اور اُس دین پر تم قائم رہے یہاں تک کہ خدا نے اپنے رسول کو اپنے پاس بلا لیا۔ اُن کے بعد لوگوں میں اختلاف پڑا ایک گروہ ثابت قدم رہا ایک گروہ مرتد ہو گیا ایک گروہ نے بے پروائی کی ایک گروہ نے تامل کیا تم نے اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھنے کے سبب سے اُس کے دین کو اپنے لیئے لازم کر لیا اور مرتدوں سے یہاں تک قتال کیا کہ دین قائم ہو گیا اور خدا نے ظالموں کو ہلاک کیا اسی سبب سے خدا نے ہر شئے میں ہر حال میں تمھارے لیئے خیر و برکت میں زیادتی کی یہاں تک کہ امت کے درمیان اختلاف پڑ گیا ایک گروہ نے کہا ہم کو طلحہ و زبیر و عائشہ سے مطلب ہے ایک گروہ نے کہا ہم کو اہل مغرب سے تعلق ہے ایک گروہ نے کہا ہم کو عبد اللہ بن وہب راسبی ازدی سے غرض ہے تم کو خدا نے توفیق و درستی را عطا کی تھی تم یہی کہتے رہے کہ ہم کو کسی سے مطلب نہیں سوا اہل بیت کے جن کے سبب سے خدا نے پہلے ہی ہم کو شرف بخشا۔ پھر تم ہمیشہ حق پر رہے کبھی اس کو تم نے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ خدا نے تمھارے اور جو لوگ تمھاری سی ہدایت و رائے رکھتے تھے

اُن کے ہاتھوں بیعت توڑنے والوں کو (ناکثین) جنگ جمل میں اور دین سے نکل جانیوالوں کو (مارقین) جنگ نہروان میں ہلاک کیا۔ "صعصعہ نے یہاں اہل شام کا ذکر اس سبب سے ترک کیا کہ اس وقت انھیں کی بادشاہی تھی") اور اس فرقۂ مارقین سے بڑھکر خدا کا تمہارا تمہارے نبی کے اہل بیت کا تمام مسلمانوں کا کوئی دشمن نہ ہوگا جن خطاکاروں نے ہمارے امام کو چھوڑ دیا ہمارے خون کو حلال سمجھے ہم کو کافر بنایا تم کو اس بات سے حذر کرنا چاہیئے کہ ان کو اپنے گھروں میں جگہ دو اور اُن کے حال کو چھپاؤ۔ اس فرقۂ مارقین کے ساتھ دشمنی کرنے میں تم کو عرب کے تمام قبائل سے بڑھکر انہماک کرنا چاہیئے اور میں اس بات کی تفتیش کروں گا اور پوچھوں گا اگر مجھ سے سچ سچ بیان کر دیا جائے تو میں انکی خوں ریزی کو موجب تقرب الٰہی سمجھوں گا۔ اس لیئے کہ ان کا خون بہانا حلال ہے۔ پھر کہا کہ اے بنی عبد قیس یہ حکام ہمارے تم کو خوب پہچانتے ہیں اور تمہاری رائے سے خوب واقف ہیں اُن کو ایسا موقع نہ دو کہ وہ تم پر ہاتھ ڈالیں۔ تم سے اور تم ایسوں سے بگڑ جاتے انھیں دیر نہ لگے گی۔ یہ کہکر وہ سرک کر بیٹھ گیا اور اس کی قوم کے سب لوگوں نے یہی کہا کہ خدا ان پر لعنت کرے اور اُن سے بیزار رہے قسم ہے خدا کی ہم اُن کو پناہ نہ دیں گے اور اگر ہم کو ان کا حال معلوم ہو جائے گا تو ضرور تجھ کو مطلع کر دینگے۔ بس ایک سلیم بن محدوج تھا کہ اُس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ دل شکستہ و خاموش اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا اُسے گوارا نہ تھا کہ اپنے رفقا کو اپنے گھر سے نکال دے اور وہ اس پر ملامت کریں اُن کے ساتھ سمدھیانہ بھی تھا ان کو اس پر بہت بھروسا تھا یہ بھی اُسے گوارا نہ تھا کہ اسی کے گھر میں وہ گرفتار کر لیئے جائیں پھر وہ بھی ہلاک ہوں اور یہ بھی اسی تشویش میں گھر میں داخل ہوا۔ ادھر مستورد کے پاس اس کے رفقا بھی آئے اُن میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ خبر نہ بیان کی ہو کہ مغیرہ بن شعبہ نے لوگوں کے سامنے کیا تقریر کی اور روسائے قبائل کیا خبر لیکر آئے اور انھوں نے کیا تقریر کی۔ اور سب نے مستورد سے کہا کہ ہم کو یہاں سے لے چل بخدا ہم کو اندیشہ ہے کہیں اپنے ہی قبیلہ میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ اُس نے پوچھا جس طرح تمام قبائل کے روسا نے اپنے اپنے قبیلہ میں تقریر کی ہے کیا قبیلۂ عبد القیس کے رئیس نے اپنے لوگوں میں کچھ تقریر نہیں کی۔ کہا کیوں نہیں کی بے شک کی۔ مستورد نے کہا صاحب خانہ نے تو مجھ سے کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔ لوگوں نے

کہا اُسے شرم مانع ہوئی ہوگی جو تم سے اس بات کا ذکر نہیں کیا اُس نے ابن محدوج کو بلا بھیجا وہ آیا تو کہا میں نے سنا ہے کہ میرے اور میرے اصحاب کے باب میں تمام خاندانوں کے رئیسوں نے اپنے اپنے قبیلہ میں جاکر تقریر کی ہے تو میں پوچھتا ہوں کیا تمھارے قبیلہ میں بھی کسی نے آکر اس قسم کی کچھ گفتگو کی ہے۔ اُس نے کہا ہاں صعصعہ نے ہم لوگوں میں آکر یہ تقریر کی کہ حاکم کے ملزمین ہیں سے کسی کو اپنے گھر میں ہم پناہ نہ دیں اور بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر تم سے میں اس لیئے نہیں کرتا کہ تم سمجھوگے کہ تمھارا معاملہ مجھ پر کچھ گراں ہے مستورد نے کہا تم نے مہمان نوازی کی اور احسان کیا۔ ہم لوگ انشاءاللہ بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔ ابن محدوج نے کہا واللہ اگر میرے گھر میں تم کو گرفتار کرنے کا وہ لوگ ارادہ کرتے تو جب تک تمھارے بچانے میں اپنی جان میں نہ دے دیتا اُس وقت تک تم کو یا تمھارے رفقا میں سے کسی کو وہ نہ پا سکتے۔ مستورد نے کہا خدا تم کو اس سے محفوظ رکھے۔

مغیرہ کے محبس میں جو لوگ تھے اُن کو بھی یہ خبر پہنچی کہ اہل شہر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ خوارج یہاں سے نکال دیئے جائیں اور گرفتار کئے جائیں تو اسی باب میں معاذ بن جوین نے اس مضمون کے کچھ اشعار کہے۔

"اے جانبازو اب وہ وقت آگیا کہ جس جس نے اپنی جان خدا کے ہاتھ بیچی ہے شہر سے نکل جائے۔

تم نے خطا کاروں کے شہر میں نادانی سے قیام کیا۔ تم میں سے ایک ایک شخص گرفتار کیا جاتا ہے کہ قتل کیا جائے۔

اب حملہ کردو دشمنوں کی قوم پر کہ اُنھوں نے گمراہی سے تم کو ذبح کرنے کے لیئے ٹھہرا رکھا ہے۔

ہاں بھائیو اُس غایتہ کے حاصل کرنے کا اب قصد کرو جو نیکی اور انصاف کی یادگار رہ جائے۔

کاش میں بھی ایک سخت استخواں زرہ پوش بے عیب بادپا پر سوار تمھارے ساتھ ساتھ ہوتا۔

کاش میں بھی تمھارے ساتھ ساتھ تمھارے دشمن سے مقابلہ کرتا اور سب سے پہلے

مجھی کو وہ جام مرگ پلا دیتا۔
مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم ستائے جاؤ نکالے جاؤ اور میں ابھی تک مفسدوں پر تلوار نہ کھینچوں۔
اور کسی باوقار شخص نے ابھی تک ان (مفسدوں) کی جماعت کو منفرق نہ کیا ہو جس کی شجاعت کا یہ حال کہ جہاں کسی نے کہا کہ وہ پیٹھ پھیری فوراً اُس نے رخ کیا۔
گھمسان کی جنگ میں شمشیر بکف ور آیا اور شدائد پر صبر کرنے کو سب سے بہتر سمجھا۔
مجھ پر شاق ہے کہ تمھاری توہین و تنقیص ہو رہی ہو اور میں اسیر پا بزنجیر غم و غصہ میں مبتلا رہوں۔
اگر میں اُس وقت موجود ہوں جب دشمن تم پر حملہ کریں تو دونوں لشکروں کے درمیان گرد و غبار کے تتق بلند کر دوں۔
کتنے ہی مجمعوں کو میں توڑ چکا ہوں کتنی ہی دفعہ لوٹ مار میں شریک رہا ہوں کتنے ہی حریفوں کو خاک و خون میں لٹا چکا ہوں"۔

اب مستورد نے اپنے رفقاء کو بلا بھیجا اور کہا کہ تم سب اس قبیلہ سے نکل جاؤ ایسا نہ ہو کہ ہمارے سبب سے نادانستہ کسی مسلمان کو ضرر پہنچے۔ اُن لوگوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو خوارج کا عقیدہ رکھتے تھے سب نے مقام سوراء میں جانے کی تجویز کی اور وہاں چلے بھی گئے چار چار پانچ پانچ دس دس کر کے تین سو آدمی وہاں جمع ہوئے پھر یہاں سے صراۃ کی طرف گئے اور رات وہیں بسر کی۔

مغیرہ بن شعبہ کو یہ خبر ہوئی تو رئیسوں کو بلا کر کہا کہ ان بدبختوں کی موت اور نادانی اس کا باعث ہوئی کہ اُنھوں نے خروج کیا۔ کون شخص تمھاری رائے میں ایسا ہے جسے میں وہاں بھیجوں۔ عدی ابن حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا ہم سبھی اُن سے دشمنی رکھتے ہیں اُن کی رائے کو بے وقوفی سمجھتے ہیں تمھارے طاعت گزاروں میں ہیں ہم میں سے جسے کہو گے وہاں جائے گا۔ معقل بن قیس اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے کہا جتنے روسائے شہر یہاں موجود ہیں اُن میں سے جسے بھیجو گے اُسے سخن شنو۔ طاعت گزار اس فرقے سے بیزار اُن کی

تباہی کا خواستگار ہی پاؤ گے اور خدا تمہارا بھلا کرے ایسے کسی شخص کو وہاں تم نہیں بھیج سکتے جو مجھ سے بڑھکر اُن کا دشمن اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آنے والا ہو مجھی کو وہاں بھیجو اور میں بحکم خدا اُن کے لیئے کافی ہوں۔ مغیرہ نے کہا بسم اللہ کرو روانہ ہو اور اُس کے ساتھ جانے کے لیئے تین ہزار آدمیوں کی روانگی کا سامان کر دیا۔ اور قبیصہ بن دمون نے مغیرہ نے کہا شیعۂ علی سے ملکر اُن کو معقل کے ساتھ روانہ کر کہ یہ اُن کے بڑے اصحاب میں تھا جب مشہور و معروف شیعوں کو تو روانہ کرے گا تو سب کے سب جمع ہو جائیں گے ایک دوسرے سے مانوس ایک دوسرے کا ہوا خواہ ہو گا پھر سب سے زیادہ یہی خوارج کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں اور اُن پر جرأت اُن کی بہت بڑھی ہوئی ہے اور اس سے پیشتر بھی اُن سے لڑ چکے ہیں۔

مُرہ بن منقذ انھیں لوگوں میں ہے جن کو اسی مجلس میں معقل کے ساتھ جانے کا حکم ہوا تھا وہ کہتا ہے معقل کے بعد صعصعہ بن صوحان اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر مجھے وہاں بھیج قسم بخدا میں اُن کے خون کو مباح سمجھتا ہوں اُس کا بار اپنے سر لینے کو مستعد ہوں۔ مغیرہ نے کہا تم بیٹھو تم تو خطیب ہو اور ذرا اس بات کو یاد رکھنا سبب یہ تھا کہ مغیرہ کو خبر پہنچی تھی کہ وہ عثمان بن عفانؓ میں عیب نکالا کرتا ہے اور علیؓ کا ذکر بہت کیا کرتا ہے اور اُن کو تفضیل دیتا ہے اور ایک بار مغیرہ نے اُسے بلا کر یہ کہہ بھی دیا تھا کہ خبردار اب میں کسی سے نہ سنوں کہ تو نے کسی کے سامنے عثمانؓ کو عیب لگایا اور علیؓ کی کوئی فضیلت علانیہ بیان کی تم جو کچھ علیؓ کی فضیلت بیان کرتے ہو میں اُس سے ناواقف نہیں ہوں بلکہ تم سے زیادہ ہی میں جانتا ہوں لیکن حاکم وقت غالب ہے ہم تو لوگوں کے سامنے اُن کے عیب ظاہر کرنے کے لیئے مجبور ہیں۔ اس باب میں جو کچھ ہمیں حکم دیا گیا ہے اُس میں سے بہت کچھ ہم چھوڑ دیتے ہیں بس اتنا ہی ذکر کرتے ہیں تقیہ کے طور پر جس سے کچھ چارہ نہیں ہے تاکہ اُن لوگوں سے ضرر ہمیں نہ پہنچے۔ اگر تو علیؓ کی فضیلت بیان کرنا چاہے تو اپنے اصحاب میں اپنے گھروں میں چھپا کر بیان کرنا چاہیئے اگر مسجد میں علانیہ تو بیان کریگا تو خلیفۂ وقت اس کا متحمل نہ ہوگا نہ اس باب میں ہمارا کوئی عذر سنے گا صعصعہ یہی کہتا رہا بہت اچھا یہی کروں گا۔ پھر مغیرہ کو یہی خبر پہنچتی رہی کہ جس بات سے اسے منع کیا تھا اُس نے پھر وہی کام کیا۔ اب جو صعصعہ نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ مجھے وہاں بھیج تو مغیرہ کو

ناگوار گزرا اس سبب سے کہ اُس کی مخالفت کرنے کا غصہ دل میں بھرا ہوا تھا۔ کہا کہ بیٹھ تو تو خطیب ہے اور ذرا اس بات کو یاد رکھ اُس نے کہا کیا میں فقط خطیب ہوں ہاں میں زبردست خطیب اور رئیس ہوں واللہ اگر جنگ جمل میں عبد القیس کے رایت کے نیچے تم نے مجھے دیکھا ہوتا جب کہ برچھیاں چل رہی تھیں کاسۂ سر میں شگاف پڑ رہے تھے سر کٹ رہے تھے تو تمھیں معلوم ہو جاتا کہ میں شیر ژیاں ہوں مغیرہ نے کہا اب بس کرو زبان تمہاری بہت فصیح ہے۔ بہت جلد قبیصہ بن دمون نے تین ہزار آدمی شیعوں میں کے چیدہ شہسوار معقل کے ساتھ روانہ کیئے۔ معقل مغیرہ سے رخصت ہونے اور سلام کرنے کو آیا تو مغیرہ نے کہا اے معقل شہسوار اس شہر کے میں نے تمہارے ساتھ روانہ کیئے ہیں میرے حکم سے یہ لوگ انتخاب کیئے گئے ہیں بس اب تم اس فرقۂ بے دین کی طرف روانہ ہو جاؤ جس نے ہماری جماعت کو چھوڑا اور ہمیں کافر بنایا ہے اُن سے توبہ کرنے کو اور جماعت میں داخل ہونے کو کہنا اگر وہ مان جائیں تو اُن کی توبہ قبول کرنا اور اُن سے تعرض نہ کرنا اگر نہ مانیں تو بسم اللہ کرو اور اُن سے لڑو معقل نے کہا ہم تو اُن سے سب کچھ کہیں سنیں گے مگر خدا میں نہیں سمجھتا کہ وہ مانیں گے اور جب وہ حق بات کو نہ مانیں گے تو ہم بھی اُن کے باطل کو نہ مانیں گے خدا آپ کا بھلا کرے کچھ یہ بھی آپ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوے ہیں۔ مغیرہ نے کہا ہاں سماک بن عبید عبسی نے مجھے لکھا ہے۔ یہ شخص مدائن کا عامل تھا۔ وہ خبر دیتا ہے کہ وہ لوگ صراۃ سے روانہ ہو گئے اور بہرسیر میں آکر اترے وہ پرانے شہر میں جہاں کسریٰ کے ایوانات اور ابیض المدائن ہے جانا چاہتے تھے سماک نے نہ جانے دیا بہرسیر میں ٹھہرے ہوئے ہیں اب تم روانہ ہو جاؤ اُن کے پیچھے جانے میں جلدی کرو یہاں تک کہ اُن تک پہنچ جاؤ جس شہر میں وہ لوگ ملیں بس اتنی ہی دیر انھیں وہاں ٹھہرنے دینا کہ تمھیں جو کچھ اُن سے کہنا سننا ہے کہہ سن لو اگر نہ مانیں تو لڑائی شروع کر دو یہ لوگ دو دن بھی جہاں ٹھہر جائیں گے جن جن لوگوں سے ملیں گے اُن کے خیالات کو فاسد کر دیں گے۔

معقل اسی دن روانہ ہوا اور سوراءین شب کو مقام کیا۔ مغیرہ نے اپنے غلام آزاد وراد کو حکم دیا اُس نے مسجد جامع میں آکر پکارا لوگو معقل بن قیس اُس فرقۂ باغیہ کے دفع کرنے کو روانہ ہو چکا اور آج کی رات اُس نے سوراءین بسر کی اُس کے ساتھ

جانے والوں میں سے ہرگز کسی کو پیچھے نہ رہنا چاہئیے سوا امیر ہر شخص مسلم کے لئے جو اُس کے اصحاب میں ہے نکلنے والے ہیں اور یہ حکم دینے والے ہیں کہ یہ لوگ ہرگز کوفہ میں اب نہ ٹھہریں اور سن رکھو کہ اس مہم کے جانے والوں میں سے آج کے بعد جو شخص پھر کوفہ میں دکھائی دے گا وہ اپنی خرابی کا باعث ہوگا۔

عبداللہ بن عقبہ غنوی مستورد کے ساتھ تھا اور سب سے زیادہ کم سن تھا کہتا ہے ہم لوگ کوفہ سے نکل کر صراۃ تک آئے اور جب تک ہماری جمعیت پوری نہیں ہوئی وہیں ٹھہرے رہے پھر وہاں سے روانہ ہو کر بہرسیر تک پہنچے اور شہر میں داخل ہوئے سماک ابن عبید عبسی پرانے شہر میں تھا وہ ہمارے آنے سے اندیشہ مند ہوا جب ہم لوگوں نے پل کے پار اُتر کے اُن کے پاس جانا چاہا تو ہمیں لڑنا پڑا اور آخر اُس نے پل کو توڑ دیا اب ہم کو بہرسیر میں ٹھہر جانا ضرور ہوا۔ مستورد بن علفہ نے مجھے بلا کر پوچھا بھتیجے تجھکو لکھنا آتا ہے میں نے کہا ہاں آتا ہے اُس نے پوست آہو اور دوات مجھکو منگا دی اور کہا لکھ۔

بندۂ خدا امیر المومنین مستورد کی طرف سے سماک بن عبید کو معلوم ہو کہ اپنی قوم کا احکام میں ناانصافی کرنا حدود کو معطل کر دینا غنیمت کو ہتھیا لینا ہم کو گوارا نہیں۔ ہم لوگ تم کو کتاب عزوجل اور اُس کے نبی کی سنت اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ولایت اور عثمان و علی سے بیزار ہونے کی دعوت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے دین میں احداث کیا اور حکم قرآن کو ترک کیا اگر تم نے قبول کیا تو رشد و صواب کو حاصل کیا ورنہ ہم کو جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور ہم تم سے جنگ کا اعلان کرتے ہیں اور یہ برابر کا توڑ ہے خدا خیانت کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔

پھر مستورد نے کہا یہ خط سماک کو لیجا کر دے اور جو کچھ وہ کہے اُسے یاد رکھ اور مجھ سے آکر بیان کر۔ میں ایک کم سن نوجوان ابھی سن شعور کو پہنچا تھا بہت سی باتوں کا مجھے تجربہ نہ تھا نہ کچھ معلوم تھا میں نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر آپ حکم دیں کہ دجلہ کے پاس جا کر اپنے تئیں اُس میں گرا دوں تو میں انکار نہ کروں گا لیکن یہ بتائیے کہ سماک سے آپ کو اطمینان ہے کہ مجھے پکڑ نہ رکھے گا اور آپ کے پاس آنے سے روکیگا تو نہیں اور میں جہاد سے محروم تو نہ رہ جاؤنگا مستورد نے مسکرا کر کہا بھتیجے تو تو پیغامی ہے اور پیغامیوں سے تعرض کرنے کا

دستور نہیں ہے اگر مجھے تیرے باب میں کچھ اندیشہ ہوتا تو میں خود تجھکو نہ بھیجتا تیرا خیال تجھ سے بڑھکر مجھکو ہے۔ اب میں روانہ ہوا اور کسی نہ کسی کشتی کے ذریعہ سے پار اتر کر سماک بن عبید کے پاس پہنچا لوگ اُسے گھیرے ہوئے تھے جب میں نے اُدھر کا رخ کیا تو سب کی نگاہیں میری طرف اٹھیں قریب پہنچا تو کوئی دس آدمی میری طرف جھپٹے بخدا میں یہی سمجھا کہ یہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے اور امیر نے جو مجھ سے کہا تھا اُس کے خلاف سامان نظر آتا ہے۔ غرض میں نے تلوار کھینچ لی اور کہہ دیا کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُسی کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ تم لوگ اُس وقت تک مجھے نہ پاسکو گے جب تک کہ حق تعالیٰ سے تمہارے قتل کرنے کا عذر نہ کرلوں۔ اُنھوں نے کہا اے مردِ خدا تو کون شخص ہے میں نے جواب دیا امیرالمومنین مستورد کا پیغامی ہوں اُنھوں نے کہا پھر تو نے تلوار کیوں کھینچی میں نے کہا تم لوگ میری طرف جھپٹے میں سمجھا کہ مجھے باندھ لوگے مجھ سے دغا کروگے اُنھوں نے کہا تیرے لیئے امان ہے ہم تو فقط اس لیئے بڑھے تھے کہ تیرے ساتھ ساتھ رہیں اور تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہیں اور دیکھیں کہ تو کس لیے آیا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ مجھے اتنی امان ہے کہ میرے لوگوں میں مجھے واپس کردو گے۔ اُنھوں نے کہا بےشک اب میں نے تلوار نیام میں کرلی اور بڑھا اور سماک بن عبید کے سر پر جا پہنچا۔ اُس کے رفقا مجھ سے لپٹے ہوئے تھے کوئی میری تلوار کے قبضہ پہ ہاتھ رکھے تھا کوئی میرا بازو تھامے ہوئے تھا میں نے اپنے امیر کا خط اُسے دیدیا۔ جب پڑھ چکا تو میری طرف سر اٹھا کر کہنے لگا مستورد کی خاکساری و فروتنی کو دیکھ کر میں تو اُسے ایسا نہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں پر تلوار اٹھائے گا اور مجھ سے علی و عثمان سے بیزاری کا خواستگار ہو گا اور اپنی ولایۃ کی طرف دعوت کرے گا اس بوڑھاپے میں میری کیا شامت ہے کہ اُس کی بات سنوں پھر میری طرف دیکھا اور کہا اے فرزند اپنے امیر کے پاس جا کر کہدے کہ خدا سے ڈر اس خیال سے باز آ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جا اگر وہ کہے تو مغیرہ سے اُسکے لیئے امان دینے کو میں درخواست کروں اور مغیرہ کو تو اصلاح و عافیت کی خود ہی خواہش ہے میں نے کہا اور میں اُن لوگوں کو خوب سمجھ چکا تھا ایسا نہ خیال کیجیئے ہم نے یہ کام جس میں آپ لوگوں سے ہیں اس چند روزہ دنیا میں ضرر پہنچنے کا اندیشہ تھا محض اس لیئے کیا ہے کہ عنداللہ قیامت کے دن ہم کو امن و اطمینان حاصل ہو۔ کہنے لگا تیرا برا ہو تجھ پر کسی کو

کیا تیرے پاس آئے گا پھر اپنے اصحاب سے کہنے لگا انھوں (خوارج) نے اُسے بہکا یا ہے اُس کے سامنے قرآن پڑھ پڑھ کے اور خضوع و خشوع ظاہر کر کے اور رونے کی آواز بنا بنا کر اس کو اس دھوکے میں ڈالا کہ یہی لوگ کچھ حق پر ہیں ۔" اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا " وہ تو نرے جانور ہی ہیں بلکہ اُن سے بڑھکر گمراہ ۔ ان لوگوں کو تم دیکھتے ہو واللہ ان سے بڑھکر کسی قوم میں میں نے ایسی کھلی کھلی گمراہی صاف صاف نحوست نہیں دیکھی ۔ یہ سن کے میں نے کہا اے شخص میں اس لیئے نہیں آیا کہ تمھارے ساتھ گالی گلوج کروں نہ اس لئے کہ تمھاری اور تمھارے لوگوں کی باتیں سنا کروں مجھ سے یہ کہدو کہ اس خط میں جو مضمون ہے اُسکا جواب دو گے یا نہیں تاکہ میں اپنے امیر کے پاس واپس چلا جاؤں ۔ اُس نے میری طرف دیکھا اور اپنے اصحاب سے کہنے لگا اس لڑکے کو دیکھتے ہو واللہ میں اس کے باپ سے بھی سن میں زیادہ ہی ہونگا یہ مجھ سے کہہ رہا ہے خط کا جواب دیتے ہو یا نہیں جا اے فرزند اپنے امیر کے پاس چلا جا جب تو دیکھے گا کہ سواروں نے تم سب لوگوں کو گھیر لیا اور تمھاری چھاتیوں پر برچھیاں چلنے لگیں اس وقت تو آرزو کرے گا کہ کاش اپنی ماں کے گھر میں چھپ کے بیٹھتا ۔ غرض میں وہاں سے واپس ہوا ندی پار اتر کر اپنے لوگوں میں چلا آیا جب اپنے امیر کے پاس گیا تو اُس نے پوچھا تجھے کیا جواب دیا میں نے کہا کچھ اچھا جواب نہیں دیا میں نے اس سے یہ کہا اُس نے یہ کہا اسی طرح سارا قصہ میں نے بیان کر دیا ۔ یہ سن کر مستورد نے یہ آیت پڑھی ۔

جنھوں نے کفر اختیار کیا ہے اُن کے لیئے برابر ہے تو انھیں متنبہ کر یا نہ کر یہ ایمان نہ لائیں گے ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور اُنکے کانوں پر اور آنکھوں پر پردے پڑے ہیں اور اُنکے لیئے بڑا عذاب ہے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ہم اسی جگہ دو تین دن ٹھیرے رہے پھر ہم کو معلوم ہوا کہ معقل بن قیس ہماری طرف آ رہا ہے ۔ مستورد نے ہم سب کو جمع کیا حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لایا پھر کہا کہ یہ بے وقوف معقل بن قیس تمھاری طرف روانہ کیا گیا ہے یہ فرقۂ سبائیہ سے ہے

جو مفتری و کاذب ہیں اور خدا کا اور تمہارا دشمن ہے اب کیا رائے ہے تمہاری مجھ سے بیان کرو بعض لوگوں نے کہا واللہ ہم نے خروج ہی اس لیئے کیا ہے کہ سوا خدا کے اور اُس کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے اور کچھ نہیں چاہتے وہ لوگ تو آ گئے اب ہم کہاں جائیں یہیں ہیں اُس وقت تک ٹھہرے رہنا چاہیئے کہ اللہ ہمارے اُنکے درمیان حکم کرے وہ سب حاکموں سے بڑھکر ہے دوسرے گروہ نے کہا نہیں ہمکو الگ رہنا چاہیئے لوگوں کو دعوت دیں گے اور اُن پر حجت تمام کریں گے مستورد نے کہا اے گروہ اہل اسلام میں نے واللہ اس لیئے خروج نہیں کیا کہ مجھے دنیا کی طلب یا اموری یا فخر زندگانی دنیا کی خواہش ہو میں نہیں چاہتا کہ دنیا تمام و کمال اور چند در چند اُس سے جسکی آمد و کمائی ہے میری جوتی کے تسمہ کے عوض مجھے ملے محض شہادت کی آرزو ہے اور اس تمنا میں کہ خدا بعض گمراہوں کو میرے ہاتھ سے ذلیل کروا کے مجھے کرامت عنایت کرے میں نے خروج کیا ہے میں نے جس باب میں تم سے مشورہ طلب کیا ہے اُس پر میں غور کر چکا ہوں میری رائے یہ ہے کہ ٹھہرنا نہیں چاہیئے کہ وہ زور شور میں بھرے ہوے ہم پر آ پڑیں ہم کو روانہ ہو جانا چاہیئے اور دور تک نکل جانا چاہیئے اُن کو جب یہ خبر پہنچیگی تو ہمارے ڈھونڈنے کو نکلیں گے اور متفرق و پریشان ہو جائیں گے اُسوقت ہمیں اُن سے لڑ لینا چاہیئے خدا کا نام لیکر اب سب کے سب چل کھڑے ہو۔ ہم لوگ اب دجلہ کے کنارے کنارے چلے جرجرایا میں پہنچکر دجلہ کو عبور کیا پھر اسی طرح سرزمین جوخی میں مذار تک چلے گئے اور وہاں مقام کیا۔ عبداللہ بن عامر کو جس مقام میں ہم تھے وہاں کا حال معلوم ہوا اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ مغیرہ نے خوارج کے لیئے کیونکر لشکر جمع کیا اور کتنے لوگ روانہ کیئے ہیں لوگوں نے شمار و تعداد لشکر کو بیان کیا اور کہا کہ مغیرہ نے ایک مرد شریف و رئیس کو جو اصحاب علیؓ میں تھا اور اُن کے ساتھ خوارج سے لڑ بھی چکا تھا روانہ کیا ہے اور اُس کے ساتھ شیعہ علیؓ کو جنہیں خوارج سے عداوت ہے کر دیا ہے ابن عامر نے کہا اچھی تدبیر کی ہے پھر شریک بن اعور حارثی کو بلا بھیجا اور یہ بھی علیؓ کی رائے پر تھا اُس سے کہا اس فرقہ مارقہ کے دفع کرنے کو تین ہزار آدمی انتخاب کر کے ساتھ لیکر روانہ ہو اور اُن کا پیچھا کر یہاں تک کہ زمین بصرہ سے اُن کو نکال دے یا اُن کو قتل کرے۔ اسی گفتگو کے درمیان یہ بھی کہا کہ دشمنان خدا کے قتال کے لیئے بصرہ کے اُن لوگوں کو ساتھ لیکر نکل جو اُن سے

قتال کو حلال سمجھتے ہیں شریک یہ سن کر سمجھا کہ اُن لوگوں سے شیعۂ علیؓ مراد ہیں لیکن ابن عامر کو اُن کا نام لینا کروہ معلوم ہوا۔ اُس نے لوگ انتخاب کیئے اور شہسواران بنی ربیعہ سے جن کا عقیدہ شیعوں کا سا تھا اور جن کے رؤسا اس کی بات مانتے تھے اُس نے بہت ہی اصرار کیا اور اُن لوگوں کو ساتھ لیکر مقام مذار کی طرف مستورد بن علفہ کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

معقل بن قیس کوفہ سے نکل کر سورا میں ایک دن ٹھیرا رہا اور اُسکے اصحاب میں جو نامی گرامی لوگ تھے سب اس کے گرد آکر جمع ہوگئے اندیشہ یہ تھا کہ دشمن کہیں قابو سے نکل نہ جائیں اس لیئے کچھ لوگوں کو طلیعہ کے طور پر روانہ کر کے باقی لوگ بھی بہت جلد سورا سے روانہ ہوکر مقام کوثی میں آکر ایک دن اور ٹھیرے رہے جو لوگ ابھی تک پیچھے رہ گئے تھے یہاں وہ بھی سب آکر جمع ہوگئے یہاں سے کچھ رات گئے سب روانہ ہوے۔ جب مدائن کے قریب پہنچے تو کچھ لوگ شہر سے ملنے کو آئے اُن سے معلوم ہوا کہ دشمن وہاں سے روانہ ہوگئے یہ بات سب کو شاق گزری اور یہی خیال ہوا کہ اب بہت تھکنا پڑے گا اور بہت ہی ڈھونڈنا پڑے گا معقل بن قیس شہر بہرسیر کے ناکہ ہی پر اترا شہر میں نہیں گیا سماک بن عبید خود ہی اس کے سلام کو آیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ وہ بکریاں اونٹ بھوگھاس لیکر آئے جو تمام لشکر کے لیئے کافی ہوا معقل بن قیس نے تین دن مدائن میں مقام کیا اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے کہا یہ فرقہ گمراہ و باغی یہی سمجھکر یہاں سے کسی طرف نکل گیا کہ تم لوگ انھیں ڈھونڈتے پھرو اور متفرق و پریشان ہوجاؤ جب اُن سے سامنا ہوجائے تو تم لوگ تھکے ماندے ہو مگر جس طرح تم کو تھکنا پڑے گا اُن کو بھی تو تھکنا پڑے گا اور پہلے ابو الرواغ شاکری کو تین سو سوار دے کر باغیوں کے پیچھے روانہ کیا پھر خود اُسکے پیچھے مدائن سے روانہ ہوا۔ ابو الرواغ لوگوں سے پوچھتا ہوا چلا جدھر سنا کہ وہ گئے ہیں اسی طرف اپنا بھی رخ کر دیا اُن کے تفحص میں جرجرایا سے پار ہوگیا پھر جدھر اُن کے جانے کا ذکر سنا خود بھی اُدھر چلا یہی طریقہ اُس نے رکھا آخر مقام مذار میں جہاں خوارج ٹھیرے ہوئے تھے جا پہنچا اور اپنے اصحاب سے اس باب میں مشورہ کیا کہ معقل کے آنے سے پیشتر لڑائی شروع کر دے یا انتظار کرے بعض نے کہا چلو لڑلیں بعض نے کہا ہمیں جنگ میں جلدی نہ کرنا چاہیئے ہمارا امیر آلے تو پوری جماعت کے ساتھ اُن سے

مقابلہ کریں گے ابوالرواغ نے کہا معقل بن قیس نے اپنے آگے مجھے یہ کہکر روانہ کیا ہے کہ
دشمن کا تعاقب کروں اور جب وہ مجھے مل جائیں تو اُس کے آنے تک لڑائی نہ شروع کروں
یہ سن کر باتفاق سب نے کہا بس اب رائے یہی ہے کہ معقل کے آنے تک ہمیں اُن کے
قریب قریب رہنا چاہیئے غرض قریب شام کے یہ سب لوگ خوارج کے قریب جاکر اترے
ساری رات حراست و نگہبانی میں گزری جب صبح ہوی اور دن چڑھا تو دشمنوں نے صف آرائی کی
اور اُن لوگوں نے بھی مقابلہ پر کمر باندھی شمار میں تین سو وہ بھی تھے اور تین سو یہ بھی اُنھوں نے
سخت حملہ کیا کہ ادھر سب کے پاؤں اُکھڑ گئے ایک ساعت تک شکست کی حالت رہی ابوالرواغ نے
پکار کر کہا اے سواران بزدل خدا تم سے سمجھے تمام دن حملہ پر حملہ کئے جاؤ یہ کہکر اُس نے
خود حملہ کر دیا اور سب لوگ اس حملہ میں شریک ہوے دشمن کے قریب پہنچے تھے کہ پھر
اُنھوں نے بھی حملہ کیا اور اُن کا رخ پھیر دیا اُن کے حملہ نے سب کو بڑی دیر تک متفرق کر دیا
پھر یہاں سب کے گھوڑے بھی شایستہ و راہوار تھے ہاں ان میں سے کوئی قتل تو نہیں ہوا
اور زخمی بھی کم لوگ ہوئے پھر ابوالرواغ نے کہا کہ تم کو خدا موت دے ارے پلٹو قریب سے
حملہ کرو ہم اُن کو جب تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک ہمارا امیر نہ آلے دشمنوں سے شکست کھاکر
لشکر کی طرف ہمارا واپس جانا رسوائی کی بات ہے اتنا تحمل کرو کہ تم نہ لڑ سکے کہ جنگ شدید ہوئی
اور بہت سے لوگ قتل ہوتے ایک شخص نے جواب میں کہا کہ حق بات سے خدا شرم نہیں
کرتا واللہ اُنھوں نے ہم کو شکست دیدی ابوالرواغ نے کہا تجھ ایسے لوگوں کو خدا نہ پیدا
کرے جب تک ہم میدان سے نہیں ہٹے ہرگز ہم کو شکست نہیں ہوی ہم جب اُنکی طرف
مڑ پڑیں گے اور اُن کے قریب قریب رہیں گے اور لشکر کے آنے تک واپس نہ ہوں گے
تو یہ امر ہمارے لیئے بہت مناسب ہوگا . . . .
لوگ یہی کہیں گے کہ ابوالرواغ نے شکست کھائی ورنہ مجھے کچھ پروا نہ ہوتی بس اُن کے
قریب ہی چل کر اب ٹھیرو وہ لڑنے آئیں اور تم اُن سے نہ لڑ سکو تو ذرا سرک آؤ اور اگر
وہ تم پر حملہ کر بیٹھیں اور تم تاب نہ لا سکو تو اپنی کمک کی طرف پلٹ آؤ وہ بھی اب اگر

بیاض کے مقام پر یہ عبارت ہے " وَاللّٰهُ لَوْ كَانَ يُقَالُ انْهَزَمَ اَبُو حُمْرَانَ
حُمَيْرِ بْنُ بَجِيْرٍ الْهَمْدَانِي مَابَالَيْتُ ۔

پلٹ جائیں تو پھر تم اُن کی طرف مڑ پڑو اور اُن کے قریب قریب رہو کوئی ساعت نہیں گزرے گی کہ لشکر آ پہنچے گا۔ اب ان پر خوارج جب حملہ کرتے تھے یہ سرک آتے تھے اور اُن لوگوں میں مل جاتے تھے جو کمک کے لیئے الگ موجود تھے اور جہاں اُنھوں نے جنگ شروع کی یہ سب متفرق ہو گئے ابو الرواغ اور اُس کے رُفقا اپنے گھوڑوں پر سوار دشمن کے پیچھے ہی پیچھے اور اُن کے قریب ہی رہے جب اُنھوں نے دیکھا کہ یہ کسی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے شکست بھی کھا چکے دن چڑھے سے لیکر زوال کی پہلی ساعت تک یہی حال رہا اور ظہر کا وقت بھی آ گیا تو مستورد نماز کے لیئے اُتر پڑا اور ابو الرواغ اپنے اصحاب کے ساتھ اُن سے میل دو میل کے فاصلہ پر الگ جا کے اُترا سب نے نماز ظہر پڑھی اور دو شخصوں کو دیدبان مقرر کیا اور سب اسی جگہ ٹھیرے رہے یہاں تک کہ نماز عصر سے فارغ ہوے اس کے بعد ہی ایک جوان معقل بن قیس کا خط لیئے ہوئے ابو الرواغ کے پاس آیا۔ جتنے دیہات والے اور راہ گیر ادھر سے گزرتے تھے اُن کو لڑتے ہوئے دیکھتے ہی تھے ان میں سے جو کوئی اُس راستہ سے جاتا تھا جس راہ سے معقل آ رہا تھا تو وہ معقل کے سامنے جا کر اُس کے اصحاب کی خوارج کے ساتھ جنگ وجدال کرنے کی خبر دیتا تھا یہ پوچھتا تھا تم نے کیوں کر اُن کو لڑتے ہوئے دیکھا یہ لوگ کہتے تھے کہ فرقۂ حروریہ تمہارے اصحاب کو شکست پر شکست دے رہا ہے یہ پوچھتا تھا کیا یہ تم نے نہیں دیکھا کہ ہمارے لوگ شکست کھا کر پھر اُن کی طرف مڑ پڑتے ہیں وہ کہتے تھے ہاں یہ لوگ پلٹ پلٹ کے تو آتے ہیں مگر پھر شکست اٹھاتے ہیں یہ سن کے معقل نے کہا اگر ابو الرواغ کی نسبت میرا گمان صحیح ہے تو وہ شکست کھا کر کبھی تم لوگوں کو منھ نہ دکھائے گا۔ اس کے بعد اُس نے محرز بن شہاب تمیمی کو بلا کر کہا کہ ضعیف و ناتوان لوگوں کو آہستہ آہستہ اپنے ساتھ لیکر تم میرے پاس چلے آنا اور لشکر میں ندا کی کہ جس کو طاقت ہو وہ میرے ساتھ چلنے میں جلدی کرے اُٹھو اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے میں جلدی کرو وہ تمہارے دشمن کے مقابلے میں پہنچ گئے ہیں مجھے تو امید ہے کہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی دشمنوں کو خدا ہلاک کر دے گا غرض صاحبان قوت وشجاعت اور اچھے اچھے گھوڑے جن کے پاس تھے اُن میں سے سات سو آدمی اُس نے جمع کر لیئے وہاں سے چلا اور بہت سرعت کے ساتھ چلا ابو الرواغ کے قریب پہنچا تو وہ پکار اُٹھا وہ گرد اٹھی

وہ سوار آ پہنچے بڑھو دشمن کی طرف بڑھو لشکر والے بھی دیکھیں کہ ہم دشمن کے مقابلے
میں ایسا یہ نہ سمجھیں کہ ہم اُن سے دور دور رہے اور اُن کے رعب میں آ گئے یہ
کہکے ابوالرواغ بڑھا مستورد اور اُس کے اصحاب کے مقابل میں جاکر ٹھیرا اور اُدھر سے
معقل بھی سواروں کو لئے ہوئے آپڑا آفتاب غروب ہو چکا تھا اتر پڑا اور اپنے لوگوں
کے ساتھ نماز پڑھی ابوالرواغ نے بھی اتر کر اپنے رفقا کے ساتھ اور خوارج نے بھی نماز پڑھی
اب معقل بن قیس اپنے اصحاب کو ساتھ لئے ہوئے ابوالرواغ کے پاس آیا اور پکار کر
اُس سے کہا ابوالرواغ مجھے تم سے اسی پامردی و وفاداری کی امید تھی اُس نے کہا خدا آپکا
بھلا کرے اُن لوگوں کے حملے بڑے سخت ہیں آپ خود قتال کا ارادہ نہ کریں کسی اور کو بھیجئے
کہ وہ اُن سے لڑلے اور آپ پشت پر کمک کے لئے رہیں معقل نے کہا بہت اچھی رائے ہے
یہ بات منھ سے نکلی ہی تھی کہ سخت حملہ ہوا وہ لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے کہ عوام الناس
اس کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے معقل اپنی جگہ سے نہیں سرکا میدان میں اُتر پڑا پکار کر
کہا اے اہل اسلام "زمین پر زمین پر" ابوالرواغ بھی اس کے ساتھ ہی اُترا اور بہت سے
شہسوار صاحبان ننگ و ناموس دو سو کے قریب لڑنے کو اُتر پڑے اور جب مستورد
اور اُس کے اصحاب ان پر چھا گئے تو ان لوگوں نے برچھیوں اور تلواروں پر اُن کو رکھ لیا
ایک ساعت تک معقل کے سوار بھاگتے رہے مسکین بن عامر نے جو بڑا بہادر اور صاحب عب
تھا پکار کر کہا اے مسلمانوں کہاں بھاگ کر جاتے ہوا میر تمھارا تو اتر پڑا تمھیں حیا نہیں آتی کہ
بھاگنے میں رسوائی ہے اور ننگ و ملامت کا سامنا ہے یہ کہکے اُس نے پلٹ کر حملہ کیا
اُس کے ساتھ ہی بہت سے سوار پلٹ پڑے اور خوارج پر حملہ کیا معقل اور جو صبر آزما جنگ جو
اُس کے ساتھ اتر پڑے تھے اپنے علم لشکر کے نیچے تلواریں مار رہے تھے اتنے وار اُن پر
کیئے کہ مجبور ہو کر اپنے خیموں کی آڑ پکڑی اس کے تھوڑی دیر بعد محرز بن شہاب جو لوگ
پیچھے رہ گئے تھے ان کو لئے ہوئے آپہنچا معقل نے اُن سے اترنے کو کہا صفیں باندھیں
میمنہ و میسرہ مقرر کیا ابوالرواغ کو میمنہ اور محرز بن بجیر کو میسرہ اور سواروں کا رسالہ مسکین بن عامر
کو دیا اور اُن کو حکم تھا کہ صبح تک کوئی اپنی صف سے نہ ہٹے صبح ہوتے حملہ ہوگا اور ہم
جنگ شروع کریں گے غرض شب بھر لوگ اپنے اپنے مقام پر اپنی اپنی صفوں میں ٹھیرے
رہے۔ روایت ہے کہ مستورد نے جب یہ دیکھا کہ معقل آ گیا ہے اپنے لوگوں سے کہا کہ اُسے

اتنی مہلت نہ دو کہ پیادوں اور سواروں کی صفیں درست کرے ایک بڑے ساکھیے کا حملہ کردو شاید اللہ اسی حملہ میں اُسے ہلاک کردے غرض سب نے حملہ کردیا اور یہ لوگ ٹھہر نہ سکے منتشر ہوئے بھاگے معقل نے جو اپنے لوگوں کو بھاگتے دیکھا گھوڑے سے کود پڑا علم لشکر کو بلند کیا اُس کے ساتھ اور لوگ بھی اتر پڑے اور بڑی دیر تک لڑتے رہے اور دشمن کے حملوں کو برداشت کرتے رہے پھر اُنھوں نے بھاگے ہوئے لوگوں کو پکارا وہ بھی ہر طرف سے دشمن پر آپڑے خوارج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور اپنے اپنے خیموں کی آڑ پکڑلی کچھ لوگ اُنکے قتل بھی ہو گئے کچھ زخمی بھی ہوئے۔ معقل کے ساتھ جو لوگ میدان جنگ میں اترے تھے اُن میں سے عمیر بن ابی اشارہ ازدی بھی قتل ہو گیا بڑی جرأت سے وہ لڑا اس مضمون کے شعر پڑھتا جاتا تھا۔

"جب ساتھ والے مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے اور نالائق کمینوں نے آنے میں دیر کی۔

تو ملامت گر کو معلوم ہو گیا کہ میں جنگ میں کیسا دلیر و چالاک و حیرت انگیز ہوں"

اُس نے بہت لوگوں کو زخمی کیا اور ایک شخص کے لپٹ گیا اس کی چھاتی پہ گر کر اسے ذبح کر ڈالا ابھی سر نہیں کاٹنے پایا تھا کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے حملہ کیا اور اس کی ہنسلی پر برچھی پڑ گئی بس دشمن کی چھاتی پر سے نیچے آرہا اور اُسکا کام تمام ہو گیا خوارج جب قریہ کی طرف بھاگے تو ایک شخص اس امید میں کہ شاید عمیر میں کچھ جان باقی ہو ڈھونڈھتا ہوا آیا بھی دیکھا تو اُس میں کچھ دم نہ تھا۔

خوارج ابھی اس قریہ میں ٹھیرے ہوئے تھے رات ہو گئی تھی کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ بصرہ سے ایک لشکر اسی رخ پر آرہا ہے یہ شخص راہ گیروں میں سے تھا اور خود انھیں نے اول شب اُسے خبر لانے کے لیے بھیجا تھا اس کی بات کا کسی نے اعتبار نہ کیا ایک اور شخص جو وہیں کا رہنے والا تھا اُسے یہ کہکر بھیجا کہ جا کر خبر لائے کیا بصرہ سے ہماری طرف کوئی لشکر آرہا ہے اُسے کچھ دینے کو بھی کہا ابھی یہ لوگ اہل کوفہ ہی میں پھنسے ہوئے تھے کہ اُس نے آکر خبر دی کہ ہاں شریک بن اعور آرہا ہے اور کچھ لوگ اُنھیں کے وقت زوال ساعت اول میں یہاں سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر بڑھ آئے ہیں اور میرا گمان ہے کہ اسی رات یا صبح ہوتے وہ تمھارے مقابلے میں اُتر پڑیں گے یہ سن کر سب کے سب پشیمان ہوئے مستورد نے اپنے اصحاب سے کہا اب کیا رائے ہے سب نے کہا جو آپ کی رائے اُس نے کہا ان سب لوگوں سے لڑنے

کے لئے ٹھیرے رہنا میں مناسب نہیں سمجھتا جس راہ سے ہم آئے ہیں اسی راہ سے ہمیں پلٹ چلنا چاہئے اہل بصرہ زمین کوفہ تک ہمارا تعاقب نہیں کریں گے بس ہمارے ہی شہر والے ہمارے تعاقب میں رہیں گے لوگوں نے پوچھا کہ اس سے کیا فائدہ اُس نے کہا دو شہروں کی فوج کے ساتھ لڑنے سے ایک ایک شہر کی فوج سے سمجھ لینا آسان ہے سب نے کہا پھر جہاں تمھارا جی چاہے وہیں ہم کو لے چلو۔ اُس نے کہا اچھا اپنے اپنے جانوروں پر سے اتر پڑو ساعت کی ساعت انھیں دم لینے دو ذرا چارہ ڈال دو پھر دیکھو میں کیا حکم دیتا ہوں۔ غرض سب کے سب راہواروں پر سے اُتر پڑے چارہ ڈال دیا۔ اب خوارج میں اور اہل کوفہ میں ایک ساعت کی راہ کا فاصلہ تھا وہ لوگ قریہ سے دور چلے گئے تھے کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ شب خون ماریں جب راہوار دم لے چکے اور چارہ کھا چکے تو مستورد کے حکم سے سب کے سب پھر اپنے اپنے جانوروں پر سوار ہوئے اُس نے کہا سب کے سب قریہ میں داخل ہو کر اُس کی پشت پر نکل چلو اور قریہ میں سے کسی کو بیگار میں ساتھ رکھو کہ وہ قریہ کی پشت پر سے تم کو لے چلے پھر وہاں سے پلٹے اور تم کو اس راستہ پر لگا دے جس رستہ سے تم یہاں آئے ہو دشمنوں کو اُن کے مقام میں رہنے دو ساری رات بلکہ صبح تک تو ان کو مطلق تمھاری خبر نہ ہو گی غرض سب لوگ قریہ کے اندر چلے گئے وہاں سے ایک شخص کو بیگار میں ساتھ لے لیا اُس سے کہا آگے آگے چلے اور قریہ کے باہر آکر اُس سے کہا کہ ہم کو اس بانار کی پشت پر سے لیکر چل اور جس راہ سے ہم لوگ آئے ہیں اُس راہ پر ہم کو لگا دے اُس نے ایسا ہی کیا سب کو اس راستہ پر لے آیا جدھر سے یہ آئے تھے اور سب نے اس راہ سے واپس ہونا شروع کیا اور سب جرجرایا میں آکر اُتر پڑے۔

عبداللہ بن الحارث کو سب سے پہلے خوارج کی طرف سے کھٹکا ہوا اُس نے معقل سے کہا خدا بھلا کرے امیر کا مجھے بڑی دیر سے دشمنوں کی طرف سے کھٹکا ہے وہ مقابل میں ٹھیرے ہوئے تھے اُنکی سیاہی ہم کو صاف نظر آ رہی تھی اب ایک ساعت ہوئی کہ وہ سیاہی غائب ہو گئی مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں سے چلے نہ گئے ہوں اور کچھ مکر نہ کیا چاہتے ہوں اس نے پوچھا کس طرح کے مکر کا اندیشہ ہے اُس نے کہا مجھے ڈر یہ ہے کہ بستی میں ڈاکہ نہ ڈالیں معقل نے کہا کہ اُس سے تو مجھے بھی اطمینان نہیں ہے اُس نے پوچھا پھر میں اس کام کے لیئے تیار ہو جاؤں، کہا ذرا ٹھیرو میں سوچ لوں۔

عتاب ذرا جا تو سہی اور جن لوگوں کو جی چاہے ساتھ لیتا جا اس قریہ کے قریب جاکر دیکھ کہ خوارج میں سے کوئی ہے یا کچھ اُن کا چرچا ہو رہا ہے لوگوں سے پوچھ کہ وہ کہاں ہیں عتاب بہت سے لوگ ساتھ لیکر گھوڑا دوڑاتا ہوا قریہ کے سامنے پہنچا کوئی اُسے نہ ملا کہ اُس سے کچھ پوچھتا گاؤں والوں کو آواز دی تو کچھ لوگ نکل کر آئے اُن سے خوارج کا حال دریافت کیا اُنھوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ چلے گئے یہ نہیں معلوم کہ کیونکر گئے عتاب نے آکر معقل سے یہ حال بیان کیا معقل نے کہا مجھے شب خون کا اندیشہ ہے قوم مُضر کو بلاؤ۔ بنی مضر سب آئے تو اُن سے کہا تم اس جگہ ٹھرو۔ پھر کہا ربیعہ کہاں ہے اور بنی ربیعہ کو اُس نے دوسری سمت میں رکھا بنی تمیم کو اور جانب ہمدان کو اور جہت میں اہل یمن کو اور طرف ٹھیرنے کو کہا فوج کی ایک ایک ٹکڑی ایک ایک سمت میں اس طرح کھڑی کر دی کہ ایک صف کی پشت دوسری صف کی پشت کے مقابل تھی یہ معقل گھوڑا دوڑاتا ہوا ایک ایک صف میں جاکر اُن سے کہہ آیا کہ اگر دشمن آپڑیں اگر کسی صف سے لڑنا شروع کردیں تو بے میرے کہے تم ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا ہر شخص تم لوگوں میں جس سمت میں ہے اُسی سمت کی نگہبانی اُس کے ذمے ہے۔ صبح ہوگی تو دیکھا جائے گا۔ غرض صبح تک سب اپنی اپنی جگہ ٹھرے ہوئے نگہبانی کرتے اور شب خون سے ڈرتے رہے صبح ہوئی تو سب گھوڑوں پر سے اُترے نمازیں پڑھیں اور یہ خبر ملی کہ وہ لوگ جس راہ سے آئے تھے اُسی راہ واپس ہو گئے۔ شریک بن اعور بصرہ کا لشکر لیئے ہوئے معقل بن قیس کے پاس آکر اُترا دونوں میں ملاقات ہوئی باتیں ہوئیں اُس کے بعد معقل نے شریک سے کہا میں ان لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک میرے ہاتھ نہ آجائیں شاید خدا انھیں ہلاک کردے اگر ان کے تعاقب میں کوتاہی کروں تو اندیشہ ہے کہ اُن کا مجمع بڑھتا ہی جائیگا شریک بن اعور یہ سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا بزرگان فوج کو جمع کیا جن میں خالد بن معدان طائی اور بیہس بن صہیب جرمی بھی شامل تھے اور خطبہ پڑھا کہ اے لوگو کچھ نیک کام کیا چاہتے ہو ہمارے بھائی اہل کوفہ دشمن کی تلاش میں جانے والے ہیں جو ہمارا اُنکا دونوں کا دشمن ہے کیا تم لوگ ان کے ساتھ چل سکتے ہو خدا اُن کو نیست و نابود کردے گا تو ہم سب بل کے پلٹ چلیں گے۔ خالد بن معدان اور بیہس جرمی نے کہا نہیں واللہ ایسا نہیں ہو سکتا ہم فقط اس لیئے آئے ہیں کہ اُن کو اپنی سرحد سے نکال دیں اور

روکیں جب خدا کی طرف سے اُس کا سامان ہوگیا تو اب ہم اپنے شہر کو پلٹ جائینگے اہل کوفہ میں خود اتنی قدرت ہے کہ ان کتوں سے اپنے شہروں کو پاک رکھیں شریک نے کہا مجھے تمہارے حال پر افسوس آتا ہے میرا کہا مانو وہ بہت ہی بدقوم ہے اُس سے لڑنا ثواب ہے اور سرکار میں باعث انعام و اکرام ہے۔ بیہس جرمی نے کہا واللہ اس صورت میں ہماری وہی حالت ہوگی جو شاعر بنی کنانہ کہہ چکا ہے۔

"جیسے ایک دودھ پلانے والی عورت نے دوسرے کے بچوں کو دودھ
پلا کر اپنے بچوں کو ضائع کر دیا کچھ اچھا گٹھوا وہ نہ گانٹھ سکی"

تم کو کیا نہیں معلوم کہ کوہستان فارس میں اکراد کافر ہو گئے ہیں اُس نے کہا مجھے معلوم ہے کہا اس پر تم ہم سے کہتے ہو کہ اہل کوفہ کی حمایت کرنے کو ہم تمہارے ساتھ چلے چلیں اور اُن کے دشمن سے لڑیں اور اپنے شہر کی حمایت کو ترک کریں۔ اُس نے کہا اکراد کے لیئے تم لوگوں کا ایک جرگہ کافی ہے بیہس نے جواب دیا کہ جس دشمن سے لڑنے کو تم ہم سے کہہ رہے ہو اس کے لیئے اہل کوفہ کا ایک جرگہ کافی ہے۔ یقین مانو اگر اہل کوفہ کو ہماری نصرت کی ضرورت ہوتی تو ہم پر اُن کی نصرت واجب تھی لیکن انھیں ابھی تک ہماری ضرورت نہیں پھر ہمارے وہاں بھی اسی قسم کا فساد موجود ہے جیسا اُنکے یہاں ہے چاہیئے تو یہ کہ جو ہم اُن کو درپیش ہے اُس کا انتظام وہ کریں جو امر ہمیں درپیش ہے اُس کا انتظام ہم کو کرنا ہے اور سنو اگر تمہارے کہنے پر ہم چلتے اور تم اُن لوگوں کا تتبع کرتے تو امیر کو بے اطلاع دیئے ہوئے تمہاری یہ جرأت گوارا نہ ہوتی۔ یہ حال دیکھا تو شریک نے سب سے کہدیا اچھا روانہ ہو اور سب روانہ ہو گئے اور خود آکر معقل سے ملاقات کی یہ دونوں شیعہ تھے اور اسی وجہ سے دونوں میں بہت ہی محبت و مودت تھی کہنے لگا واللہ میں نے بہت چاہا کہ میرے ساتھ والے میرا ساتھ دیں تاکہ میں تمہارے ساتھ دشمن کے تعاقب میں چلوں مگر اُن سے میری کچھ نہ چلی معقل نے کہا بھائی خدا تجھے جزائے خیر دے ہمیں اس کی احتیاج بھی نہ تھی سنو واللہ مجھے تو یہ امید ہے کہ اگر سب نے جدوجہد کی تو اُن میں سے کوئی اتنا بھی نہ بچیگا کہ خبر تو کسی سے بیان کرے۔ شریک بن اعور کہتا ہے کہ معقل کی زبان سے جب یہ کلمہ نکلا تو مجھے اچھا نہ معلوم ہوا مجھے اُس کی جان کا اندیشہ ہو گیا میں ڈرا کہ یہ بڑا بول اُس کی زبان سے نکلا اور قسم بخدا ہم لوگوں کے نزدیک معقل

لاف وگزاف کرنے والوں میں نہ تھا۔

جس وقت یہ خبر معلوم ہوگئی کہ مستورد بن علفہ اور اُس کے اصحاب جس راہ سے آئے تھے اُسی راہ سے اُنھوں نے مراجعت کی تو بعض لوگ خوش ہوئے کہنے لگے اب ہم اُن کے پیچھے پیچھے جائیں گے اور مدائن میں اُن سے مقابلہ کریں گے اور اگر کہیں وہ کوفہ کے قریب گئے تو اور بھی تباہ ہوں گے۔ معقل نے ابوالرواغ کو بلاکر کہا کہ تمھارے ساتھ جو لوگ تھے اُن کو لیکر مستورد کے پیچھے جاؤ اور میرے پہنچنے تک اُن کو روک رکھو اُس نے کہا کچھ لوگ تو بھیجے اور دیکھئے کہ آپ کے آنے سے پہلے ہی اگر دشمن مجھ سے لڑیں تو میری قوت اُن سے بڑھکر ہو اس لیئے کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو اُن سے ضرر پہنچ چکا ہے۔

معقل نے تین سو سپاہی اور دیئے اور چھ سو کا مجمع خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا وہ بہت جلدی کرتے ہوئے چلے آخر جرجرایا میں پہنچے اُن کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ بھی جا پہنچا دیکھا تو سب لوگ اتر چکے تھے آفتاب نکل رہا تھا یہ بھی سب کے ساتھ اُتر پڑا خوارج کیا دیکھتے ہیں کہ پھر وہی ابوالرواغ اور وہی مقدمۂ فوج ایک نے ایک سے کہا اُن کا مارلینا اُن سے زیادہ آسان ہے اب جو آنے والے ہیں غرض اُنھوں نے حملہ کر دیا دس دس بیس بیس سوار اُن کے لڑنے کو نکلنے لگے اُدھر سے بھی مقابلہ میں اُتنے ہی سوار نکلتے تھے ایک ساعت تک اُنھیں سواروں میں ستیز و آویز ہوتی رہی ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے جب یہ حالت دیکھی سب نے ملکر ایسا ایک حملہ ساتھے کا کیا کہ ان لوگوں کا منھ پھر گیا اور میدان اُن کے ہاتھ رہا ابوالرواغ نے اب پکارنا شروع کیا اے بزدل سوارو اے بزدل مددگارو کیا بری طرح سے تم نے جنگ کی میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ غرض کوئی سو سوار پکڑ دھکڑ کر ساتھ لیئے اور دشمن کی طرف یہ شعر پڑھتا ہوا متوجہ ہوا۔

"بہادر اور بڑا بہادر وہ ہے جس پر ہول و ہراس ایسے وقت میں طاری نہ ہو جس وقت کہ
بزدل برچھیوں کی زد سے ڈر رہا ہو"
ملامت گر کو اب اس بات کا یقین ہوگیا کہ روز جنگ جب خوف وخطر کا سامنا ہوتا ہے تو
ایک حیرت انگیز پہلوان سب سے آگے رہنے والا میں ہوتا ہوں"

اب وہ دشمنوں پر جا پڑا اور دیر تک زد و کشت میں مصروف رہا اس اثنا میں اُس کے ساتھ والے لوگ بھی ہر طرف سے آکر شریک ہوتے گئے اور ایسے سخت حملے کیئے کہ

خوارج جس جگہ پہلے تھے اُدھر ہی پلٹ جانے پر مجبور ہوئے یہ دیکھکر مستورد اور اُس کے اصحاب کو اندیشہ ہوا کہ معقل اگر اسی کے متعاقب آگیا تو ان لوگوں کے قتل کرنے میں کوئی امر اس کو مانع نہ ہوگا غرض وہ اور اُس کے اصحاب چل کھڑے ہوئے راہ دجلہ کو طے کر کے زمین بہرسیر تک پہنچے اُن کے پیچھے پیچھے ابوالرواغ اُس کے پیچھے معقل بن قیس دجلہ کی راہ سے چلے مستورد اب یہاں سے پرانے شہر کی طرف بڑھا سماک بن عبید کو یہ خبر ہوگئی وہ دجلہ کے پار اتر کے اپنے اصحاب اور اہل مدائن کو لیکر نکلا مدائن کے دروازہ پر صف بندی کر دی اور شہر پناہ پر قدر انگن تیر اندازوں کو بٹھا دیا خوارج کو یہ خبر پہنچی تو وہ ادھر سے پلٹ گئے اور ساباط میں جاکر اترے ادھر ابوالرواغ اُن کو ڈھونڈتا ہوا مدائن میں سماک بن عبید کے پاس پہنچا اُس نے بتا دیا کہ اس رخ پر وہ لوگ گئے ہیں ابوالرواغ اسی رخ پر چلا اور ساباط میں پہنچکر اُن کے مقابلے میں اترا مستورد نے اپنے اصحاب سے کہا دیکھو یہ لوگ جو ابوالرواغ کے ساتھ تمھارے مقابل اترے ہیں معقل کے خاص اصحاب میں ہیں واللہ اُس نے تمھارے لئے اپنے بڑے ساونت جاں نثاروں اور جیوٹ شہسواروں کو بھیجدیا ہے واللہ اگر مجھے اتنا معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں سے ساعت بھر پیشتر میں معقل کے پاس پہنچ سکتا ہوں تو میں اُسی طرف جاؤں تم میں سے کوئی جائے دریافت کرے کہ معقل کہاں ہے کہاں تک پہنچا ہے یہ سن کر ایک شخص چلا اُسے کچھ گنوار نو مسلم مدائن کی طرف سے آرہے تھے مل گئے اُس نے اُن سے پوچھا کہ معقل بن قیس کی بھی کچھ خبر تم کو معلوم ہے اُنھوں نے کہا ہاں سماک بن عبید نے ایک پیک کو معقل کے پاس بھیجا تھا کہ دیکھے وہ کہاں تک پہنچا ہے کہاں اترنے کا ارادہ رکھتا ہے اُس نے آکر بیان کیا کہ جب میں چلا ہوں تو وہ دیلمایا میں مقام کیئے ہوئے تھا۔ دیلمایا استان بہرسیر کے قریوں میں سے ایک گاؤں ہے قدامہ بن عجلان ازدی کا جو دجلہ کی جانب میں واقع ہے اُس نے پوچھا ہم میں اور اُن میں اس مقام سے کتنا فاصلہ ہوگا ان لوگوں نے کہا کوئی تین فرسخ۔ یہ خبر لیکر وہ شخص پلٹا اور اپنے رئیس سے آکر حال بیان کیا مستورد نے یہ خبر سنتے ہی اپنے اصحاب سے کہا اُٹھو سوار ہو سب سوار ہوئے یہ سب کو لیئے ہوئے ساباط کے پل تک پہنچا یہ پل نہر الملک پر بندھا ہوا تھا اب مستورد نہر کے اُس جانب ہے جدھر کوفہ ہے اور ابوالرواغ اور اُس کے اصحاب اُس پار ہیں جدھر مدائن ہے

سب لوگ جب اُس پل پر پہنچ گئے تو مستورد نے کہا کچھ لوگوں کو اب اترنا چاہیے
کوئی پچاس آدمی اتر پڑے حکم دیا کہ اس پل کو کاٹ دو سب نے مل کر پل کو کاٹ دیا
ابو الرواغ کی فوج نے خوارج کے سواروں کو دیکھا کہ پل پر ٹھہرے ہوئے ہیں سمجھے کہ
ہم سے لڑنے کے لئے اس پار آنا چاہتے ہیں جلد جلد صفیں درست کرنے لگے سنگر
باندھنے لگے اپنے حال میں ایسے مشغول ہوئے کہ پل کے ٹوٹنے کی انھیں ذرا خبر نہ ہوئی
ادھر انھوں نے اہل ساباط میں سے ایک شخص کو راہ بتانے کے لئے ساتھ لیا اُس سے کہدیا
جب تک ہم دیلمایا میں نہ پہنچ جائیں ہماری آنکھوں کے سامنے سے اوجھل نہ ہو۔ وہ آگے آگے
دوڑتا ہوا چلا۔ اور یہ پویہ اور سرپٹ چال سے گھوڑے سب کو لے اڑے۔ ایک ساعت
سے زیادہ زمانہ نہ گزرا تھا کہ سب کے سب معقل کے سر پر جا پہنچے۔ جب کہ اُس کے اصحاب
روانہ ہو رہے تھے۔ اُس نے جب خوارج کو دیکھا ہے تو سب لوگ اُس کے متفرق ہو چکے
تھے۔ مقدمۂ فوج بھی اسکے قریب نہ تھا۔ ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ بڑھ گئے تھے کچھ روانہ ہو چکے تھے۔
اور وہ سب بے خبر تھے کسی کو کچھ حال معلوم نہ تھا۔ معقل نے خوارج کو دیکھ کر علم لشکر بلند کر دیا
گھٹنوں کے بل ہو گیا پکار کر کہنے لگا بندگان خدا زمین پر اتر آؤ کوئی دو سو سر باز گھوڑوں سے
اتر پڑے خوارج نے حملے شروع کر دیئے۔ اُن لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر برچھیوں کی
نوکوں پر اُن کو رکھ لیا۔ کچھ اُن کا قابو چل نہ سکا۔ مستورد نے کہا گھوڑوں پر سے یہ لوگ
اُتر پڑے ہیں اُن کو یہیں چھوڑ دو۔ اُن کے گھوڑوں پر حملہ کر دو کہ یہ پھر اپنے گھوڑوں کو
نہ پا سکیں۔ گھوڑوں کو تم نے مار لیا تو یہ سمجھو کہ ایک ساعت میں سب کے سب تمھارے
شکار ہیں۔ یہ سنتے ہی سب کے سب گھوڑوں کی طرف اس طرح پلٹ پڑے کہ اُن کے
اور گھوڑوں کے درمیان حائل ہو گئے۔ گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ سب کی باگیں
کاٹ دیں اور وہ اِدھر اُدھر نکل گئے اس کے بعد یہ خوارج اُن لوگوں کی طرف مڑ پڑے
جو روانہ ہو چکے تھے یا آگے بڑھ گئے تھے اُن پر بھی حملہ کر کے منتشر کر دیا۔ اب یہ لوگ معقل بن قیس
کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ اُس کے اصحاب اسی طرح گھٹنے ٹیکے ہوئے کھڑے ہیں۔
جاتے ہی حملہ کیا۔ وہ اُسی طرح ڈٹے رہے۔ اور پھر حملہ کیا اور وہ اسی طرح پیش آئے اب
مستورد نے کہا اُتر کر اُن سب سے لڑنا بہتر ہے۔ آدھے سواروں کو اُتر پڑنا چاہیے
اس حکم پر آدھے لوگ اُتر پڑے۔ آدھے سوار رہے۔ پیادے الگ لڑ رہے تھے۔

سوار الگ حملہ کر رہے تھے۔ خوارج کو گمان غالب ہو گیا تھا کہ کوئی دم میں غالب ہوا چاہتے ہیں۔ کہ یکایک ابو الرواغ مقدمۂ فوج کو لیے ہوئے کمک کو آ گیا۔ اس مقدمہ میں معقل کے خاص خاص یار و مددگار بڑے بڑے سورما شہسوار تھے انھوں نے قریب آتے ہی دشمن پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ بھی گھوڑوں سے اب اتر پڑے۔ تلوار چلنے لگی۔ معقل و مستورد دونوں مارے گئے خوارج میں عبد اللہ بن عقبہ غنوی کے سوا کوئی نہ بچا اُن سب سے زیادہ کم سن بھی یہی تھا۔ دو مرتبہ یہ داستان اسی کی زبان سے سننے میں آئی۔ ایک دفعہ مقام باجمیرا میں مصعب بن زبیر کے عہد امارۃ میں اور دوسری دفعہ دیر الجماجم میں جب وہ عبد الرحمن بن الاشعث کے ساتھ تھا۔ اسی دیر جماجم کی شکست کے روز جب کہ مخالفین کو وہ تلواریں مار رہا تھا معرکہ میں وہ قتل بھی ہوا۔ دیر جماجم میں جب یہ روایت اُس نے بیان کی ہے تو ایک شخص نے اُس سے کہا کہ یہی ذکر باجمیرا میں تم نے کیا تھا۔ جب ہم لوگ مصعب بن زبیر کے ساتھ تھے میں نے تم سے یہ نہ پوچھا کہ آخر تم کیونکر بچ گئے اس پر عبد اللہ غنوی نے کہا سنو ہمارا رئیس جب مارا گیا تو اس کے اصحاب بھی پانچ یا چھ شخصوں کے سوا سب قتل ہو گئے۔ اب ہم نے مخالفوں کی ایک جماعت پر جس میں کوئی دس آدمی ہوں گے حملہ کر دیا۔ وہ سب متفرق ہو گئے میں پھرتا ہوا ایک گھوڑے تک پہنچ گیا اُس پر زین بھی تھا۔ لگام بھی تھی۔ سوار پر اُس کے کیا گزری مارا گیا یا اُسے چھوڑ کر لڑنے کو اُتر پڑا تھا مجھے کچھ نہیں معلوم میں نے لگام پر ہاتھ ڈالا رکاب میں پاؤں رکھا اور سوار ہو گیا معقل کے سواروں نے میرا تعاقب کیا اور میرے قریب آ گئے میں نے گھوڑے کو ایڑ کی معلوم ہوا کہ وہ بادپا اپنا جواب ہی نہیں رکھتا۔ لوگوں نے میرے پیچھے گھوڑے ڈالے مجھے نہ پا سکے۔ میں بھی دوڑتا ہوا چلا اب شام ہو گئی تھی جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ مجھے نہیں پا سکتے تو میں گھوڑے کو پویہ اور دلکی چال سے لیکر چلا۔ اسی چال سے میں جا رہا تھا کہ ایک گنوار مل گیا۔ میں نے اُس سے کہا کہ میرے آگے آگے چل بڑا راستہ جو کوفہ کو جاتا ہے اُس پر مجھے لگا دے وہ اس حکم کو بجا لایا۔ ایک ساعت گزری ہوگی کہ میں کوثی تک پہنچ گیا اب میں نہر کے اُس مقام پر آیا جہاں بہت وسیع و عریض تھی گھوڑا اُس میں ڈال دیا اور پار اُتر گیا یہاں سے اسی گھوڑے پر دیر کعب تک میں آیا اُترا اور گھوڑے کو باندھ دیا کہ دم لے اور میں بھی ذرا اونگ گیا پھر بہت جلد بیدار اور گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر پچھلی رات کی تاریکی میں چل نکلا۔ جو کچھ رات رہ گئی تھی اسے غنیمت سمجھا۔ نماز صبح میں نے مزاحمیہ میں پڑھی جو قبین سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ دن چڑھا تو میں نے ارادہ کیا کہ

کوفہ میں داخل ہوں اور سیدھا شریک بن نملہ محاربی کے پاس جاؤں غرض میں نے اُس سے جاکر اپنا حال اور اُس کے اصحاب کا سب بیان کر دیا۔ اور یہ درخواست کی کہ مغیرہ سے ملکر میرے لیئے امان مانگ لے۔ اُس نے کہا انشاء اللہ تیرے لیئے امان ہے تو تو بڑا مژدہ لایا ہے۔ آج رات بھر واللہ مجھے لوگوں کی فکر رہی۔ شریک بن نملہ فوراً مغیرہ کے پاس گیا۔ اذن طلب کیا باریاب ہوا تو کہا میں ایک مژدہ بھی لایا ہوں اور ایک حاجت بھی رکھتا ہوں۔ حاجت پوری کیجئیے تو مجھ سے مژدہ بھی سنیئے۔ کہا حاجت میں نے پوری کی۔ مژدہ سنا۔ کہا عبداللہ بن عقبہ غنوی کو امان دیجئیے کہ یہ بھی خوارج کے ساتھ تھا کہا میں نے امان دی۔ آرزو تو واللہ مجھے یہ تھی کہ تو اُن سب کو لیکر آتا اور میں سب کو امان دیتا کہا مبارک ہو وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ میرا دوست اُن کے ساتھ ہی تھا اُسکا بیان ہے اس کے سوا کوئی اُن میں کا نہیں بچا کہا معقل پر کیا گزری کہا خدا آپ کا بھلا کرے ہمارے اصحاب کو اُس کا کچھ علم نہیں ہے۔ یہ ذکر ہو رہا تھا کہ ابوالرواغ و مسکین بن عامر نے آکر فتح کی مبارکباد دی پھر یہ سرگزشت بیان کی کہ معقل بن قیس و مستورد بن علفہ ایک دوسرے سے لڑنے کو نکلے۔ مستورد کے ہاتھ میں برچھی تھی معقل کے ہاتھ میں تلوار تھی دونوں میں مقابلہ ہوا مستورد نے معقل کے سینہ پر برچھی ماری کہ اُس کی سنان پشت کو توڑ کر نکل آئی۔ معقل نے تلوار اُس کے سر پر لگائی جو دماغ تک اُتر آئی گرنے سے پیشتر ہی دونوں کا کام تمام ہو گیا۔

مستورد بن علفہ جب ساباط سے پل کی طرف بڑھا ہے اور اُس نے پل کو کاٹ دیا ہے تو معقل کے لشکر والوں کو یہی دھوکہ ہوا کہ وہ اُس پار آکر ہم پر حملہ کیا چاہتا ہے اس بنا پر یہ لوگ ساباط کے تاریک مقام سے اس صحرا کی طرف بڑھ گئے جو ساباط و مدائن کے درمیان واقع ہے وہاں صف بندی و سامان جنگ میں مشغول ہوئے۔ جب عرصہ گزر گیا اور دشمن مقابلے میں آتے دکھائی نہ دیا تو ابوالرواغ نے کہا کہ اس میں کچھ نہ کچھ بھید ہے کیا ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ ان لوگوں کا حال دریافت کر کے ہمیں اطلاع دے۔ عبداللہ اور وہیب بن ابی اشارہ ازدی نے کہا کہ ہم دریافت کر کے آپ کو مطلع کرتے ہیں۔ یہ دونوں گھوڑوں کو اڑا کر پل کے قریب آئے دیکھا کہ پل کاٹ دیا گیا ہے ان کو یہی گمان ہوا کہ انھوں نے ہم سے ہیبت کھا کر ہمارے رعب میں آکر پل کو قطع کر دیا ہے

وہاں سے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے رئیس کے پاس آئے اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا اُس نے کہا تمہارا کیا گمان ہے اُنھوں نے کہا پل اسی لیئے کاٹ دیا ہے کہ ہماری ہیبت چھا گئی ہے۔ خدا نے ہمارا رعب اُن کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ ابوالرواغ نے کہا سنتے ہو یقین مانو وہ لوگ بھاگے نہیں تم سے کید و مکر کیا ہے۔ میرا گمان واللہ یہی ہے کہ اُنھوں نے یہی کہا ہوگا کہ معقل نے اپنے خاص خاص رفیقوں کو ابوالرواغ کے ساتھ تمہارے مقابل میں بھیجدیا ہے اگر ہو سکے تو اُن کو یہیں پڑا رہنے دو تم سب معقل اور اُس کے ساتھ جو لوگ ہیں اُن کی طرف جتنا جلد ہو سکے روانہ ہو وہاں جا کر تمھیں معلوم ہوگا کہ سب کے سب بے خبر اطمینان سے بیٹھے ہیں اُنھوں نے پل کو بھی اسی لیئے کاٹ دیا ہے کہ تم اُس میں مشغول رہو اُن کا تعاقب نہ کر سکو اور وہ تمہارے امیر بر عین غفلت میں جا پڑیں۔ اُٹھو دوڑو اُن کو جانے نہ دو ابوالرواغ کی یہ بات اس طرح سب کے دل میں اُتر گئی کہ سب سمجھ گئے جو کچھ اُس نے کہا واقع میں یہی بات ہے۔ گاؤں والوں کو سب نے پکارا وہ دوڑے ہوئے آئے اُن سے کہا بہت جلد پل باندھ دو اور بہت تاکید کر دی اُنھوں نے بھی دیر نہیں لگائی بہت ہی جلد پل سے فراغت پائی۔ یہ سب پار اتر گئے۔ اور دشمن کے تعاقب میں اس قدر جلد چلے کہ راہ میں کسی شئے کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اُنھیں کے نقش قدم پر چل رہے تھے جس سے پوچھتے تھے یہی کہتا تھا کہ ابھی ابھی وہ لوگ تم سے پیشتر جا چکے ہیں۔ بس اب تم اُن کو پا گئے بہت ہی قریب تم پہنچ گئے ہو یہ لوگ اسی امید میں دوڑے چلے جاتے تھے کہ اُن کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ پہلے اُن کو کچھ لوگ شکست خوردہ بھاگتے ہوئے دکھائی دیئے ایسے بے حواس کہ ایک کی طرف ایک مڑ کر نہیں دیکھتا تھا ابوالرواغ نے آگے بڑھکر آواز دی ارے ادھر آؤ ادھر آؤ یہ سن کر سب نے اُس کے پاس پناہ لی اُس نے کہا تمھارا بُرا ہو کہو تو سہی کیا ماجرا ہے۔ بولے ہم کو کچھ خبر نہیں بس یکایک دشمن ہمارے لشکر پر ٹوٹ پڑے ہم لوگ اُس وقت مجتمع بھی نہ تھے اُنھوں نے اور بھی ہم کو متفرق و منتشر کر دیا پوچھا امیر پر کیا گزری کوئی بولا وہ میدان میں اُترا اور لڑ رہا ہے۔ کسی نے کہا میں تو جانتا ہوں کہ مارا گیا یہ سنکر اُس نے کہا یارو میرے ساتھ پھر چلو اگر ہمارا امیر زندہ ہے تو اُس کے ساتھ شریک ہو کر لڑیں گے اگر دیکھیں گے وہ قتل ہو گیا تو ہم خود دشمنوں سے قتال کریں گے۔ آخر ہم لوگ شہر کے نامور شہسواروں میں ہیں اسی دشمن سے لڑنے کے لیئے ہم سب کا انتخاب ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حاکم کوفہ اور اہل کوفہ کی نظر سے تم گر جاؤ

اگر دشمن کو تم پا جاؤ اور وہ معقل کو قتل کر چکے ہوں تو اُن سے انتقام لیئے بغیر یا بے مقابلہ کیئے اُنھیں چھوڑ دینا قسم ہے اُنھیں زیبا نہیں ہے۔ بس اب خدا کا نام لیکر روانہ ہو غرض اب یہ بھی روانہ ہوئے اور اُن کے ساتھ وہ بھی چلے جس کو ابوالرواغ رستہ میں دیکھتا اُسے پکارتا اور واپس لے چلتا بزرگان لشکر سے بھی پکار کر کہدیا کہ جس جس رخ پر لوگ جا رہے ہوں اُدھر سے اُنھیں واپس لے آؤ اُسی طرح لوگوں کو ساتھ لیتے ہوئے سب معقل کے لشکر تک پہنچ گئے دیکھا کہ لشکر کا علم بلند ہے اور معقل کے ساتھ کوئی دو سو شخص یا کچھ زیادہ سب کے سب بڑے شہسوار اور نامور رہ گئے ہیں اور سب کے سب پیادہ ہیں۔ اور ایسی شدید جنگ ہو رہی ہے جو کبھی سننے میں نہ آئی ہو گی یہ لوگ اُس وقت پہنچے ہیں کہ خوارج کو غلبہ ہو چکا تھا مگر اس پر بھی اصحاب معقل کو دیکھا کہ بڑی جوانمردی و شجاعت دکھا رہے ہیں جب اُنھوں نے دیکھا کہ یہ لوگ بھی کمک کو آ پہنچے تو خوارج پر بکر حملہ کیا۔ اب خوارج ذرا ہٹ گئے اور یہ لوگ بھی اُن تک پہنچ گئے۔ ابوالرواغ نے معقل کو دیکھا کہ میدان کی طرف رخ کئے لوگوں کو اُبھار رہا ہے اور جنگ پر آمادہ کر رہا ہے۔ ابوالرواغ نے کہا میں فدا ہو جاؤں آپ پر آپ تو زندہ ہیں۔ معقل نے جواب میں ہاں کہا اور دشمن پر حملہ کیا اور ابوالرواغ نے اپنے اصحاب سے پکار کر کہا دیکھو تمھارا امیر زندہ سلامت موجود ہے بڑھو دشمنوں پر حملہ کرو۔ یہ سنکر سب کے سب نے حملہ کیا۔ اُس سے خوارج کے سواروں پر بہت سخت تکر پڑی۔ ادھر معقل اور اس کے اصحاب نے حملہ کیا۔ مستورد گھوڑے سے اُتر پڑا اپنے اصحاب کو پکارا اے جانباز و سرفروشو زمین پر آجاؤ۔ زمین پر اُن ظالموں اِن کمینوں سے سچے دل سے جہاد کرنے میں جو مارا جائیگا قسم ہے اُس خدا کی کوئی معبود جس کے سوا نہیں کہ اُس کے لیئے جنت ہے یہ سن کر اُس سرے سے اس سرے تک سب اتر پڑے اور ہم سب لوگ بھی اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کھینچ کر مستورد کی طرف چلے۔ دن کی کئی ساعت اس طرح تلوار چلی کہ ایسا رن کبھی نہ پڑا ہوگا۔ مستورد نے معقل سے پکار کر کہا اے معقل مجھ سے لڑنے کو نکل۔ معقل یہ سنتے ہی نکل آیا۔ سب نے قسمیں دیدے کر سمجھایا کہ اس کتے کے مقابل میں جسے خدا زندگی سے نا امید کر چکا ہے آپ کا نکلنا مناسب نہیں ہے۔ معقل نے کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص مجھے لڑنے کو پکارے اور میں ہچکچا جاؤں۔ یہ کہکر شمشیر بکف بڑھا۔ حریف نیزہ تانے مقابل ہوا۔ لوگوں نے پکار کر کہا اُس کے ہاتھ میں نیزہ ہے نیزہ ہی سے اُس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔

یہ بات بھی اُس نے نہ مانی۔ مستورد نے بڑھکر نیزہ مارا کہ پشت سے سنان اُسکی نکل آئی۔ معقل نے تلوار ماری کہ اُس کے دماغ تک اتر گئی۔ اُدھر مستورد بے دم ہوکر گر پڑا اِدھر معقل بھی قتل ہو گیا۔ یہ جب لڑنے نکلا ہے تو کہتا گیا تھا کہ میں قتل ہو جاؤں تو تم لوگوں کا امیر عمرو بن محرز منقری ہو گا۔ غرض معقل جب مارا گیا تو فوج کا نشان عمرو بن محرز نے لیا۔ اور یہ کہا کہ میں قتل ہو جاؤں تو امیر تمہارا ابوالرواغ ہو گا۔ ابوالرواغ بھی اگر قتل ہو جائے تو سب کا امیر مسکین بن عامر ہو گا۔ اور یہ شخص ابھی نوجوان عنفوان شباب میں تھا یہ کہکر علم لئے ہوئے اُس نے حملہ کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ سب خوارج پر حملہ کر دیں پھر تو اُن کو ذرا مہلت نہ دی۔ سب کو قتل کر کے ڈال دیا۔

اسی سال عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن خازم کو خراسان کا عامل مقرر کیا اور قیس بن الہیثم وہاں سے واپس آیا۔

سبب اس کا یہ ہوا کہ ابن عامر نے دیکھا کہ قیس دیر کر کے خراج بھیجتا ہے اور اُسکے معزول کرنے کا اُس نے ارادہ کر لیا۔ ابن خازم نے اُس سے کہا مجھے والی خراسان مقرر کیجئے میں آپ کو خراسان اور ابن ہیثم کی طرف سے بے فکر کر دوں گا۔ اس پر ابن عامر نے اُس کے نام پر فرمان لکھ دیا یا لکھنے کو تھا کہ قیس کو یہ خبر پہنچی کہ ابن عامر کا تم نے استخفاف کیا اور ہدیہ بھیجنا موقوف کر دیا وہ تم سے رنجیدہ ہو گیا ہے اور ابن خازم کو عامل خراسان مقرر کیا ہے۔ ابن خازم کا نام سنکر قیس ڈر گیا کہ وہ آتے ہی جھگڑے نکالیگا اور حساب فہمی کرے گا خراسان کو چھوڑ کر ابن عامر کے پاس چلا آیا۔ ابن عامر کو اس حرکت پر اور زیادہ غصہ آیا یہ کہکر کہ تو نے سرحد کو چھوڑ دیا اُس کو مارا بھی اور قید میں بھی ڈالدیا۔ ایک شخص بنی یشکر سے تھا اُسے خراسان روانہ کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اسلم بن زرعہ کلابی کو مقرر کیا۔

ایک روایت یہ ہے ابن عامر نے عہد معاویہ میں قیس بن ہیثم کو والی خراسان مقرر کیا تھا اس پر ابن خازم نے کہا آپ نے ایک ذلیل آدمی کو خراسان روانہ کیا ہے مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر جنگ پیش آئی تو لوگوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہو گا اس میں ملک ضائع اور آپ کی ننھیال والے رسوا ہو جائیں گے۔ ابن عامر نے پوچھا پھر کیا مناسب ہے اُس نے کہا فرمان میرے نام پر لکھ دیجئے اگر وہ دشمن کے مقابلے سے منہ پھیر لیگا تو

میں اُس کی جگہ پر کھڑا ہوں گا۔ ابن عامر نے اُس کے نام پر لکھ دیا ادھر طخارستان کی ایک جماعت نے سرکشی کی او قیس نے ابن خازم سے اس امر میں مشورہ کیا۔ اُس نے یہ رائے دی کہ تم یہاں سے سرک جاؤ اور ابھی تمام اطراف وجوانب کے لوگوں کو جمع کرو۔ قیس یہ سن کر چل کھڑا ہو گیا کوئی منزل دو منزل کے فاصلے پر گیا ہوگا کہ ابن خازم نے اپنا فرمان نکال کر دکھایا اور سب کا رئیس بن کر دشمن کا مقابلہ کیا اور شکست دی۔ یہ خبر دونوں شہروں کوفہ۔ بصرہ میں اور شام میں جا پہنچی قیس کی جماعت والے بہت ہی بگڑے اُنھوں نے کہا ابن خازم نے قیس کو بھی دھوکا دیا اور ابن عامر کو بھی۔ اس بات نے بہت طول پکڑا نوبت یہاں تک پہنچی کہ معاویہ سے جا کر شکایت کی۔ معاویہ نے ابن خازم کو بلا بھیجا وہ آیا اور معذرت کی۔ معاویہ نے کہا کل صبح کو لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا عذر پیش کرنا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب کے پاس آکر ذکر کیا کہ خطبہ پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور مجھے بات کرنا بھی نہیں آتی کل تم سب لوگ منبر کو گھیر کر بیٹھنا جو کچھ میں کہوں اُس کی تصدیق کرتے جانا۔ غرض دوسری صبح کو خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی اسکے بعد کہا کہ خطبہ پڑھنا یا تو امام کا منصب ہے جسے اسکے سوا چارہ ہی نہیں یا ایک احمق کا کام ہے جسکا دماغ چل گیا ہو جو منھ میں آئے بکتا چلا جائے میں نہ امام ہی ہوں نہ احمق ہوں۔ جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ اس بات سے خوب واقف ہیں کہ میں بڑا آزمودہ کار ہوں محل وموقع کو تاڑ لیتا ہوں اور فوراً دوڑ پڑتا ہوں جان جوکھوں کے مقام سے قدم نہیں سرکاتا لشکر کشی میں چالاک تقسیم غنیمت میں انصاف پسند ہوں۔ تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو اس بات کو جانتا ہو میری تصدیق کرے۔ منبر کے گرد جو اس کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے سب نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔ پھر اُس نے کہا امیر المومنین آپ کو بھی میں نے قسم دی ہے آپ بھی جو کچھ جانتے ہوں کہہ دیجئے۔ معاویہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

روایت ہے کہ قیس خراسان سے ابن خازم کی مخالفت میں ابن عامر کے پاس چلا آیا ابن عامر نے اُسے سو کوڑے مارے ڈاڑھی منڈوا ڈالی قید کر لیا مگر اُس کی ماں نے ابن عامر سے مانگ لیا اور اُس نے رہا کر دیا۔

مروان اس سال امیر حج مقرر ہوا یہی عامل مدینہ بھی تھا۔ مکہ پر خالد بن العاص بن ہشام مقرر تھا کوفہ پر مغیرہ بن شعبہ اور منصب قضا پر کوفہ میں شریح بصرہ وفارس وسجستان

وخراسان پر ابن عامر کی حکومت تھی اور عمیر بن یثربی کو عہدۂ قضا تھا۔

سنہ ۴۴ھ کے واقعات

اسی سال عبدالرحمن بن الولید کے ساتھ مسلمان بلاد روم میں داخل ہوئے اور وہیں جاڑا بسر کیا اور بسر بن ارطاۃ نے دریا میں جنگ کی۔ اسی سال معاویہ نے ابن عامر کو حکومت بصرہ سے معزول کر دیا۔

اسکا سبب یہ ہوا کہ ابن عامر بہت ہی نرم دل اور کریم الطبع تھا۔ جاہلوں کی دست درازی کو روکتا نہ تھا اسی سبب سے اس کے زمانہ میں بصرہ میں خرابیاں پھیلیں۔ ابن عامر نے زیاد سے اہل بصرہ کی شکایت کی اُس نے کہا تلوار میان سے نکال کر اُن کی خبر لو اُس نے کہا اُن کی اصلاح کے لیئے اپنے نفس کی خرابی کروں یہ مجھے گوارا نہیں۔ ابن عامر کی حکومت اس قدر ضعیف تھی کہ کسی کو سزا نہ دیتا تھا چور کے ہاتھ نہ کاٹتا تھا لوگوں نے کہا بھی تو اُس نے یہ جواب دیا کہ مجھے لوگوں سے ایک الفت ہے جسکے باپ یا بھائی کا ہاتھ میں نے قطع کیا ہو اُس سے پھر کیا چار آنکھ کروں گا۔ اسی زمانے میں ابن الکوا معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے یہاں کا حال اُس سے پوچھا اُس نے کہا بصرہ میں جاہلوں کا غلبہ ہے اور حاکم وہاں کا کمزور ہے۔ ابن عامر کو جو یہ خبر ہوئی تو اُس نے طفیل بن عوف یشکری کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا اس سبب سے کہ ابن الکوا کو اس سے عداوت تھی۔ اس پر ابن کوا کہنے لگا کہ ابن دجاجہ کیسا بے وقوف ہے جانتا ہے کہ طفیل کے حاکم خراسان ہونے سے میں جل جاؤں گا۔ خدا کرے دنیا میں جتنے یشکری ہیں سب کے سب مجھ سے عداوت کریں اور وہ سب کو حاکم بنا دے۔ یہ سبب ہوا معاویہ کے ابن عامر کو معزول کر دینے کا اور حارث بن عبداللہ ازدی کو وہاں بھیج دینے کا

روایت ہے کہ ابن عامر نے لوگوں سے پوچھا سب سے زیادہ ابن کوا کا دشمن کون ہے عبداللہ بن ابی شیخ کا نام لیا گیا اُس نے اُسے حاکم خراسان مقرر کیا تھا جس پر ابن کوا نے وہ بات کہی جس کا ذکر ابھی گذرا۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابن عامر نے معاویہ کے پاس ایک وفد روانہ کیا یہ لوگ

اس وقت پہنچے جس وقت اہل کوفہ کا وفد بھی وہاں آیا ہوا تھا اور اُن میں ابن کوا یشکری بھی تھا۔ معاویہ نے ان لوگوں سے عراق خصوصًا اہل بصرہ کا حال پوچھا ابن کوا بول اٹھا امیر المومنین اہل بصرہ کو وہاں کے بیہودہ لوگ لوٹ کر کھا گئے اور حکومت کی طرف سے کچھ نہ ہو سکا اس کے ساتھ ہی ابن عامر کو معاویہ کی نظر میں بہت ہی عاجز و کم زور اُس نے ثابت کیا۔ معاویہ نے اُسے ٹوکا بھی کہ تم اہل بصرہ کی طرف سے کیا کہہ رہے ہو وہ لوگ خود یہاں موجود ہیں۔ یہ وفد جب بصرہ کو واپس ہوا تو ابن عامر سے سب ماجرا بیان کیا اس پر ابن عامر کو غیظ و غضب آیا اور کہنے لگا اہل عراق میں سب سے زیادہ کون شخص ابن کوا سے عداوت رکھتا ہے۔ عبداللہ بن ابی شیخ یشکری کا نام لیا گیا اور اُس نے اُسے والی خراسان کر دیا جب ابن کوا نے یہ ذکر سنا تو وہ بات کہی جس کا ذکر گزرا۔ جب ابن عامر کا ناقابل ہونا بصرہ میں مشہور ہوا تو معاویہ نے ملاقات کرنے کے لئے اُسے لکھ بھیجا۔ ابن عامر نے قیس بن ہیثم کو اپنی جگہ پر چھوڑا اور خود معاویہ کے پاس آیا معاویہ نے اُس کو عہدہ پر بحال کر دیا جب وہ رخصت ہونے لگا تو معاویہ نے کہا میں تین چیزوں کا سوال تم سے کرتا ہوں کہدو کہ مجھے منظور۔ ابن عامر نے کہا مجھے منظور اور میری ماں ام حکیم ہے۔ معاویہ نے کہا میں نے جو عہدہ تم کو دیا ہے اُسے واپس کرو اور خفا نہ ہو۔ کہا مجھے منظور۔ پھر کہا تمہاری جائداد جو عرفہ میں ہے مجھے دیدو۔ کہا مجھے منظور۔ کہا تمہارے جتنے مکان مکہ میں ہیں سب مجھے دیدو۔ کہا مجھے منظور۔ کہا تم نے پاس قرابت کیا۔ اب ابن عامر نے کہا امیر المومنین میں بھی آپ سے تین چیزوں کا سوال کرتا ہوں کہہ دیجئے کہ مجھے منظور۔ معاویہ نے کہا مجھے منظور اور ہند میری ماں ہے۔ کہا میری جائداد جو عرفہ میں ہے مجھے واپس کر دیجئے۔ کہا مجھے منظور۔ کہا میرے کسی عامل سے حساب نہ لیا جائے اور میرے کسی امر سے تعرض نہ کیا جائے۔ کہا مجھے منظور۔ کہا اپنی بیٹی ہند میرے نکاح میں دیجئے۔ کہا مجھے منظور۔ یہ بھی روایت ہے کہ معاویہ نے ابن عامر سے کہا کہ یا تو یہ بات قبول کرو کہ ہم تم سے باز پرس کریں اور جو کچھ مال تم کو پہنچا ہے اُس کا حساب کریں اور بعد اس کے تم کو تمہارے عہدہ پر بحال کر دیں یا اپنی حکومت سے دست بردار ہو جاؤ میں وہ سب مال جو تم کو پہنچا ہے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس پر ابن عامر نے عہدہ سے ہاتھ اٹھایا اور سب مال کی باز پرس سے برائت حاصل کی۔

اسی سال معاویہ نے زیاد بن سُمیّہ کو اپنے باپ ابو سفیان کے نسب میں شریک کیا زیاد جب معاویہ کے پاس حاضر ہوا ہے تو ایک شخص بنی عبد قیس کا اُس کے ساتھ آیا تھا اُس نے زیاد سے کہا کہ ابن عامر میرے محسنوں میں ہے تمھاری اجازت ہو تو میں اُس سے ملوں۔ زیاد نے کہا اس شرط پر کہ تمھارے اُس کے درمیان جو کچھ باتیں ہوں مجھ سے آکر بیان کر دینا اُس نے کہا بہت اچھا۔ اجازت مل گئی اور یہ ابن عامر سے ملا۔ اُس نے کہا "ہاں ہاں ابن سُمیّہ میرے امور میں اعتراضات کیا کرتا ہے اور میرے عاملوں کو برا کہتا ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریش سے ایک قسامہ لیکر آؤں گا (پچاس آدمی جو قسم کھائیں) وہ اس بات پر حلف کریں گے کہ ابو سفیان نے کبھی سُمیّہ کی صورت تک نہیں دیکھی"، جب یہ واپس ہوا تو زیاد نے حال پوچھنا چاہا پہلے اُس نے بیان کرنے سے انکار کیا اُس نے کسی طرح پیچھا نہ چھوڑا آخر اُسے کہدینا پڑا۔ زیاد نے جاکر معاویہ سے سارا ماجرا بیان کیا۔ معاویہ نے اپنے حاجب کو حکم دیدیا کہ ابن عامر آنے لگے تو پہلے ہی پھاٹک پر سے اُس کے راہوار کے منہ پر مار کر واپس کر دے۔ اُس نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ ابن عامر نے یزید سے آکر شکایت کی۔ یزید نے پوچھا تم نے زیاد کا تو کچھ ذکر نہیں کیا تھا۔ ابن عامر نے کہا کیا تو تھا۔ یہ سن کر یزید اُسے اپنے ساتھ لیئے ہوئے معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ نے ابن عامر کو دیکھتے ہی برخاست کی اور محل کی طرف رخ کیا۔ یزید نے یہ دیکھا تو ابن عامر سے کہا تم بیٹھو دیکھیں کب تک اپنی نشست کو چھوڑ کر گھر میں بیٹھے رہیں گے ان دونوں کو بیٹھے ہوئے بہت دیر ہوگئی تو معاویہ محل سے برآمد ہوئے۔ ہاتھ میں اُن کے ایک چھڑی تھی اُسے دروازوں پر مارتے جاتے تھے اور یہ شعر کسی کا پڑھتے جاتے تھے۔

ہماری اور راہ ہے تمھاری اور ؛ اس بات کو سب لوگ جان چکے ہیں

بیٹھ گئے اور ابن عامر سے کہا کیا تمھیں نے زیاد کے باب میں زبان کھولی ہے۔ سنو واللہ تمام عرب اس سے آگاہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں سب سے زیادہ معزز میں تھا اور اسلام نے اور بھی میری عزت بڑھا دی زیاد کے سبب سے کچھ کمی مجھ میں تھی جو پوری ہوگئی ہے یا میری ذلت عزت سے بدل گئی ہو یہ بات ہرگز نہیں ہے ہاں اُس کو میں نے جس بات کا حقدار پایا وہ سلوک اُس کے ساتھ میں نے کیا۔ ابن عامر نے کہا امیر المومنین میں اپنے قول سے رجوع کرتا ہوں زیاد کی جس میں خوشی ہو وہی بات زبان سے نکالوں گا۔

معاویہ نے کہا اب ہم بھی جس میں تمھاری خوشی ہوگی وہی بات کریں گے۔ ابن عامر اُٹھکر زیاد کے پاس گئے اور اُسے راضی کرلیا۔ روایت ہے کہ زیاد کوفہ میں جب آیا تو کہنے لگا کہ میں جس واسطے تمھارے پاس آیا ہوں اور جس بات کا تم سے طالب ہوں اُس میں تمھاری ہی بہتری ہے۔ سب نے کہا ہم سے جو کچھ تم چاہتے ہو کہو۔ اُس نے کہا معاویہ کے نسب میں مجھے شریک کردو۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹی گواہی تو ہم نہیں دے سکتے۔ اب زیاد بصرہ میں آیا وہاں ایک شخص نے اُسکے موافق گواہی دیدی۔

اس سال کا حج معاویہ کے ساتھ لوگوں نے کیا

اسی سال مروان نے مسجد میں مقصورہ بنایا اور مذکور ہے کہ معاویہ نے بھی شام میں مقصورہ بنایا

اور ۴۳ھ میں جو حکام وعمال بلاد و امصار میں تھے جن کا ہم ذکر کرچکے وہی لوگ اس سال بھی اپنے منصب پر رہے۔

سنہ ۴۵ کے واقعات

معاویہ نے ابن عامر کو معزول کرکے اسی سال کے شروع میں حارث بن عبداللہ ازدی الشامی کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔ معاویہ کو منظور تھا کہ زیاد کو یہ عہدہ دے لیکن فرس محلل کی طرح (گھڑ دوڑ کا وہ گھوڑا جو جیتے تو حصہ لے ہارے تو کچھ نہ دے) حارث کو عامل بصرہ کردیا تھا۔ حارث نے اپنا رئیس شرطہ عبداللہ بن عمرو بن غیلان ثقفی کو مقرر کیا تھا۔
چار مہینے بعد معاویہ نے حارث کو معزول کرکے زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا۔
زیاد پہلے کوفہ میں سلمان بن ربیعۂ باہلی کے گھر میں اُترا۔ مغیرہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ زیاد والی کوفہ ہوکر آیا ہے۔ اُنھوں نے وائل حضرمی کو جسے ابوہنیدہ بھی کہتے تھے اس بات کی خبر لگانے کے لیئے زیاد کے پاس بھیجا۔ یہ زیاد کے پاس آیا مگر کچھ حال نہ کھلا۔ شگون و فال میں اُسے بہت دخل تھا واپس جانے کے لیئے زیاد کے پاس سے نکلا تو کوّے کو بولتے سنا

پلٹ کر اُس نے زیاد سے کہا کہ یہ کوا تو تم کو یہاں سے روانہ ہونے کے لئے کہہ رہا ہے۔
اُسی دن ایک قاصد معاویہ کا زیاد کے پاس یہ حکم لیکر پہنچا کہ بصرہ کی طرف روانہ ہو۔
یہ بھی روایت ہے کہ مغیرہ امارت کوفہ پر تھے کہ انھیں خبر ملی کہ زیاد اس منصب پر آیا چاہتا ہے انھوں نے قطن بن عبداللہ حارثی کو بلا کر کہا کہ تم میرا اتنا کام کروگے کہ جب تک میں معاویہ کے پاس جا کر واپس آؤں کوفہ کی نگرانی کرتے رہو۔ اُس نے کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکیگا۔ اب انھوں نے عیینہ بن نہاس عجلی کو بلوایا اور یہی استدعا اُس سے کی اُس نے منظور کرلیا۔ مغیرہ معاویہ کے پاس جانے کو روانہ ہو گئے اور جا کر اُن سے درخواست کی کہ مجھے معزول کر دیجئے اور وہ سب مکان جو مقام قرقیسا جوار بنی قیس میں واقع ہیں مجھے عنایت کیجئے یہ سن کر معاویہ کو اُن سے شرور کا اندیشہ ہوا قسم کھا کر کہا کہ واللہ تم اپنی خدمت پر واپس چلے جاؤ۔ انھوں نے انکار کیا معاویہ کی بدگمانی اور زیادہ ہوگئی اور آخر ان کو واپس آنا ہی پڑا۔ رات گئے کوفہ پہنچے اور دارالامارہ کا دروازہ کھٹکھٹایا ایک نگاہبان جو قصر کے اوپر پہرا دیرہا تھا کہتا ہے کہ مغیرہ کے دروازہ کھٹکھٹانے سے ہم سب لوگوں میں تشویش پھیل گئی اور مغیرہ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں اوپر سے پتھر نہ آئے اپنا نام بتا دیا پہرے والا کوٹھے سے اتر کر آیا خیر مقدم کہا اور سلام کیا مغیرہ نے کسی کا شعر پڑھا۔

اے ام عمرو جب میں دور کے سفر پر آمادہ ہوں تو مجھ سے ڈرتی رہ۔

اور کہا ابن سمیہ کے پاس ابھی جا اُسے شہر سے نکال دے دیکھ پل کے اُس پار جا کر اُسے صبح ہو۔ غرض یہاں سے لوگ روانہ ہوئے اور صبح ہونے کے پیشتر ہی زیاد کو پل کے پار کر دیا۔

معاویہ نے زیاد کو بصرہ و خراسان و سیستان کا حاکم کر دیا پھر ہند و بحرین و عمان بھی اس کے ماتحت کر دیئے۔ آخر ربیع الآخر یا غرۂ جمادی الاولی ۴۵ھ میں زیاد بصرہ میں داخل ہوا اُس وقت فسق و فجور بصرہ میں علانیہ طور پر پھیلا ہوا تھا۔ زیاد نے خطبہ بترا و جس میں حمد باری تعالی سے ابتدا نہ کی جائے) پڑھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمد باری تعالی بھی تھی کہا۔

خطبۂ زیاد

خدا کے افضال و احسان کا شکر ہے اور ہم اُس سے مزید نعمت کے خواستگار ہیں۔ خداوندا جس طرح تو نے نعمتیں ہم کو عطا فرمائی ہیں اسی طرح شکر نعمت کے ادا کرنے کی توفیق بھی ہم کو دے۔

سنو۔ سخت جہالت اندھا دھند گمراہی اور بدکاری جو دوزخ کو ہمیشہ کے لیے مشتعل کر دیتی ہے یہ وہی امور عظیمہ ہیں جو تم میں سے نالائق لوگ کر گزرتے ہیں اور عقلا کو بھی لپیٹ لیتے ہیں بوڑھے اُن افعال سے پرہیز نہیں کرتے بچے وہی باتیں سیکھتے جاتے ہیں۔ تم نے تو جیسے آیات ربانی کو سنا ہی نہیں خدا کی کتاب کو پڑھا ہی نہیں یہ جانتے ہی نہیں کہ خدا نے طاعتگزاروں کے لئے کیسا ثواب اور گناہگاروں کے لیئے کس قدر عذاب سرمدی مہیا کیا ہے جس سے چھٹکارا ہی نہیں۔ کیا تم بھی اُن لوگوں میں ہو جن کی آنکھوں میں حرص دنیا نے خاک جھونک دی جن کے کانوں میں ہوس و خواہش نے ٹھیٹھیاں دیدیں جنھوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو پسند کیا۔ دیکھتے نہیں کہ تم نے اسلام میں وہ بدعت کی جو پہلے کسی نے نہ کی تھی۔ خرابات کھلے رہنے دیئے کم زور بیچاروں کو دن دھاڑے لٹنے دیا جن کی گنتی کچھ کم نہیں ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے۔ کوئی عذر تو نہیں اور معذور بنتے ہو اوچکوں کی پردہ پوشی کرتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص ایک نالائق کی پچ کرتا ہے جیسے کسی کو نہ عذاب کا ڈر ہو نہ قیامت کا اندیشہ۔ نالائقوں کے نقش قدم پر چلے تو پھر تم کہاں کسے لائق رہے۔ تم اُن کو اپنی پناہ میں اس طرح لیئے رہے کہ اُنھوں نے اسلام کی ہتک عزت کی اور پھر تمہارے پس پشت گوشۂ رسوائی میں آکر چھپ رہے۔ جب تک میں اُن کی جائے پناہ کو ڈھا نہ دوں اور جلا کے خاک نہ کر ڈالوں مجھے کھانا پانی حرام ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائے گی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو۔ سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدی نہ ہو۔ واللہ باللہ میں غلام کا مواخذہ آقا سے مسافر کا مقیم سے مستمند کا اقبال مند سے بیمار کا تندرست سے کروں گا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے دوست سے ملیگا تو یہ مثل زبان پر ہوگی انج[1] یاسعد فقد ہلک سعید۔ یا یہ ہوگا کہ تمھاری برچھیاں میرے لیئے سیدھی ہو جائیں گی۔ منبر پر جھوٹ کہنا دائمی رسوائی کا باعث ہوتا ہے۔ تم پر کوئی میرا جھوٹ ثابت ہو جائے تو میری نافرمانی کرنا تمھیں جائز ہے۔ تم میں سے کسی پر ڈاکہ پڑے تو اُس کے نقصان کا ضامن میں ہوں۔

---

[1] یعنی اے سعد تم بچو سعید تو ہلاک ہو چکا۔

دیکھو شتربگر دی کی شکایت میرے پاس نہ آنے پائے جو شتربگرد گرفتار ہو کر میرے پاس آئے گا میں قتل ہی کر ڈالوں گا بس تمھیں اتنی مہلت دیتا ہوں جتنے عرصے میں کوفہ تک خبر لے جائیں اور واپس آجائیں۔ دیکھو کسی سے دعوی جاہلیتہ میں نہ سننے پاؤں جس کو میں سنونگا کہ ایسا کلمہ زبان سے نکالا میں اُس کی زبان ہی کاٹ ڈالوں گا تم لوگوں نے وہ کرتوت نکالے جو پہلے نہ تھے۔ ہم نے بھی ہر گناہ کے لیئے سزا نکال رکھی ہے۔ کوئی کسی کو ڈبو دیگا تو میں بھی اُسے ڈبو دونگا کوئی آگ لگائے گا تو میں بھی اسے جلا دونگا کوئی شخص کسی گھر میں سیندھ دیگا تو میں بھی اُس کے قلب میں سوراخ ڈالدونگا کوئی اگر کسی شخص کے لیئے قبر کھودیگا میں اسی کو جیتا اُس میں گاڑ دونگا۔ اپنے ہاتھ کو اپنی زبان کو مجھ پر دراز نہ کرنا میں بھی اپنا ہاتھ اپنی ایذا رسانی تم سے باز رکھونگا۔ عام رسم و دستور کے خلاف کوئی حرکت کسی سے سرزد ہوگی تو میں اُسکی گردن ماردونگا۔ میرے اور کچھ لوگوں کے درمیان عداوت چلی آتی ہے اب میں نے اُن باتوں کو کانوں کے پیچھے اور قدموں کے نیچے ڈال دیا۔ تم میں جو نیک لوگ ہیں اُنھیں چاہئے اپنی نیکی کو زیادہ کریں جو بد لوگ ہیں اپنی بدی سے باز آئیں۔ اگر میں یہ جانوں کہ میری دشمنی کسی شخص کو مارے ڈالتی ہے جب بھی میں اُسکا پردہ فاش نہ کروں جب تک کہ روگردانی و روگشی علانیہ میرے ساتھ نہ کرے ہاں اس صورت میں اُسے میں دم نہ لینے دونگا۔ اب تم اپنے اپنے کاموں میں ازسرنو مصروف ہو جاؤ اور اپنے خیالات کو درست کرو۔ کتنے ہی لوگ میرے آنے سے رنجیدہ ہوئے ہیں جو خوش ہو جائیں گے اور کتنے ہی لوگ میرے آنے سے خوش ہوئے ہیں وہ رنجیدہ ہو جائیں گے۔ ایہا النّاس ہم لوگ تمھارے رئیس ہیں تمھاری حمایت کرنے والے ہیں۔ خدا نے جو حکومت ہمیں عطا کی اُسی کے رو سے ہم تم پر حکم چلائیں گے خدا نے جو مال غنیمت ہم کو بخشا ہے اُس سے ہم تمھاری حمایت کریں گے۔ ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ ہماری مرضی کے موافق ہماری اطاعت کرو اور تمھارا حق ہم پر یہ ہے کہ اپنی اس حکومت میں عدل کریں ہماری خیرخواہی کرکے تم اپنے کو ہمارے عدل کا اور مال کا مستحق بناؤ۔ اور جان لو کہ میں اگر کوتاہی بھی کروں تو تین باتوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ کوئی حاجتمند آدھی رات کو بھی میرے پاس آئے گا تو میں اُس سے روپوش نہ ہوں گا۔ کسی کی تنخواہ کو یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا۔ تمھارے لیئے کسی فوج کو بھی نہ رکھوں گا۔ تمھیں چاہئے کہ اپنے ائمہ کی

بہبود کے لیئے خدا سے دعا کرو۔ یہ سب تمہارے حاکم ہیں تمھیں ادب دینے والے ہیں تمہاری جائے پناہ ہیں جن کا سہارا تم رکھتے ہو۔ اور سنو تم نیک ہو جاؤ گے تو وہ بھی نیک ہو جائیں گے۔ اُن کی طرف سے دل میں بغض نہ رکھو کہ اُس سے تم غم و غصہ میں ہمیشہ بتلا رہو گے۔ ایسی حاجت کے طلبگار نہ ہو جو پوری کیجائے تو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ ہر ایک کی مدد ہر ایک کے مقابلے میں کیا کرے۔ جب دیکھنا کہ میں تم لوگوں میں کوئی حکم جاری کرنا چاہتا ہوں تو اُسے آسانی سے جاری ہونے دو۔ اور قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائیں گے ہر شخص کو چاہئے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔

عبداللہ بن اہتم نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں اعتراف کرتا ہوں کہ خدا نے آپ کو دانائی اور قوت فیصلہ عنایت فرمائی ہے۔ زیاد نے کہا تم نے غلط کہا یہ مرتبہ حضرت داؤد کو ملا تھا۔ احنف نے کہا اے امیر آپ نے جو کچھ کہا خوب کہا لیکن آزمائش کے بعد ستائش اور عطا کی بعد سپاس چاہئے ہم کبھی تعریف نہ کریں گے جب تک امتحان نہ کرلیں۔ زیاد نے کہا یہ بات صحیح ہے۔ پھر ابن اُدیہ آہستہ آہستہ یہ کہتا ہوا اٹھا کہ تم نے جو کچھ بیان کیا خدا نے اس کے خلاف خبر دی ہے۔ فرماتا ہے " وَ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى یعنی صحف موسٰی و ابراہیم میں لکھا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا اور انسان جیسا کریگا ویسا پائے گا " اے زیاد تم نے جو وعدہ کیا اُس سے بہتر خدا نے ہم سے وعدہ کیا۔ زیاد نے جواب دیا کہ تم لوگ جو بات چاہتے ہو ہم خون کے دریا میں پیرے بغیر وہاں تک پہنچ نہیں سکتے۔

شعبی کی زبانی یہ نقل ہے کہ میں نے جس خوش بیان کو تقریر کرتے سنا اس اندیشہ میں کہ کہیں اب بگڑ نہ جائے یہی جی چاہا کہ بس خاموش ہو رہے مگر زیاد ایسا نہ تھا وہ تو جس قدر زیادہ تقریر کرتا اسکا کلام اُتنا ہی جید ہوتا جاتا۔

زیاد نے خدمت شرطہ عبداللہ بن حصین کو دی اور لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ کوفہ تک خبر پہنچا کر واپس آسکیں اور عشا کی نماز سب کے بعد پڑھا کرتا تھا اور کسی شخص سے کہتا تھا کہ سورۂ بقر یا اتنا ہی بڑا اور سورہ قرآن شریف سے بہ ترتیل تلاوت کرے اُس سے فارغ ہونیکے بعد

اتنا توقف اور کرتا تھا کہ چلنے والا مقام خریبہ تک پہنچ جائے اب صاحب شرطہ کو یہ حکم ہوتا تھا کہ نکلے اور جسے پائے قتل کرے ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی اعرابی کو زیاد کے پاس پکڑ لائے۔ اُس سے زیاد نے پوچھا کہ جو حکم پکارا گیا تھا تو نے سنا تھا۔ اُس نے کہا بخدا میں نے نہیں سنا۔ میں اپنی دودھیل اونٹنی کو لئے ہوئے آرہا تھا کہ رات ہوگئی اور مجبور ہو کر ایک مقام پر صبح تک ٹھیرنے کا ارادہ کرلیا مجھے مطلق علم نہیں ہے کہ امیر نے کیا حکم دیا تھا۔ زیاد نے جواب دیا واللہ مجھے یہی گمان ہے کہ تو سچ کہتا ہے لیکن تیرے قتل کرنے ہی میں اس امت کی بہتری ہے۔ حکم دیا اور اُس کی گردن ماری گئی۔ زیاد پہلا شخص ہے جس نے احکام شاہی کو بہت شدید کر دیا۔ جس نے معاویہ کی سلطنت کو مستحکم کر دیا جس نے لوگوں کو طاعت گزاری پر مجبور کر دیا جس نے سزا دینے میں سبقت کی جس نے تلوار کو برہنہ کیا جس نے تہمت پر گرفتار کر لیا جس نے شبہہ پر سزا دیدی۔ اُس کی شاہی کے زمانہ میں لوگ اُس سے بیحد ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک کو ایک سے کچھ کھٹکا نہ رہا تھا۔ کسی شخص کی کوئی چیز گر پڑتی تو کوئی اُسے نہ چھوتا جسکا مال تھا وہی جب آتا تو اُٹھا لیتا۔ عورت اپنے گھر کا دروازہ بند کیے بغیر سو رہتی۔ ایسا اُس نے انتظام کیا جو کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اُس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں اس قدر سمائی ہوئی تھی کہ اتنی کسی کی ہیبت آج تک نہ ہوئی تھی۔ تنخواہیں اُس نے جاری کیں اور مدینہ رزق[1] تعمیر کیا۔ ایک دفعہ زیاد نے عمیر کے گھر سے گھنٹی کی آواز سنی پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا گیا کہ پاسبانی۔ کہا اسے موقوف کردیں اسلحہ سے جو مال انھوں نے حاصل کیا ہے اس میں کچھ جائیگا تو میں اُسکا ضامن ہوں۔ اُس کے ملازمین شرطہ چار ہزار تھے ان لوگوں پر سرگروہ عبداللہ بن حصین تھا جو صاحب مقبرۂ ابن حصین اور قبیلہ بنی عبید بن ثعلبہ سے تھا اور جعد بن قیس تمیمی صاحب طاق جعد تھا یہ دونوں اہل شرطہ کے سردار تھے ایک دن یہ دونوں حربے ہاتھ میں لیے ہوئے زیاد کی اردلی میں اُس کے آگے آگے چل رہے تھے کہ دونوں میں نزاع ہوگئی۔ زیاد نے کہا او جعد یہ ہاتھ سے ڈال دے اُس نے ڈال دیا جب سے لیکر زیاد کے مرنے تک ابن حصین اس عہدہ پر باقی رہا۔ کہا گیا ہے کہ بدکار و بد اطوار لوگوں کے امور پر زیاد نے جعد کو مقرر کیا وہ ایسے ہی لوگوں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔

[1] محکمہ تقسیم ارزاق اتنا بڑا تھا کہ ایک شہر معلوم ہوتا تھا۔ مترجم

زیاد سے کسی نے کہا کہ راہیں پرخطر ہیں اُس نے جواب دیا کہ بصرہ میں پہنچنے کے سوا مجھے کسی بات کی فکر نہیں ہے بصرہ پر میں غلبہ حاصل کر لوں اور انتظام کر دوں یہ چاہتا ہوں۔ اگر اہل بصرہ مجھ پر غالب ہو گئے تو اور شہروں کے لوگ تو زیادہ تر غالب ہو جائیں گے۔ بصرہ کا انتظام جب کر چکا تو اور بھی جہاں تک اُس سے ہو سکا مستحکم کر دیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہاں سے لیکر خراسان تک ایک ڈوری کسی کی جاتی رہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے چرالی ہے۔

اُس نے مشائخ بصرہ کے پانسو نام لکھے جو اُسکی صحبت میں تھے اور تین سو سے پانسو تک اُن کا ذریعہ کفاف معین کر دیا۔ اس پر حارثہ بن بدر نے اُس کی شان میں قصیدہ لکھا۔

زیاد نے اصحاب نبیؐ میں سے چند شخصوں کو اپنے ساتھ شریک کیا ان حضرات میں سے عمران بن حصین خزاعی کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا حکم بن عمرو غفاری کو والی خراسان کر دیا۔ انھیں لوگوں میں سمرہ بن جندب و انس بن مالک و عبدالرحمن بن سمرہ کا بھی نام ہے۔ عمران نے اپنی خدمت سے استعفا دیا زیاد نے قبول کر لیا اور عبداللہ بن فضالہ لیثی کو پھر اُن کے بھائی عاصم بن فضالہ کو پھر زرارہ بن اوفی جرشی کو قاضی مقرر کیا اور زرارہ کی بہن لبابہ زیاد کے پاس تھی۔

زیاد پہلا شخص ہے جسکے آگے آگے حربے اور ڈنڈے ہاتھوں میں لئے ہوئے سپاہی دوڑا کرتے تھے۔ اُس نے پانسو سپاہی پہرہ پر مقرر کئے تھے کہ وہ مسجد کو چھوڑ کر کہیں جا سکتے نہ تھے۔ شیبان جو صاحب مقبرہ شیبان اور قبیلۂ بنی سعد سے ہے اُن کا سردار تھا۔

زیاد نے خراسان کے چار صوبے کر دیئے تھے۔ مرو پر اُمیر بن احمر یشکری کو۔ ابر شہر پر خلید بن عبداللہ حنفی کو۔ مرورود و فاریاب و طالقان پر قیس بن ہیثم کو۔ ہرات و بادغیس و فارس و بوشنج پر نافع بن خالد طاحی کو مقرر کیا تھا۔

ایک دفعہ نافع پر زیاد نے عتاب کیا قید کر لیا اور ایک لاکھ کوئی کہتا ہے آٹھ لاکھ کا جرمانہ اُسکے نام پر لکھا۔ سبب یہ ہوا کہ زیاد کے پاس فادزہر کا بنا ہوا ایک خوانچہ کسی نے بھیجا تھا اُس کے چاروں پائے بھی فادزہر کے تھے۔ نافع نے ایک پایہ اُس کا نکال کر

سونے کا پایہ لگا دیا خوانچہ اپنے غلام کے ہاتھ زیاد کے پاس روانہ کیا اُس کا نام زید تھا یہ نافع کے تمام امور میں بہت دخیل تھا اُس نے زیاد سے نافع کی سعایت کی اُس سے کہہ دیا کہ نافع نے آپ کے ساتھ خیانت کی ہے خوانچہ کا ایک پایہ نکال کر اُسکی جگہ سونے کا پایہ لگا دیا ہے۔

چند شخص بزرگان ازد میں سے جن میں سیف بن وہب معولی شریف قوم تھا زیاد کے پاس آئے وہ مسواک کر رہا تھا سیف نے یہ شعر پڑھا۔

اِذکُر بنا موقف افراسنا۔ بالحنو اذ انتَ الینا فقیر۔

یعنی مقام حِنو میں گھوڑوں کو روک کر ہمارا ٹھہر جانا ذرا یاد کر۔ جبکہ تجھے اس بات کی ضرورت تھی۔ صبرہ نے ایک زمانے میں زیاد کو پناہ دی تھی اس شعر میں وہی بات زیاد کو یاد دلائی ہے۔ زیاد نے کہا ہاں یعنی مجھے یاد ہے اور اپنا حکمنامہ منگوا کر مسواک سے جرمانہ کو مٹا دیا اور نافع کو قید سے رہا کیا۔

پھر زیاد نے نافع و خلید و اُمیر کو معزول کر کے حکم بن عمرو بن مخدوج بن ثعیلہ کو حاکم مقرر کیا ثعیلہ غفار کا بھائی تھا لیکن یہ لوگ بہت کم تھے اس سبب سے سب غفاری کہلانے ہیں۔

زیاد نے اپنے حاجب کو یہ حکم دیا تھا کہ حکم کو بلائے مطلب یہ تھا کہ حکم بن ابی العاص ثقفی کو بلائے حاجب باہر آیا تو حکم بن عمرو غفاری کو دیکھا وہ ان کو لیکر زیاد کے پاس آیا زیاد دیکھتے ہی کہنے لگا یہ شخص صاحب شرف ہے رسول اللہ صلعم کی صحبت سے مشرف ہو چکا ہے اور اُن کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا پھر اُن سے کہا کہ تمھیں اس عہدہ پر سرفراز کرنے کا میرا ارادہ نہ تھا لیکن خدائے عزوجل کو یہی منظور تھا۔

حکم بن عمرو غفاری کے ساتھ زیاد نے کچھ لوگوں کو اضلاع پر مقرر کیا اور حکم کی اطاعت کرنے کو سب سے کہدیا یہ سب لوگ تحصیل خراج کا کام کرتے تھے یعنی اسلم بن زرعہ۔ خلید بن عبد اللہ حنفی۔ نافع بن خالد طائی۔ ربیعہ بن عسل یربوعی۔ اُمیر بن احمر یشکری۔ حاتم بن نعمان باہلی۔

حکم بن عمرو نے طخارستان میں جہاد کیا غنیمت میں مال خطیر حاصل ہوا اس کے بعد اُنھوں نے انتقال کیا مرتے وقت انس بن ابی اناس بن زنیم کو اپنا خلیفہ کیا اور زیاد کو

لکھ بھیجا کہ میں نے اُس شخص کو خدا کے لئے اور مسلمانوں کے لئے اور تمھارے لئے انتخاب کیا۔ زیاد نے یہ دیکھکر کہا خداوندا میں اس شخص کو نہ تیرے دین کے لئے نہ مسلمانوں کے لئے نہ اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور خلید کے نام پر ولایت خراسان کا فرمان لکھ بھیجا۔ اس کے بعد ربیع بن زیاد حارثی کو پچاس ہزار کی سپاہ کے ساتھ خراسان روانہ کیا ان میں پچیس ہزار بصرہ کے لوگ تھے ربیع ان کا سردار تھا پچیس ہزار کوفہ کے تھے اور عبداللہ بن ابی عقیل ان کا سردار تھا اور سب کے سب ربیع بن زیاد کے ماتحت تھے۔

مروان بن حکم والی مدینہ نے اس سال امارۃ حج کی اور باقی حکام وعمال اس سال وہی لوگ تمام شہروں میں تھے جن کا ذکر گزر چکا۔ مغیرہ بن شعبہ کوفہ کے امیر اور شریح قاضی تھے زیاد والی بصرہ تھا اور عمال وہی جن کا ذکر گزرا۔ اور اسی سال عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔

۴۶ھ شروع ہوا

اس سال مالک بن عبیداللہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا عبدالرحمٰن بن خالد ومالک بن ہبیرہ سکونی کا نام بھی لیا گیا ہے۔

اس سال عبدالرحمٰن بن خالد زمین روم سے حمص کی طرف واپس آئے ابن اثال نصرانی نے شربت میں زہر ملاکر انھیں دیدیا کہا گیا ہے کہ انھوں نے وہ شربت پی لیا اُسی زہر میں اُن کا کام تمام ہو گیا۔

سبب اُسکا یہ ہوا کہ ملک شام میں عبدالرحمٰن بن خالد کی شان بہت بڑھ گئی تھی لوگ یہاں کے دل سے اُن کی طرف مائل تھے اُن کے والد خالد بن ولید کے آثار لوگوں کے پاس موجود تھے دوسرے زمین روم میں مسلمانوں کے لئے اُن کی جفاکشی اُنکا رعب ودبدبہ تھا معاویہ تک کو اُن سے خوف ہو گیا کہ اُن کے سبب سے ضرر نہ پہنچے اسی خیال سے معاویہ نے ابن اُثال کو حکم دیا کہ اُن کے قتل کا کوئی حیلہ نکالے اور اس بات کی ضمانت کر لی کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو عمر بھر کے لئے خراج اُسے معاف ہو جائے گا اور حمص کے خراج کی تحصیل اُس کے متعلق کر دی جائے گی۔ ابن اُثال نے اپنے کسی غلام کے ہاتھ عبدالرحمٰن کے پاس زہر ملا ہوا شربت بھیجا وہ پیکر حمص میں مر گئے۔ معاویہ نے نصرانی سے جو جو وعدے کئے تھے پورے کر دیئے خراج اُسے معاف ہو گیا اور حمص کی تحصیل

اُس کے متعلق ہوگئی۔ عبد الرحمٰن کا بیٹا خالد مدینہ میں جو آیا تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات کی سلام کیا تو عروہ نے کہا تم کون ہو کہا خالد بن عبد الرحمٰن عروہ نے طنز سے کہا کہو ابن اُثال کی کیا خبر ہے خالد اُسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا سیدھا حمص میں پہنچا اور ابن اُثال کی کمین میں رہنے لگا دیکھا ایک دن وہ سوار جا رہا ہے خالد نے بڑھکر روکا اور تلوار کا وار کرکے اُسے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر معاویہ کو ہوئی تو کچھ دنوں خالد کو قید کر لیا اور اُس سے خون بہا لینے کا حکم دیا مگر اُس کے عوض میں قتل نہیں کیا۔ اب خالد پھر مدینہ آیا اور عروہ سے ملا اور اُسے سلام کیا عروہ نے کہا کہو ابن اُثال کی کیا خبر ہے خالد نے کہا ابن اثال کی طرف سے تو میں نے تم کو بے فکر کر دیا لیکن تم تو بتاؤ کہ ابن جرموز کی کیا خبر ہے عروہ نے جواب میں سکوت کیا۔

اس سال خطیم و سہم بن غالب ہجیمی نے خروج کیا اور تحکیم[1] کرتے رہے۔ سبب یہ ہوا کہ زیاد کو جب حکومت حاصل ہوئی تو سہم بن غالب اور خطیم پر جسکا نام یزید بن مالک باہلی ہے خوف و ہراس کا غلبہ ہوا سہم نے تو یہ کیا کہ اہواز کی طرف چلا گیا اور بغاوت کی اور تحکیم کرتا رہا پھر واپس آیا اور چھپ کر امان کا طالب ہوا زیاد نے امان اُسے نہ دی اُس کو ڈھونڈھ نکالا گرفتار کیا قتل کیا اپنے دروازہ پر سولی پر چڑھا دیا خطیم کو زیاد ہی نے بحرین کی طرف نکلوا دیا تھا پھر آنے کی اجازت دی وہ آیا تو اُس سے کہا کہ اپنے شہر کے باہر کبھی نہ جانا اور مسلم بن عمرو سے کہا کہ تم اس کے ضامن ہو مسلم نے ضمانت سے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہاں اگر یہ اپنے گھر کے باہر کہیں رات کو رہیگا تو میں آپ کو خبر کر دوں گا۔ اس کے بعد مسلم نے زیاد کو آکر خبر دی کہ خطیم آج رات کو اپنے گھر میں نہ تھا زیاد نے قتل کا حکم دیا قتل کیا گیا اور باہلہ میں پھینکدیا گیا۔

اس سال عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا حکام و عمال وہی رہے جو سال گذشتہ میں تھے۔

۴۷ھ شروع ہوا

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم میں اور ابو عبد الرحمٰن قینی نے انطاکیہ میں جاڑا بسر کیا۔

اس سال عبد اللہ بن عمرو بن عاص ولایت مصر سے معزول ہوئے اور معاویہ بن حدیج کو

[1] خوارج کا ایک فرقہ محکمہ ہے لاحکم الا للہ انکا شعار تھا۔

ولایت مصر حاصل ہوئی واقدی کا بیان ہے کہ انھوں نے مصر سے مغرب کا رخ کیا اور ابن حدیج عثمانی تھے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر اور ابن حدیج سے جبکہ وہ اسکندریہ سے آرہے تھے ملاقات ہوگئی عبدالرحمن نے کہا اے ابن حدیج تم کو معاویہ سے خدمت کا صلہ مل گیا۔ تم نے محمد بن ابی بکر کو اسی لیے تو قتل کیا تھا کہ مصر کی حکومت مل جائے لوٹ گئی۔ ابن حدیج نے کہا کہ محمد بن ابی بکر نے عثمان کے ساتھ جو بدسلوکی کی تھی محض اس لیے میں نے اُن کو قتل کیا۔ اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا اگر تم عثمان کے خون ہی کے طلبگار ہوتے تو معاویہ نے جو کچھ کیا اُس میں خود شریک نہ ہوجاتے۔ جب کہ عمرو عاص نے اشعری کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا کیا تو سب سے پہلے تمھیں نے اُچک کر بیعت کی۔

بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ اس سال زیاد نے حکم بن عمرو غفاری کو امیر خراسان کر کے روانہ کیا انھوں نے کوہستان غور و فراوندہ میں جنگ کی بزور شمشیر غالب آکر فتح یاب ہوئے بہت کچھ مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے۔ حکم نے واپس ہوکر مرو میں انتقال کیا اس روایت میں جو اختلاف ہے اُسے ہم انشاءاللہ آگے بیان کریں گے۔

اس سنہ میں امارۃ حج عتبہ بن ابی سفیان یا عنبسہ بن ابی سفیان نے کی عمال و حکام سب وہی رہے جو سال گذشتہ تھے۔

سنہ ۴۸ شروع ہوا

اس سال ابو عبدالرحمن قینی نے انطاکیہ میں جاڑا بسر کیا اور عبداللہ بن قیس فزاری نے گرمیوں کا جہاد کیا اور مالک بن ہبیرہ سکونی نے دریا میں جنگ کی اور عقبہ بن عامر جہنی نے اہل مصر کو ساتھ لیکر دریا میں جنگ کی اور اہل مدینہ بھی ساتھ تھے اہل مدینہ کے رئیس منذر بن زہیر تھے اور ان سب کے رئیس اعلیٰ خالد بن عبدالرحمن بن خالد بن ولید تھے۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ اسی سال زیاد نے غالب بن فضالہ لیثی کو والی خراسان مقرر کر کے روانہ کیا یہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں ہیں۔

مروان بن حکم نے اس سال لوگوں کے ساتھ حج کیا مروان کو اپنی معزولی کا اندیشہ بھی اس زمانہ میں تھا اس لیے کہ معاویہ کا عتاب ہوا تھا پہلے فدک مروان کو دے ڈالا تھا پھر لے لیا شہروں کے عمال و حکام وہی لوگ تھے جو سال گزشتہ میں تھے۔

سنہ ۴۹ھ شروع ہوا

اس سال مالک بن ہبیرہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔
فضالہ بن عُبید نے جَرَبَہ میں جنگ کی جاڑا بھی وہیں کاٹا فتح حاصل ہوئی اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔
اور عبداللہ بن کُرزہ بجلی نے گرمیوں میں چڑھائی کی۔
اور یزید بن شجرہ رہاوی نے دریا میں جنگ کی اور اہل شام کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔
اور عقبہ بن نافع نے دریا میں جنگ کی اور اہل مصر کے ساتھ جاڑا بسر کیا۔
اور یزید بن معاویہ نے روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوایوب انصاری انھیں کے ساتھ تھے۔
اسی سال مروان بن حکم کو معاویہ نے ربیع الاول میں مدینہ سے معزول کیا اور سعید بن عاص کو ربیع الاول یا ربیع الآخر میں مدینہ کا امیر کیا۔ معاویہ کی طرف سے مروان کی حکومت مدینہ میں آٹھ برس دو مہینے رہی۔ مروان کی معزولی کے وقت عبداللہ بن حارث بن نوفل مدینہ کے قاضی تھے سعید بن عاص نے انھیں معزول کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کو قاضی مقرر کیا۔
کہا گیا ہے کہ اسی سال کوفہ میں طاعون آیا مغیرہ بن شعبہ طاعون کے خوف سے بھاگ گئے تھے جب طاعون دفع ہوگیا تو کسی نے کہا اب تو کوفہ میں چلو وہ چلے آئے اور آتے ہی طاعون میں مبتلا ہوگئے اور مر گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مغیرہ کی موت سنہ ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔ اور معاویہ نے کوفہ کی امارۃ بھی زیاد کے حوالہ کر دی۔ زیاد پہلا شخص ہے جو کوفہ و بصرہ دونوں کا امیر ہوا۔
سعید بن عاص اس سال امیر حج تھے اور حکام و عمال سب وہی تھے جو سال گذشتہ تھے ہاں مغیرہ کے سال وفات میں اختلاف ہونے سے کوفہ کے عامل میں اشتباہ رہا۔

سنہ ۵۰ھ شروع ہوا

اس سال بُسر بن ابی ارطاۃ اور سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم میں جنگ کی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فضالہ بن عبید انصاری نے دریا میں جنگ کی۔
بقول واقدی و مدائنی مغیرہ کی موت اسی سال واقع ہوئی کہتے ہیں کہ مغیرہ دراز قد تھے

ایک آنکھ اُن کی یرموک میں جاتی رہی تھی ستر برس کے سن میں شعبان ۵۰ھ اور بعض کا قول ہے ۵۱ھ میں وفات پائی۔ زیاد سمرہ بن جندب کو بصرہ میں اپنی جگہ چھوڑ کر خود کوفہ میں چلا آیا۔ چھ مہینے کوفہ میں رہا کرتا تھا چھ مہینے بصرہ میں۔

جب کوفہ میں آیا تو منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کی پھر کہا کہ میں بصرہ میں تھا جو مجھے یہ خدمت ملی میں نے ارادہ کیا کہ بصرہ کے اہل شرطہ میں سے دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ یہاں آؤں پھر مجھے خیال آگیا کہ تم لوگ اہل حق ہو تمھارے حق نے بہت دفعہ باطل کو دفع کیا ہے اس لیئے فقط اپنے گھر والوں کو ساتھ لیئے ہوئے تمھارے پاس چلا آیا۔ الحمد للہ کہ لوگوں نے جتنا مجھے پست کیا تھا اُس خدا نے اُتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا خدا نے اُس کی حفاظت کی۔ خطبہ سے فارغ ہو چکا تھا ابھی منبر ہی پر تھا کہ اُسے لوگوں نے سنگریزے مارے اور جب تک سنگریزے آنا موقوف نہ ہوا بیٹھا ہی رہا پھر اپنے خاص لوگوں کو بلا کر حکم دیا۔ اُنھوں نے مسجد کے سب دروازوں کو روک لیا پھر کہا میں ہر شخص کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے پاس والے آدمی کو پکڑ لے ہرگز ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا میرے پاس کون بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اپنے لیئے ایک کرسی مسجد کے دروازہ پر رکھوائی۔ پھر چار چار شخصوں کو بلا کر یہ قسم لی کہ ہم میں سے کسی نے ڈھیلا نہیں مارا۔ جس نے قسم کھالی اُسے چھوڑ دیا جس نے قسم نہ کھائی اسے علیحدہ روک رکھا۔ یہ سب تیس آدمی تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہیں اسّی شخص تھے کہ اسی جگہ سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے گئے۔

شعبی کہتے ہیں ہم نے زیاد کو غلط کہتے کبھی نہیں سنا اچھی بات ہو یا بری جو وعدہ کرتا اُسے ضرور پورا ہی کر کے چھوڑتا۔ پہلے جس شخص کو اس نے کوفہ میں قتل کیا وہ اوفی بن حصن تھا۔ اُسکی کوئی بات زیاد کو معلوم ہو گئی تو اُسے طلب کیا یہ بھاگ گیا۔ زیاد نے لوگوں کا جائزہ لیا ابن حصن بھی سامنے آیا پوچھا یہ کون شخص ہے سب نے کہا اوفی بن حصن طائی۔ زیاد نے یہ مثل کہی "اتتک بحائن رجلاہ" لو اجل گرفتہ کو اُسی کے دونوں پاؤں لے کر آئے ہیں۔ اوفی نے معذرت میں کچھ شعر پڑھے زیاد نے پوچھا عثمان کے باب میں تیری کیا رائے ہے۔ اُس نے جواب دیا رسول اللہ صلعم کے داماد ہیں اُنکی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں۔ اُس نے پوچھا اچھا معاویہ کے باب میں تو کیا کہتا ہے۔ اُس نے کہا وہ

بڑے سخی و بردبار ہیں۔ کہا اچھا میرے باب میں تو کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ بصرہ میں آپ نے یہ کلمہ کہا تھا کہ واللہ میں بیمار کا مواخذہ تندرست سے اور بدنصیب کا اقبال مند سے کروں گا۔ زیاد نے کہا ہاں یہ میں نے کہا تھا۔ اُس نے کہا "انخبطتھا خبط عشواء" آپ اندھی اونٹنی کی طرح بہک گئے۔ اس پر زیاد نے یہ مثل کہی "لیس النفاخ بشر الزمرۃ" اس کی شہنائی کچھ زیادہ تو بری نہیں ہے آخر اُسے قتل کیا۔

کوفہ میں زیاد جب آیا ہے تو عمارہ بن عُقبہ بن ابی معیط نے اُس سے آکر کہا کہ عمرو بن حمق کے پاس شیعہ ابوتراب جمع ہوا کرتے ہیں۔ عمرو بن حُریث نے یہ سنکر اُس سے کہا کہ جس بات کا تجھے یقین نہیں جس کے انجام کی تجھے خبر نہیں پھر اُسے عرض کیوں کر رہا ہے۔ زیاد نے کہا تم دونوں خطا پر ہو۔ تو نے تو علانیہ یہ تذکرہ مجھ سے کیا اور عمرو نے تیرے کلام پر اعتراض کر دیا۔ اب تم دونوں عمرو بن حمق کے پاس جا کر کہو کہ تمھارے پاس یہ کیسا مجمع رہا کرتا ہے۔ کوئی تم سے بات کرنا چاہے یا تم کسی سے بات کرنا چاہو تو مسجد میں کیا کرو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس شخص نے عمرو بن حمق کی نسبت زیاد سے یہ بات کہی اور یہ بھی کہا کہ اُس نے دونوں شہروں کو ہلاک کر رکھا ہے وہ یزید بن رُویم تھا۔ اسی بات پر عمرو بن حریث نے طعن سے کہا کہ کبھی اُس نے اپنے نفع کی ایسی حرص نہ کی تھی جیسی آج کی ہے۔ یہ سنکر زیاد نے یزید بن رویم سے کہا کہ تو نے اُسکا خون ہدر کر دیا تھا لیکن عمرو نے بچا لیا اگر میں جانتا کہ میرے بغض میں اُسکا مغز استخواں پگھل رہا ہے اس پر بھی میں اس کو نہ چھیڑتا جبتک کہ وہ مجھ پر خروج نہ کرتا۔

زیاد کو اہل کوفہ نے جب سنگریزے مارے ہیں تو اُس نے مقصورہ مسجد میں بیٹھنا اختیار کیا۔ بصرہ میں اُسکی جگہ پر سمرہ بن جندب تھے۔

ایک شخص نے انس بن سیرین سے سوال کیا کہ سمرہ نے بھی کیا کسی کو قتل کیا اسکا جواب اُنھوں نے یہ دیا کہ سمرہ نے جتنے لوگوں کو قتل کیا ہے اُنکا کیا شمار بھی ہو سکتا ہے۔ زیاد سمرہ کو اپنا جانشین کر کے کوفہ میں چلا آیا جب واپس گیا ہے تو سمرہ آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر چکے تھے۔ زیاد نے پوچھا کہ تمھیں اسکا اندیشہ تو نہیں ہے کہ کسی کو بےگناہ قتل کیا ہو۔ جواب دیا اگر اتنے ہی اور میں قتل کرتا جب بھی مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا۔

ابو سوار عدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے میری قوم کے لوگوں میں سے فقط ایکدن صبح کے وقت سینتالیس آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ سب کے سب جامع قرآن تھے۔

سمرہ شہر سے باہر جا رہے تھے بنی اسد کے محلہ تک جب سواری پہنچی تو کسی گلی سے ایک شخص نکل آیا، وہ اُدھر سے اُسکی اردلی کے سوار آپڑے ایک سوار نے بڑھکر اُسے برچھی ماری سوار جب نکل گئے اور سمرہ اُس مقام تک پہنچا تو اُسے خاک و خون میں لوٹتے دیکھا پوچھنے لگے یہ کیا ماجرا ہے کسی نے کہا آپ کی سواری کے لوگوں نے یہ کیا۔ سمرہ نے کہا تم لوگ جب سنا کرو کہ ہم سوار ہوئے ہیں تو ہماری برچھیوں سے حذر کیا کرو۔

قریب اور زحاف نے جب[1] خروج کیا ہے تو زیاد کوفہ میں تھا اور سمرہ بصرہ میں۔ یہ لوگ پہلے بنی یشکر میں آئے یہاں ستر آدمی تھے اور یہ واقعہ رمضان کا ہے اس کے بعد سب کے سب بنی ضبیعہ میں آئے یہاں بھی ستر آدمی تھے۔ ایک بوڑھا آدمی جسکا ان کو ملا انہیں دیکھتے ہی اُس نے پکار کر کہا آؤ ابو شعثاء آؤ۔ یہ لوگ بڈھے کو قتل کر کے ازد کی مسجدوں میں متفرق ہو گئے اور ایک فرقہ ان میں سے صحن بنی علی میں چلا آیا اور ایک فرقہ مسجد معاول میں گیا۔ سیف بن وہب اپنے رفیقوں کو ساتھ لیکر اُن لوگوں سے لڑنے کو نکل آیا اور جو شخص اُس کے سامنے آیا اُسے قتل کیا۔ بنی علی و بنی راسب کے چند نوجوان قریب و زحاف سے لڑنے کو نکلے اور اُن کو تیر مارے۔ قریب نے پوچھا کیا تم لوگوں میں عبداللہ بن اوس طاحی بھی ہے اور یہ اُسے تیر مار رہا تھا۔ جواب دیا کہ ہاں ہے۔ قریب نے کہا هَلُمَّ اِلَی البِرَاز مقابلہ میں آئے۔ عبداللہ نے نکل کر اُسے قتل کیا اور سر کاٹ لایا۔ زیاد نے کوفہ سے آکر عبداللہ کو سرزنش کی اور کہا اے گروہ طاحیہ اگر تم نے ان لوگوں سے جنگ نہ کی ہوتی تو میں تم سب کو قیدخانہ میں بھیجدیتا۔

قریب بنی ایاد سے تھا اور زحاف بنی طے سے اور دونوں خالہ زاد بھائی تھے اہل نہروان کے بعد جن جن لوگوں نے خروج کیا ہے یہ دونوں اُن سب میں اول ہیں۔ ابو بلال نے کہا ہے کہ "خدا قریب کو قریب نہ آنے دے۔ واللہ آسمان پر سے گر پڑنا میرے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ اُنکی سی حرکتیں کروں"، غرضکہ ملامت اُسے بنا مقصود تھا۔

---

[1] بصرہ میں ان دونوں نے خروج کیا تھا۔ ابن اثیر

قریب و زحاف کے قتل ہو جانے کے بعد زیاد نے اس فرقۂ حروریہ کے قتل و استیصال میں بہت سختی کی اور بصرہ سے کوفہ میں جب آنے لگا تو سمرہ کو اس باب میں تاکید کر دی۔ سمرہ نے بھی ان لوگوں میں سے ایک خلق کثیر کو قتل کیا۔ ایک دفعہ زیاد نے منبر پر کہا کہ اے اہل بصرہ ان لوگوں کے دفع کرنے کی زحمت تمھیں اپنے سر لو نہیں تو واللہ میں پہلے تمھیں کو قتل کرنا شروع کروں گا۔ قسم بخدا اگر ایک شخص بھی ان میں کا بچکر نکل گیا تو اس سال تمھارے عطیات و جرایات میں سے ایک درہم بھی تم کو نہ ملیگا۔ یہ سنکر تمام خلق حروریہ کے قتل پر آمادہ ہوگئی اور وہ سب کے سب مارے گئے۔

اس سال معاویہ نے حکم دیا کہ منبر رسول اللہ ؐ کو اٹھا کر شام میں لے جائیں۔ منبر کو ذرا جنبش دی تھی کہ آفتاب میں گہن لگ گیا ایسا کہ دن کو تارے نکل آئے۔ معاویہ کے اس حکم کو سب لوگ ایک امر عظیم سمجھے۔ اس پر معاویہ نے کہا کہ میرا یہ ارادہ نہ تھا کہ منبر اُٹھایا جائے اندیشہ مجھے یہ ہوا کہ دیمک لگ گئی ہوگی اس لئے میں نے خود دیکھ لیا۔ پھر اسی دن منبر پر پوشش ڈال دی۔

خود معاویہ نے بیان کیا کہ میری رائے یہ تھی کہ رسول اللہ ؐ کے منبر اور عصا کو مدینہ میں نہ چھوڑنا چاہئیے وہاں کے لوگ امیر المومنین عثمان کے قاتل اور دشمن ہیں جب معاویہ کا مدینہ میں ورود ہوا تو عصائے مبارک سعد قرظ کے پاس تھا اُن سے معاویہ نے منگوا بھیجا ابوہریرہ اور جابر بن عبد اللہ یہ سنکر معاویہ کے پاس آئے اور کہا اے امیر المومنین خدا کے واسطے ایسا نہ کیجئے یہ بات مناسب نہیں کہ جس جگہ رسول اللہ ؐ نے خود منبر کو رکھ دیا ہے وہاں سے آپ اٹھا کر منبر کو اور عصا کو شام میں لے جائیں پھر مسجد کو بھی یہاں سے لے جائیے آخر معاویہ نے یہ ارادہ ترک کیا اور منبر میں چھ زینے اور بڑھا دیئے۔ اس زمانہ میں منبر رسول اللہ ؐ آٹھ زینوں کا ہے۔ اور اس باب میں معاویہ نے لوگوں سے بہت معذرت کی۔

پھر عبد الملک نے اپنے عہد میں منبر کے اٹھا لانے کا قصد کیا قبیصہ بن ذویب نے کہا خدا کے واسطے ایسا نہ کیجئے منبر کو اُسکی جگہ سے نہ اُٹھائیے امیر المومنین معاویہ نے ذرا اسے سرکایا تھا کہ آفتاب میں گہن لگ گیا رسول اللہ ؐ فرماتے ہیں کہ میرے منبر پر جو کوئی جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے اسی منبر کے پاس اہل مدینہ کے

حقوق کا قطعی فیصلہ ہوا کرتا ہے اور آپ اُسے مدینہ سے لے جانا چاہتے ہیں۔ آخر عبدالملک نے یہ خیال دل سے نکال ڈالا پھر کبھی اُسکا ذکر نہ کیا۔

پھر ولید کا زمانہ آیا تو اُس نے بھی جس سال حج کیا یہی ارادہ آ لیا اور کہا کہ میں تو اس بات کو کر ہی گزروں گا۔ یہ دیکھکر سعید بن المسیب نے عمر بن عبدالعزیز سے کہلا بھیجا کہ ذرا ولید کو سمجھاؤ کہ خدا سے ڈرے اُسے ناراض نہ کرے غرض عمر بن عبدالعزیز کے کہنے سے ولید اس کام سے باز آیا پھر اسکا ذکر نہ کیا۔

جس سال سلیمان بن عبدالملک حج کو آیا تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سب باتوں کا ذکر کیا کہ ولید نے ایسا ارادہ کیا تھا اور سعید بن المسیب نے یہ کہلا بھیجا سلیمان نے یہ سنکر کہا کہ امیرالمومنین عبدالملک اور ولید کی اس بات کا ذکر کرنا ہی مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ہم کو اس بات کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دنیا کو تو ہم لے چکے وہ تو ہمارے قبضہ میں ہے۔ پھر یہ بھی ارادہ کریں کہ اسلام کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی کو جسکی زیارت کو لوگ آیا کرتے ہیں اُٹھا کر اپنے پاس لے جائیں یہ کسی طرح مناسب نہیں۔

معاویہ بن ابی سفیان نے عقبہ بن نافع فہری کو افریقیہ کی طرف روانہ کیا تھا عقبہ نے اُسے فتح کیا اور شہر قیروان کی بنا ڈالی اس مقام پر درندے جانوروں اور سانپوں سے بھرا ہوا ایسا جنگل تھا کہ وہاں جانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی عقبہ نے ان جانوروں کے لیئے بددعا کی سب کے سب وہاں سے بھاگ گئے۔ درندے اپنے بچوں کو منھ میں اُٹھائے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ عقبہ نے پکار کر کہا کہ اب ہم لوگ یہاں آگئے ہیں تم سب غول کے غول متفرق ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی سوراخوں سے نکل نکل کر سب بھاگے۔ ایک شخص اسی لشکر کا جو عقبہ کے ساتھ وہاں گیا تھا کہتا ہے کہ عقبہ سب سے پہلے شخص ہیں جس نے قیروان کی بنا ڈالی لوگوں کو رہنے اور گھر بنانے کے لیئے زمینیں دیں اور وہاں کی مسجد اُنھیں نے بنوائی اُن کے معزول ہونے تک ہم سب اُن کے ساتھ رہے عقبہ بہترین حکام و امرا میں تھے۔

معاویہ نے اسی سال یعنی ۵۰ھ میں معاویہ بن حدیج کو مصر سے اور عقبہ بن نافع کو افریقیہ سے معزول کیا اور مسلمہ بن مخلد کو مصر اور تمام ملک مغرب کا فرمان روا کر دیا۔ یہ پہلے شخص ہیں جن کے زیر حکم ملک مصر اور تمام مغرب و برقہ و افریقیہ و طرابلس تھا۔

سلمہ نے اپنے غلام ابو المہاجر کو والی افریقیہ مقرر کیا عتبہ کو معزول کردیا اور اُن کے اختیارات کو برطرف کیا۔ اب سے لیکر معاویہ کی وفات تک والی مصر و مغرب سلمہ اور والی افریقیہ اُن کی طرف سے ابو المہاجر رہا۔

اسی سال ابو موسی اشعری نے وفات پائی یہ بھی روایت ہے کہ ۵۲ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔

بعض کہتے ہیں اس سال لوگوں کے ساتھ معاویہ نے حج کیا بعض یزید بن معاویہ کا نام لیتے ہیں۔

والی مدینہ اس سال سعید بن عاص اور بصرہ و کوفہ و مشرق و سجستان و فارس و سندھ و ہند کا حاکم زیاد تھا۔

اسی سال زیاد نے فرزدق کے حاضر کرنے کا حکم دیا بنی نہشل و فقیم نے اس کی نالش کی تھی اور یہ بھاگ کر سعید بن عاص والی مدینہ کے پاس چلا گیا سعید نے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا۔

سبب اسکا خود فرزدق نے بیان کیا ہے کہ میں نے اشہب بن رُمیلہ اور بعیث کی ہجو کہی تھی وہ دونوں رسوا ہوگئے اس پر بنی نہشل و بنی فقیم نے زیاد سے میری فریاد کی بعض لوگ کہتے ہیں یزید بن مسعود نہشلی نے بھی فریاد کی پہلے زیاد نہ سمجھا کہ یہ کس کی شکایت کر رہے ہیں لوگوں نے پتا دیا کہ وہی بدوی لڑکا جسکے روپے اور کپڑے سب لٹ گئے تھے تو زیاد سمجھا۔ فرزدق کہتا ہے میرے باپ غالب نے اپنے اونٹوں اور دنبوں کے ریوڑ کے ساتھ مجھ کو بھیجا تھا کہ اُسے بیچ کر غلہ خریدوں اور اُن کے اہل و عیال کے لیئے کپڑا مول لوں میں نے بصرہ میں آکر سب دنبے بیچ ڈالے اُس کی قیمت لیکر اپنے ایک کپڑے میں باندھ لی۔ اُسے سنبھالے ہوئے تھا کہ ایک شخص جیسے بھوت مجھے ملا اور کہنے لگا مجھے تو اس مال پر بڑا بھروسا ہے۔ میں نے کہا مانع کون ہے۔ وہ بولا اگر تمھاری جگہ ایک شخص ہوتا جسے میں جانتا ہوں اُس سے اتنا صبر کبھی نہو سکتا میں نے پوچھا وہ شخص کون اُس نے کہا غالب بن صعصعہ ۔ میں نے یہ سنکر مقام مربد کے لوگوں کو پکارا اور سب روپے اُن کے آگے پھینک دیئے اور کہا کہ لے لو۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا ابن غالب اپنی چادر بھی ڈال دے میں نے چادر بھی ڈال دی

دوسرا بولا اپنا قمیص بھی اتار دے ۔ میں نے قمیص بھی دیدیا ۔ ایک اور شخص پکارا اپنا عمامہ بھی لا ۔ میں نے عمامہ بھی اتار دیا ۔ اب میرے جسم پر تہمت کے سوا کچھ نہ رہا ۔ اُن لوگوں نے کہا تہمت بھی ادھر پھینک ۔ میں نے کہا تہمت تو میں نہیں دونگا ۔ تم کو تہمت دیکر ننگا پھروں دیوانہ میں نہیں ہوں ۔ یہ خبر زیاد کو پہنچی اُس نے سوار دوڑائے کہ مجھے اس کے پاس لے جائیں ۔ اتنے میں بنی ہجیم کا ایک شخص گھوڑے پر سوار میرے پاس آکر کہنے لگا ۔ کہ تجھ پر دوڑ آرہی ہے بھاگ اور اُس نے اپنے پیچھے مجھے بٹھالیا اور ایڑ لگاتا رہا یہاں تک کہ نظروں سے چھپ گیا ۔ زیاد کے سوار جب پہنچے کہ میں آگے جا چکا تھا ۔ زیاد نے ذہیل بن صعصعہ اور زعاف بن صعصعہ میرے دونوں چچاؤں کو گرفتار کرلیا اور یہ دونوں دفتر میں تھے دو دو ہزار پاتے تھے اور زیاد کے ساتھ رہتے تھے اُس نے اُن کو قید کرلیا ۔ یہ سن کر میں نے انسے کہلا بھیجا ۔ کہ آپ کہیں تو میں آپ کے پاس چلا آؤں ۔ انھوں نے میرے پاس یہ پیغام بھیجا کہ ادھر نہ آنا کوئی اور نہیں یہ زیاد ہے ۔ ہمارا یہ کیا کرے گا ہم نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے ۔ کچھ دنوں قید رہے پھر لوگوں نے زیاد سے اُن کی سفارش کی کہ دونوں سال خوردہ تابع فرمان طاعتگزار ہیں ایک بدوی لڑکے کی خطا سے وہ گناہ کار نہیں ہوسکتے زیاد نے انھیں رہا کردیا ۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمھارے باپ نے جس قدر غلہ اور کپڑا منگایا ہو ہمیں بتاؤ ۔ میں نے سب کہہ دیا اور وہ جاکر سب چیزیں مول لے آئے ۔ میں ان چیزوں کو ساتھ لیکر وہاں سے چلا اور غالب کے پاس پہنچا ۔ میری ساری کیفیت انھیں معلوم ہوچکی تھی مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم نے کیا کیا میں نے سب حال بیان کردیا ۔ یہ سن کر بولے بے شک تیرے احسانات ایسے ہی ہونے چاہئیں اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا ۔ جب سے زیاد کے دل میں انکی طرف سے کدورت تھی ۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابھی فرزدق شعر نہیں کہتا تھا کہ احنف بن قیس اور جاریہ بن قدامہ بنی ربیعہ میں سے اور جون بن قتادہ عبشمی اور حُتات بن یزید بنی مجاشع میں سے معاویہ بن ابی سفیان کے پاس انعام کی امید میں حاضر ہوئے معاویہ نے ہر ایک شخص کو ایک ایک لاکھ عطا کئے اور حُتات کو ستر ہزار دیئے یہ لوگ رخصت ہوکر چلے راہ میں ایک نے دوسرے سے پوچھا سب نے اپنے اپنے انعام کی مقدار بیان کردی سب کو معلوم ہوا کہ حتات کو ستر ہی ہزار ملے ہیں ۔ یہ وہیں سے پلٹا اور معاویہ کے پاس پھر پہنچا ۔ معاویہ نے پوچھا اے ابا منازل

پلٹ کیوں آئے۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ نے بنی تمیم میں مجھے ذلیل کیا۔ کیا میں معزز خاندان سے نہیں ہوں۔ کیا میں معمر نہیں ہوں۔ کیا میں اپنے قبیلہ کا رئیس نہیں ہوں۔ معاویہ نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ اس نے کہا پھر آپ نے اور سب کو چھوڑ کر میرے ساتھ خست کیوں کی۔ معاویہ نے کہا اُن لوگوں کو روپیہ دیکر اُن کا ایمان میں نے مول لے لیا۔ اور تم کو تمہارے ایمان پر رہنے دیا اور تمہارے اعتقاد پر جو عثمان بن عفان کے ساتھ تم کو ہے۔ اور یہ شخص عثمانی تھا۔ حُتات نے کہا مجھسے بھی مول لے لیجیے۔ معاویہ نے اسکے لئے بھی انعام پورا کر دینے کا حکم دیدیا۔ جب لوگوں نے اس باب میں معاویہ پر طعن کی تو اُس کا باقی انعام موقوف رکھا۔ اس بات پر فرزدق نے معاویہ کی شکایت اور اپنی مفاخرت میں ایک قصیدہ کہا۔ اس پر معاویہ نے حتات کے متعلقین[1] کو وہ تیس ہزار دلوا دیئے اس قصیدہ نے بھی زیاد کو فرزدق سے برافروختہ کر دیا۔

جب نہشل و فقیم نے اُس پر نالش کی تو زیاد اور بھی برافروختہ ہوا اور اُس کے درپے ہو گیا یہ بھاگ کر عیسیٰ بن خُصیلہ بہزی کے پاس رات کو آیا اور کہا اے ابو خصیلہ اس شخص سے میں ہراساں ہوں اور میرے دوستوں نے اور جن جن سے مجھے امید تھی سب نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ مجھے چھپا رکھو۔ ابو خصیلہ نے کہا وحبابک تمہارے لیئے جگہ کی کمی نہیں ہے۔ فرزدق تین دن یہاں رہا۔ پھر کہنے لگا میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ شام چلا جاؤں۔ ابو خصیلہ نے کہا جب تک جی چاہے میرے پاس رہو تمہارے لیئے آسائش و کشائش ہے۔ اگر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو یہ ناقہ ارحبیہ میں تمھیں دیتا ہوں۔ فرزدق ایک دن بعد سوار ہوا۔ عیسیٰ نے اُسکے پہنچانے کے لئے کسی کو ساتھ کر دیا یہاں تک کہ وہ آبادی سے باہر نکل گیا جب صبح ہوئی تو تین دن کی راہ طے ہو چکی تھی۔ اُسوقت فرزدق نے عیسیٰ کی مدح میں کچھ شعر کہے وہ ایک طولانی قصیدہ ہے۔ زیاد کو خبر ہوئی کہ فرزدق نکل گیا۔ اُس نے علی بن زہدم بن فقیم کو اسکی تلاش میں روانہ کیا۔ وہ بنت مرار ایک نصرانیہ کے گھر میں اُسے ڈھونڈھنے آیا۔ یہ عورت بنی قیس بن ثعلبہ کی میدان کاظمہ میں خیمہ زن تھی۔ اُس نے فرزدق کو ڈیرے کے ایک جانب سے نکال دیا

[1] حتات مر چکا تھا۔

ابن زیدم اُسے نہ پا سکا۔ اس پر یہ بھی فرزدق نے دو شعر کہے۔ "کہ تو بنت مرار کے یہاں مجھے کیا ڈھونڈھتا ہے مجھے صحراؤں کے میدانوں میں ڈھونڈھ"۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نصرانیہ کا نام ربیعہ تھا مرار بن سلامہ عجلی کی بیٹی اور ابو النجم شاعر کی ماں تھی۔ یہاں سے فرزدق روحا میں پہنچا اور بکر بن وائل میں اُترا۔ ان لوگوں کی مہمان نوازی پر اُس نے بہت سے قصیدے کہے ہیں۔ اب فرزدق نے یہ شیوہ اختیار کیا کہ جب زیاد بصرہ میں ہوتا تو یہ کوفہ میں چلا آتا وہ کوفہ میں آتا تو یہ بصرہ میں چلا جاتا۔ زیاد کو یہ حال بھی معلوم ہو گیا۔ اُس نے عامل کوفہ عبدالرحمن بن عبید کو لکھ بھیجا کہ وحشی شاعر ویرانوں میں چرتا پھرتا ہے جہاں انسانوں کو دیکھتا ہے بھڑک کر دوسرے میدانوں میں جا کے چرتا ہے۔ جب تک اُسے پکڑ نہ پاؤ اس کی تلاش سے باز نہ آنا فرزدق کہتا ہے اب میری تلاش میں بہت اہتمام ہونے لگا۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو شخص مجھے پناہ دیتا تھا وہی اپنے گھر سے نکال دیتا تھا۔ دنیا میں کہیں میرا ٹھکانہ نہ رہا۔ میں اپنا سر چادر میں لپیٹے ہوئے راستہ میں تھا کہ وہی شخص میرے پاس سے گزرا جو میری تلاش میں آیا تھا۔ جب رات ہوئی تو میں اپنی ننھیال کے لوگوں میں جو بنی ضبہ سے تھے چلا آیا۔ یہاں شادی تھی اور میں نے کھانا نہ کھایا تھا۔ اس ارادہ سے آیا کہ وہاں جا کر کھانا کھا لوں گا۔ یہاں میں بیٹھا ہوا تھا کہ دیکھا ایک شخص گھوڑا لئے برچھے کی بھال سامنے کیئے دروازہ میں سے اندر آیا۔ یہاں سب لوگوں نے اُٹھ کر قنات کی ٹٹی اونچی کردی میں نکل گیا تو پھر ٹٹی گرا دی پھر وہ اپنی جگہ پر آ گئی۔ اور سب لوگوں نے کہا ہم نے فرزدق کو نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر ڈھونڈتے رہے۔ سب پھر چلے گئے صبح کو میرے پاس آ کر ان لوگوں نے کہا کہ زیاد کے پنجہ سے نکل حجاز کی طرف روانہ ہو۔ کہیں وہ تجھے پا نہ جائے۔ رات کو تو پکڑ لیا جاتا تو ہم سب کو تو نے خراب کیا تھا۔ سب نے مل کر دو اونٹوں کی قیمت جمع کر لی اور مقاعس سے میرے لیئے گفتگو کی۔ یہ شخص بنی تیم اللہ کا تھا راہبری کرتا تھا اور تاجروں کے ساتھ سفر میں رہتا تھا۔ غرض ہم دونوں بالقیا کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں مسافروں کے اُترنے کی ایک کوٹھی تھی وہاں تک ہم پہنچ گئے کسی نے پھاٹک نہ کھولا۔ ہم نے دیوار سے متصل اپنا بستر کیا۔ چاندنی کھلی ہوئی تھی میں نے مقاعس سے کہا اگر ہم عتیق میں جا کر صبح کریں اور زیاد کے آدمی وہاں پہنچ جائیں تو کیا ہمیں گرفتار کر سکتے ہیں۔ اُس نے کہا ہاں ہماری تاک میں سب لگے ہوئے ہیں عتیق عجم کی

ایک خندق کا نام ہے ابھی یہ دونوں وہاں تک نہ پہنچے تھے۔ فرزدق کہتا ہے میں نے پوچھا عرب کیا کہہ رہے ہیں۔ مقاعس نے کہا یہ لوگ کہہ رہے ہیں ایک دن ٹھہر جاؤ پھر اُسے پکڑ لو۔ میں نے کہا میں ابھی روانہ ہوں گا۔ اُس نے کہا درندوں کا بہت ڈر ہے۔ یہ سنکر میں نے جواب دیا زیاد سے بڑھکر درندے نہیں ہیں۔ غرض ہم چل کھڑے ہوئے جو مقام یا جو شخص ملتا تھا ہم اُس سے گزر جاتے تھے۔ ہاں ایک پرچھائیں سی ہمارے ساتھ ساتھ چلی آتی تھی وہ پیچھا نہ چھوڑتی تھی۔ میں نے مقاعس سے کہا ذرا اس پرچھائیں کی طرف دیکھو تو کہ ہر ایک مقام سے ہم گزرتے چلے جاتے ہیں اور یہ رات سے ہمارے ساتھ ساتھ آرہی ہے اُس نے کہا یہ درندہ ہے۔ جانور ہماری بات جیسے سمجھ گیا آگے بڑھکر بیچ راستہ میں بیٹھ گیا۔ یہ دیکھکر ہم دونوں آدمی اُتر پڑے اور اونٹنیوں کے ہاتھوں کو رسّی سے کس دیا اور میں نے اپنی کمان ہاتھ میں لے لی۔ مقاعس نے کہا او لومڑی کے بچے تو جانتا ہے کہ ہم زیاد سے بھاگ کر تیری طرف آئے ہیں۔ وہ اپنی دم پھٹکارنے لگا ہم دونوں آدمی اور دونوں ناقے ہمارے گرد میں چھپ گئے۔ اُس وقت میں نے پوچھا کہ میں اب تیر اُسے ماروں۔ مقاعس نے کہا اُسے چھیڑو نہیں صبح ہو جائے تو وہ چلا جائے گا۔ وہ غراتا اور ڈکارتا رہا اور مقاعس اُسے دھمکاتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ نمایاں ہوا اور شیر وہاں سے چل دیا۔ اس وقت فرزدق نے کچھ شعر کہے جس میں شیر کی ملاقات اور اپنی ثابت قدمی کا ذکر کیا ہے۔ شبث بن ربعی ریاحی نے یہ شعر زیاد کے سامنے پڑھے اُسے کچھ ترس آگیا کہنے لگا میرے پاس چلا آتا تو میں اُسے امان دیتا انعام دیتا۔ فرزدق کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اس پر بھی کچھ شعر کہے۔ کہتا ہے چلتے چلتے ہم مدینہ پہنچے۔ اُس زمانے میں سعید بن عاص والی مدینہ تھے۔ اُس وقت کسی جنازہ کے مشایعت میں گئے ہوئے تھے۔ میں بھی وہیں پہنچا۔ دیکھا وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور میت دفن کیجا رہی ہے میں جا کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا ایک شخص کے ہاتھ سے ایک پناہ مانگنے والا حاضر ہے جس نے نہ کوئی خون کیا ہے نہ کسی کا مال لیا ہے۔ سعید نے کہا اگر تم نے کسی کا خون نہیں کیا مال نہیں لیا تو میں نے پناہ دی پھر پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا ہمام بن غالب بن صعصعہ میں ہی ہوں امیر کی مدح بھی کی ہے اگر اجازت ہو تو سناؤں۔ انھوں نے کہا پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا

وَکُوْمٍ تُنْعِمُ الْاَضْیَافَ عَیْنًا ۔ وَتُصْبِحُ فِی مَبَارِکِھَا ثِقَالًا

یعنی امیر کے انعام میں اونٹوں کے وہ گلّے ہیں جنھیں دیکھکر مہمانوں کے آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں۔ گلّے کے گلّے صبح ہوتے ہی شترخانوں میں صلہ ونعمت سے لادے جاتے ہیں۔ پڑھتے پڑھتے قصیدہ آخر ہوگیا تو مروان نے کہا ع قعوداً ینظرون الی سعید یعنی لوگ بیٹھے ہوئے سعید کا منھ تک رہے ہیں (یعنی سب بے کار و بے شغل ہیں) یہ سنکر میں نے کہا اے ابوعبدالملک واللہ آپ تو برسرکار ہیں۔ ؎[1]

کعب بن جعیل نے کہا واللہ یہی خواب میں نے رات کو دیکھا تھا۔ سعید نے پوچھا کیا خواب دیکھا تھا۔ اُس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ مدینہ کی ایک گلی میں سے میں جا رہا ہوں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بانبی میں سے ایک افعی مجھ پر چوٹ کیا چاہتا ہے میں اُس سے بچکر نکل آیا۔ اس کے بعد حطیئہ اُٹھ کھڑا ہوا اور دو شخصوں کو سرکا کر اُن کے بیچ میں سے ہوتا ہوا میرے پاس آکر کہنے لگا جو چاہو کہو زیبا ہے۔ قدما کے رتبہ کو تو پہنچ گیا

---

[1] فرزدق کے دیوان میں اس قصیدہ کے اواخر میں یہ دو شعر ہیں ؎

ترى الشمّ الجحاجح من قريش ٭ اذا ما الامر في الحدثان عالا

قياما ينظرون الى سعيد ٭ كانّهم يرون به هلالا

یعنی بڑی ناک والے لوگ بزرگانِ قریش کے۔ جس وقت حادثات زمانہ سے کسی امر میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ سعید کا منھ اس طرح کھڑے ہوئے تکتے ہیں۔ گویا ماہِ نو کو اس میں دیکھ رہے ہیں۔ یہی کلمہ مروان کو ناگوار گزرا۔ صاحب اغانی نے کسی قدر اختلاف کے ساتھ اسی قصہ کو لکھا ہے اُس میں اس امر کی تصریح ہے کہ انھیں دونوں بیتوں کو سن کر مروان نے فرزدق سے کہا لا لو ترض ان نکون قعوداً حتی جعلتنا قیاما، یعنی ہمارا بیٹھنا تجھے گوارا نہ ہوا جو یہ کہا کہ کھڑے ہوئے سعید کا منھ تکتے ہیں۔ اس پر فرزدق نے کہا کہ اے اباعبدالملک تم تو ان سب میں صافن ہو یعنی وہ گھوڑا جو ایک پاؤں اُٹھائے ہوئے کھڑا رہتا ہے کہ ذرا اشارہ پائے تو چل کھڑا ہو۔ اسی صحبت میں کعب بن جعیل بھی تھا اُسے بھی فرزدق کے یہ دونوں شعر سنکر رنج ہوا۔ اغانی کی روایت میں پہلا شعر اس طرح ہے ؎

ترى الغرّ الجحاجح من قريش ٭ اذا ما الخطب في الحدثان غالا

یعنی روشن پیشانی والے بزرگان قریش جب حوادث زمانہ سے کوئی مصیبت یکایک آپڑے تو سعید کا منھ تکتے ہیں۔ مترجم

اور متاخرین تیرے رتبہ کو نہیں پا سکتے۔ اور سعید سے کہا واللہ شعرا سے کہتے ہیں آج اس پر کوئی حرف نہیں رکھ سکتا۔ غرض کبھی ہم مدینہ میں رہتے تھے کبھی مکہ میں۔ فرزدق نے اس باب میں کچھ اشعار کہے جن کا مضمون یہ ہے کہ

کوئی زیاد کو میرا یہ پیام پہنچا دے کہ میں سعید کی پناہ میں آگیا اور سعید جس کا حامی ہو اسکی طرف مجال نہیں کوئی آنکھ اٹھا کے دیکھ سکے۔ اب تیرا جی چاہے نصارے سے اپنا نسب ملا چاہے یہودیوں میں داخل ہو جا اس کے علاوہ اور بھی طولانی نظمیں اسی مضمون میں اُس نے کہیں۔ فرزدق زیاد کے مرنے تک مکہ و مدینہ ہی میں رہا کیا۔

اسی سال حکم بن عمرو غِفاری نے کوہستان اشل کی جنگ سے واپس ہو کر مرو میں پہنچ کر وفات پائی۔

زیاد نے حکم کو خراسان میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ کوہستان اشل میں رہنے والوں کے ہتھیار نمدے ہیں اور ظروف اُن کے سونے کے ہیں۔ حکم نے اس قوم پر لشکر کشی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ یہ سب لوگ بیچ میں آگئے۔ انھوں نے تمام راستے اور درۂ کوہ بند کر دے۔ حکم کو لشکر سمیت گھیر لیا۔ آخر حکم عاجز آگئے کہ کیا کریں۔ اب انھوں نے یہ کام مہلب کے حوالہ کیا۔ مہلب نے کسی حیلہ سے دشمن کے ایک رئیس کو گرفتار کر لیا۔ اُس سے کہا یا تو اپنا قتل ہونا گوارا کر یا اس محاصرہ سے ہمارے نکل جانے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔ اُس نے کہا ان راستوں میں سے کسی راہ میں آگ روشن کر دو اور حکم دو کہ ساز و سامان اُس طرف سے روانہ ہو۔ لوگ جب دیکھیں گے کہ تم اُس راستہ سے نکل چلے تو سب کے سب اُسی طرف جمع ہو جائیں گے دوسری راہوں کو چھوڑ دیں گے۔ جب یہ دیکھنا تو بڑی پھرتی سے دوسرے رستہ کی طرف مڑ جانا جب تک وہ پہنچیں تم نکل جاؤ گے۔ سب نے اسی پر عمل کیا اور اسی حیلہ سے نجات پائی اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حَکم جب اس جنگ سے واپس آنے لگے تو ساقۂ لشکر مہلب کے حوالہ کیا۔ پہاڑ کی تنگ گھاٹیوں میں سے یہ لوگ گزر رہے تھے کہ ترکوں نے راستہ روکا۔ ابھی انھیں گھاٹیوں میں سب تھے کہ ایک شخص کو سنا کہ دیوار کے ادھر دو شعر گا رہا ہے جس کے مضمون سے وطن میں جانے کی آرزو اور اہل وطن سے ملنے کا اشتیاق ٹپک رہا ہے۔ لوگ اُسے حکم کے پاس لے گئے۔ حکم نے حال پوچھا تو اُس نے بیان کیا۔ میں اپنا سارا اثاثہ اپنے ابن عم کے ہاتھ بیچ کر نکل کھڑا ہوا

کبھی بلند کبھی پست زمین پر سے گزرتا ہوا اس ملک میں آپڑا ہوں۔ حکم نے اس شخص کو زیاد کے پاس عراق میں بھیج دیا۔ حکم اپنی راہ سے الگ ہو کر ہرات کی طرف چلے آئے تھے۔ پھر یہاں سے مرو کی طرف پلٹ گئے۔ زیاد کو مال غنیمت کی خبر پہنچی تو حکم کو لکھا۔ امیر المومنین نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں اُن کے لیئے نکال لی جائیں۔ جب تک یہ چیزیں نکالی نہ جائیں ہرگز ہرگز مال غنیمت میں کچھ تصرف نہ کرنا۔ حکم نے اسکے جواب میں لکھا۔ تیرا خط پہنچا تو بیان کرتا ہے کہ امیر المومنین نے تجھے لکھ بھیجا ہے کہ سونا چاندی اور تمام نادر چیزیں اُن کے لیئے نکال لیجائیں۔ اور ہرگز ہرگز مال غنیمت میں تصرف نہ کرنا۔ خدائے عزوجل کا حکم امیر المومنین کے حکم سے پیشتر آچکا ہے۔ اور واللہ مرد خدا ترس کیلیئے زمین و آسمان کی راہیں بند بھی ہو جائیں جب بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ اُس کے لئے کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔ اور لوگوں سے کہا چلو اپنی اپنی غنیمت لے لو۔ سب لوگ آئے حکم نے خمس الگ کر کے تمام مال غنیمت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر زیاد نے اُن کو لکھا اگر میں زندہ رہا تو تیرے ٹکڑے اُڑا دونگا۔ حکم نے دعا کی پروردگار اتیرے پاس آنے میں میرے لیئے بہتری ہو تو مجھے بلالے اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہوا مرتے وقت انس بن ابی اناس کو اپنا جانشین کر گئے۔

سنہ ۵۱ھ شروع ہوا

اس سال فُضالہ بن عبید نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور بسر بن ابی ارطاۃ نے صائفہ کی جنگ کی اور حُجر بن عدی مع اصحاب قتل کئے گئے۔

معاویہ ابن ابی سفیان نے سنہ ۴۱ میں جب مغیرہ بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کیا تو مغیرہ کو بلا بھیجا حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ عاقل کو بار بار متنبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پھر مُتلمّس کا ایک شعر اسی مضمون کا پڑھکر کہا کہ مرد عاقل بات کو بے کہے ہوئے سمجھ لیتا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ بہت سی باتیں تم کو سمجھاؤں مگر میں اس ذکر کو چھوڑے دیتا ہوں کہ تمھاری بصیرت و دانائی پر مجھے یہ بھروسا ہے کہ تم خوب جانتے ہو کن باتوں میں میری خوشنودی میری حکومت کی ترقی میری رعیت کی بہتری ہے۔ ہاں ایک امر کا ذکر کئے بغیر میں نہیں رہ سکتا۔ علی کو گالی دینے میں اُن کی مذمت کرنے میں اور عثمان رضوان اللہ علیہ کے لیئے طلب مغفرت و رحمت کرنے میں پھر اصحاب علی کی عیب جوئی میں اُن کو اپنے سے دور رکھنے میں

ان کی بات نہ سننے میں اُس کے برخلاف شیعۂ عثمان کی ستائش گری میں اُنکے ساتھ ملکر رہنے میں اُن کی بات مان لینے میں تم کو تامل نہ کرنا چاہئے۔ مغیرہ نے کہا اس سے پہلے اور لوگوں کو میں آزما چکا ہوں وہ بھی مجھے آزما کر دیکھ چکے ہیں اور حاکم رہ چکا ہوں کسی کو نکال دینے میں اُکھاڑ دینے میں گرا دینے میں مجھ پر کبھی الزام نہیں آیا۔ اب تم بھی آزما لینا یا تو مجھ سے خوش ہو گے یا ناراض ہو جاؤ گے۔ پھر کہا کہ انشاءاللہ خوش ہو گے۔ شعبی کہتے ہیں مغیرہ کے بعد ایسا کوئی حاکم ہمارا نہیں ہوا اگرچہ اُن حکام میں بھی جو پیشتر گزرے ہیں یہ نیک شخص تھے۔ مغیرہ نے سات برس چند مہینے معاویہ کی طرف سے کوفہ میں حکومت کی ہے۔ اور بڑے نیک سیرت امن و عافیت کے دل سے خواہشمند رہتے تھے۔ مگر علی کو بُرا کہنا اُنکی مذمت کرنا قاتلان عثمان پر لعنت بھیجنا اُنکی عیب جوئی کرنا عثمان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت اور اُن کے اصحاب کے بے لوث ہونے کو ثابت کرنا اُنھوں نے کبھی ترک نہیں کیا۔ یہی بات سنکر حجر بن عدی کہنے لگتے تھے۔ وہ تو نہیں بلکہ تم لوگوں کا خدا بُرا کرے اور لعنت کرے۔ پھر کھڑے ہو جاتے تھے اور کہتے تھے خدائے عزوجل فرماتا ہے کونوا قوامین بالقسط شہداء اللہ (جسکا یہ ترجمہ ہے) خدا کی راہ میں گواہی دیکر عدل و انصاف کو قائم کرو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جن لوگوں کی تم مذمت کرتے ہو جن کو عیب لگاتے ہو وہی فضل و بزرگی کے سزاوار ہیں اور جن کا بے لوث ہونا تم ثابت کرتے ہو جن کی ستائشگری کر رہے ہو یہی مذمت کے قابل ہیں۔ مغیرہ یہ سنکر کہتے تھے۔ اے حجر میں تمھارا حاکم ہوں بس اس سبب سے تیر تمھارا چل گیا۔ اے حجر وائے ہو تم پر۔ بادشاہ سے اور اُس کے قہر و غضب سے خوف کرتے رہو۔ ایک دفعہ کا غضب شاہی تم ایسے کتنوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ مغیرہ اتنا کہکر درگذر کرتے تھے چشم پوشی کر جاتے تھے۔ یہی ہوتا رہا یہاں تک کہ مغیرہ نے اپنی امارت کے اخیر زمانہ میں خطبہ پڑھا۔ علی و عثمان کے باب میں جو بات ہمیشہ وہ کہا کرتے تھے اُسی کو اس طور پر کہنے لگے۔ خداوندا عثمان بن عفان پر رحم کر اُن سے درگزر کر عمل نیک کی انھیں جزا دے۔ اُنھوں نے تیری کتاب پر عمل کیا تیرے پیغمبر کی سنت کا اتباع کیا۔ انھیں نے ہم لوگوں میں اتفاق قائم رکھا ہم میں خونریزی نہ ہونے دی۔ اور ناحق وہ قتل کیے گئے۔ خداوندا ان کے انصار پر اُن کے دوستوں اور محبوں اور اُن کے خون کا قصاص لینے والوں پر رحم فرما۔ اور اُن کے

قاتلوں پر بد دعا کی۔ یہ سن کر حُجر بن عدی اُٹھ کھڑے ہوئے مغیرہ کی طرف دیکھا اس طرح ایک نعرہ کیا کہ مسجد میں جتنے لوگ بیٹھے تھے اور جو باہر تھے سب نے سنا۔ کہا کس شخص کے دھوکے میں تم آئے ہوئے ہو اس بات کو نہیں سمجھ سکتے بوڑھاپے کے سبب سے عقل جاتی رہی ہے اسے شخص۔ ہماری تنخواہوں اور عطیوں کے جاری کرنے کا اب حکم دے دو۔ تم نے ہمارے رزق کو بند کر رکھا ہے۔ اس کا تمھیں کیا اختیار ہے۔ تم سے پیشتر جو حکام گذرے اُنھوں نے کبھی اس بات کی طمع نہیں کی۔ اس کے علاوہ تم نے امیر المومنین کی مذمت اور مجرمین کی ستایش کا شیوہ اختیار کیا ہے۔" یہ سن کر مسجد میں کوئی دو ثلث سے زیادہ آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا قسم بخدا حُجر نے سچ کہا اور نیکی کی۔ ہماری تنخواہوں اور عطیات کے جاری کر دینے کا حکم دو۔ تمھارے اس قول سے تو ہم کو کوئی نفع نہیں حاصل ہوتا اس میں تو ذرا بھی فائدہ ہمارا نہیں۔ اسی طرح کی بہت سی باتیں سب لوگ کہتے رہے۔ مغیرہ منبر سے اُتر کر اندر چلے گئے۔ اور اُن کی قوم کے لوگوں نے اُن کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ اذن مل گیا۔ سب کہنے لگے اس کا کیا سبب کہ اس شخص کی ایسی ایسی باتیں آپ سنتے ہیں۔ اور اس طرح کی جرأت وہ آپ پر آپ کی حکومت کے اندر کرتا ہے۔ اس میں دو طرح کے نقصان ہیں ایک تو آپ کی توہین ہوتی ہے۔ دوسرے معاویہ کو اس بات کی خبر ہو گی تو اس شخص کی وجہ سے آپ سے آزردہ ہو جائیں گے۔ ان سب لوگوں میں سب سے زیادہ حُجر کے باب میں قیل و قال عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی نے کی۔ مغیرہ نے اُن لوگوں کو جواب دیا کہ میں تو اُن کو قتل کر چکا۔ میرے بعد جو شخص والی کوفہ ہو کر آنے والا ہے اُس کو بھی یہ میرے ہی مثل کا سمجھیں گے۔ اور جس طرح میرے ساتھ پیش آتے ہوئے تم انھیں دیکھتے ہو اسی طرح وہ اُس کے ساتھ بھی پیش آئیں گے۔ وہ پہلے ہی وہلہ میں اُن کو گرفتار کرے گا اور بُری طرح قتل کرے گا۔ میری موت قریب آگئی میری حکومت میں ضعف آگیا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے نیک لوگوں سے قتل کی ابتدا میں کروں اور اُن کا خون بہاؤں کہ وہ تو سعادت اخروی حاصل کریں اور میں شقاوت میں مبتلا ہو جاؤں۔ معاویہ کو تو دنیا میں عزت ملے اور مغیرہ کو قیامت میں ذلت۔ میں اچھے کا عذر سنوں گا اور بُرے کو معاف کر دوں گا عاقل کی ستایش کروں گا جاہل کو فہمایش۔ اور یہ اُس وقت تک ہے جب کہ مجھ میں اور ان میں موت جدائی ڈال دے۔ میرے بعد کے حکام سے جب اُن کو

سابقہ پڑے گا تو مجھے یاد کریں گے۔ شیوخ عرب میں سے ایک شیخ مغیرہ کے اس قول کا ذکر کرکے کہا کرتا تھا کہ واللہ ہم نے سب کو دیکھ لیا اس شخص کو سب سے بہتر پایا بے گناہ کی ستائش گناہ گار کی آمرزش عذر کی پذیرائی میں سب سے بڑھکر تھا" ۴۱ھ میں مغیرہ نے کوفہ کی فرماں روائی اور ۵۱ھ میں وفات پائی اب کوفہ و بصرہ دونوں زیاد کے زیر فرماں ہو گئے۔ زیاد کوفہ میں آیا قصر میں داخل ہوا پھر منبر پر گیا حمد و ثنائے الٰہی بجالا کر کہا۔ زمانہ ہمارا تجربہ کر چکا ہے اور ہم زمانہ کا۔ ہم فرماں روائی بھی کر چکے ہیں اور فرماں بری بھی۔ ہم سمجھ چکے ہیں کہ اس حکومت کے آخر میں بھی وہی بات مناسب ہے جو اول میں تھی۔ آسانی سے اطاعت۔ وہ بھی ایسی کہ باطن کو ظاہر سے غائب کو حاضر سے دل کو زبان سے یگانگی رہے۔ اور ہم جان چکے ہیں کہ رعایا کی اصلاح اس کے سوا ہو نہیں سکتی نرمی بغیر کمزوری کے سختی بغیر زیادتی کے۔ میں واللہ جو حکم تم لوگوں میں جاری کروں گا اُسے قابو کے ساتھ پورا کرکے چھوڑوں گا۔ حاکم اور منبر پر بیٹھ کر غلط گوئی کرے اُس سے بڑھکر خدا و خلق خدا کے سامنے کوئی غلطی نہ ہوگی۔ اس کے بعد زیاد نے عثمان اور اُن کے اصحاب کی ستائش اور اُن کے قاتلوں پر نفرین کی۔ حُجر یہ سن کر اُٹھے اور مغیرہ سے جس طرح پیش آتے تھے اب بھی وہی بات اُنھوں نے کی۔ زیاد عمرو بن حریث کو والی کوفہ کرکے بصرہ چلا گیا وہاں جاکر اُس نے یہ خبر بھی سنی کہ حُجر کے پاس شیعہ علی کا مجمع رہتا ہے یہ لوگ علانیہ معاویہ پر لعن اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اُن لوگوں نے عمرو بن حریث کو سنگریزے مارے۔ یہ سنتے ہی پھر کوفہ میں چلا آیا دار الامارہ میں داخل ہوا پھر باہر آیا اور منبر پر گیا۔ سندس کی قبا پہنے اور خز کی سبز چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ بالوں کو درست کئے ہوئے تھا۔ حجر بھی اُس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آج اُنکے ساتھ مجمع بھی بہت زیاد تھا۔ زیاد نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔ تعدّی و گمراہی کا انجام برا ہے۔ ان لوگوں کی حمایت کی گئی تو اترا گئے۔ اور میری طرف سے مطمئن جو ہوئے تو گستاخ ہو گئے۔ قسم بخدا اگر تم لوگ نہ سیدھے ہوئے تو جو تمھاری دوا ہے اُسی سے تمھارا علاج کروں گا۔ اگر حجر کو سرزمین کوفہ سے ناپید نہ کردوں اور اُسے میں دوسروں کے لیے عبرت نہ بنادوں تو مجھے ہیچ سمجھنا۔ وائے ہو تجھ پر اے حُجر طعمہ گرگ اب تو ہونے والا ہے۔

ایک اور روایت ہے کہ جمعہ کے دن زیاد نے خطبہ میں بہت طول دیا اور نماز میں تاخیر ہوگئی۔ حجر بن عدی نے پکار کر کہا الصلاۃ۔ اس پر بھی اُس نے خطبہ کو جاری رکھا اُنھوں نے

پھر کہا الصلاۃ۔ اور اُس نے خطبہ کو جاری رکھا۔ جب حجر نے دیکھا نماز باقی ہے تو ہاتھ مار کر مٹھی میں کنکر اٹھائے اور نماز کے لیئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے ساتھ سب لوگ اُٹھے۔ یہ رنگ دیکھ کر زیاد اُتر آیا اور سب کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہونے کے بعد اُس نے معاویہ کو ان کی شکایت میں ایک خط لکھا اور بہت سی باتیں لکھ بھیجیں۔ معاویہ نے جواب میں لکھا اُسے زنجیروں میں جکڑ کر میرے پاس روانہ کرو۔ یہ خط جب آیا تو اُن کی ساری برادری حمایت پر آمادہ ہوگئی۔ مگر حجر نے اُن سب کو منع کیا اور کہا سمع وطاعۃ غرض حجر کو پابزنجیر معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ یہ جب معاویہ کے سامنے گئے تو کہا السلام علیک یا امیرالمومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معاویہ نے کہا ہاں امیرالمومنین۔ واللہ نہ تجھ سے درگذر کروں گا نہ درگذر ہونے دوں گا۔ لے جاؤ اسے یہاں سے اور اسکی گردن مارو۔ جب انھیں باہر لیکر آئے تو جو لوگ اس کام پر مقرر تھے اُن سے درخواست کی کہ دو رکعت نماز مجھے پڑھ لینے دو۔ اُنھوں نے کہا پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعتیں جلدی سے پڑھ لیں اور یہ کہا کہ تم لوگوں کے بدگمان ہونے کا اندیشہ مجھے نہ ہوتا تو جی چاہتا تھا ذرا اور اس نماز میں طول دیتا۔ مگر جو نمازیں کہ آج تک میں نے پڑھی ہیں اگر وہی میرے کام نہ آئیں گی تو ان دو رکعتوں سے کیا ہوگا۔ پھر اُن کے اقربا میں سے جو لوگ وہاں موجود تھے اُن سے کہا "نہ میری زنجیر اتارنا نہ خون کو دھو ڈالنا میں اسی طرح معاویہ سے صراط پر ملاقات کروں گا"۔ پھر اُنھیں آگے بڑھا کر گردن ماری۔ ام المومنین عائشہ اور معاویہ سے غالباً کہ میں ملاقات ہوئی تو پوچھا "معاویہ تمھارا حلم حجر کے معاملے میں کدھر چلا گیا تھا"۔ معاویہ نے کہا "ام المومنین کوئی عقل دینے والا اُس وقت میرے پاس نہ تھا"۔ اور جب معاویہ کی وفات ہونے لگی اور غرغرہ بولنے لگا تو کہہ رہے تھے "اے حجر[1] تمھارے سبب سے میرا دن پہاڑ ہے۔"

ایک روایت یہ ہے کہ زیاد نے اہل شرطہ کو حکم دیا کہ تم میں سے کوئی جا کر حجر کو بلا لائے۔ حسین کہتا ہے کہ شداد بن ہیثم امیر شرطہ نے مجھے حکم دیا کہ تم جا کر اُنھیں بلا لاؤ۔ میں نے جا کر اُن سے کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ اُن کے اصحاب نے کہا کہ امیر کے پاس

---

[1] یومی منک یا حجر یوم طویل

وہ نہ جائیں گے اور نہ ہمیں اُسکا پاس خاطر ہے" یہ سن کر میں نے واپس آکر حال بیان کر دیا۔ زیاد نے صاحب شرطہ کو حکم دیا کہ کچھ لوگ میرے ساتھ کر دے۔ اُس نے چند سپاہی میرے ساتھ کر دیئے۔ ہم سب نے اُن سے جا کر کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ اُن لوگوں نے اس پر ہمیں برا بھلا کہا گالیاں دیں۔ ہم نے زیاد سے آکر حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر زیاد تمام شرفائے کوفہ پر خفا ہونے لگا کہ اے اہل کوفہ یہ کیا۔ ایک ہاتھ سے چہرہ مارتے ہو دوسرے سے پٹی باندھتے ہو۔ جسم تمہارے میرے ساتھ دل تمہارے حجر کے ساتھ۔ یہی بکواسی احمق دیوانہ۔ تم خود تو میرے ساتھ ہو اور تمہارے بھائی بیٹے برادری والے حجر کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا اس بات سے تمہاری مفسدہ پردازی اور ریاکاری ثابت ہوتی ہے اب تم لوگ اپنے بے لوث ہونے کا ثبوت دو ورنہ میں کچھ لوگوں کو بلا کر ساری بے رخی و کجی تمہاری نکالے دیتا ہوں۔ یہ سنتے ہی سب زیاد کی طرف یہ کہتے ہوئے لپکے۔ معاذاللہ یہ ہو سکتا ہے کہ امیرالمومنین کی اطاعت اور آپ کی اور جس بات میں آپ کی مرضی ہو اس کے سوا اس معاملے میں ہماری رائے کچھ اور ہو۔ جس بات میں آپ کے ساتھ ہماری اطاعت اور حجر کے ساتھ ہماری مخالفت کا ثبوت ہو جائے آپ ہمیں اُسی بات کا حکم دے کر دیکھیئے" زیاد نے کہا تم سب اُٹھ کھڑے ہو یہ لوگ جو حجر کو گھیرے ہوئے ہیں اُن کے پاس جاؤ تم میں سے ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے بھائی کو بیٹے کو قرابت دار کو اپنی برادری کے لوگوں میں سے جو تمہارا کہنا مانے اُس کو یہاں تک کہ جس جس کو تم حجر سے علیحدہ کر سکتے ہو علیحدہ کر لو" اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا اکثر لوگ جو حجر کے ساتھ والے تھے ان کو حجر سے علیحدہ کر دیا۔ زیاد نے جب دیکھا کہ حجر کے ساتھ والے زیادہ تر اُن کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے تو صاحب شرطہ سے کہا اب حجر کے پاس جا اگر وہ چلا آئے تو میرے پاس لے آ۔ نہیں تو اپنے سپاہیوں کو حکم دینا کہ بازار میں سے ستونوں کو اکھاڑیں اور اُنھیں ستونوں سے اُن لوگوں پر حملہ کر کے حجر کو میرے پاس لے آئیں اور جو روکے اُسے [illegible]۔ غرض صاحب شرطہ حجر کے پاس آیا۔ اور کہا کہ امیر کے پاس حاضر ہو۔ اُن کے اصحاب نے کہا ایسا نہ ہوگا ہم اُسکا لحاظ نہیں کرتے ہم اُس کے پاس نہیں آتے۔ اُس نے اپنے ساتھ والوں سے کہہ دیا کہ بازار کے ستونوں پر حملہ کر دو یہ لوگ دوڑے اور ستون چھین لئے۔ اُس وقت ابو عمرطہ نے حجر سے کہا کہ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے پاس سوا میرے تلوار نہیں ہے

ایک تلوار سے تو کام نہیں نکل سکتا۔ حجر نے کہا پھر کیا رائے ہے۔ اُس نے کہا اب یہاں سے نکلو اپنے لوگوں میں چلے جاؤ وہ ضرور تمھیں بچالیں گے۔ زیاد اُس وقت منبر پر تھا منبر ہی پر سے کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ اُس کے لوگ لٹھ لئے ہوئے حجر کے اصحاب پر چل پڑے۔ بکر بن عبید نے عمرو ابن حمق کے سر پر لٹھ مارا اور وہ گر پڑے۔ ابو سفیان بن عویمر اور عجلان بن ربیعہ اُن کو اٹھا کر عبید اللہ بن مالک کے گھر میں لے گئے۔ یہ تینوں شخص ازدی تھے۔ عمرو اپنے نکلنے کے وقت تک اُسی گھر میں پوشیدہ رہے۔ عبد اللہ بن عوف کہتا ہے کہ قتل مصعب کے ایک سال پیشتر جب ہم لوگ غزوہ باجمیرا سے واپس ہوئے ہیں تو میں نے بکر بن عبید کو دیکھا کہ راہ میں میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب سے اُس نے عمرو کو لٹھ مارا تھا قسم بخدا اُس دن سے میں نے کبھی اُسے دیکھا ہی نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ کہیں دیکھوں گا اُسے تو پہچانوں گا بھی نہیں۔ اب اُسے دیکھتے ہی مجھے گمان ہوا کہ یہ وہی شخص ہے۔ کوفہ کی عمارتیں اُس وقت سامنے سے دکھائی دے رہی تھیں۔ مجھے یہ کہتے ہوئے کہ عمرو کو تو ہی نے لٹھ مارا تھا کراہیت معلوم ہوئی کہ وہ مجھے جھٹلائے گا۔ میں نے اس طرح تقریر کی کہ جس دن سے تو نے عمرو کے سر پر مسجد میں لٹھ مارا جب سے آج تک میں نے تجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ آج تجھے دیکھتے ہی میں نے پہچان لیا۔ کہنے لگا خدا ان آنکھوں کو روشن رکھے تیری نظر کس قدر صحیح ہے وہ تو ایک شیطانی حرکت تھی۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ عمرو صلحا میں سے ہیں۔ اپنی اُس ضرب پر مجھے بہت ندامت ہے اور خدا سے استغفار کرتا ہوں۔ میں نے کہا جس طرح تو نے عمرو بن حمق کو مارا تھا اسی طرح کی ضرب جب تک تیرے سر پر نہ لگا لوں تجھے واللہ میں چھوڑتا نہیں۔ اس میں میں مر جاؤں یا تو مر جائے۔ یہ سنکر وہ خدا کا واسطہ مجھے دینے لگا خدا کو یاد دلانے لگا۔ میں نے ایک نہ مانی اور اصفہان کی ہندی میں سے رشید ایک غلام میرے پاس تھا اُس کے نیزہ کی ڈانڈ بہت سخت تھی۔ میں نے اُسے پکارا اور نیزہ اُس سے لے لیا کہ اسی سے حملہ کروں گا۔ بکر یہ دیکھکر سواری سے نیچے اترنے لگا۔ دونوں پاؤں اُس کے زمین تک پہنچے ہی تھے کہ میں جا پہنچا۔ اور اُس کے دماغ پر ایسی ایک ضرب میں نے لگائی کہ منہ کے بل گر پڑا۔ اسی حالت میں اُسے چھوڑ کر میں آگے بڑھا۔ اُس کے بعد وہ اچھا ہو گیا۔ اس مدت میں دو مرتبہ اور وہ مجھے ملا۔ ہر دفعہ مجھ سے یہی کہا کہ میرا تیرا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔ میں نے بھی یہی جواب ہر دفعہ دیا کہ تیرا اور عمرو کا انصاف خدا کے سامنے ہوگا۔ غرض عمرو پر جب ضرب پڑی اور دو شخص اُنھیں اُٹھا کر لیگئے اُسوقت اصحاب حجر نبی کندہ کے دروازوں کی طرف آگئے۔ ایک شرطی نے عبد اللہ بن خلیفہ طائی کو جب کہ

وہ رجز کے اشعار پڑھ رہا تھا لٹھ مار دیا وہ گر پڑا۔ عائذ بن حملہ تمیمی کے ہاتھ پر لٹھ پڑا اور اُس کا دانت بھی ٹوٹا۔ اس مضمون پر اُس نے تین مصرعے نظم کیئے۔ اور کسی شرطی کے ہاتھ سے لٹھ چھین کر لڑنا شروع کیا اور حجر کی اور اُن کے اصحاب کی حمایت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سب لوگ بنی کندہ کے دروازوں سے باہر نکل گئے۔ حجر کا خچر وہاں موجود تھا۔ ابو عمرطہ حجر کو لے کر آیا اور کہا تمھارا بُرا ہو لو اب سوار ہو جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں تم نے خود کو بھی قتل کیا اور اپنے ساتھ ہم کو بھی۔ حجر نے رکاب میں پاؤں ڈالا مگر چڑھ نہ سکے۔ ابو عمرطہ نے انھیں اٹھا کر خچر پر سوار کیا۔ پھر اُچک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ یہ سنبھل کے بیٹھا ہی تھا کہ یزید بن طریف مُسلی سر پر آپہنچا۔ اُس نے ابو عمرطہ کی ران پر لٹھ مارا۔ ابو عمرطہ نے تلوار سونت کر اُس کے سر پر وار کیا۔ وہ منھ کے بل گر پڑا۔ پھر اچھا ہو گیا۔ اس مضمون پر عبداللہ بن ہمام سلولی نے چند اشعار کہے ہیں۔ ابو عمرطہ کی یہ تلوار پہلی تلوار ہے جو کوفہ کی خانہ جنگی میں چلی۔ یہاں سے حجر اور ابو عمرطہ روانہ ہوئے اور حُجر کے مکان تک آپہنچے حجر کے اصحاب میں سے بہت لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ اور قیس بن فہدان کندی اپنے گدھے پر چڑھ کر نکلا۔ جہاں جہاں بنی کندہ کا مجمع تھا وہاں جا جا کر اس مضمون کے اشعار پڑھتا پھرا۔

اے حجر کی قوم مدافعۃ کرو اور حملے کرو۔ اور اپنے بھائی کی طرف سے لڑو اور مرد
دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی حجر کا ساتھ چھوڑ دے۔ کیا تم لوگوں میں کوئی پُر جھپٹ کوئی تیر انداز نہیں ہے
کیا تم میں کوئی سوار اور پیادہ نہیں ہے۔ کیا تم میں کوئی ثابت قدم شمشیر زن نہیں ہے

مگر بنی کندہ میں سے کچھ زیادہ لوگ حجر کے پاس نہیں آئے۔ زیاد نے منبر پر کہا کہ قوم ہمدان و تمیم و ہوازن و بنی اعصر و مذحج و اسد و غطفان اٹھیں اور سب کندہ کے تکیہ کی طرف روانہ ہوں وہاں سے حجر کے پاس جائیں اور اُسے میرے پاس لے آئیں۔ یہ کہہ کر اُسے یہ بات مناسب نہ معلوم ہوئی کہ طائفہ مُضر کو طائفہ یمن کے ساتھ روانہ کرے مبادا دونوں فرقوں میں اختلاف اور جھگڑا پیدا ہو جائے اور اُن کی حمیت کو ضرر پہنچے۔ یہ سوچ کر زیاد نے حکم دیا کہ تمیم و ہوازن و بنی اعصر و اسد و غطفان و مذحج و ہمدان کو فقط کندہ کے تکیہ میں جانا چاہیئے اور حجر کو میرے پاس لے آنا چاہیئے۔ اور باقی اہل یمن صائدیین کے تکیہ کی طرف روانہ ہوں اور جا کر حجر کو میرے پاس لائیں۔ یہ سن کر قبیلہ ازد و بجیلہ و خثعم و انصار و خزاعہ وقضاعہ کے لوگ روانہ ہوئے اور صائدیین کے تکیہ میں جا کر اُتر پڑے۔ حضرموت والے

اہل یمن کے ساتھ اس لئے نہیں گئے کہ انھیں کندہ سے تعلق تھا اس سبب سے کہ اہل حضر موت بنی کندہ کے ساتھ رہتے تھے انھیں حُجر کے تعاقب میں جانا گوارا نہ ہوا۔ صائدیین کے تکیہ میں رؤسائے اہل یمن نے حُجر کے باب میں باہم مشورہ کیا عبدالرحمٰن بن مخنف نے کہا میں جو بات کہتا ہوں اُس کو قبول کرو تو مجھے امید ہے کہ تم لوگ ملامت و معصیت سے بچ جاؤ گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ جلدی نہ کرو ہمدان و مذحج کے نوجوان یہ کام کر گزرینگے اور تم اپنی قوم اور اپنے رئیس کے ساتھ برائی کرنے سے جو فعل تمھیں ناگوار ہے بچ جاؤ گے۔ سب نے اس رائے کو اختیار کیا۔ کچھ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ خبر ملی کہ ہمدان و مذحج تکیہ بنی کندہ میں داخل ہو گئے اور بنی جَبَلہ میں سے جس جس کو پایا گرفتار کر لیا۔ یہ سن کر اہل یمن بنی کندہ کے گھروں کی طرف گئے اور اُن سے عذر کیا۔ اس کی خبر زیاد کو پہنچی تو اُس نے مذحج و ہمدان کی ستایش کی اور تمام اہل یمن کی مذمت۔ حُجر جس وقت اپنے گھر پہنچے اور انھوں نے دیکھا کہ اُن کی قوم کے لوگ اُن کے ساتھ کم رہ گئے ہیں اور یہ خبر بھی پہنچی کہ مذحج و ہمدان کندہ کے تکیہ میں اور تمام اہل یمن صائدیین کے تکیہ میں اُترے ہوئے ہیں تو انھوں نے اپنے اصحاب سے کہا "تم سب چلے جاؤ۔ تمھاری ہی قوم کے لوگ جو تمھارے مقابلے میں جمع ہوئے ہیں واللہ تم اُن سے لڑ نہیں سکتے۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تم کو معرض تلف میں ڈال دوں" یہ سن کر وہ لوگ واپس جانا چاہتے تھے کہ مذحج و ہمدان کے سواروں میں سے جو لوگ اوائل فوج میں تھے اُن تک آ پہنچے۔ یہ دیکھکر عُمیر بن یزید و قیس بن یزید و عبیدہ بن عَمرو بَدّی و عبدالرحمٰن بن محرز طُہَمی و قیس بن شمر ان سواروں پر پلٹ پڑے اور مصروف ستیز و آویز ہوئے۔ ایک ساعت تک حُجر کی حمایت میں مشغول کارزار رہے۔ آخر زخمی ہو گئے اور قیس بن یزید گرفتار ہو گیا۔ باقی لوگ بچ کر نکل گئے حُجر نے اُن سے کہا "تمھارا بھلا ہو سب متفرق ہو جاؤ جنگ نہ کرو۔ میں خود کسی گلی سے نکلا جاتا ہوں۔ پھر بنی حوت کی طرف چلا جاؤں گا" چلتے چلتے اُن میں سے ایک شخص کے گھر تک حجر پہنچ گئے۔ اسکا نام سُلیم بن یزید تھا۔ یہ گھر کے اندر گئے۔ اور لوگ اُن کے تعاقب میں آئے۔ اور اس گھر تک آ پہنچے۔ سلیم نے اپنی تلوار اٹھالی پھر اُن کے مقابلے میں نکلنا چاہا۔ یہ دیکھکر اُس کے بیٹیاں رونے لگیں۔ حُجر نے کہا آخر کیا ارادہ ہے۔ اُس نے جواب دیا "واللہ میرا یہ ارادہ ہے کہ اُن لوگوں سے کہوں گا کہ تمھارے پاس سے چلے جائیں

مان گئے تو خیر نہیں تو اسی تلوار سے جسکے قبضہ پر میرا ہاتھ پڑ چکا ہے تمھاری حمایت میں ان سے جنگ کروں گا۔" حجر نے کہا تیرا بھلا نہ ہو! ہائے میں نے تو تیری بیٹیوں پر مصیبت ڈال دی۔ سلیم نے جواب دیا کچھ ان کی مؤنت کا متکفل میں نہیں ان کا رازق میں نہیں اس حی قیوم کے سوا جس کو موت نہیں۔ میں کبھی کسی نعمت کے لیئے ننگ و عار کا خریدار نہ ہوں گا۔ میری زندگی میں جب تک تلوار کا قبضہ میرے ہاتھ میں ہے میرے گھر سے تم اسیر ہو کر کبھی نہیں جا سکتے۔ اگر میں تمھاری حمایت میں قتل ہو جاؤں تو جو تمھارے جی میں آئے وہ کرنا۔ حجر نے پوچھا کیا اس مکان میں تمھارے کوئی ایسی دیوار نہیں ہے کہ میں اس پر سے چلا جاؤں یا کوئی موکھا ایسا نہیں ہے کہ اس میں سے میں نکل جاؤں۔ ہو سکتا ہے کہ خدائے عزوجل مجھکو بھی اور تم کو بھی محفوظ رکھے۔ یہ لوگ جب تمھارے گھر سے مجھے گرفتار نہ کریں گے تو تم کو کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے۔ سلیم نے کہا ہاں یہ موکھا تو ہے اس میں سے نکل کر بنی عنبر کے محلہ میں اور اس کے سوا اپنی قوم والوں میں تم پہنچ سکتے ہو۔ حجر اس موکھے سے نکل گئے۔ چلتے چلتے بنی ذہل میں پہنچے۔ اُن لوگوں نے بیان کیا ابھی ابھی وہ لوگ تمھیں تلاش کرتے ہوئے ادھر سے گزرے ہیں تمھارا پتا لگا رہے ہیں۔ حجر نے کہا میں یہاں سے بھی بھاگتا ہوں۔ غرض نکل کھڑے ہوئے اور اُن کے ساتھ ساتھ جوانان بنی ذہل میں سے کچھ لوگ چلے کہ شاہراہ سے دور دور گلیوں میں سے انھیں لے کر گذر رہے تھے۔ چلتے چلتے قبیلۂ نخع میں پہنچے۔ یہاں پہنچ کر حجر نے اُن جوانوں سے کہا رحمت خدا ہو تم پر بس اب یہاں سے پلٹ جاؤ۔ یہ سن کر سب پلٹ گئے۔ اور حجر اشتر نخعی کے بھائی عبداللہ بن حارث کے مکان کی طرف چلے۔ گھر کے اندر گئے۔ عبداللہ نے بہ کشادہ پیشانی و کمال بشاشت ملاقات کی فرش بچھائے اُن کا بستر لگایا۔ یہاں یہی ہو رہا تھا کہ کسی نے آکر حجر سے کہا کہ اہل شرطہ قبیلہ نخع میں تم کو پوچھتے پھرتے ہیں۔ سبب اسکا یہ ہوا کہ ایک سیاہ فام چھوکری جس کو سب ادما ادما کہکر پکارتے تھے اُن لوگوں کو ملی۔ اور اُن سے پوچھنے لگی تم کسے ڈھونڈ رہے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہم حجر کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہنے لگی وہ تو یہیں ہے میں نے اُسے قبیلہ نخع میں دیکھا۔ اب یہ لوگ قبیلۂ نخع کی طرف پلٹ پڑے یہ خبر سن کر حجر رات ہی کو عبداللہ کے گھر سے بھیس بدل کر نکلے اور عبداللہ بن حارث بھی ان کے ساتھ سوار ہو کر چلے۔ ربیعہ بن ناجد ازدی کے مکان پر آکر محلۂ ازد میں حجر اُتر پڑے ایک رات دن

وہیں قیام کیا۔ حُجر پر قابو پانے سے اہلِ شرطہ جب عاجز آ گئے۔ تو زیاد نے محمد بن اشعث کو بلا کر کہا اوا بو میثنا، سن رکھ حُجر کو میرے پاس لے کر آ نہیں تو قسم بخدا تیرا ایک ایک درخت خرما کٹوا ڈالوں گا اور ایک ایک گھر تیرا کھُدوا ڈالوں گا اور اس پر بھی تجھے جیتا نہ چھوڑوں گا تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ اُس نے کہا اتنی مہلت دیجئے کہ میں اُسے ڈھونڈوں زیاد نے کہا تین دن کی تجھے مہلت دی۔ اگر اُسے تو لے آیا تو خیر ورنہ اپنے کو زندوں میں نہ شمار کرنا۔ اور ابن اشعث کو زندان کی طرف لے چلے چہرہ پر اُس کے ہوائیاں اُڑ رہی تھیں منہ کے بھل گھسیٹتے ہوئے اُسے لے جا رہے تھے حجر بن یزید کندی نے زیاد سے اُس کی سفارش کی کہ میں ضامن ہوتا ہوں اُسے چھوڑ دیجئے کہ حُجر کو ڈھونڈے وہ آزاد ہو کر جس طرح ڈھونڈ سکتا ہے قید میں بھلا کب ڈھونڈ سکتا ہے۔ زیاد نے کہا کیا تم ضامن ہوتے ہو اُس نے کہا ہاں میں ضامن ہوتا ہوں زیاد نے کہا یہ سمجھ لو اگر تم سے اُس نے گریز کی تو میں تم کو موت کی صورت دکھا دوں گا. اگرچہ اس وقت میں تم کو عزیز رکھتا ہوں۔ ابن یزید نے کہا وہ ایسا فعل نہ کریگا۔ زیاد نے اُسے چھوڑ دیا۔ قیس بن یزید کو اسیر کر کے لوگ لائے حجر بن یزید نے اس کے لئے بھی زیاد سے گفتگو کی زیاد نے سب سے کہہ دیا کہ قیس کو کچھ خوف نہ کرنا چاہئے۔ عثمان کے باب میں جو اُسکا عقیدہ ہے۔ اور صفین میں امیر المومنین کی رفاقت میں جو کام اُس نے کیا ہم لوگوں کو خوب معلوم ہے۔ یہ کہکر اُس نے قیس کو بلا بھیجا جب وہ سامنے آیا تو کہا میں خوب جانتا ہوں کہ حجر کی حمایت میں جو تم نے جنگ کی وہ اس سبب سے نہ تھی کہ تم نے اُسکا سا عقیدہ اختیار کر لیا ہو وہ ایک آن بان کی بات تھی کہ تم نے اُسکا ساتھ جنگ میں دیا۔ میں نے یہ قصور تمھارا معاف کر دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تم خوش اعتقاد اور جان نثار ہو۔ لیکن جب تک تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس حاضر نہ کر دیں تم کو نہ چھوڑوں گا۔ قیس نے کہا انشاء اللہ میں اُنھیں حاضر کر دوں گا۔ زیاد نے کہا تمھارا اُسکا کون ضامن ہوتا ہے لاؤ۔ کہا حجر بن یزید میرا اور اُسکا ضامن ہو جائے گا۔ اس پر حجر بن یزید نے کہا ہاں میں اس شرط پر اُس کا ضامن ہوتا ہوں کہ اُس کے جان و مال کا اطمینان ہو جائے۔ زیاد نے کہا ایسا ہی ہو گا۔ یہ دونوں جا کر عمیر کو لے آئے اور وہ زخمی تھا۔ حکم ہوا اور وہ زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور لوگوں نے اُسے زمین سے

اونچا کیا اور ناف کے قریب تک لاکر ٹپک دیا وہ زمین پر آرہا۔ پھر اُٹھایا اور پھر اُسے
پٹکا۔ کئی دفعہ یہی سلوک اُس کے ساتھ کیا۔ یہ دیکھکر حجر بن یزید اُٹھ کھڑا ہوا اور زیاد
سے کہنے لگا خدا سلامت رکھے کیا اُس کو جان و مال کی امان نہیں دی گئی ہے۔ زیاد نے
کہا ہاں اُسے جان و مال کی امان دی ہے۔ میں نہ اُسکا خون بہاتا ہوں نہ مال اینٹھنے کا
ارادہ ہے۔ اُس نے کہا خدا سلامت رکھے اُس کے لیئے تو موت کا سامنا ہے قریب مرگ
ہو گیا ہے۔ اور جتنے اہل یمن وہاں تھے سب کھڑے ہو گئے اور زیاد کے پاس آکر
گفتگو کرنے لگے۔ اُس نے کہا تم سب اُس کے ضامن ہوتے ہو کہ اُس نے اگر کوئی بے جا
حرکت کی تو میرے پاس اُس کو لے آؤ گے اور مسیلی پر جو وار کیا گیا ہے اسکی دیت دے دو گے۔
سب نے کہا ہاں ہم ضامن ہیں۔ اس ضمانت پر عمیر کو اُس نے چھوڑ دیا۔ ربیعہ ازدی کے
گھر میں ایک رات ایک دن حجر بن عدی نے قیام کر کے اپنے ایک اصفہانی غلام
مسمی رشید کو محمد بن الاشعث کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ اس ظالم جبار نے تمھارے
ساتھ جو سلوک کیا اُسکی خبر مجھے پہنچی تم ہرگز نہ گھبرانا میں تمھارے پاس خود چلا آتا ہوں۔ تم
اپنی قوم میں سے کچھ لوگوں کو جمع کر کے اُس کے پاس جاؤ اور اُس سے میرے لیئے بس
اس قدر امان کے طالب ہو کہ وہ مجھے معاویہ کے پاس بھیج دے جیسی اُن کی رائے ہو
اس طرح مجھ سے پیش آئیں۔ ابن اشعث حجر بن یزید اور جریر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن حارث
اشتر کے بھائی کے پاس گیا۔ اور اُن لوگوں کو لے کر زیاد کے پاس آیا۔ ان لوگوں نے زیاد سے
گفتگو کی اور حجر کے لیئے اس باب میں امان کے طالب ہوئے کہ معاویہ کے پاس اُنکو بھیجدے
وہ اپنی رائے سے جو چاہیں اُن کے حق میں کریں۔ زیاد نے منظور کیا۔ اُن لوگوں نے
حجر سے اُنھیں کے پیامبر کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ہم نے جو بات تم چاہتے تھے زیاد سے طے
کر لی اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ اب چلے آئیں۔ حجر یہ سن کر چلے آئے اور زیاد کے سامنے گئے۔
زیاد کہنے لگا ابو عبد الرحمن مرحبا۔ زمانۂ جنگ میں بھی لڑنے کو تیار۔ اور جب لوگوں میں امن ہے
جب بھی لڑنے کو تیار۔ وہی مثل ہوئی کہ اپنے ہی لوگوں کو کتیا نے بھونک کر قتل کروا دیا۔
حجر نے کہا نہ میں نے طاعت سے سرکشی کی نہ جماعت سے علیحدگی۔ میں اپنی بیعت پر قائم
ہوں۔ زیاد نے کہا کجا یہ دعوی اے حجر اور کجا تو۔ ایک ہاتھ سے تو چھری مارتا ہے
دوسرے سے پٹی باندھتا ہے۔ جب خدا نے ہمارے قابو میں تجھے دے دیا تو اب ہمیں

خوش کرنا چاہتا ہے۔ واللہ ہرگز یہ نہ ہوگا۔ حُجر نے پوچھا کیا تو نے اتنی امان مجھے نہیں دی ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں اور میرے بارے میں وہ اپنی رائے پر وہ عمل کریں۔ زیاد نے کہا ہاں یہ ہمیں منظور ہے۔ اسے لے جاؤ قید خانہ میں۔ جب وہ زیاد کے پاس سے بھیج دیئے گئے تو کہنے لگا قسم بخدا اگر امان نہ دی ہوتی تو یہاں سے وہ ہل نہ سکتا یہاں تک کہ اُس کی جان نکال لی جاتی۔ قسم بخدا اُسکی رگ گردن کاٹنے کے لیئے میرا جی لوٹ رہا ہے۔ زیاد کے پاس سے حُجر کو جب زندان کی طرف لے جا رہے تھے تو اُنھوں نے بلند آواز سے پکار کر کہا اللہ بارالٰہا میں اپنی بیعت پر قائم ہوں نہ میں اُسے چھوڑوں گا نہ چھوڑنا چاہتا ہوں یہ شخص خدا و خلق خدا کی اطاعت کے لئے اور صبح کا وقت تھا اور بہت سردی پڑ رہی تھی حجر اُس وقت سر پر برنس (صدر اسلام کی ایک خاص وضع کی ٹوپی) پہنے ہوئے تھے۔ دس دن انھیں قید میں گزرے۔ اور اب زیاد کو اُن رؤسا کی فکر ہوئی جو حُجر کے اصحاب میں تھے۔ عمرو بن حمق اور رفاعہ بن شداد کوفہ سے نکل گئے مدائن میں پہنچے پھر وہاں سے بھی چلے سرزمین موصل میں آئے۔ یہاں ایک پہاڑ میں یہ دونوں چھپ رہے۔ اُس گاؤں کے عامل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دو شخص اس پہاڑ کے دامن میں چھپے ہوئے ہیں۔ اُسے ان دونوں پر اشتباہ ہوا۔ یہ شخص قبیلۂ ہمدان سے تھا نام اُسکا عبداللہ بن ابی بلتعہ تھا۔ اپنے ساتھ سواروں کو اور اہل شہر کو لے کر یہ پہاڑ کی طرف آیا۔ جب ان دونوں شخصوں تک پہنچا تو وہ نکل آئے۔ عمرو مستسقی تھا اُس کے پیٹ میں پانی اتر آیا تھا وہ تو اپنے کو بچا نہیں سکتا تھا۔ ہاں رفاعہ بن شداد قوی ہیکل جوان تھا وہ اپنے بادپا فرس پر سوار ہو گیا۔ اور عمرو سے کہا میں تمھاری طرف سے لڑتا ہوں۔ اُس نے کہا تمھارے لڑنے سے مجھے کیا نفع پہنچے گا اگر ہو سکے تو اپنی جان بچا کر نکل جاؤ۔ اُس نے ان سب پر حملہ کر دیا سب منتشر ہو گئے یہ نکل گیا اور گھوڑا اُسے لے بھاگا۔ تعاقب میں سوار گئے۔ رفاعہ قدر انداز شخص تھا جو سوار قریب پہنچتا تھا تیر مار کر اوسے زخمی کر دیتا تھا یا اُس کے گھوڑے کو بیکار کر دیتا تھا۔ آخر اُسے چھوڑ کر سب پلٹ آئے۔ عمرو گرفتار ہو گیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے کہا میں وہ شخص ہوں جسے چھوڑ دو گے تو تمھارے لیئے اچھا ہو گا اور اگر قتل کرو گے تو تمھارے لیئے برا ہو گا۔ اُن لوگوں نے بہت پوچھا مگر اُس نے کچھ نہ بتایا۔ ابن ابی بلتعہ نے اسے عامل موصل

عبد الرحمن ثقفی کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے دیکھتے ہی عمرو کو پہچان لیا۔ اور معاویہ کو اُسکا حال لکھ بھیجا۔ معاویہ نے جواب میں اُسے لکھا کہ عمرو نے عثمان پر تیر کی بھال سے جو اُس کے پاس موجود تھی نو طعن کیئے تھے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ اُس پر زیادتی کی جائے جس طرح اُس نے عثمان پر طعن کئے ہیں تو بھی نو طعن اُس پر کر۔ اس حکم پر عمرو کو نکال کر باہر لائے اور نو طعن اُس پر کیئے گئے پہلے یا دوسرے وار میں وہ مر گیا۔ زیاد نے حجر کے اصحاب کو تلاش کرنے کے لیئے لوگوں کو روانہ کیا۔ سب نے بھاگنا شروع کیا۔ اُن میں سے جو ہاتھ لگ گیا اُسے گرفتار کر لیا اب قبیصہ بن ضبیعہ عبسی کے پاس زیاد نے اپنے صاحب شرطہ شداد بن ہیثم کو بھیجا۔ قبیصہ نے اپنی قوم والوں کو پکارا اور تلوار اٹھالی۔ ربعی بن حراش عبسی اور کچھ لوگ اور اُنکی قوم کے آپہنچے۔ یہ کچھ زیادہ نہ تھے۔ قبیصہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ صاحب شرطہ نے کہا تم کو جان و مال کی امان ہے پھر کیوں خود کو ہلاک کرتے ہو۔ یہ سن کر اُن کے اصحاب بھی کہنے لگے کہ تم کو امان مل گئی پھر کیوں اپنے کو اور اپنے ساتھ ہم سب کو ہلاک کرتے ہو۔ قبیصہ نے کہا خدا تم کو عقل دے یہ آیا لگایا ہوا پسر فاحشہ اگر میں اس کے ہاتھ لگا تو واللہ ہرگز نہیں بچ سکتا ضرور مجھے قتل کرے گا۔ اُنھوں نے کہا ایسا نہ ہوگا۔ یہ سن کر قبیصہ نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور سب انکو لیئے ہوئے زیاد کے پاس چلے۔ سامنا ہوتے ہی زیاد نے کہا واللہ میں تجھے ایسی سزا دونگا کہ فتنہ و فساد اٹھانا حاکموں پر حملہ کرنا سب بھول جائے گا۔ قبیصہ نے کہا میں تو امان پا کر چلا آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا لے جاؤ اُسے زندان میں۔

قیس بن عُباد شیبانی نے زیاد سے آکر کہا کہ ایک شخص ہم میں سے بنی ہمام کا جسے صیفی بن فسیل کہتے ہیں اصحاب حجر کے سرگروہوں میں ہے اور سب سے بڑھ کر تمھارا دشمن ہے۔ زیاد نے اُن پر دوڑ بھیجی لوگ انھیں بھی پکڑ کر اُس کے پاس لے آئے۔ زیاد نے اُن سے کہا اے دشمن خدا ابو تراب کے باب میں تیری کیا رائے ہے کہا میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔ کہا تو خوب جانتا ہے۔ کہا میں تو نہیں جانتا۔ کہا علی ابن ابی طالب کو تو نہیں جانتا۔ کہا ہاں جانتا ہوں۔ کہا وہی ابو تراب ہیں۔ کہا ہرگز نہیں وہ تو ابو الحسن و الحسین ہیں۔ اب صاحب شرطہ بول اٹھا کہ امیر تو کہتا ہے وہی ابو تراب ہیں اور تو کہتا ہے نہیں۔ کہا امیر جھوٹ بولے تو تو چاہتا ہے کہ میں بھی

جھوٹ بولوں اور امر ناحق پر شہادت دوں جس طرح اُس نے شہادت دی۔ زیاد نے کہا قصور واری اور زبان درازی! لاؤ تو میرا عصا۔ عصا آیا اور زیاد نے پھر پوچھا بتا تیری کیا رائے ہے۔ کہا بندگان خدا میں سے کسی بندۂ مومن کی نسبت جیسی میری رائے ہونی چاہیئے اُس سے بڑھکر ہے۔ لوگوں کو حکم دیا کہ عصا لے کر اسکے شانہ پر اس قدر مارو کہ زمین پر لوٹنے لگے۔ آخر صدمات ضرب سے وہ زمین پر گر پڑے۔ اب مار کو موقوف کرنے کا حکم ہوا اور پوچھا اب بتا علی کے باب میں تیری کیا رائے ہے کہا واللہ اگر تو چھریوں سے میری بوٹیاں اُڑا ڈالے جب بھی میں اس کے سوا نہ کہونگا جو تو سن چکا۔ کہا اُن پر لعنت کر نہیں تو تیری گردن ماروں گا۔ کہا واللہ اس سے پیشتر ہی میری گردن مار۔ اگر تو میری گردن مارے گا تو میں حکم خدا پر راضی ہو جاؤں گا اور تو شقاوت میں مبتلا ہو جائے گا۔ کہا اب اس کی گردن کی خبر لو۔ پھر کہنے لگا اسے بیڑیاں پنھا کر زندان میں ڈال دو۔

اس کے بعد عبداللہ بن خلیفہ طائی کی طلب میں جنھوں نے حجر کے ساتھ شریک ہوکر اُن لوگوں سے قتال شدید کیا تھا زیاد نے بُکیر بن حمران احمری کو جو کہ عمال کے تابعین میں سے تھا کچھ لوگ اپنے اصحاب میں سے ساتھ کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ عبداللہ کی طلب میں نکلے۔ اُن کو عدی بن حاتم کی مسجد میں پایا مسجد کے باہر انھیں لے آئے اور ارادہ کیا کہ زیاد کے پاس لے جائیں۔ وہ معزز شخص تھے انھوں نے نہ مانا اُن لوگوں سے جدال و قتال کرنے لگے۔ انھوں نے بھی اُن کو زخمی کر دیا دور سے پتھر برسا دیئے۔ آخر وہ زمین پر گر پڑے۔ اور اُن کی بہن میثاء دُہائی دینے لگیں کہ اے بنی طے کیا عبداللہ بن خلیفہ کو تم حوالے کر دو گے تمھاری زبان اور تمھاری سنان کدھر ہے۔ احمری یہ سن کر اندیشہ مند ہوا کہ بنی طے جمع ہو جائیں گے تو جان بچانا مشکل ہوگا بھاگ کھڑا ہوا۔ ادھر بنی طے کی عورتیں باہر نکل پڑیں اور عبداللہ کو گھر میں لے گئیں۔ اور احمری نے زیاد کے پاس جا کر یہ کہا کہ بنی طے نے مجھ پر ہجوم کیا میں تاب مقاومت نہ لا سکا تیرے پاس چلا آیا۔ اب زیاد نے عدی کے لیئے لوگوں کو بھیجا۔ وہ اُس وقت مسجد میں تھے۔ غرض انھیں قید کر لیا اور کہا عبداللہ کو میرے پاس لا۔ عدی کو عبداللہ کی خبر مل چکی تھی انھوں نے جواب دیا جس شخص کو لوگوں نے قتل کیا ہو اُسے تیرے پاس میں کس طرح لاؤں

کہا میرے پاس لاتو میں دیکھوں اگر لوگوں نے قتل کیا ہوگا تو یہ بہانہ کرنا کہا میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے اور اسکا کیا حال ہے۔ غرض زیاد نے اُنھیں قید رکھا۔ اور اہل شہر میں یمن اور مضر اور ربیعہ کے لوگوں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عدی کے لئے بے تاب نہ ہوگیا ہو۔ یہ سب لوگ زیاد کے پاس آئے اور عدی کے باب میں گفتگو بھی کی۔ عبداللہ کو لوگ نکال لے گئے وہ بحتر میں جاکر چھپ رہے اور عدی سے کہلا بھیجا اگر آپ کی مرضی ہو کہ میں نکل آؤں اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے دوں تو میں اس امر کے بجا لانے کے لئے موجود ہوں۔ عدی نے جواب میں کہلا بھیجا کہ واللہ اگر تم میرے دامن کے نیچے بھی چھپے ہوتے تو دامن کو تم پر سے ہٹانا مجھے گوارا نہ تھا۔ اب زیاد نے عدی کو بلا کر کہا کہ میں تمھیں اس شرط پر چھوڑے دیتا ہوں کہ عبداللہ کو شہر سے نکال دینے کا مجھ سے اقرار کرو اور اُسے پہاڑوں کی طرف روانہ کردو۔ عدی نے اُسے قبول کیا اور عبداللہ سے کہلا بھیجا کہ تم پہاڑوں کی طرف نکل جاؤ۔ اگر زیاد کے غیظ و غضب میں سکون ہو جائے گا تو میں تمھارے بارہ میں کچھ کہوں سنوں گا۔ انشاءاللہ پھر تم شہر میں چلے آؤ گے۔ غرض عبداللہ پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔

کریم بن عفیف خثعمی کو زیاد کے پاس لے کر آئے۔ پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ کہا میں کریم بن عفیف ہوں۔ کہا بُرا ہو تیرا! نام تو تیرا اور تیرے باپ کا کیسا اچھا ہے اور فعل تیرا اور عقیدہ تیرا کیسا بُرا ہے۔ کہا کہ ہاں واللہ میرے عقیدہ کا حال تو اب تجھے معلوم ہوا ہے۔

اسی طرح زیاد نے بارہ آدمی اصحاب حجر میں سے زندان میں جمع کئے۔ اب روسائے ارباع کو بلایا (اہل شہر کی تقسیم چار ارباع میں تھی ہر ربع پر ایک رئیس مقرر تھا یہ چاروں شخص روسائے ارباع یعنی میر محلہ کہلاتے تھے۔ مترجم) اُن سے کہا کہ حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اُس کے گواہ ہو جاؤ۔ اُس زمانہ میں یہ لوگ روسائے ارباع تھے۔ عمرو بن حُریث ربع اہل مدینہ پر۔ خالد بن عُرفطہ ربع تمیم و ہمدان پر۔ قیس بن ولید ربیعہ وکندہ پر۔ ابو بردہ ابن ابو موسیٰ قبیلہ مذحج و اسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں رئیسوں نے اس امر کی گواہی دی کہ حجر نے اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا۔ خلیفہ کو علانیہ بُرا کہا۔ امیرالمومنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ اور اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ آل ابی طالب کے سوا امر خلافت کسی کے لئے شایاں نہیں ہے۔ اور اُنھوں نے شہر میں خروج کرکے امیرالمومنین کے

عامل کو نکال دیا۔ اور ابوتراب کی طرف سے عذر اور اُن پر ترحم کیا۔ اُن کے دشمن اور اہل حرب سے برأت کی۔ اور یہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں اُن کے اصحاب کے سرگروہ ہیں انھیں کا سا عقیدہ انھیں کی سی حالت اُن کی بھی ہے۔ اب زیاد نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو روانہ کر دیا جائے۔ قیس بن ولید نے جو یہ سنا تو زیاد کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ مجھے خبر ملی ہے کہ جب یہ لوگ روانہ کئے جائیں گے تو اُن کے ہوا خواہ تعرض کریں گے۔ زیاد نے یہ سن کر کناسہ سے سرکش اونٹ مول لانے کا حکم دیا ان اونٹوں پر محملیں کسوا دیں اور ان پر چڑھے مقام رحبہ میں حجر کو اور اُن کے اصحاب کو سوار کر دیا جب رات ہو گئی تو زیاد نے کہا اب جس کا جی چاہے تعرض کرے۔ کسی نے بھی اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہ کی۔ زیاد نے گواہوں کی شہادت پر نظر ڈالی اور یہ کہا کہ میں اس شہادت کو قطعی نہیں سمجھتا چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ ہوں۔ دوسری روایت میں شہادت کا حال اس طرح لکھا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابوبردہ بن ابوموسیٰ رضائے الٰہی کے لئے شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاعت وجماعت کو ترک کیا اور خلیفہ پر لعن کی اور جنگ و فتنہ پر لوگوں کو آمادہ کیا اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا کہ وہ بیعت کو توڑیں اور امیرالمومنین معاویہ کو خلافت سے معزول کریں اور خدائے عزوجل کے ساتھ علانیہ کفر کیا۔ زیاد نے اس شہادت کو دیکھ کر کہا اسی طرح کی شہادت تم سب لوگ دو۔ سنو واللہ میں اس اجل رسیدہ احمق کی رگ گردن کے قطع ہونے میں جہد بلیغ کروں گا۔ باقی رؤسائے ارباع نے بھی ابوبردہ کی شہادت کے مثل گواہی دی اس کے بعد زیاد نے اور سب لوگوں کو بلایا اور اُن سے کہا کہ رؤساء ارباع کے مثل تم بھی شہادت دو۔ اور ساری تحریر اُن کو پڑھ کر سنا دی۔ سب سے پہلے عناق بن شرحبیل تیمی نے اٹھ کر کہا کہ میرا نام گواہوں میں لکھو۔ زیاد نے کہا پہلے قریش کے ناموں کو لکھو پھر عناق کا نام لکھو اور ان لوگوں کا جن کی خیرخواہی و راست بازی کو ہم لوگ بھی جانتے ہیں اور امیرالمومنین بھی اُن کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ سن کر اسحاق بن طلحہ اور موسیٰ بن طلحہ اور اسمٰعیل بن طلحہ اور منذر بن زبیر اور عمارہ بن عقبہ اور عبدالرحمٰن بن ہناد اور عمر بن سعد اور عامر بن مسعود اور محرز بن جاریہ اور عبیداللہ بن مسلم حضرمی نے گواہی دی۔ پھر عناق بن شرحبیل اور وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی اور قطن بن عبداللہ کی گواہی ہوئی۔ پھر سری بن وقاص حارثی کی شہادت لکھی گئی اور وہ اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھا

اپنی خدمت پر گیا ہوا تھا۔ پھر سائب بن اقرع ثقفی اور شبیب بن ربعی اور عبداللہ بن ابی عقیل ثقفی اور مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی اور قعقاع بن شور ذہلی کی شہادت لی گئی۔ پھر شداد بن بزیعہ کا نام آیا تو زیاد نے کہا کیا اس کا کوئی باپ نہیں ہے جو ماں کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ اسے گواہوں میں سے نکال ڈالو۔ کسی نے کہدیا کہ وہ حصین کا بھائی ہے اور حصین تو منذر کا بیٹا ہے۔ زیاد نے کہا بس اُسے بھی اُسی کا بیٹا لکھ دو۔ غرض ابن بزیعہ کو ابن منذر لکھ دیا۔ یہ خبر شداد کو بھی پہنچی تو کہنے لگا تف ہے اس اپسر فاحشہ پر کیا اسکی ماں اس کے باپ سے بڑھکر زبان زد نہ تھی واللہ اُسے تو اسکی ماں سُمیّہ کے ساتھ ہمیشہ نسبت دی جائے گی۔ پھر حجار بن ابجر عجلی کی گواہی لی گئی۔ ان گواہوں میں جو لوگ بنی ربیعہ کے تھے قوم ربیعہ اُن پر غضبناک ہوئی اور اُن سے کہا کہ تم نے ہمارے دوستوں اور حلفا کے خلاف میں یہ گواہی دی ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا خود اُنکی قوم کے بہت سے لوگوں نے اُن کے خلاف میں گواہی دی ہے ہم بھی آخر آدمی ہیں۔ پھر عمرو بن حجاج زبیدی اور لبید بن عطارد تمیمی اور محمد بن عمیر تمیمی اور سوید بن عبدالرحمن تمیمی کی گواہی ہوئی اسماء بن خارجہ فزاری گواہی دینے سے عذر کرتا رہا مگر اُس کی گواہی لکھی گئی۔ پھر شمر بن ذی الجوشن عامری اور ہیثم ہلالی کے دونوں بیٹے شداد و مروان اور محصن بن ثعلبہ نے گواہی دی۔ ہیثم بن اسود نخعی بھی سب سے عذر کرتا رہا مگر اُس کی گواہی بھی لکھی گئی۔ پھر عبدالرحمن بن قیس اسدی اور ازمع ہمدانی کے دونوں بیٹے حارث و شداد اور کریب بن سلمہ جعفی اور عبدالرحمن بن ابی سبرہ جعفی اور زحر بن قیس جعفی اور قدامہ بن عجلان ازدی اور عزرہ بن عزرہ احمسی گواہوں میں لکھے گئے۔ مختار بن ابی عبید اور عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو بھی زیاد نے بلا بھیجا کہ حُجر کے خلاف میں گواہی دیں مگر وہ دونوں بچ کر نکل گئے۔ پھر عمر بن قیس ذی اللحیہ وادعی اور ہانی بن حیہ وادعی نے گواہی دی۔ ستر گواہ سب تھے اس پر زیاد نے کہا کہ ان لوگوں کے سوا جو صاحب حسب و دیندار ہیں اور سب کے نام نکال ڈالو۔ جو لوگ گواہی سے نکالے گئے اُن میں عبداللہ بن حجاج تغلبی بھی تھا۔ اس انتخاب کے بعد بس اتنے لوگ گواہوں میں شامل رہے۔ ان کی گواہی ایک کتاب میں لکھی گئی یہ کتاب زیاد نے وائل بن حجر حضرمی اور کثیر بن شہاب حارثی کے حوالے کی اور ان دونوں کو حجر اور اُنکے

اصحاب پر سزا اول مقرر کیا اور حکم دیا کہ اُن لوگوں کو لے کر روانہ ہوں۔ گواہوں میں شریح بن حارث قاضی اور شریح بن ہانی حارثی کا بھی نام لکھ دیا گیا۔ تو شریح قاضی کا بیان یہ ہے کہ زیاد نے مجھ سے حجر کا حال پوچھا تھا میں نے کہا وہ بڑے روزہ دار و نماز گزار شخص ہیں۔ اور شریح بن ہانی کہتے ہیں میں نے گواہی دی ہی نہیں جب مجھے خبر ہوئی کہ میری گواہی بھی لکھی گئی ہے تو میں نے زیاد کو ملامت کی اور اُسے کاذب کہا۔ وائل بن حجر و کثیر بن شہاب رات کے وقت سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ صاحب شرطہ بھی ساتھ ساتھ رہا اور کوفہ کے باہر تک اُن کو نکال آیا۔ جب یہ لوگ محلہ عرزم تک پہنچے تو قبیصہ نے اپنے گھر کی طرف ایک نظر کی دیکھا کہ بیٹیاں اُنکی کسی بلندی پر چڑھکر دیکھ رہی ہیں۔ اُنھوں نے وائل و کثیر سے کہا کہ مجھے اتنی اجازت دو کہ اپنے عیال کو وصیت کر لوں۔ دونوں نے اجازت دے دی۔ جب یہ گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لڑکیاں رو رہی ہیں۔ پہلے یہ ذرا خاموش رہے پھر اُن سے کہا کہ چپ ہو جاؤ وہ سب چپ ہو گئیں تو کہا خدائے عزوجل سے ڈرو اور صبر کرو میں اس سفر میں اپنے پروردگار سے امید رکھتا ہوں کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور مجھے حاصل ہوگی۔ یا تو شہادت ہوگی اور وہ تو بہت بڑی سعادت ہے یا تمھارے پاس خیر و عافیت کے ساتھ واپس چلا آؤں گا۔ اور سنو رزق جو تمھیں دیتا تھا اور تمھاری پرورش میں میرا معین رہتا تھا وہ خداوند تعالیٰ ہے۔ وہ تو زندہ ہے اُس کے لیئے موت نہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ضائع نہ ہونے دے گا اور تمھارے لیئے میری حفاظت کرے گا۔ قبیصہ یہ کہکر وہاں سے پھرے اور اپنی برادری والوں کی طرف سے گذرے۔ وہ لوگ انھیں دیکھکر خدائے تعالیٰ سے اُنکے لیئے دعا مانگنے لگے۔ کہا مجھے اپنی جان جس قدر عزیز ہے اسی کے برابر اپنی قوم کے ہلاک ہونے کا خیال ہے گو وہ میری نصرت نہ کریں۔ اُس وقت کچھ یہ امید بھی قبیصہ کو ہوئی تھی کہ یہ لوگ مجھے چھڑا لیں گے۔ عبیداللہ بن حرہ جعفی بیان کرتے ہیں کہ حجر کو اور اُن کے اصحاب کو جب لے کے چلے ہیں تو میں سری بن ابی وقاص کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کیا دس آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو اس وقت میرے شریک ہو جائیں کہ میں اُن لوگوں کو چھڑا لوں کیا پانچ آدمی بھی ایسے نہیں ہیں افسوس ہزار افسوس کسی نے مجھے

جواب نہ دیا۔ جب غریین کے مقام پر یہ لوگ پہنچے ہیں تو شریح بن ہانی ایک خط لیے ہوئے پہنچے۔ اور کثیر سے کہا کہ میرا یہ خط امیرالمومنین کو پہنچا دینا۔ کہا اس میں کیا مضمون ہے۔ کہا یہ نہ پوچھو اس میں کچھ میری حاجت ہے۔ کثیر نے انکار کیا اور کہا ایسا خط امیرالمومنین کے پاس میں نہیں لے جاتا جسکا مضمون مجھے نہ معلوم ہو ممکن ہے کہ اُنھیں ناگوار ہو۔ شریح نے وائل کو جاکر خط دیا اور اُنھوں نے لے لیا۔ پھر جو یہ قافلہ روانہ ہوا تو مرج عذرا میں جاکر ٹھہرا۔ یہاں سے دمشق بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ سب اتنے لوگ تھے جو مرج عذرا میں قید کئے گئے تھے۔ حُجر بن عدی کندی اور ارقم بن عبداللہ کندی اور شریک بن شداد حضرمی اور صیفی بن فسیل اور قبیصہ بن ضبیعہ عبسی اور کریم بن عفیف خثعمی اور عاصم بن عوف بجلی اور ورقاء بن سُمّی بجلی اور کدام بن حیان عنزی اور عبدالرحمٰن بن حسان عنزی اور محرز بن شہاب تمیمی اور عبداللہ بن حویّہ سعدی۔ زیاد نے عامر بن اسود عجلی کے ساتھ دو شخصوں کو اور بھیجا عُتبہ بن اخنس کو اور سعد بن نمران ہمدانی کو یہ سب چودہ شخص ہوے۔

معاویہ نے وائل و کثیر کو بلا بھیجا اُن سے خط لے کر مہر توڑی اور اہل شام کو پڑھکر سنایا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بندۂ خدا امیرالمومنین معاویہ کو زیاد بن ابی سفیان کی طرف سے۔ خدا نے اس بلا کو امیرالمومنین سے خوبی کے ساتھ دفع کردیا اور باغیوں کے دفع کرنے کی زحمت سے اُنھیں بچا لیا۔ اس فرقۂ ترابیہ سبائیہ کے شیاطین نے جن کا سرگروہ حُجر بن عدی ہے۔ امیرالمومنین سے مخالفت اور جماعت مسلمین سے مفارقت کی۔ اور ہم لوگوں سے جنگ کی۔ خدا نے ہمیں اُن پر غلبہ دیا اور ہم نے اُنھیں گرفتار کرلیا۔ شہر کے اشراف و اخیار و معمر و دیندار لوگوں کو میں نے بلایا۔ اِنھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اور اُنھوں نے جو کچھ کیا تھا اُس کی گواہی اِنھوں نے دی۔ میں نے اُن کو امیرالمومنین کے پاس بھیج دیا ہے۔ اور میرے اسی خط کے تحت میں صلحاد اخیار شہر کی گواہیاں مندرج ہیں۔ معاویہ نے خط اور گواہیوں کو پڑھکر پوچھا کہ ان لوگوں کے باب میں جن کے خلاف انھیں کی قوم نے یہ گواہیاں دی ہیں جو تم سن رہے ہو تمھاری کیا رائے ہے۔ یزید بن اسد بجلی نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ملک شام کے قریوں میں ان کو متفرق کردیجیے۔ وہاں کے شورش انگیز لوگ اُنکے لیے

بس ہیں۔ آپ کو سزا دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ شریح بن ہانی کا خط معاویہ کو وائل بن حجر نے دے دیا۔ معاویہ نے اس خط کو بھی پڑھا۔ لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بندۂ خدا امیر المومنین معاویہ کو شریح بن ہانی کی طرف سے مجھے خبر ملی ہے کہ زیاد نے آپ کے پاس میری شہادت حجر بن عدی کے خلاف میں لکھ کر بھیجی ہے۔ حجر بن عدی کے باب میں میری شہادت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والوں میں زکوۃ دینے والوں میں ہمیشہ حج و عمرہ بجالانے والوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں میں ہیں۔ اُن کا خون بہانا اُن کا مال لینا حرام ہے۔ اب چاہو اُن کو قتل کرو چاہو چھوڑ دو۔ معاویہ نے یہ خط وائل و کثیر کو پڑھکر سنایا اور یہ کہا۔ کہ معلوم ہوتا ہے اُنھوں نے خود کو تم لوگوں کی شہادت سے الگ کر لیا۔ غرض یہ لوگ مرج عذراء میں قید رہے۔ اور معاویہ نے زیاد کو لکھا۔ کہ تم نے حُجر بن عدی اور اُن کے اصحاب اور اُن کے خلاف میں جو شہادت تمھاری جانب سے ہوئی ہے اس باب میں جو کچھ بیان کیا ہے میں سمجھ گیا۔ میں نے غور کیا تو کبھی یہ رائے ہوئی کہ اُنکو چھوڑ دینے سے قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ رائے ہوئی کہ اُن کو قتل کرنے سے معاف کر دینا افضل ہے والسّلام۔ زیاد نے اس کے جواب میں معاویہ کو لکھا۔ کہ میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور آپ کی رائے کو سمجھا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حجر اور اُس کے اصحاب کے بارہ میں آپ کو کیسا اشتباہ ہوا۔ جو لوگ اُن کے احوال سے زیادہ تر واقف ہیں اُنھوں نے تو ان کے خلاف میں گواہیاں دیں اور آپ سن چکے۔ اب اگر اس شہر پر قبضہ رکھنا آپ چاہتے ہیں تو حجر کو اور اُس کے اصحاب کو ہرگز میرے پاس واپس نہ کیجئے گا۔ یزید بن حُجَیَّہ تیمی یہ خط لے کر روانہ ہوا۔ مرج عذراء میں پہنچا اور قیدیوں سے کہا واللہ تمھارے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ میں ایک خط لے کر آیا ہوں جس کا انجام قتل ہے۔ اب جو کچھ تم اپنے حق میں بہتر سمجھتے ہو مجھ سے بیان کرو کہ میں اس باب میں کچھ کر سکوں کچھ کہہ سکوں۔ حجر نے کہا کہ معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم لوگ اپنی بیعت پر قائم ہیں نہ چھوڑنا چاہتے ہیں نہ اُسے چھوڑیں گے۔ جنھوں نے ہمارے خلاف میں شہادت دی ہے وہ سب ہمارے دشمن اور بدخواہ ہیں۔

یزید بن حجیہ خط لے کر معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ نے زیاد کا خط پڑھ لیا تو حجر کا پیغام بھی سنا دیا۔ معاویہ نے اس کا جواب دیا کہ زیاد کو ہم حجر سے بڑھکر راست گو سمجھتے ہیں۔ اس پر عبدالرحمن ابن ام الحکم ثقفی یا عثمان بن عمیر ثقفی اور معاویہ میں کچھ باتیں ہوئیں۔ اہل شام وہاں سے اُٹھے اور ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ معاویہ نے اور عبدالرحمن نے کیا باتیں کیں۔ نعمان بن بشیر سے آکر عبدالرحمن کا قول انھوں نے بیان کیا۔ نعمان نے کہا سب لوگ مارے جائیں گے۔ عامر بن اسود عجلی بھی عذرا میں ابھی تک تھا اُس نے معاویہ کے پاس آنے کا قصد کیا کہ اور دو شخصوں کو جو زیاد نے بھیجا ہے اُن کا ذکر کر دے۔ اس کو جاتے دیکھکر حجر بن عدی زنجیر کو کھڑ کھڑاتے ہوئے اُٹھے۔ اور کہا اے عامر ایک بات میری سن لے معاویہ سے کہنا کہ ہم لوگوں کا خون بہانا اُس پر حرام ہے۔ اور یہ کہدینا کہ ہم لوگوں کو امان دی جا چکی ہے اور ہم صلح کر چکے ہیں۔ ارے خدا سے ڈر اور ہمارے باب میں غور کر۔ ۔ ۔ ۔ حجر نے بار بار عامر سے یہی بات کہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عامر نے کہا میں سمجھ گیا تم تو بہت دفعہ کہہ چکے۔ حجر نے کہا میرے لئے کسی طرح کی بدنامی نہیں ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تجھ کو تو انعام و اکرام ملے گا۔ اور حجر کو کھینچ لے جائیں گے اور قتل کریں گے۔ اگر میری بات تجھے گراں گذرے تو یہ جائے شکایت نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس بات پر عامر کو شرمندگی سی ہوئی کہنے لگا واللہ یہ بات نہیں ہے۔ میں ضرور تمھارا پیام پہنچا دوں گا اور ضرور کد و کاوش کروں گا۔ اسی کا بیان ہے کہ اُس نے کیا بھی ایسا ہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عامر نے معاویہ سے اُن دونوں شخصوں کا ذکر جو کیا تو یزید بن اسد بجلی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے امیرالمومنین دونوں ابن عم میرے مجھے بخش دیجئے ،، ان دونوں کی سفارش میں جریر بن عبداللہ پہلے ہی معاویہ کو لکھ چکا تھا کہ ،، میری قوم کے دو شخص جو اہل جماعت سے ہیں اور خوش عقیدہ ہیں کسی نمام بدخواہ نے زیاد سے اُن کی سعایت کی۔ زیاد نے ان دونوں کو بھی اُن کوفیوں کے ساتھ بھیج دیا ہے جن کو امیرالمومنین کے پاس اُس نے روانہ کیا ہے ان دونوں نے نہ تو اسلام میں کوئی بدعت نہ خلیفہ سے کچھ مخالفت کی ہے۔ امیرالمومنین سے اسکا نفع انھیں ملنا چاہئے ،، اب جو یزید نے ان دونوں کی سفارش کی تو معاویہ کو جریر کا خط بھی یاد آگیا۔ یزید سے کہا کہ تمھارے

ابن عم جریر نے بھی ان دونوں کی تعریف مجھے لکھ بھیجی ہے۔ اور وہ ایسا ہی شخص
ہے کہ اُس کی بات پر یقین کرنا چاہئیے اور اُسکی خیر خواہی کو مان لینا چاہئیے اور تم نے
بھی دونوں ابن عم اپنے مجھ سے مانگے ہیں لو میں نے دونوں کو تمھیں بخش دیا۔ وائل
بن حجر نے ارقم کے لئے کہا اُس کو بھی اُسکی خاطر سے چھوڑ دیا۔ ابو اعور سلمی نے
عُتبہ بن اخنس کو مانگ لیا اُسکی بھی جان بخشی ہو گئی۔ حُمرہ بن مالک ہمدانی نے
سعد بن نمران ہمدانی کو مانگا اُسے بھی معاف کر دیا۔ حبیب بن مسلمہ نے ابن حوبہ کے
باب میں گفتگو کی اُسے بھی رہائی مل گئی۔ اب مالک بن ہبیرہ سکونی نے کھڑے ہو کر
معاویہ سے کہا "امیر المومنین میرے ابن عم حُجر کو میرے کہنے سے چھوڑ دیجئے"
معاویہ نے کہا تیرا ابن عم تو رئیس قوم ہے۔ اگر اُسے چھوڑ دوں تو مجھے اس بات کا
ڈر ہے کہ سارے شہر کو مجھ سے بدعقیدہ کر دے گا اور کل کو مجبور ہو کر مجھے اُس کے
مقابلے کے لیئے پھر تجھی کو تمام اصحاب سمیت عراق میں بھیجنا پڑے گا۔ مالک نے کہا
واللہ تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ اے معاویہ میں نے تمھارے ساتھ
شریک ہو کر تمھارے ابن عم سے قتال کیا۔ مجھے اُن لوگوں کے مقابلے میں صفین کا سا
معرکہ پیش آیا۔ آخر تمھارا ہاتھ اونچا رہا اور تمھارا پایہ بلند ہو گیا اور پھر کسی بات کا
تم کو خوف نہ رہا۔ اب میں نے اپنے ابن عم کے لیئے جو تم سے سوال کیا تو تم خفا
ہو گئے اور بات میں طول دے دیا جس سے مجھے کچھ نفع نہ پہنچا اور بیکار کا خوف
تم نے کیا۔ مالک تو یہ کہکر چلا گیا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہا۔ معاویہ نے
اسیروں کے پاس ہُدبہ بن فیاض قُضاعی (یک چشم) اور حُصین بن عبد اللہ کلابی
اور ابو شریف بدی کو بھیجا۔ یہ لوگ شام کے وقت وہاں پہنچے۔ خثعمی نے
جونہی یک چشم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہدیا "کہ ہم میں سے آدھے
قتل ہو جائیں گے آدھے بچ جائیں گے" سعد بن نمران نے کہا خداوندا مجھے
اس صورت میں بچا لینا کہ تو بھی مجھ سے راضی رہے۔ عبد الرحمن بن حسان عنزی
نے کہا خداوندا ان کی ذلت سے مجھے عزت دے اس طرح سے کہ تو بھی مجھ سے
راضی رہے۔ میں نے تو بہت دفعہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا مگر خدا کو یہی منظور
ہوا جو اسکی مشیت تھی۔ معاویہ کے پیغامی نے اُن لوگوں سے کہا کہ جو شخص

چھوڑ دیئے جائیں گے آٹھ قتل کئے جائیں گے۔ ہم لوگوں کو حکم ہے کہ علی سے تبرا اور اُن پر لعنت کرنے کو تم سے کہیں اگر تم ایسا کرو تو تم کو چھوڑ دیں ورنہ تم کو قتل کریں۔ امیر المومنین کا خیال ہے کہ خود تمھارے ہی ہموطنوں کی گواہی سے تمھارا قتل کرنا اُن کے لیئے جائز ہو چکا ہے۔ مگر اُنھوں نے معاف کر دیا ہے۔ تم اس شخص پر تبرا کرو تو ہم سب کو چھوڑ دیں۔ اُن لوگوں نے کہا اللہ خدا وندا ہم سے تو یہ فعل کبھی نہیں ہو سکے گا۔ بس اُن کے لیئے قبروں کے کھودنے کا حکم دے دیا گیا قبریں کھدنے لگیں کفن سب کے لیئے آ گئے۔ رات بھر یہ لوگ نمازیں پڑھتے رہے۔ صبح ہوئی تو اصحاب معاویہ نے اُن سے کہا رات تو تمھاری طولانی نمازوں کو اور دعاؤں کو ہم نے دیکھا یہ تو بتاؤ عثمان کے بارہ میں تمھارا کیا عقیدہ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ وہی تو پہلے شخص ہیں جس نے حکم میں جور اور ناحق پر عمل کیا۔ یہ سن کر اصحاب معاویہ نے کہا امیر المومنین نے تم کو خوب پہچانا تھا۔ اور یہ کہکر قتل کرنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اس شخص پر تبرا کرو۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم تو اُن سے تولّا رکھتے ہیں اور اُن سے جس نے تبرا کیا ہم بھی اُس پر تبرا کرتے ہیں۔ اب ایک ایک شخص نے ایک ایک شخص کو قتل کرنے کے لیئے کھینچا۔ قبیصہ پر ابو شریف بدّی کا ہاتھ پڑا۔ قبیصہ نے کہا میرے تیرے خاندان میں شر...... مجھے کوئی اور ہی شخص قتل کرے۔ بدّی نے کہا کچھ قرابت کا ہونا اس وقت تیرے کام آیا۔ یہ کہکر اُس نے حضرمی کو اور قضاعی نے قبیصہ کو قتل کیا پھر حجر نے اُن لوگوں سے کہا ذرا مجھے وضو کر لینے دو۔ کہا کر لو۔ جب وضو کر چکے تو کہا دو رکعت نماز بھی پڑھ لینے دو۔ بخدا میں نے جب کبھی وضو کیا ہے دو رکعت نماز ضرور پڑھی ہے۔ کہا پڑھ لو۔ حجر نماز پڑھکر واپس آئے اور کہنے لگے واللہ اتنی مختصر نمازیں نے کبھی نہیں پڑھی۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم خیال کرو گے کہ مجھے موت سے اضطراب ہے تو جی چاہتا تھا کہ اس نماز میں طول دیتا۔ پھر کہا خداوندا ہم لوگ تجھ سے مدد چاہتے ہیں اس امت کے مقابلہ میں اہل کوفہ نے ہمارے خلاف میں گواہی دی اور اہل شام ہم کو قتل کر رہے ہیں۔ اور واللہ اگر تم مجھ کو قتل کرتے ہو تو سن رکھو کہ مسلمانوں میں پہلا فارس میں ہوں جو وادی شام میں ہلاک ہوا اور پہلا شخص میں ہوں جن پر یہاں کے

کئے بھونکے ۔ یہ سن کر یک چشم ہدبہ تضاعی تلوار کھینچے ہوئے اُن کی طرف بڑھا۔ اور اُن کے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری پڑگئی ۔ ہدبہ نے کہا ہاں ہاں تم تو سمجھتے تھے کہ موت سے تم کو اضطراب نہیں ہے ۔ لو میں تمھیں چھوڑے دیتا ہوں۔ اپنے صاحب سے برأت کا اقرار کر لو۔ حجر نے کہا کیونکر مجھے اضطراب نہ ہو۔ دیکھ رہا ہوں قبر کھدی ہوئی ہے کفن سامنے پھیلا ہوا ہے تلوار سر پر کھنچی ہوئی ہے ۔ اور واللہ اس اضطراب میں بھی ایسا کلمہ منھ سے نہ نکالوں گا جس سے خدا ناراض ہو۔ یہ سن کر ہدبہ نے اُن کو قتل کیا۔ پھر سب بڑھے اور ایک ایک کر کے قتل کرنے لگے یہاں تک کہ چھ آدمی قتل ہو گئے ۔ عبدالرحمٰن بن حسان عنزی اور کریم بن عفیف خثعمی نے کہا تھا ہم دونوں کو امیرالمومنین کے پاس بھیج دو۔ اس شخص کے باب میں جو کلمہ وہ کہتے ہیں ہم بھی اسی طرح کہہ دیں گے۔ ان دونوں آدمیوں کے اس قول کو معاویہ کے پاس اُن لوگوں نے کہلا بھیجا تھا ۔ معاویہ نے کہا جاؤ کہدو دونوں کو میرے پاس لے آؤ۔ جب یہ دونوں شخص معاویہ کے سامنے گئے تو خثعمی نے کہا ”اے معاویہ خدا سے ڈر۔ اس دار فانی سے دارالآخرۃ کی طرف تجھے بھی جانا ہے اور اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہمیں تو نے کیوں قتل کیا ہمارا خون تو نے کیوں بہایا،، معاویہ نے پوچھا علی کے باب میں تو کیا کہتا ہے ۔ کہا جو تم کہتے ہو۔ پوچھا علی جس دین پر تھے کیا تو اُس دین سے برأت کرے گا ۔ انھوں نے جواب نہ دیا اور معاویہ نے بھی جواب دینے سے کراہیت کی ۔ شمر ذی الجوشن نے اُٹھ کر کہا اے امیرالمومنین یہ میرا ابن عم ہے مجھے بخش دیجئے ۔ معاویہ نے کہا بخشا ۔ مگر میں اُسے مہینہ بھر تک قید رکھوں گا۔ اسکے بعد سے ہر دوسرے دن ان کی طلب ہوتی تھی اور ان میں اور معاویہ میں باتیں ہوا کرتی تھیں ۔ معاویہ نے ان سے کہدیا کہ تجھ ایسے شخص کا عراق میں جا کر رہنا مجھے گوارا نہیں ۔ آخر شمر نے پھر ان کی سفارش کی ۔ تو معاویہ نے کہا میں تمھیں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمھارے ابن عم کو بخش دیا ۔ یہ کہکر اُن کو بلا بھیجا اور رہا کر دیا ۔ شرط یہ ہوئی تھی کہ جب تک معاویہ کی سلطنت ہے کوفہ میں یہ نہ جائیں ۔ اُن سے پوچھا کہ بلاد عرب میں سے کونسا شہر تمھیں پسند ہے جہاں میں تم کو بھجوا دوں ۔ انھوں نے موصل کو پسند کیا ۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ معاویہ کے مرنے کے بعد میں

کوفہ میں چلا جاؤں گا۔ مگر معاویہ سے ایک مہینہ پیشتر یہ مر گئے۔ پھر معاویہ نے عبدالرحمٰن عنزی کی طرف رخ کر کے کہا۔ بتا اے اخو ربیعہ علی کے باب میں تیرا کیا قول ہے۔ کہا یہی بہتر ہے کہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھ۔ کہا جب تک تو یہ نہ بتائے گا میں چھوڑ نے کا نہیں۔ کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ذکر خدا کرنے والے اور حق پر حکم کرنے والے تھے اور عدل کے قائم رکھنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے۔ کہا عثمان کے باب میں تیرا کیا قول ہے۔ کہا انھیں نے سب سے پہلے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کے دروازوں کو ہلا ڈالا۔ کہا تو نے اپنے تئیں آپ قتل کیا میں نے تو تجھ کو قتل کیا اور اس وقت بنی ربیعہ میں سے کوئی میدان میں نہیں ہے۔ عنزی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب شمر نے خثعمی کی سفارش کی تھی۔ اور ان کے خاندان کا کوئی شخص اس وقت حاضر نہ تھا کہ ان کے باب میں کچھ کہتا سنتا۔ معاویہ نے ان کو زیاد کے پاس واپس کر دیا۔ اور اسے لکھ بھیجا کہ تیرے بھیجے ہوئے لوگوں میں سب سے بدتر یہ عنزی ہے۔ اس کو ایسی سزا دے جسکے وہ سزاوار ہے اور بہت ہی بری طرح اسے قتل کر۔ زیاد کے پاس جب یہ پہنچے تو اس نے ان کو قس ناطف میں بھیجکر اسی مقام میں جیتا گاڑ دیا۔ جس وقت عنزی اور خثعمی کو معاویہ کے پاس لے جانے لگے ہیں تو عنزی نے حجر کی طرف خطاب کر کے کہا "اے حجر خدا آپ پر رحم کرے کیا اچھے برادر ایمانی تھے آپ" اور خثعمی نے کہا "تم سلامت رہو کہ ہمیشہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہے۔ اتنے میں ان دونوں کو لے کر لوگ دور نکل گئے۔ جب تک سامنا رہا حجر ان کی طرف دیکھتے رہے پھر کہا۔ دوستوں کے تعلقات قطع کرنے کے لئے موت کافی ہے" حجر کے قتل ہونے کے چند روز بعد عتبہ بن اخنس اور سعد بن نمران کو بھی معاویہ کے پاس لے گئے دونوں کو رہا کر دینے کا حکم ہوا۔

حجر رحمہ اللہ کے اصحاب میں کون کون لوگ قتل ہوئے

حجر بن عدی۔ شریک بن شداد حضرمی۔ صیفی بن فسیل شیبانی۔ قبیصہ بن ضبیعہ عبسی محرز بن شہاب سعدی۔ کدام بن حیان عنزی۔ عبدالرحمٰن بن حسان عنزی جن کو

زیاد کے پاس بھیج دیا تھا اور قس ناطف میں زندہ گاڑ دیئے گئے۔ یہ سب سات شخص ہیں کہ قتل کئے گئے اور ان کو کفن دیئے گئے اور ان پر نماز پڑھی گئی۔ حسن کو حجر کے مع اصحاب قتل ہونے کی خبر پہنچی تو پوچھا نماز اُن پر پڑھی گئی کفن انھیں ملا وہ لوگ دفن ہوئے ان کو قبلہ رخ کیا تھا۔ سب نے کہا کہ ہاں ایسا ہوا۔ کہا بخدا ان کی زیارت کو جانا چاہئے ہیںلہ

کون کون لوگ قتل سے بچ گئے

کریم بن عفیف خثعمی۔ عبداللہ بن حویہ تمیمی۔ عاصم بن عوف بجلی۔ ورقا بن سُمی بجلی۔ ارقم بن عبداللہ کندی۔ عُقبہ بن اخنس سعدی۔ سعد بن نمران ہمدانی۔ یہ بھی سات شخص ہیں۔

مالک بن ہبیرہ سکونی کی سفارش کو بھی حجر کی جان بخشی کے لئے معاویہ نے جب نہ سنا۔ اور بنی کندہ اور بنی سکون اور بہت سے لوگ اہل یمن سے اس کے پاس جمع ہو گئے تو اُس نے یہ بات کہی "واللہ ہمیں معاویہ کی اتنی پروا نہیں ہے جتنی اُن کو ہم لوگوں کی ضرورت ہے۔ ہم کو انھیں کی قوم میں سے اُن کا بدل مل جائے گا انھیں ہمارا بدل نہیں مل سکتا۔ چلو حجر کو اُن لوگوں کی قید سے چھڑا لائیں" یہ سن کر سب کے سب چل کھڑے ہوئے۔ انھیں یقین تھا کہ سب لوگ عذرا میں ہوں گے۔ ابھی قتل نہیں ہوئے۔ سامنے سے قاتلوں کو دیکھا کہ اس طرف سے چلے آرہے ہیں۔ اور انھوں نے جو یہ دیکھا کہ مالک کے ساتھ بہت سے لوگ چلے آرہے ہیں تو سمجھ گئے کہ حجر کے چھڑانے کو یہ آرہا ہے۔ مالک نے اُن سے پوچھا کہ کیا خبر ہے۔ ایک شخص نے کہا ان لوگوں نے توبہ کرلی۔ اب ہم معاویہ کے پاس یہی کہنے کو جارہے ہیں۔ مالک نے سکوت کیا اور عذرا کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک شخص اُدھر سے آتا ہوا راہ میں ملا۔

لہ حجوھم ورب الکعبہ لغت میں حج بمعنی زیارت بھی اور بمعنی غلبہ بحجت بھی ہے یعنی وہ مغلوب ہو گئے بخدا۔

اس سے خبر ملی کہ وہ لوگ قتل ہو گئے۔ مالک پکارا کہ ان قاتلوں کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ کچھ سوار بھی اُن کے تعاقب میں دوڑائے۔ مگر وہ نکل گئے تھے اور معاویہ کے پاس جاکر مالک بن ہبیرہ کا اور اُس کے ساتھ کے لوگوں کا جو قصد تھا سب بیان کر دیا۔ معاویہ نے کہا گھبراؤ نہیں یہ ایک جوش تھا جو اُسے آگیا شاید اب ٹھنڈا بھی ہو گیا ہو گا۔ مالک جو وہاں سے واپس ہوا تو سیدھا اپنے گھر پر آکر اترا معاویہ کے پاس گیا بھی نہیں۔ معاویہ نے بلا بھیجا تو اس نے آنے سے انکار کیا۔ جب رات ہوئی تو معاویہ نے ایک لاکھ درم اس کے پاس بھیج دئے اور یہ کہلا بھیجا کہ امیر المومنین نے جو حجر کے باب میں تیری سفارش کو نہ مانا وہ محض تیری اور تیرے اصحاب کی بہتری کے خیال سے تھا کہ پھر جنگ وجدال کی مصیبت نہ پڑ جائے۔ حجر بن عدی اگر زندہ رہتا تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ تجھ کو اور تیرے اصحاب کو اُس سے لڑنے کے لئے جانا پڑتا۔ اور اس جنگ سے مسلمانوں کی ایسی تباہی ہوتی جو حجر کے قتل سے کہیں بڑھکر ہے۔ مالک نے قبول کر لیا اور خوش ہو گیا۔ اور صبح کو اپنی ساری جمعیت سمیت معاویہ کے پاس آکر رضامندی کا اظہار کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجر اور اصحاب حجر کے لئے عبدالرحمن بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تھا۔ یہ جب معاویہ کے پاس پہنچے تو وہ لوگ قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمن نے پوچھا کہ ابو سفیان کا سا حلم جو تم میں تھا اُسے کب سے چھوڑ دیا۔ کہا جب سے تم ایسے اہل حلم نے مجھے چھوڑ دیا۔ ابن سمیہ نے جو کہا وہ میں نے مان لیا۔ اور عائشہ کہا کرتی تھیں اگر ایسا نہ ہوا ہوتا کہ جب ہم کسی چیز کو متغیر کرتے ہیں تو اُس سے زیادہ مشکلات ہم پر اُلٹ پڑتے ہیں جن میں ہم تھے ہم ضرور حجر کے قتل کو متغیر کرتے۔ بخدا میرے علم میں تو یہ ہے کہ وہ شخص دیندار تھا حج و عمرہ کا بجالانے والا تھا۔ معاویہ نے جب حج کیا تو عائشہ رضوان اللہ علیہا کے دروازہ سے گذرے۔ اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ آکے بیٹھے تو آپ نے کہا۔ معاویہ تم کو اسکا اطمینان کیونکر ہوا کہ تمھارے قتل کرنے کے لئے میں نے کسی کو یہاں چھپا کر نہ رکھا ہو گا۔ معاویہ نے کہا میں تو بیت الامن میں آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا معاویہ

حجر واصحاب حجر کے قتل کرنے میں خوف خدا تم کو نہ آیا کہا میں نے انھیں قتل نہیں کیا جنھوں نے اُن کے خلاف میں گواہیاں دیں انھیں نے اُن کو قتل بھی کیا۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ پہلی ذلت جو کوفہ کے لیئے ہوئی وہ حسن بن علی کی موت ہے اور حجر بن عدی کا قتل اور زیاد سے رشتہ جوڑنا۔ لوگوں کا زعم ہے کہ معاویہ نے مرتے وقت تین دفعہ کہا "ابن ادبر (حجر) کے سبب سے میرا دن دراز ہو گیا" اور حسن کا قول تھا کہ معاویہ کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی ہوتی تو مہلک تھی۔ اس امت پر جاہلوں کو مسلط کر دینا۔ حد ہو گئی کہ امت سے مشورہ کئے بغیر امارت کو معاویہ دبا بیٹھے۔ اور اس وقت تک صحابہ میں کبھی کچھ لوگ باقی تھے۔ اور صاحبان فضل بھی امت میں موجود تھے۔ پھر اپنے بیٹے کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دینا ایک شراب خوار سیاہ مست کو جو حریر پہنتا تھا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ پھر زیاد سے رشتہ جوڑ لینا حالانکہ رسول اللہ صلعم فرما گئے ہیں کہ۔ "لڑکا اسی کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہوا اور زناکار کے لیئے پتھر ہے" پانچویں حجر کو قتل کرنا۔ ویل ہو اُن پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔ ویل ہو اُن پر حجر اور اصحاب حجر کی طرف سے۔

شاعرۂ انصاریہ ہند بنت زید نے حُجر کا مرثیہ کہا ہے اور یہ عورت اہل بیت کی طرفدار تھی (ترجمہ منظوم)

تو بلندی پہ ہے بتا اے ماہ۔ قافلہ حجر کا ہے کیا سرِ راہ
بسر حرب کی طرف ہے رواں۔ پیچھے پیچھے ہے قتل کا ساماں
مثل فرعون خوش ہے اب تو امیر۔ خوابگہ ہے خورنق اور سدیر
شہر ہے ہے اُجڑ گیا کیسا۔ کبھی آباد ہی نہ تھا گویا
حُجر ابن عدی جہاں ہو تو۔ خوش و خرم ہو کامراں ہو تو
مجھ کو لیکن دمشق سے بخدا۔ آ رہی ہے ڈکارنے کی صدا
نیک بندوں کا خوں ہے شہ کو حلال۔ اور ہے ناگفتہ بہ وزیر کا حال
حجر کاش اپنی موت سے مرتا۔ کوئی اُس کو نہ ذبح تو کرتا

یوں تو جتنے ہیں قوم میں سردار۔ ایک دن چل بسیں گے آخر کار

شاعرہ کندیہ نے حجر کا یہ مرثیہ کہا ہے۔ کوئی اس مرثیہ کو بھی انصاریہ کی طرف منسوب کرتا ہے

میری آنکھ کے آنسو ایک جھڑی ہے کہ لگی ہوئی ہے
حُجر کو رونے میں میری آنکھ بخل نہیں کرتی
ہائے قوم اگر اُس کی پیروی کرتی۔
تو یک چشم اُس پر تلوار نہ اٹھا سکتا۔

پھر ایک شاعر نے کچھ شعر کہے کہ بنی ہند کو اُبھارتا تھا کہ قیس ابن عبادہ سے صیفی بن فسیل کا انتقام لیں۔ مگر قیس بچ گیا اور اتنے دنوں زندہ رہا کہ ابن اشعث کے معرکوں میں شریک ہو کر اُس نے جنگ آزمائی کی۔ حجاج سے حوشب نے مخبری کی (حوشب بنی ہند میں سے ہے) کہ ایک شخص ہم لوگوں میں بڑا فتنہ انگیز اور سلطنتوں کے مخالفوں میں ہے۔ عراق میں کوئی فتنہ ایسا نہیں ہوا جس میں وہ شریک نہ ہوا ہو۔ وہ تُرابی ہے عثمان پر لعن کرتا ہے۔ ابن اشعث کے ساتھ اُس نے بھی خروج کیا تھا اور اُس کے سب معرکوں میں شریک تھا کہ لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ جب اُن سب لوگوں کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ تو اب خانہ نشین ہو کر بیٹھا ہے"۔ حجاج نے یہ سن کر قیس بن عُباد کے گرفتار کرنے کے لئے لوگوں کو بھیجا۔ اور اُس کی گردن ماری۔ قیس کے برادری والوں نے حوشب کے خاندان سے شکایت کی کہ تم نے ہمارے ایک عزیز کی سعایت کی۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے بھی تو ہمارے ایک عزیز (صیفی بن فسیل) کی سعایت کی تھی۔

عدی بن حاتم صحابی رسول اللہ ص کو زیاد نے اس شرط پر زندان سے رہا کیا تھا کہ وہ اپنے ابن عم عبداللہ بن خلیفہ کو شہر سے نکال دیں اور کہا جب تک کوفہ میں میری حکومت ہے وہ یہاں نہ آنے پائیں۔ عدی نے اُن کو پہاڑوں میں بھیج دیا تھا۔ وہاں سے عدی کو برابر لکھا کرتے تھے کہ مجھے بلوا لیجئے اور عدی بھی اُن کو امید دلاتے رہتے تھے۔ آخر ایک قصیدہ اُنھوں نے لکھ کر بھیجا۔ (ملخصاً)

روئے اُن دوستوں کو جو تباہ کر دیئے گئے
اور موت کے گھاٹ سے نکل کر آ نہ سکے
موت نے اُنھیں بلا لیا۔ اور جسکا وقت آجاتا ہے
سمجھ لو کہ وہ تاخیر نہیں کر سکتا۔
جب کبھی جنگ کی آگ بھڑکتی تھی اور تیز ہو جاتی تھی
وہی لوگ میرے انصار تھے اور میری سپر بن جاتے تھے
اُن کے بعد مجھے دنیا کی کسی چیز کی خواہش
نہیں ہے نہ زندگی کی اب پروا ہے
واللہ جب تک میں قبر میں نہیں جاتا اور زندہ ہوں
اُن کی یاد مجھے کبھی نہ بھولے گی۔
سلام ہو اللہ کا اہل عذرا پر
اور بارانِ رحمت اُنھیں سیراب کرے
اسی مقام میں حجر رحمت خدا سے واصل ہوا ہے اور حجر وہ شخص ہے
جس نے خدا کو رضامند رکھا۔
حجر کی قبر پر روز ندا و روز محشر تک بارانِ رحمت کے دونگڑے
پڑتے رہیں۔ اور جھڑی لگی رہے ....
اے حجر تیرے بعد کون خوف خدا سے اب حق پر زبان کھولے گا اور
کون ایسا ہے کہ ظلم کا ذکر سن کر اُس کے مٹانے پر آمادہ ہو جائے
تو کیا اچھا برادر ایمانی تھا! مجھے امید ہے کہ خلد کی نعمتیں تجھے ملیں گی
کہ تو خوش ہو جائے گا۔
جہاد میں شمشیر زنی کا حق تو ادا کرتا تھا۔ نیکی کو اچھا اور بدی کو برا سمجھنے والا
تو تھا.......
اے میرے بھائیو حضر موت و غالب و شیبان میں سے خدا تم پر
حساب کو آسان کرے۔
تم لوگوں نے سعادت حاصل کی مرتے مرتے صائب الرائے اور ثابت قدم

تم سے بڑھکر میں نے کسی کو نہیں پایا۔
جب تک آسمان پر تارا چمکتا ہے اور باغ میں فاختہ چپچپے قہقہے کرتی ہے
میں تم کو رویا کروں گا۔
یہ میرا قول ہے اور غلط نہیں کہتا ہوں کہ اے ابن طے مجھے اسکا اندیشہ
نہ تھا کہ تمہارے ہوتے میں گرفتار کر لیا جاؤں گا۔
تمہارا برا ہو تم نے اپنے بھائی کی طرف سے جنگ نہ کی وہ دفاع کرتے کرتے
خود کو سنبھال نہ سکا اور گر پڑا۔
تم لوگ مجھے چھوڑ کر اس طرح منتشر ہو گئے گویا قبیلہ ایاد وا عصر میں ایک
اجنبی شخص تھا میں کہ مجھے گرفتار کرا دیا۔
اب ہر ایک مہم میں کیا میرا سا شخص تم کو ملے گا کیا مجھ سا شخص تم پا سکو گے
جب کبھی رن پڑے گا۔
جب کہ جنگ آستینیں چڑھائے گی اور حریف جانباز دامن گرداں کر کے کتاری
کرے گا تو کون شخص مجھ سا تمہاری نصرت کو آئے گا۔
میرا تو یہ حال ہے کہ شہر سے نکالا ہوا کوہستان بنی طے میں پڑا ہوں۔
ہاں اگر خدا چاہتا تو اس حالت کو بدل دیتا۔
میرے دشمن نے میرے دارالہجرت سے مجھے نکال دیا۔ میں خدا کی
مشیت و تقدیر پر راضی ہوں۔
خود میری قوم نے بے گناہ مجھے دشمن کے حوالہ کر دیا۔ جیسے وہ میری برادری
والے اور میرے خاندان کے لوگ نہ تھے ....
ابن طے کی قوم سے اگر زمانہ خلاف ہو کر بدل جائے تو اب سب مجھے
نصرت کے لئے نہ پکاریں۔
میں نے لشکریوں کو لے کر اُن کے ساتھ جنگ نہیں کی تیرہ و تارہ گرد و غبار کو
کوفہ میں اُن پر بلند نہیں کیا۔
اے ہمدم اگر تو مشرق کی طرف سفر کرے تو میرا پیام قوم جدیلہ اور معن
اور بحتر کو پہنچا دے۔

اور قوم نہاآن کو اور طے کے لوگوں کو۔ کیا میں تم لوگوں میں مستغنی مزاج
وزبردست شخص نہ تھا؟
کیا تم بھول گئے کہ جنگ عُذَیب میں تم لوگوں کے سامنے میں نے قسم
کھائی تھی کہ میں کبھی پیٹھ نہ پھیروں گا؟
وہ میرا حملہ کرنا مہران پر جب کہ میرے ساتھ والے خود و زرہ بھی نہ پہنے
ہوئے تھے۔ وہ میرا قتل کرنا اُس مرد جانباز کو جو کنگن پہنے ہوئے تھا۔
وہ جَلُولا کا واقعہ جس میں مجھ پر حرف نہیں آنے پایا وہ نہاوند و شوستر
کی فتح۔؟
تم بھول گئے میرا لب آب صفین میں جنگ کرنا کہ برچھی میری دشمنوں کی
پشت میں ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔
خدا بھلا کرے عدی بن حاتم کا اور جزا دے اُن کو کہ مجھے چھوڑ دیا اور
میری نصرت نہ کی۔
جس رات بنی عدی سے ذرا بھی تمھارا کام نہ نکل سکا اُس وقت تمھاری
نصرت کے لیے بے باکانہ میرا آپڑنا اے ابن حاتم کیا تم بھول گئے۔؟
میں نے دشمنوں کے نرغہ کو تم پر سے منتشر کر دیا یہاں تک کہ وہ تر بتر ہو گئے
اور میں نے ثابت کر دیا کہ ایک درشت و سخت حریف میں ہوں۔
سب نے پیٹھ دکھلا دی میرے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا وہ لوگ سمجھے کہ
شیر نیستاں کا سامنا ہے۔
میں نے ایسے وقت میں تم لوگوں کی نصرت کی کہ جو قریب تھا وہ بددل
ہو چکا تھا اور جو دور تھا وہ اور دور نکل گیا تھا میں تنہا مؤید بالفتح ہوا۔
اُس کا عوض میرے ساتھ یہ ہوا کہ تم لوگوں کے سامنے مجھے گھسیٹتے ہوئے
لے جائیں اور میں ذلیل کیا جاؤں اور قید کیا جاؤں۔
کتنے ہی وعدے تم نے مجھ سے کئے کہ تجھے پھر بلا لوگے۔ مجھے اُن وعدوں
سے کچھ بھی نفع نہ ہوا۔
اب میری یہ اوقات ہے کہ کبھی اونٹنیوں کو چرا رہا ہوں کبھی چرواہے کے

ساتھ بکریوں کے پیچھے ہر ہر کرتا پھرتا ہوں۔
گویا میں کبھی تاخت وتاراج کرنے کو راہوار پر سوار نہیں ہوا تھا میں نے کسی
پہلوان کو قتل کر کے نہیں ڈال دیا تھا۔
کبھی سواروں کی ترکتاز کو تلوار کھینچ کر میں نے روکا نہ تھا جب کہ بزدل
الٹے پاؤں بھاگ کر چلا اٹھا تھا۔
شہر سجاس وابہر کی چڑھائی پر جانے والی فوج کا تعاقب بھی گھوڑے کو
ڈپٹا کر میں نے نہیں کیا تھا۔
میں نے ابلام کی بستی والوں کو ایک ایسی فوج سے جو مقتل طیور کے تھی
اضطراب میں ڈالا بھی نہ تھا اور مظفر ومنصور ہو کر واپس بھی نہیں ہوا تھا۔
مجھے قزوین یا شروین میں شہسواروں کے ساتھ برچھیاں مارتے کسی نے
نہیں دیکھا تھا یا میں نے کندر سے جنگ نہیں کی تھی۔
دنیا کی خوبیوں نے مجھ سے کنارہ کیا۔ جو شئے اسکی خوش گوار تھی وہ اب
میرے لئے ناگوار ہو گئی۔
میری قوم والوں کا خدا بھلا کرے اگرچہ میں اُن میں نہیں ہوں اگرچہ انھوں نے
مجھے ضائع کر دیا اور ناسپاسی کی۔
اگرچہ میں اُن سے دور ہوں محصور ہوں۔ اُن کے بعد دنیا اور زندگانی
دنیا کا کچھ لطف نہیں۔
ابن خلیفہ زیاد کے مرنے سے پیشتر ہی پہاڑوں میں مر گئے۔ حُجر سے
محمد بن اشعث کے بے وفائی کرنے پر عُبیدہ کندی نے بھی چند شعر کہے ہیں ......

اسی سال زیاد نے ربیع بن زیاد حارثی کو خراسان کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا
حکم بن عمرو غفاری نے مرتے وقت اپنی جگہ انس بن ابی انس کو خراسان پر مقرر
کر دیا تھا۔ انھیں انس نے حکم کے جنازہ پر نماز پڑھی۔ اور خالد بن عبداللہ کے
گھر میں دفن ہوئے۔ یہ خلید بن عبداللہ حنفی کے بھائی تھے۔ حکم نے زیاد کو بھی
اس تقرر کی اطلاع دے دی تھی۔ زیاد نے انس کو معزول کر کے اُن کی جگہ خلید کو
مقرر کر دیا۔ انس نے زیاد کی ہجو میں کچھ شعر کہے۔ مہینہ بھر کے بعد اُس نے خلید کو

بھی معزول کر دیا اور خراسان پر سنہ ۵۱ھ میں ربیع کو مقرر کر دیا لوگ اپنے عیال سمیت خراسان میں جا کر بس گئے پھر اسے بھی معزول کیا۔ ربیع نے صلح کر کے بلخ کو فتح کیا۔ احنف بن قیس سے بھی اُس سے پہلے اہل بلخ صلح کر تو چکے تھے مگر پھر شہر کے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے تھے اور قہستان کو بھی بزور و غلبہ ربیع نے فتح کیا۔ اسکے اضلاع میں ترکوں کو قتل کر کے شکست دی۔ ایک ترک نیزک طرخان باقی رہ گیا تھا اُسے قتیبہ بن مسلم نے اپنے عہد حکومت میں قتل کیا۔ ربیع اپنے غلام فرخ اور اپنی کنیز شریفہ کو ساتھ لئے ہوئے لڑتا ہوا نہر ترکستان سے سالم و غانم عبور کر گیا۔ فرخ اس سے پیشتر نہر کے پار جا چکا تھا ربیع نے اوسے غلامی سے آزاد کر دیا۔ حکم بن عمرو نے بھی اپنے عہد امارت میں نہر کو عبور کیا تھا مگر فتح یاب نہ ہوئے تھے۔ اہل اسلام میں سب سے پہلے حکم کے ایک غلام آزاد نے اس نہر کا پانی پیا سپر کو ڈبو کر پانی لیا خود پیا اور حکم کو دیا۔ حکم نے پانی پیا وضو کیا اور نہر کے اوس پار جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور واپس آئے۔ اور حکم پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس طرح نماز پڑھی۔

اس سال یزید بن معاویہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور عامل مدینہ سعید بن عاص تھے اور کوفہ و بصرہ اور تمام ملک مشرق کا حاکم زیاد تھا۔ کوفہ میں شریح قاضی تھے اور بصرہ میں عمیرہ بن یثربی۔

سنہ ۵۲ھ شروع ہوا

بعض مورخین کہتے ہیں کہ سفیان بن عوف ازدی نے زمین روم پر اس سال جہاد کیا اور وہیں جاڑوں میں قیام کیا اور وہیں وفات پائی اور عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو اپنا جانشین کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سال زمین روم پر بسر بن ارطاۃ نے لوگوں کے ساتھ جاڑا بسر کیا انھیں لوگوں میں سفیان بن عوف بھی تھے۔ اسی سال محمد بن عبداللہ ثقفی نے جنگ صائفہ کی (زمین روم پر ہمیشہ فصل صیف ہی میں جنگ ہوا کرتی تھی اسی وجہ سے عرب اس جنگ کو صائفہ کہا کرتے تھے۔ مترجم) اس سال سعید بن عاص امیر حجاج تھے اور شہروں کے حکام وہی لوگ تھے

جو ۵۱ھ میں تھے۔

۵۳ھ شروع ہوا

اس سال عبد الرحمٰن بن ام الحکم ثقفی نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔
اسی سال جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے جزیرۂ رودس کو فتح کیا۔ مسلمان وہاں گئے زراعت کی زمینیں اور مویشی خریدے اپنی زمینوں کے گرد مویشی کو چرایا کرتے تھے۔ جب شام ہو جاتی تھی تو سب جانوروں کو قلعہ کے اندر لے جاتے تھے۔ ان لوگوں کے پاس ایک مالی تھا وہ انھیں دریائی دشمنوں کے مکروکید سے ہوشیار کر دیا کرتا تھا۔ اسی سے یہ سب بہت ہوشیار رہتے تھے۔ یہ لوگ رومیوں پر غضب کے دلیر تھے۔ سمندر میں اونھیں روک لیتے تھے۔ اون کے جہازوں کی راہزنی کرتے تھے۔ معاویہ نے اون کے لیئے عطیات اور تنخواہیں مقرر کر دی تھیں۔ اور دشمن پر اُن کا خوف چھایا ہوا تھا۔ معاویہ کے بعد یزید نے سب کو وہاں سے بلا لیا۔

اسی سال زیاد کوفہ میں پانچ برس بادشاہی کر کے بصرہ میں اپنی جگہ سمرہ بن جندب کو چھوڑ کر ماہ رمضان میں ہلاک ہو گیا۔ اس نے معاویہ کو لکھا تھا کہ عراق کا نظم ونسق تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے دہنا ہاتھ خالی ہی رہتا ہے۔ ایک روایت ہے کہ معاویہ نے اس بات پر یمامہ اور بادیہ کے اضلاع بھی زیاد کی حکومت میں شامل کر دیئے۔ اور ایک روایت ہے کہ حجاز کا ملک اوسکے دہنے ہاتھ میں دے دیا۔ اور فرمان اوسکے نام کا لکھ کر ہیثم بن اسود نخعی کے ہاتھ روانہ کیا۔ اہل حجاز کو جو یہ خبر معلوم ہوئی تو کچھ لوگ عبد اللہ بن عمر بن خطاب کے پاس آئے اون سے یہ مصیبت بیان کی۔ انھوں نے کہا میں اوسکے لئے بد دعا کروں گا تم اوسکے شر سے بچ جاؤ گے۔ یہ کہکر وہ اور سب لوگ قبلہ کی طرف مڑے اور اوسکے لئے بد دعا کی۔ طاعون میں مبتلا ہو کر وہ مر گیا۔ ابن عمر نے جب یہ خبر سنی تو کہا اللہ جا دور ہو ابن سمیہ نہ دنیا ہی تیرے پاس رہی نہ آخرت ہی تجھے ملی" طاعون اوسکی اونگلی میں نکلا تو شریح کو بلا بھیجا یہی اوسکے قاضی تھے۔ اون سے کہا دیکھو میں اس مرض میں مبتلا ہوا ہوں لوگ کہتے ہیں اسے کٹوا ڈالو تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ شریح نے کہا

مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ زخم تیرے ہاتھ پر لگے صدمہ تیرے دل کو پہنچے اور اجل قریب آچکی ہو تو خدائے عزوجل سے دست بریدہ تو ملاقات کرے اور اپنے ہاتھ کو تو نے اس لئے کاٹا ہو کہ اوسکی ملاقات سے تو کراہیتہ رکھتا تھا۔ یا اجل میں ابھی تاخیر ہو اور تو اپنے ہاتھ کو کاٹ چکا ہو تو دست بریدہ ہو کر جیئے گا اور اپنی اولاد کو عیب لگائیگا۔ زیاد نے کٹوانے میں اوسکے تامل کیا۔ شریح جب اُس کے پاس سے نکلے۔ تو سب نے حال پوچھا۔ شریح نے جو مشورہ دیا تھا بیان کر دیا۔ لوگوں نے اُن کو ملامت کی کہنے لگے تم نے ہاتھ کاٹنے کا اوسے مشورہ کیوں نہیں دیا۔ شریح نے کہا رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مشورہ دینے والا محل اعتماد ہے۔ آخر زیاد نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اور طاعون ایک ہی لحاف میں سوؤں۔ اور قطع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جب آگ آئی اور داغنے کے آلات اُس نے دیکھے تو مضطرب ہو کر اس ارادے سے باز آیا۔ مرنے کا وقت آیا تو اوسکے بیٹے نے کہا کہ بابا تمہارے کفن کے لئے میں نے ساٹھ کپڑے مہیا کر رکھے ہیں۔ کہا اے فرزند تیرے باپ کے لئے اب وہ وقت آیا ہے کہ یا تو اس لباس سے بہتر لباس ملیگا یا یہ کپڑے بھی اوتر جائیں گے۔ جب وہ مر گیا تو کوفہ کے ایک جانب مقام ثویۃ میں دفن ہوا۔ اور حجاز کی حکومت پر یزید روانہ ہوا۔

مسکین دارمی نے ایک شعر میں یہ مضمون باندھا۔ کہ جب سے ہم نے زیاد کو الوداع کہی زیادتی اسلام بھی رخصت ہو گئی "۔ فرزدق نے ابھی تک زیاد کی ہجو نہیں کی تھی۔ مسکین کا شعر سن کر چند اشعار کہے جن میں یہ مضمون بھی تھا کہ "مسکین خدا تجھے رولائے تو ایسے شخص کو رویا جو کافر کسریٰ و قیصر اپنے زمانہ کا تھا"۔ مسکین نے بھی اسکے جواب میں چند شعر کہے۔ پھر فرزدق نے اس مضمون کو نظم کیا کہ زیاد سے جا کر کہو کہ اہل حرم کو چھوڑ کر کبوتران حرم بھی اڑ گئے وہ بھی جنگلوں میں جا کر چھپے ہیں "۔

ایک شخص کہتا ہے میں نے زیاد کو دیکھا ہے۔ اوسکے رنگ میں سرخی کچھ تھی دہنی آنکھ ذرا دبی ہوئی تھی ڈاڑھی سفید اور گاڑھی دم پیوند لگا ہوا قمیص پہنے ہوئے تھا ایک خچر پر سوار تھا باگیں ڈھیلی کر دی تھیں۔

اسی سال ربیع بن زیاد حارثی نے بھی جو زیاد کی طرف سے خراسان کے عامل تھے دو برس اور چند مہینے حکومت کر کے وفات پائی۔ انھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے عبد اللہ کو مقرر کیا تھا وہ مہینے حکومت کر کے عبد اللہ بھی مرگئے۔ اونکی حکومت کا فرمان زیاد کے پاس سے خراسان میں اوسوقت پہنچا کہ وہ دفن ہو رہے تھے۔ عبد اللہ بن ربیع خلید بن عبد اللہ حنفی کو اپنا جانشین خراسان میں کر گئے تھے۔ زیاد نے بھی خلید کو برقرار رکھا ربیع نے ایک دن خراسان میں حجر بن علی کے ذکر پر کہا۔ اب عرب یونہیں گرفتار ہو ہو کر قتل ہوا کریں گے حجر کے قتل کے وقت اگر سب بگڑ بیٹھتے تو ایک شخص بھی اس مجبوری سے نہ قتل کیا جاتا۔ اونھوں نے خود گوارا کرلیا اور خود ذلیل ہو گئے۔ اس گفتگو کے ایک ہفتہ بعد جمعہ کو سفید کپڑے پہنے ہوے برآمد ہوئے۔ لوگوں سے کہا۔ حضرات میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ اس وقت میں دعا مانگتا ہوں سب صاحب آمین کہیں۔ دونوں ہاتھ نماز کے بعد بلند کر کے اونھوں نے یہ دعا کی "خداوندا تیرے پاس میرے لئے کچھ بہتری ہے تو جلد مجھے اپنے پاس بلا لے"۔ سب نے آمین کہی۔ اور ربیع وہاں سے چلے عبا کے دامن ابھی سنبھالے نہ تھے کہ گر پڑے۔ لوگ اٹھا کر گھر میں لے گئے بس اُسی دن مر گئے۔

زیاد کے مرتے پر خلید خراسان میں اور سمرہ بن جندب بصرہ کا حاکم تھا اور جب زیاد ہلاک ہونے لگا تو کوفہ میں عبد اللہ بن خالد کو اپنا جانشین کر گیا۔ معاویہ نے زیاد کے بعد سمرہ کو چھ مہینے اور بصرہ کی حکومت پر رکھا اوسکے بعد معزول کر دیا۔ سمرہ کہتا تھا خدا لعنت کرے معاویہ پر جتنی اطاعت اوسکی میں نے کی اگر خدا کی کرتا تو عذاب ابدی سے نجات پاتا۔ ایک شخص ذکر کرتا ہے کہ میں مسجد کی طرف گزرا وہاں ایک مرد نے سمرہ کو آکر اپنے مال کی زکواۃ دی اور نماز پڑھنے لگا۔ یکایک ایک شخص نے آکر اوسکی گردن ماری کہ سر تو مسجد میں تھا اور بدن کنارے پر تھا۔ اسی اثنا میں ابو بکرہ کا گذر ہوا انھوں نے یہ آیت پڑھی جسکا یہ مضمون ہے "جس نے زکواۃ دی اور ذکر خدا کیا اور نماز پڑھی اوسکے لئے فلاح ہے"۔ یہی شخص کہتا ہے میں نے سمرہ کو دیکھا سخت سردی میں

مبتلا ہو کر بہت ہی بُری موت سے مرا۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمرہ کے پاس لائے گئے اور چند شخص پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ یہ ہر ایک شخص سے پوچھا جاتا تھا کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا تھا اللہ وحدہ لاشریک ہے محمد بندۂ خدا ورسول خدا ہیں اور مذہب حروریہ سے میں بیزار ہوں" اسکے بعد اوسکی گردن ماری جاتی تھی اسی طرح کچھ اوپر بیس شخص قتل ہوئے۔

اس سال امیر حج سعید بن عاص تھے اور حاکم مدینہ بھی سعید بن عاص تھے حاکم کوفہ زیاد کے بعد عبداللہ بن خالد اور حاکم بصرہ سمرہ تھا اور حاکم خراسان خلید بن عبداللہ حنفی تھے۔

۵۴ھ شروع ہوا

اس سال محمد بن مالک نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا اور معن بن زید سلمی نے گرمیوں میں جہاد کیا۔ جنادہ بن ابی امیہ نے دریا میں قسطنطنیہ کے قریب جزیرہ ارواد کو فتح کیا مسلمان اس جزیرہ میں مدتوں مقیم رہے تقریباً سات برس تک۔ مجاہد بن جبر انھیں لوگوں میں سے ہیں۔ اور زوجۂ کعب کا بیٹا تبیع کہتا تھا کہ دیکھو یہ زینہ جب اوکھڑ جائے گا تو ہم لوگ اس جزیرہ سے واپس ہوں گے۔ ایک شدت کی آندھی آئی اور وہ زینہ اوکھڑ گیا۔ ادھر معاویہ کی سنانی آئی اوسکے ساتھ ہی یزید کا خط پہنچا کہ سب لوگوں کو جزیرہ سے چلے آنا چاہیئے۔ سب واپس ہو گئے۔ پھر وہ آباد نہ ہوا ویران ہو گیا اور اہل روم کو اطمینان نصیب ہوا۔

اسی سال معاویہ نے سعید بن عاص کو مدینہ سے معزول کر کے مروان بن حکم کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان دونوں کا لڑوانا معاویہ کو منظور ہوا۔ جب سعید حاکم مدینہ تھا تو معاویہ نے اوسے لکھا تھا کہ مروان کا گھر کھدوا ڈالے سعید نے اس حکم پر عمل نہ کیا معاویہ نے پھر لکھا اور اس نے پھر عمل نہیں کیا۔ اسی بات پر اوسے معزول کر کے مروان کو اوسکی جگہ مقرر کیا۔ یہ بھی ایک نقل ہے کہ سعید کو حکم ہوا تھا کہ مروان کے تمام مال و دولت کو ضبط کر کے

اموال صافیہ میں شامل کر دے اور فدک بھی اوس سے لیکر اپنے قبضے میں رکھے۔ اور خود ہی معاویہ نے مروان کو فدک عطا کیا تھا۔ اس باب میں سعید بن عاص نے معاویہ کو لکھا کہ قرابت قریبہ کا لحاظ چاہئے۔ معاویہ نے ضبط املاک کے لئے دوبارہ لکھا اور سعید نے نہ مانا۔ یہ دونوں خط اس نے ایک چھوکری کے پاس رکھوا دئے تھے۔ جب یہ معزول ہوا اور مروان حاکم ہوگیا تو معاویہ نے مروان کو لکھا کہ حجاز میں جس قدر زمین ومال سعید کا ہے اوس پر قبضہ کرلے اور اوس کے بیٹے عبدالملک کے ہاتھ یہ خط مروان کو روانہ کیا۔ عبدالملک نے سعید سے کہا کہ امیرالمومنین کے خط کے سوا بھی اگر کوئی بات ہوتی تو میں اسکے لانے سے کنارہ کرتا۔ سعید نے معاویہ کے وہ دونوں خط منگوا کر جن میں مروان کی زمینوں پر قبضہ کرلینے کا حکم تھا دکھائے۔ اور عبدالملک نے وہ خط مروان کو لیجا کر دکھائے مروان نے کہا ہم سے زیادہ اوس نے قرابت کا لحاظ کیا۔ اور سعید کی املاک پر قبضہ کرنے سے باز رہا۔ سعید نے معاویہ کو لکھا کہ امیرالمومنین سے تعجب ہے کہ وہ قرابت داروں میں ایسی بات کریں کہ ایک کو دوسرے سے عداوت ہوجائے۔ پھر بھی امیرالمومنین کے حکم پر اور ناگوار گستاخیوں کے سہ جانے اور درگذر کرنے پر اور ہم لوگوں کے درمیان ایسی غیریت ودشمنی ڈلوانے پر کہ ہماری اولاد میں بھی اوسکا اثر رہ جائے۔ واللہ اگر ہم سب ایک دادا کی اولاد ہیں بھی نہ ہوتے جب بھی محض اس لئے کہ خدا نے خلیفہ مظلوم کی نصرت کے لئے ہمیں آپ کے ساتھ کر دیا ہے اور ہم سب یکدل ویکزبان ہوگئے ہیں ہم کو اسکا لحاظ رکھنا واجب ہے۔ اور ہم نے اس امر میں اپنی بہتری ہی دیکھی۔ معاویہ نے جواب میں معذرت لکھ بھیجی اور لکھا کہ تمہارے ساتھ آج تک جس طرح کا سلوک میں کرتا تھا اب اوس سے بہتر ہوگا۔

یہ روایت بھی ہے کہ مروان سعید کے گھر پر بیلداروں کو بھی بھیج چکا تھا اور خود سوار ہوکر آیا تھا کہ اوسکا گھر کھدوا ڈالے۔

سعید نے پوچھا۔ اے اباعبدالملک کیا گھر میرا کھود ڈالو گے۔

مروان نے کہا۔ ہاں۔ امیرالمومنین نے مجھے یہی لکھ بھیجا ہے۔ اگر وہ تم کو

میرا گھر کھودنے کے لئے لکھتے تو تمھیں بھی یہی کرنا پڑتا۔
سعید نے کہا۔ میں تو ایسا نہ کرتا۔
مروان نے کہا۔ نہیں واللہ تم کو وہ اگر لکھتے تو تم بھی میرا گھر کھود ہی ڈالتے۔
سعید نے کہا۔ اے ابا عبدالملک ایسا نہ ہوتا۔
سعید نے اپنے غلام سے کہا۔ جا معاویہ کا خط لے کر آ۔ غلام جا کر معاویہ کا خط سعید کے پاس لایا کہ مروان بن حکم کا گھر کھود ڈالا جائے۔
مروان نے کہا اے ابا عثمان میرا گھر کھودنے کا تم کو حکم ہوا۔ اور تم نے نہ کھودا اور مجھ سے ذکر بھی نہ کیا۔
سعید نے کہا۔ میں ایسا نہ تھا کہ تمھارا گھر کھود ڈالتا یا اپنا احسان جتاتا۔ معاویہ کو منظور یہ تھا کہ میرے تمھارے درمیان عداوت پڑ جائے۔
مروان نے کہا۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں تم تو ہم سے بھی زیادہ تعلقات و اولاد رکھتے ہو۔
آخر مروان سعید کا گھر بغیر کھودے واپس چلا آیا۔ سعید معاویہ کے پاس چلے گئے۔
معاویہ نے پوچھا۔ اے ابا عثمان کہو تو ابو عبدالملک کا کیا حال ہے۔
سعید نے کہا۔ آپ کی خدمت بجا لانے آپ کے احکام کے نافذ کرنے میں سرگرم ہیں۔
معاویہ نے کہا۔ مروان کی وہ مثل ہے کہ پکی پکائی روٹی ملی پکھنے لگے۔
سعید نے کہا۔ نہیں امیرالمومنین ایسا نہیں ہے۔ اوسے تو ایسی قوم سے سابقہ پڑا ہے کہ نہ وہاں تازیانہ چل سکتا ہے نہ تلوار کھینچنا درست ہے اونکے پیش کش و ہدایا تیر بہدف ہیں بعض مفید ہیں تمھارے لئے اور بعض مضر۔
معاویہ نے پوچھا۔ مروان میں اور تم میں منافرت کیونکر پیدا ہوئی۔
سعید نے کہا۔ اوسے اپنی عزت کا مجھ سے خوف تھا مجھے اپنی عزت کا اوس سے خوف تھا۔
معاویہ نے پوچھا۔ تم اوس سے کیونکر پیش آنا چاہتے ہو۔

سعید نے کہا۔ میں اوسے حاضر و غائب خوش رکھنا چاہتا ہوں۔
معاویہ نے کہا۔ اے ابا عثمان ہم کو اس مصیبت میں تم نے چھوڑ دیا۔
سعید نے کہا۔ ہاں امیر المومنین ایسا ہی ہے۔ میں نے اپنا بار اٹھا لیا اب مجھے احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں اور میں تو آپ کا عزیز قریب تھا آپ پکارتے تو حاضر ہو جاتا اگر مجھ سے آپ دور رہتے تو عرض حال کئے جاتا۔
(یہ فقرے ابن اثیر نے چھوڑ دئے ہیں مترجم)

اسی سال معاویہ نے سمرہ بن جندب کو بصرہ سے معزول کر کے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو مقرر کیا اس نے خدمت شرطہ پر عبداللہ بن حصن کو مقرر کیا ابن غیلان چھ مہینے تک امیر بصرہ رہا۔

اسی سال معاویہ نے عبیداللہ بن زیاد کو والی خراسان مقرر کیا یہ زیاد کے مرنے کے بعد عبیداللہ امیدوار ہو کر معاویہ کے پاس گیا۔
معاویہ نے پوچھا۔ میرے بھائی نے کوفہ کی حکومت پر کسے اپنا جانشین کیا۔
عبیداللہ نے کہا۔ عبداللہ بن خالد بن اسید کو۔
پھر پوچھا۔ بصرہ کا حاکم کسے مقرر کیا۔
کہا۔ سمرہ بن جندب فزاری کو۔
معاویہ نے کہا۔ تمھارے باپ نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا۔
عبیداللہ نے کہا۔ خدا کے لئے بتائیے کہ آپ کے بعد کوئی مجھ سے کہے کہ "تمھارے باپ اور چچا نے تم کو خدمت دی ہوتی تو میں بھی دیتا" اسکا کیا جواب دوں۔

اور معاویہ کی عادت یہ تھی کہ جہاں کسی شخص کو بنی حرب میں سے سرفراز کرنا چاہا پہلے اوسے طائف کی حکومت عطا کی۔ اگر دیکھا کہ اوس نے کام اچھا کیا اور پسند آگیا تو مکہ کا حاکم بھی اوسے بنا دیا۔ اگر اوس نے مکہ میں بھی اچھی طرح حکومت کی اور جس خدمت پر مامور ہے اوسے خوبی کے ساتھ بجا لایا تو اوسکی حکومت میں مدینہ کو بھی منضم کر دیا۔ تو جہاں کسی شخص کو طائف میں معاویہ نے مقرر کیا لوگ کہنے گے ابجد شروع ہوئی جب مکہ کی امارت بھی اوسے ملی تو

سب کہتے تھے اب قرآن کی نوبت آئی۔ جب مدینہ بھی اوسکی حکومت میں شامل ہوگیا تو کہتے تھے اب یہ فاضل ہوگیا۔

غرض عبید اللہ کی تقریر سنکر معاویہ نے اوسے والی خراسان مقرر کردیا۔ پھر یہ کہا "تمھارے لئے بھی میرے وہی احکام ہیں جو احکام میرے دوسرے عہدہ داروں کے لئے ہیں۔ اسکے علاوہ تمھاری قرابت کے لحاظ سے تمھیں میں وصیت کرتا ہوں کہ تمھیں میرے ساتھ خصوصیت ہے۔ قلیل کے لئے کثیر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اور اپنے نفس کا محاسبہ اپنے ہی نفس سے کرنا۔ اور تمھارے اور دشمن کے درمیان جو معاملہ ہو اوس میں وفائے عہد کا لحاظ رکھنا کہ اس میں تم پر اور تمھارے سب سے ہم پر بوجھ کم پڑے گا۔ اور لوگوں کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھنا کہ تم کو اون کے حالات معلوم ہوتے رہیں گے۔ وہ اور تم تو برابر ہو۔ اور جب کسی مہم کا قصد کرنا تو لوگوں پر اوسے ظاہر کردینا کسی صاحب غرض کا اوس میں دخل نہ ہونے پائے اور جب اوس مہم کا انجام دینا تمھارے امکان میں ہو تو ہرگز تمھاری بات کو کوئی رد نہ کرنے پائے۔ اور جنگ میں اگر دشمن زمین کے اوپر تم پر غالب بھی ہوجائیں تو یہ سمجھ رکھو کہ زمین کے اندر وہ تم پر نہیں غالب ہوسکتے۔ اگر تمھارے رفقا پر ایسا وقت پڑجائے کہ اپنی جان سے تم کو اونکی مدد کرنا پڑے تو ایسا ہی تم کو کرنا چاہئے۔ اور کند تلوار بھی اگر کاٹ نہ سکتی ہو قبضے سے نہ جدا کرنا۔ اور خوف خدا کرنا اور اس سے بڑھکر کسی چیز کو نہ سمجھنا کہ خوف خدا میں بیشک ثواب ہے۔ اور آبرو کو اپنی داغ سے بچائے رکھنا۔ اور کسی سے عہد کرنا تو اوسے پورا کرنا۔ اور اپنے کسی عزم کو جب تک مصمم نہولے ظاہر نہ کرنا۔ جب ظاہر ہوجائے تو ہرگز کوئی مخالفت نہ کرنے پائے۔ اور جب دشمن سے لڑائی چھڑجائے تو جتنی فوج تمھارے پاس ہے اوس سے زیادہ ہونی چاہئے۔ اور تقسیم غنیمت قرآن کے موافق ہونی چاہئے۔ اور کسی کو ایسی چیز کا لالچ نہ دینا جسکا مستحق وہ نہ ہو اور نہ کسی کو اوسکے حق سے مایوس کرنا" یہ کہہ کے اوسے رخصت کیا۔ ۵۳ھ کے آخر کا یہ واقعہ ہے۔ عبید اللہ کا سن اس زمانے میں پچیس برس کا تھا۔ اپنے روانہ ہونے سے پیشتر اسلم بن زرعہ کلابی کو

اس نے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ پھر خود شام سے خراسان روانہ ہوا اور اسکے ساتھ ساتھ جعد بن قیس نمری زیاد کا مرثیہ پڑھتا ہوا چلا۔ عبید اللہ ایک وجیہ شخص تھا عمامہ سر پر رکھے ہوئے تھا۔ جعد کے اس مرثیہ[۱] پر اس قدر رویا کہ عمامہ سر سے گر گیا۔ خراسان جب پہنچا تو نہر ترکستان کو کوہستان بخارا تک اونٹوں پر اس نے قطع کیا۔ اور مسلمانوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے لشکر کے ساتھ بخارا کے پہاڑوں کو طے کیا۔ اور وہاں جاکر رامیثن اور نصف بیکند کو ملک بخارا میں سے فتح کر لیا۔ پھر بخاریہ کو اسیر کیا) بخارا کے تیر انداز و قدر انگن جو عبید اللہ کے ساتھ بصرہ میں آگئے تھے سب دو ہزار تھے اونھیں کو بخاریہ کہتے ہیں) عبید اللہ بن زیاد جب بخارا میں لڑ رہا تھا تو ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ ملکہ بھی تھی۔ جب خدا نے اونھیں شکست دی تو ملکہ سے بھاگنے کے لیئے لوگوں نے ایسی جلدی کی کہ اوس نے ایک جوُرب پاؤں میں پہنی اور دوسری وہیں رہ گئی۔ اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ اس جورب کی قیمت دو لاکھ درہم اوٹھی۔ عباوہ بن حصن اسی لشکر میں تھا وہ کہتا ہے میں نے عبید اللہ بن زیاد سے بڑھکر کسی کو جری نہیں دیکھا ترکوں کی فوج سے لڑتے ہوئے خراسان میں اوسے میں نے دیکھا۔ اون پر حملہ کرتا تھا برچھیاں مارتا تھا اور ہم لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا تھا۔ پھر اپنا خون آلودہ علم بلند کرتا تھا۔ ترکوں کی فوج جو عبید اللہ کے زمانہ میں بخارا میں تھی یہ خراسان کی اونھیں فوجوں میں سے تھی جو کمک کے لیئے رکھی گئی تھیں۔ یہ سب پانچ فوجیں تھیں۔ چار فوجوں سے احنف بن قیس نے مقابلہ کیا۔ ایک فوج سے تو قوہستان وابرشہر میں جنگ ہوئی اور باقی تین فوجوں سے مرغاب میں۔ اور پانچویں فوج زحف قارن تھی جسے عبداللہ بن خازم نے منتشر کر دیا۔ عبید اللہ بن زیاد خراسان میں دو برس رہا۔

---

[۱] جعد نے جو زیاد بن ابیہ کا مرثیہ کہا ہے وہ طبری نے نقل کیا ہے اوسکے ترجمہ کی ضرورت نہ تھی ترک کر دیا۔ مترجم

اس سال مروان امیر حج تھا اور مدینہ کا حاکم بھی وہی تھا اور کوفہ کا حاکم عبداللہ بن خالد تھا بعض مورخین ضحاک بن قیس کا نام لیتے ہیں اور بصرہ میں عبداللہ بن عمرو بن غیلان تھا۔

۵۵ھ شروع ہوا

اس سال سفیان بن عوف ازدی نے جاڑے روم میں بسر کئے۔ کوئی کہتا ہے نہیں عمرو بن محرز نے اس سال کے جاڑوں میں وہاں قیام کیا۔ کوئی کہتا ہے عبداللہ فزاری نے جاڑا وہاں کاٹا۔ کوئی مالک بن عبداللہ کا نام لیتا ہے۔

اسی سال معاویہ نے عبداللہ بن عمرو بن غیلان کو بصرہ سے معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو والی بصرہ مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عبداللہ بن عمرو بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص نے بنی ضبہ میں سے (یا بنی ضرار میں سے کسی نے جس کا نام جبیر بن ضحاک تھا) اوسے ایک سنگریزہ کھینچ کر مارا۔ عبداللہ نے اوسکا ہاتھ کٹوا ڈالا۔ بنو ضبہ نے اوس سے آکر کہا کہ ہماری برادری کے ایک شخص سے جو خطا ہونے والی تھی ہوگئی اور امیر نے سزا بھی اوسے قرار واقعی دے دی۔ لیکن اب ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ یہ خبر امیر المومنین کو پہنچ جائیگی۔ تو وہاں سے بھی کوئی عذاب کسی خاص شخص پر یا تمام برادری پر نازل ہو جائیگا۔ اس لئے آپ مناسب سمجھیں تو خود ہی ایک خط امیر المومنین کے نام لکھ کر ہمیں دے دیجیے ہم اپنے لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ بھجوا دیں گے۔ مطلب یہ ہو کہ شبہ سے ہاتھ کاٹ گیا ہے جرم واضح نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرو نے معاویہ کے نام خط لکھ کر اونھیں دے دیا۔ سال بھر یا چھ مہینے یہ خط پڑا رہا۔ اسکے بعد عبداللہ خود معاویہ کے پاس گیا یا یہ واقعہ لکھ کر روانہ کر دیا۔ اور بنی ضبہ بھی معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے کہا امیر المومنین۔ عبداللہ نے ہمارے ایک بھائی کا ہاتھ ناحق کٹوا ڈالا۔ یہ خط اُن کا آپ کے نام کا موجود ہے۔ معاویہ نے خط پڑھکر کہا کہ میرے مقرر کئے ہوؤں کا اُمراؤں سے قصاص لیا جائے

یہ تو درست نہیں۔ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر تم کہو تو دیت دلوا دوں۔
یہ لوگ دیت لینے پر راضی ہوئے۔ معاویہ نے بیت المال سے انھیں دیت
دلوا دی اور عبد اللہ بن غیلان کو معزول کر دیا۔ پھر اون سے کہا جسکو تم پسند کرو
اوسی کو تمھارا امیر مقرر کر دوں۔

انھوں نے کہا۔ "امیر المومنین جسے چاہیں ہمارا امیر کر دیں" اور ابن عامر کے
باب میں اہل بصرہ کی جو رائے تھی وہ معاویہ کو پہلے سے معلوم تھی۔
اون سے پوچھا۔ کیا ابن عامر کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ تو ایسا شخص ہے جس کی
عفت و طہارت و شرف سے تم خوب واقف ہو"

سب نے کہا۔ امیر المومنین ہم سے زیادہ واقف ہیں"
ان لوگوں کے آزمانے کے لئے معاویہ نے بار بار اسی بات کو اون کے سامنے
دُہرایا۔ پھر کہا۔ لو میں نے اپنے بھتیجے عبید اللہ بن زیاد کو تمھارا امیر مقرر کیا۔
عبید اللہ نے اسلم بن زرعہ کو والی خراسان مقرر کیا۔ یہ شخص نہ لڑا نہ کچھ فتح کیا۔
اور عبد اللہ بن حصن کو اپنا امیر شرطہ معین کیا پہلے زرارہ بن اوفی کو قاضی
کا عہدہ دیا پھر اوسے معزول کر کے ابن اُذینہ کو مقرر کیا۔

اسی سال معاویہ نے عبد اللہ بن خالد کو کوفہ سے معزول کر کے ضحاک
بن قیس فہری کو اوسکی جگہ مقرر کیا۔

امیر حج اس سال بھی مروان بن حکم تھا۔

۵۶ھ شروع ہوا

اس سال جُنادہ بن ابی امیہ نے زمین روم میں جاڑا بسر کیا۔ بعض
نے عبد الرحمن بن مسعود کا نام لیا ہے۔ اور سمندر میں یزید بن شجرہ رہاوی
نے اور خشکی میں عیاض بن حارث نے رومیوں سے جنگ کی۔

اور اس سال ولید بن عقبہ بن ابی سفیان نے امارت حج کی۔

اسی سال معاویہ نے رجب میں عمرہ کیا۔

اسی سال معاویہ نے یزید کو ولی عہد کیا اور لوگوں سے اوسکے لئے

بیعت دلی۔ اسکا سبب یہ ہوا کہ مغیرہ نے معاویہ کے پاس آکر ضعیفی کی شکایت کی اور مستعفی ہونا چاہا۔ معاویہ نے استعفا منظور کر لیا اور سعید بن عاص کو اس خدمت پر مقرر کرنا چاہا۔ یہ خبر ابن خُنیس کاتب مغیرہ کو پہنچی یہ سعید بن عاص کے پاس پہنچا اوس سے یہ حال بیان کر دیا۔ اوس وقت سعید کے پاس ربیع یا ربیعہ خزاعی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مغیرہ سے جا کر کہا کہ مغیرہ میں سمجھتا ہوں کہ امیر المومنین تم سے آرزدہ ہیں۔ میں نے تمھارے کاتب ابن خنیس کو سعید بن عاص کے پاس دیکھا اوس سے یہ کہہ رہا تھا کہ امیر المومنین اب تم کو کوفہ کا امیر کرنے والے ہیں۔ مغیرہ نے کہا اوسے تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ مغیرہ پھر بڑے استحکام کے ساتھ واپس آنے والا ہے۔ ٹھہرو میں یزید کے پاس جاتا ہوں۔ مغیرہ نے یزید کے پاس جا کر بیعت لینے کا ذکر کیا۔ یزید نے یہ ذکر اپنے باپ تک پہنچا دیا۔ اس پر معاویہ نے پھر مغیرہ ہی کو امارت کوفہ پر واپس کیا۔ اور حکم دیا کہ یزید کی بیعت کے لئے کچھ فکر کرے۔ مغیرہ کا ورود کوفہ میں ہوا تو ابن خنیس نے آکر کہا۔ واللہ میں نے کوئی خیانت و بےوفائی آپ کے ساتھ نہیں کی۔ نہ آپکی امارت کو میں برا سمجھتا ہوں۔ بات اتنی ہے کہ سعید بن عاص کا مجھ پر احسان ہے۔ اونھوں نے میرے لئے زحمت اوٹھائی ہے۔ میں نے اونکی شکرگزاری کر دی۔ مغیرہ نے یہ عذر قبول کر لیا اور پھر اوسے خدمت کتابت پر بحال کر دیا۔ اور بیعت یزید کے لئے مغیرہ نے فکر کی اور اسی باب میں ایک قاصد بھی معاویہ کے پاس روانہ کیا۔

معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اس باب میں مشورہ اوس سے کیا۔ زیاد نے عُبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا۔ کہ مشورہ کے لئے کوئی نہ کوئی بھروسے کا آدمی مل ہی جاتا ہے۔ ہر ایک راز کے لئے کوئی نہ کوئی امین ضرور ہو جاتا ہے۔ دو عادتیں ایسی ہیں جس نے لوگوں کو خراب کر رکھا ہے۔ افشائے راز اور نااہل کی خیرخواہی۔ بس محرم راز اگر ہو سکتے ہیں تو دو شخص ہو سکتے ہیں۔ ایک تو مرد دیندار جو ثواب آخرت کا امیدوار ہو۔ دوسرے دنیادار شریف النفس جسے اپنی عزت کے بچانے کی عقل ہو۔ میں نے یہ دونوں وصف تم میں دیکھے اور

مجھے بہت پسند آئے۔ اس وقت میں نے تم کو ایک ایسی بات کہنے کے لئے بلایا ہے جسکا زبان قلم سے بھی آشنا ہونا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ امیر المومنین نے مجھے لکھا ہے کہ یزید کے لئے بیعت لینے کا اونھوں نے ارادہ مصمم کرلیا ہے۔ اور اون کو لوگوں کے بیزار ہونے کا خوف بھی ہے۔ اور اون کے اتفاق کرنے کی آرزو بھی ہے۔ اور اس باب میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کا تعلق اور ذمہ داری بہت بڑی چیز ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ یزید کی طبیعت میں کاہلی وسہل انکاری بہت ہے۔ اوس پر طرہ یہ کہ صید وشکار کا گرویدہ رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے امیر المومنین کے پاس جاؤ اور یزید کے حالات جو میں نے بیان کئے ہیں اون سے بیان کردو۔ اور یہ کہو کہ ابھی تامل کیجیے۔ آپ جو چاہتے ہیں یہ بات ہوکر رہیگی۔ جلدی نہ کیجیے۔ جس تاخیر میں مطلب حاصل ہو وہ اوس تعجیل سے بہتر ہے جس میں مقصود کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہو''

عبید نے کہا۔ کیا اسکے علاوہ کوئی اور بات آپ کے خیال میں نہیں آتی''

زیاد نے کہا۔ اور کیا بات ہوسکتی ہے''

عبید نے کہا۔ معاویہ کی رائے پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔ اونکے بیٹے کی طرف سے اون کو نفرت دلانا مناسب نہیں ہے۔ میں معاویہ سے چھپ کر یزید سے ملاقات کرونگا۔ اور تمھاری طرف سے کہونگا اوس سے کہ ''امیر المومنین نے تمھاری بیعت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب کیا ہے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ تمھارے بعض امور سے لوگ بیزار ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تمھاری بیعت میں وہ مخالفت کریں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ جن باتوں سے لوگ بیزار ہیں تمھیں چاہئے کہ وہ سب باتیں ترک کردو۔ اس سے امیر المومنین کی بات بالا ہوجائے گی۔ اور تم جو چاہتے ہو وہ کام بھی آسانی سے ہوجائیگا'' اس طرح کرنے میں تم یزید کے بھی خیرخواہ ٹھہروگے۔ اور امیر المومنین کو بھی خوش رکھوگے اور ذمہ داری امت اسلام کا جو تمھیں خوف ہے اوس سے بھی بچے رہوگے''

زیاد نے کہا'' تمھاری رائے تیر بہدف ہوگئی۔ بس اب خیر وبرکت کے ساتھ

روانہ ہو جاؤ۔ اگر بہتر بات ہوی تو کیا پوچھنا۔ جو چوک ہو گئی تو بھی یہ فعل بے لاگ ہو گا۔ اور خدا نے چاہا تو خطا سے تو محفوظ رہے گا۔"

عبید نے کہا۔" تم اپنی رائے سے یہ بات کہتے ہو خدا کو جو منظور ہے وہ غیب میں ہے۔"

عبید یزید کے پاس پہنچا اور اس سے گفتگو کی۔ اور زیاد نے معاویہ کو تامل کرنے کے لئے لکھا اور جلدی کرنے کو منع کیا۔ معاویہ نے اس بات کو مان لیا۔ اور یزید نے اکثر افعال کو اپنے ترک کر دیا۔ عبید جب زیاد کے پاس واپس آیا تو زیاد نے اوسے جاگیر عطا کی۔

زیاد جب مرگیا تو معاویہ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی اوس میں یزید کے جانشین کرنے کا مضمون تھا۔ اگر معاویہ کی موت واقع ہو تو یزید ولیعہد ہو گا۔ یہ سن کر پانچ شخصوں کے سوا اور سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔ حسین بن علی و ابن عمر و ابن زبیر و عبدالرحمن بن ابی بکر و ابن عباس نے بیعت نہیں کی۔ معاویہ نے مدینہ میں آکر حسین ابن علی کو بلا بھیجا۔

اونسے کہا۔ اے فرزند برادر قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمھارا کیا مطلب ہے۔

کہا۔ میں کیا اونکا سرگروہ ہوں۔

معاویہ نے کہا۔ ہاں تمھیں اون لوگوں کے سرگروہ ہو۔

کہا۔ اون لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کر لیں گے تو میں بھی اون کے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارہ میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

معاویہ نے کہا۔ کیا تم ایسا کرو گے۔

کہا۔ ہاں۔

یہ سنکر معاویہ نے اون سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔ حسین بن علی نے پہلے انکار کیا آخر قبول کر لیا اور باہر نکل آئے۔

یہاں ابن زبیر نے ایک شخص کو حسین بن علی کی تاک میں راہ میں بٹھادیا تھا۔ اوس نے پوچھنا شروع کیا کہ تمھارے بھائی ابن زبیر پوچھ رہے ہیں کہ کیا معاملہ گذرا۔ اور اصرار کرتا ہی رہا آخر کچھ مطلب پاگیا۔ اب معاویہ نے ابن زبیر کو بلا بھیجا۔

اون سے کہا۔ پانچ شخصوں کے سوا جن کے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمھارا کیا مطلب ہے۔

ابن زبیر نے کہا۔ کیا میں اونکا سرگروہ ہوں۔

کہا۔ ہاں تمھیں اون کے سرگروہ ہو۔

کہا۔ اون سب کو بلاؤ وہ بیعت کرلیں گے تو میں بھی اونکے ساتھ ہوں۔ ورنہ میرے بارہ میں کسی امر کی تعجیل نہ کرنا۔

کہا۔ کیا تم ایسا کروگے۔

کہا۔ ہاں۔

معاویہ نے ابن زبیر سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں گے۔

کہا۔ اے امیر المومنین ہم لوگ خدائے عزوجل کے حرم میں ہیں اور خدا سبحانہ تعالیٰ کے نام پر عہد کرنا امر عظیم ہے" ابن زبیر نے عہد کرنے سے انکار کیا اور باہر چلے آئے۔ اب معاویہ نے ابن عمر کو بلا بھیجا اور اون کے ساتھ بہت نرمی سے باتیں کیں۔

کہا۔ میں نہیں چاہتا کہ امت محمدؐ کو اپنے بعد اس طرح چھوڑ جاؤں۔ جیسے گلۂ گوسپند جسکا چرواہا کوئی نہ ہو۔ اور قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جنکے سرگروہ تم ہو سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے تمھارا کیا مطلب ہے"

ابن عمر نے کہا۔ ایسی بات کیوں نہ کرو جس میں کچھ برائی بھی نہیں خونریزی بھی نہ ہو تمھارا کام بھی ہو جائے"

معاویہ نے کہا۔ میں ایسا ہی چاہتا ہوں"

کہا۔ اپنی کرسی باہر نکالو میں آکر تم سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ

تمہارے بعد جس بات پر قوم اتفاق کر لیگی میں بھی اوس اتفاق میں داخل ہو جاؤنگا۔ واللہ تمہارے بعد اگر کسی غلام حبشی پر بھی قوم کا اجماع ہو جائیگا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہو نگا"۔

کہا۔ تم ایسا کرو گے۔

کہا۔ ہاں"۔ ابن عمر یہ کہہ کر باہر نکل آئے گھر پر آکر دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ لوگ آیا کرتے تھے تو اجازت نہ ملتی تھی۔ اب معاویہ نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو بلا بھیجا۔

کہا۔ اے پسر ابی بکر کس دل سے کس جگر سے میری مخالفت تم کر رہے ہو"

کہا" میں سمجھتا ہوں میرے حق میں یہی بہتر ہے"

کہا۔ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ تم کو قتل کر دوں گا"

کہا۔ تو ایسا کریگا تو ساتھ ہی خدا تجھ پر دنیا میں لعنت بھی بھیجیگا اور آخرت میں تجھے دوزخ میں بھی ڈال دیگا"

اس روایت میں ابن عباس کا ذکر نہیں ہے۔

اس سال مدینہ کا عامل مروان بن حکم تھا۔ کوفہ پر ضحاک بن قیس۔ بصرہ پر عبیداللہ بن زیاد۔ خراسان پر سعید بن عثمان۔

سعید بن عثمان نے معاویہ سے حکومت خراسان کو طلب کیا تو معاویہ نے کہا وہاں تو عبیداللہ بن زیاد ہے"

سعید نے کہا۔ سنو تم سے میرے باپ نے سلوک کیا اور تمہیں اس قدر بلند کیا کہ تم اون کے سلوک کے سبب سے اوس حد تک پہنچ گئے جہاں تک کوئی پانہیں سکتا نہ کوئی برابری کر سکتا ہے تم نے اونکی جانفشانی کا کچھ عوض اون کے احسانوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھ پر اس کو یعنی یزید بن معاویہ کو مقدم کر دیا اور اوس کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ واللہ میرا باپ اسکے باپ سے میری ماں اسکی ماں سے میں خود اس سے بہتر ہوں"

معاویہ نے کہا۔ تمہارے باپ کی جانفشانی کا عوض کرنا مجھ پر واجب ہے

یہ بھی تو اوسی کا عوض تھا کہ میں نے اونکے خون کا بدلہ لیا۔ یہاں تک کہ تمام امور سلجھ گئے۔ اور اپنے اس طرح آمادہ ہو جانے پر مجھے کچھ بھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ اپنے باپ کو اس کے باپ سے جو تم نے افضل کہا تو واللہ تمھارے باپ مجھ سے بہتر اور رسول اللہ صلعم سے قریب تر ہیں۔ اپنی ماں کو اس کی ماں سے جو تم نے بہتر کہا تو اسکا بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ زن قرشیہ بہتر ہے زن کلبیہ سے۔ تم خود کو جو اس سے بہتر کہتے ہو میں اس بات کو نہیں پسند کرتا کہ تم سا شخص اور یزید کے معاملہ میں خرابی ڈالے "

یہ سن کر یزید نے کہا۔ امیر المومنین یہ تو آپ کا ابن عم ہے آپ سے بڑھکر کون ان کے حال پر نظر التفات کر سکتا ہے۔ میرے بارہ میں یہ آپ سے خفا ہیں۔ انکو راضی کر لیجیے " اس پر معاویہ نے سعید کو خراسان کے جنگ وجدال کا اور اسحاق بن طلحہ کو خراج کا حاکم مقرر کر دیا۔ اسحاق معاویہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ انکی ماں اُم اَبان عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہیں۔ جب رَی میں اسحاق پہنچے تو انتقال کیا اور سعید ہی خراج وجنگ خراسان کے حاکم مقرر ہوئے۔

سعید جب خراسان کی طرف روانہ ہوے ہیں تو ان کے ساتھ یہ سب لوگ بھی تھے۔

اَوس بن ثعلبۂ تیمی صاحب قصر اَوس

طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزاعی

مہلب بن ابی صُفرہ

ربیعہ بن عِسل خاندان بنی عمرو بن یربوع سے

بطن فَلج کے مقام میں اعرابیوں کا ایک گروہ قافلۂ حاج کی رہزنی کیا کرتا تھا۔ لوگوں نے سعید سے کہا کہ یہاں ایک گروہ ہے جو قافلہ حاج کی رہزنی کیا کرتا ہے اون کے سبب سے راہ پر خطر ہو گئی ہے۔ اون کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ۔ سعید نے اون لوگوں کو اپنے ساتھ لے لیا یہ سب بنی تمیم میں سے تھے۔ انھیں لوگوں میں مالک بن ریب مازنی تھا۔ اسکے ساتھ ایسے ایسے جوان تھے جن کے باب میں چند شعر کسی شاعر نے کہے ہیں۔ سعید نے سمرقند تک نہر کو قطع کیا۔

یہاں اہل صُغد مقابلہ کو نکلے۔ شام تک سب اپنے اپنے مقام پر جمے رہے پھر بغیر جنگ کیئے واپس ہو گئے۔ اس پر مالک بن ریب نے سعید کی ہجو میں کچھ شعر کہے۔

"اہل صُغد کے مقابلہ میں دن بھر تو بزدلی سے کھڑا ہوا کانپتا رہا۔ مجھے تو یہ خوف ہوا کہ کہیں تو بھی عیسائی نہ ہو جائے"

دوسرے دن سعید بن عثمان نے صف آرائی کی اور قوم صُغد نے مبارزطلبی کی۔ سعید نے جنگ کی۔ دشمنوں کو شکست دی۔ اون کے شہر کو محصور کرلیا۔ آخر اونھوں نے صلح کرلی۔ اور پچاس لڑکے امرا و عمائد شہر کے سعید کے پاس بطور یرغمال بھیج دیے۔ سعید نے نہر کو عبور کر کے ترمذ میں مقام کیا۔ پھر بغیر اسکے کہ اون لوگوں کے ساتھ ایفائے عہد کریں اون سب لڑکوں کو ساتھ لئے ہوئے مدینہ چلے آئے۔

سعید بن عثمان جب خراسان میں داخل ہوئے ہیں تو یہاں اسلم بن زرعہ کلابی عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے حکومت کر رہا تھا۔ اب بھی اسلم اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے دوسرا فرمان ولایت خراسان کا اسلم ہی کے نام پر آیا۔ سعید نے جب یہ دیکھا تو راتوں رات خراسان سے نکل گئے سعید کی ایک کنیز حمل سے تھی اسی رواروی میں اوس کے پیٹ سے بچہ نکل پڑا۔ سعید کہا کرتے تھے اس لڑکے کے بدلے بنی حرب کے ایک شخص کو میں ضرور قتل کرونگا۔ معاویہ کے پاس جاکر اسلم کی شکایت اونھوں نے پیش کی۔ اس پر تمام بنی قیس برافروختہ ہوگئے۔ ہمام بن قبیصہ نمری معاویہ کے سامنے آیا۔ معاویہ نے دیکھا اوسکی دونوں آنکھیں مارے غصہ کے لال ہو رہی ہیں۔ کہا کہ اے ہمام آنکھیں تمھاری سرخ ہو رہی ہیں۔ ہمام نے جواب دیا کہ صفین میں تو اس سے زیادہ سرخ تھیں۔ معاویہ کو اس بات سے صدمہ ہوا۔ جب سعید نے یہ دیکھا تو اسلم کی شکایت سے باز آئے۔ غرض اسلم ہی دو برس تک ابن زیاد کی طرف سے خراسان کا حاکم رہا۔

۵۷ھ شروع ہوا

اس سال عبداللہ بن قیس نے سرزمین روم میں جاڑا بسر کیا۔
ذی قعدہ میں مروان حکومت مدینہ سے معزول ہوا۔ مورخین میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ معاویہ نے مروان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا حاکم کیا۔ بعض کہتے ہیں اس سال بھی مدینہ مروان کی حکومت میں رہا۔ کوفہ کا حاکم ضحاک بن قیس اور بصرہ کا عبیداللہ بن زیاد تھا۔ سعید بن عثمان بن عفان اس سال والی خراسان تھے۔

۵۸ھ شروع ہوا

بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس سال کے ذی قعدہ میں معاویہ نے مروان کو معزول کر کے ولید کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس سال کوئی کہتا ہے کہ یزید بن شجرہ دریا میں کشتیوں میں قتل ہوئے کوئی یہ بیان کرتا ہے کہ عمرو بن یزید جہنی نے اس سال زمین روم میں جاڑا بسر کیا تھا وہی قتل بھی ہوئے کسی کا قول ہے جنادہ بن ابی امیہ نے اس سال دریا میں رومیوں سے جنگ کی تھی۔

اس سال ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امیر حاج تھا۔

اس سال معاویہ نے عبدالرحمن بن عبداللہ ثقفی کو کوفہ کا حاکم کر کے ضحاک بن قیس کو وہاں کی حکومت سے معزول کیا۔ یہ عبدالرحمن معاویہ کی بہن ام الحکم کا بیٹا ہے۔ اسکے عہد میں اسی سال یہ واقعہ گذرا کہ جن خوارج نے مستورد سے بیعت کی تھی اون میں سے جو لوگ مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ لگ گئے تھے اونھیں محبس میں ڈال دیا تھا اور مغیرہ کے مرنے کے بعد وہ قیدخانہ سے نکل آئے تھے۔ اب اون لوگوں نے خروج کیا۔ حیان بن ظبیان سلمی نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور حمد وثنائے باری تعالیٰ بجالایا پھر کہا "خدائے عزوجل نے ہم سب پر جہاد واجب کیا ہے ہم میں سے کچھ اپنی جان نثار کر چکے اور کچھ لوگ منتظر ہیں۔ وہ نیک بندے تھے جو اپنے مرتبہ پر فائز ہو چکے۔ اب جو شخص ہم میں سے

منتظر ہے وہ بھی اوہنیں میں سے ہے جو اپنی جان نثار کر چکے اور نیکی میں سبقت لے گئے ثواب جو شخص تم میں خدا کا اور اوس کے ثواب کا طالب ہو اوسے چاہئے کہ اپنے ساتھیوں اپنے بھائیوں کے راہ پر چلے خدا اوسے ثواب دنیا اور بہترین ثواب آخرت عطا کرے گا خدا نکوکاروں کے ساتھ ہے "

معاذ بن جوین طائی نے کہا۔ اے اہل اسلام اگر ظالموں کے مقابلہ میں جہاد کو ترک کرنے میں اونکے ظلم وجور پر طرح دینے میں کوئی بھی عذر ہمارے پاس عند اللہ ہوتا تو جہاد کرنے سے نہ کرنا بہت ہی آسان تھا۔ لیکن ہم خوب جانتے ہیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ کوئی عذر ہمارے پاس نہیں ہے۔ اوس نے ہمیں دل و دماغ وسماعت اس لئے عنایت کی ہے کہ ہم ظلم کو برا سمجھیں جور کو نام رکھیں ظالموں سے جہاد کریں "، یہ کہکر کہا اپنا ہاتھ لاؤ ہم سب تم سے بیعت کرتے ہیں "، معاذ نے اوس سے بیعت کی پھر سب لوگوں نے حیان بن ظبیان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور اوس سے بیعت کی یہ واقعہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم کی امارت کا ہے۔ جبکا رئیس شرط زائدہ بن قدامہ ثقفی تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یہ لوگ معاذ بن جوین کے گھر میں جمع ہوئے۔

حیان بن ظبیان نے کہا۔ بندگان خدا اپنی رائے مجھ سے بیان کرو کہ کس مقام سے خروج کرنے کا مشورہ تم مجھے دیتے ہو۔"

معاذ نے کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو یہاں سے مقام حلوان میں لے چلیں۔ وہیں ہم اوتر پڑیں۔ یہ قریہ میدان اور پہاڑ کوفہ اور رے کے درمیان واقع ہے۔ کوفہ اور رے اور پہاڑوں اور اضلاع میں جو لوگ ہماری رائے سے اتفاق رکھتے ہیں وہ سب ہم سے آملیں گے "

حیان نے کہا۔ جب تک لوگ جمع ہوں دشمن آپڑیگا۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ اتنی مہلت تمھیں نہ دیں گے کہ تمھارے پاس لوگ جمع ہوں۔ ہاں میری رائے یہ ہے کہ تم سب کوفے کر کوفہ وسبخہ یا زرارہ وحیرہ کے اطراف میں نکل جاؤں۔ پھر ہم سب ملکر ان لوگوں سے یہاں تک قتال کریں کہ اپنے پروردگار سے جا ملیں۔ وجہ یہ ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ جو سو سے بھی کم ہو دشمن کو نہ شکست دے سکتے ہو نہ کوئی ضرر شدید پہنچا سکتے ہو۔

ہاں خدا دیکھ لیگا کہ اوسکے دشمن اور اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں تم نے اپنی جانیں مصیبت میں ڈالیں تو یہ تمہارا ایک عذر ہو جائیگا اور تم گناہ سے بری ہو جاؤ گے"

سب نے کہا۔ جو تمھاری رائے وہی ہماری بھی رائے ہے"

عِتریس بن عُرقوب شیبانی نے کہا۔ میری تو یہ رائے نہیں ہے جو تم لوگوں کی ہے۔ اپنی رائے پر خوب غور کر لو۔ جنگ و جدال میں جو تجربہ و معرفتہ مجھ کو حاصل ہے تم اوس سے ناواقف نہیں ہو"

سب نے کہا۔ ہاں جیسا تم نے بیان کیا تم ویسے ہی ہو اچھا تمھاری کیا رائے ہے"

کہا۔ میری رائے یہ نہیں ہے کہ شہر میں تم خروج کرو۔ بہت لوگوں میں تم تھوڑے سے آدمی ہو۔ بخدا اس سے زیادہ تم کچھ نہیں کر سکتے ہو کہ خود کو دشمنوں کے حوالے کردو اور اونکے ہاتھ سے قتل ہو کر اونکا دل خوش کر دو۔ یہ تو کوئی طریقہ لڑائی کا نہیں ہے۔ جب ہم نے تم نے یہ قصد کیا ہے کہ اپنی قوم پر خروج کرو تو ایسی چال دشمنوں کے ساتھ کرو جس سے اون کو ضرر پہنچے"

پوچھا۔ پھر کیا رائے ہے"

کہا۔ اوس قریہ کی طرف نکل چلو جہاں اوترنے کا مشورہ معاذ نے دیا ہے یعنی حُلوان یا عین التمر میں ہم سب کو لے چلو۔ وہیں ہم لوگ مقیم ہو جائیں۔ یہ خبر جب ہمارے مسلمان بھائی سنیں گے تو اطراف و اکناف سے ہمارے پاس آجائیں گے۔

حیّان بن ظُبیان نے کہا۔ ان دونوں مقاموں سے کسی مقام میں تم ہم سب کو اور تمام اپنے رفقا کو لے کر چلو تو واللہ وہاں اطمینان سے دم لینا بھی نصیب نہ ہوگا کہ شہر کے شہسوار جوق کے جوق ہمارے تعاقب میں آپہنچیں گے پھر تم کیونکر اپنا حوصلہ نکالو گے۔ واللہ تم لوگ شمار میں اتنے نہیں کہ دنیا میں ظالموں بدکاروں پر فتح پانے کی امید کر سکو۔ بس اسی شہر کی کسی جہت میں نکل کھڑے ہو اور جو لوگ طاعت الٰہی کی مخالفت کر رہے ہیں بحکم خدا اون سے

لڑلو۔ اب انتظار و تاخیر نہ کرو۔ تم دوڑتے ہوئے بہشت میں چلے جاؤ گے اور اس فتنہ و بلا سے اپنا گلا چھڑا لو گے"

سب نے کہا۔ جب ہمیں سوا اسکے کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ہم تمہارے خلاف کوئی بات ہرگز نہ کریں گے۔ اب جدھر جی چاہے ہم کو لے چلو" کچھ دنوں اور تامل کرنے کے بعد ربیع الآخر کی پہلی تاریخ بسرام الحکم کے عہد ولایت کے آخری سال میں یہ سب لوگ حیان بن ظبیان کے پاس جمع ہو گئے۔

حیان نے کہا۔ بھائیو حق تعالیٰ نے امر خیر کے لئے اور امر خیر پر تم کو جمع کر دیا ہے۔ قسم ہے اوس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے جب سے شرف اسلام مجھ کو حاصل ہے دنیا کی کسی چیز سے میں اس قدر خوش نہیں ہوا جتنا ان ظالموں بدکاروں پر اس خروج کرنے سے خوش ہوا۔ واللہ اگر دنیا و مافیہا مجھے ملتی ہو اور اس خروج میں شہادت سے محروم رہوں تو مجھے منظور نہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں سے نکل کر دار جریر کے پہلو میں اوتر پڑیں۔ جب لوگ تم سے لڑنے آئیں تو لڑلو"

عتریس نے کہا۔ اگر اس طرح ناف شہر میں ہم قتال کریں گے تو مرد تو تلواروں سے اور عورتیں اور بچے اور چھوکریاں کوٹھوں پر چڑھ کر پتھروں سے ہم کو ماریں گے"

یہ سن کر اونھیں میں سے ایک شخص بولا۔ پھر تو ہمیں پشت شہر کے قلعہ کی طرف لے چلو" یہ وہ مقام ہے جہاں اب موضع زرارہ واقع ہے اس زمانہ میں چند ڈیروں کے سوا کچھ نہ تھا۔

معاذ بن جوین نے کہا۔ نہیں۔ ہم لوگوں کو بانقیا میں جاکر اوترنا چاہئے فوراً دشمن تم سے لڑنے کو آ پڑیگا۔ اور اس صورت میں ہم اون لوگوں کی طرف تو رخ کریں گے اور گھروں کو اپنی پشت پر رکھیں گے۔ بس اون سے ایک ہی رخ سے قتال کریں گے"۔ غرض سب کے سب چل کھڑے ہوئے مقابلہ کے لئے لشکر پہنچا۔ سب کے سب قتل ہو گئے۔

بسرام الحکم نے ایسی ایسی بد اطواری کی کہ اہل کوفہ نے اوسے نکال دیا۔ ۱۵۰ اپنے

ماموں معاویہ کے پاس پہنچا۔ معاویہ نے کہا۔ میں اوس سے بہتر ولایت مصر کا تجھ کو حاکم گردونگا۔ اب یہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اور ابن حُدیج سکونی یہ خبر سنتے ہی مصر سے نکلا۔ دو منزلیں طے کی تھیں کہ یہ راہ میں مل گیا۔ ابن حدیج نے کہا۔ جا اپنے ماموں کے پاس یہیں سے واپس چلا جا۔ ہمارے کوئی بھائیوں کے ساتھ جو بدسلوکی تو نے کی ہمارے ساتھ نہیں کر سکتا۔ یہ وہیں سے واپس ہوا۔ اور ابن حدیج بھی معاویہ سے ملنے کو آیا۔ یہ جب آتا تھا تو رستہ آراستہ ہوتا تھا یعنی اسکے لئے پھولوں کے قبّے نصب کئے جاتے تھے۔ معاویہ کے پاس پہنچا تو ام الحکم بھی وہاں بیٹھی ہوی تھی۔ پوچھنے لگی امیرالمومنین یہ کون ہیں۔ معاویہ نے کہا آہا ابن حدیج۔ کہنے لگی خدا انکا قدم نہ لائے۔ بس دور کے ڈھول سہانے۔ ابن حدیج نے کہا ام الحکم ذرا سنبھلی ہوی۔ واللہ تو نے شوہر ایسا کیا جو شریف نہیں۔ بیٹا ایسا جنا جو نجیب نہیں تو چاہتی ہے کہ یہ لچا ہم لوگوں پر حکومت کرے اور ہمارے کوئی بھائیوں کے ساتھ جو سلوک اس نے کیا وہی ہمارے ساتھ بھی کرے۔ خدا وہ دن نہ دکھلائے۔ اگر ہم سے ایسا کرتا تو ہم بھی ایسی دھول جڑتے کہ سر ہل جاتا۔ یہ حضرت جو بیٹھے ہوے ہیں برا مانتے تو مانتے۔ اب معاویہ نے مڑ کر بہن سے کہا کہ بس کرو۔

اس سال عبیداللہ بن زیاد نے خوارج پر بہت شدت کی۔ ایک انبوہ کثیر کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ ایک جماعت کو جنگ میں قتل کیا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ ابن زیاد اپنی گھڑدوڑ میں آیا گھوڑوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک خلقت جمع تھی۔ اون میں سے ابو بلال کا بھائی عُروہ بن اُدیہ ابن زیاد کے پاس آکر کہنے لگا۔ ہم سے پہلے جو قومیں گذریں اون میں پانچ خصلتیں تھیں کہ اب وہ ہم میں آگئیں۔ أتبنون بكل ريع آية تعبثون وتتخذون مصانع لعلكم تخلدون وإذا بطشتم بطشتم جبارين یعنی کیا ہر زمین پر تم کھیل کھیل کر اپنی ایک نشانی چھوڑو گے اور قلعے بنا رہے ہو شاید ہمیشہ تم جیا کرو گے اور جب حملہ کرو گے تو جباروں کا سا حملہ کرو گے۔ دو باتیں اور تھیں راوی کو یاد نہ رہیں۔ یہ سن کر ابن زیاد کو یہ شبہہ ہوا کہ اسکے ساتھ کوئی جماعت اسکے اصحاب کی ضرور ہے ورنہ میرے ساتھ

ایسی گستاخی نہ کرتا۔ گھڑ دوڑ کو چھوڑ کر ابن زیاد اوٹھ کھڑا ہوا اور سوار ہوگیا۔ عروہ سے لوگوں نے کہا تم نے یہ کیا حرکت کی وہ ضرور تمھیں قتل کرے گا۔ یہ روپوش ہوگیا اور ابن زیاد اسکی تلاش میں تھا۔ کوفہ میں جو یہ آیا تو پکڑ لیا گیا۔ ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ اوس نے حکم دیا اور اوسکے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اسکے بعد ابن زیاد نے اوسے بلا کر پوچھا کہو کیسا مزاج ہے۔ عروہ نے کہا تو نے میری دنیا کو خراب کیا اور اپنی آخرت کو۔ اس بات پر اوسے قتل کیا۔ پھر کسی کو اوسکی بیٹی کے پاس بھیجا اور اوسے بھی قتل کیا۔ اس کا بھائی ابو بلال مرداس بن اُدیہ اس سے پیشتر خوارج کے ساتھ ابن زیاد کی قید میں تھا۔ زنداں بان اوس کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر اوسے رات کو اجازت دے دیتا تھا کہ وہ چلا جاتا تھا پھر صبح ہوتے زندان میں آجایا کرتا تھا۔ مرداس کے دوستوں میں ایک شخص ابن زیاد کی صحبت میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ شب کو ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور یہ ارادہ کر لیا کہ صبح کو اونھیں قتل کریگا۔ یہ شخص مرداس کے گھر پر گئے۔ اون لوگوں سے یہ خبر بیان کی اور کہا مرداس سے زندان میں کہلا بھیجو کہ کسی کو وصی کرے وہ قتل کئے جائیں گے۔ مرداس نے بھی یہ بات سن لی۔ زنداں بان کو بھی خبر ہوگئی۔ اوسے اس تشویش میں رات گذری کہ مبادا مرداس کو یہ خبر ہو جائے اور وہ صبح کو زندان میں نہ آئے جب مرداس کے واپس آنے کا وقت آیا تو دیکھا وہ آپہنچے۔ زنداں بان نے پوچھا کہ امیر نے جو قصد کیا ہے تمھیں معلوم ہے۔ اونھوں نے کہا ہاں معلوم ہے۔ اوس نے کہا پھر بھی تم چلے آئے۔ کہا۔ ہاں چلا آیا۔ تمھارے احسان کا عوض یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ میرے سبب سے تم کو سزا ملے۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد نے خوارج کو قتل کرنا شروع کیا۔ مرداس کو پکارا یہ حاضر ہوے۔ صاحب زندان ابن زیاد کا مربی تھا دوڑا اور اوسکے قدم پکڑ لئے۔ اور یہ کہا کہ اس شخص کو مجھے بخش دو۔ اور سارا قصہ اوسکا بیان کیا۔ ابن زیاد نے مرداس کو اوسے بخش دیا۔ اور رہا کر دیا۔ اب اس زمانہ میں مرداس نے چالیس آدمیوں کو ساتھ لئے ہوے اہواز میں جاکر خروج کیا۔ ابن زیاد نے ان کے مقابلہ میں ایک لشکر ابن حصن تمیمی کی

سرکردگی میں روانہ کیا۔ خوارج نے اوسکے ساتھیوں کو قتل کرکے اوسے شکست دی۔ قبیلہ تیم اللہ بن ثعلبہ کے ایک شخص نے اس واقعہ پر یہ تین شعر کہے۔ مضمون یہ ہے۔

دو ہزار شخص جو تمھارے زعم میں دیندار تھے۔ تعجب ہے اون کو مقام آسک میں چالیس آدمی قتل کرکے رکھ دیں۔

تمھیں باطل پر ہو تمھارا زعم غلط ہے۔ یہ خوارج ہی دیندار ہیں۔

تم خوب جانتے ہو یہی وہ جماعت قلیل ہے کہ جماعت کثیر کے مقابل میں اون کی نصرت کی گئی۔

تیسرا شعر (جس میں کریمۂ کم من فئۃ کی طرف اشارہ ہے) بعض روایات میں نہیں ہے۔

اس سال ہُبیرہ بن یثربی قاضی بصرہ فوت ہوگیا اوس کی جگہ ہشام بن ہُبیرہ مقرر ہوا۔

اس سال حاکم کوفہ عبدالرحمن بن ام الحکم یا ضحاک بن قیس فہری تھا اور بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد۔ کوفہ کے قاضی شریح تھے۔ اور امیر حاج ولید بن عتبہ۔

۵۹ھ شروع ہوا

عمرو بن مُرّہ جُہنی نے سرحد روم کے میدان میں اس سال جاڑے بسر کئے دریا میں جہاد اس سال نہیں ہوا بعض مورخین کہتے ہیں دریا میں جنادہ بن ابی اُمیہ نے جہاد کیا۔

عبدالرحمن بن ام الحکم کے کوفہ سے معزول ہونے کا سبب اس سے پیشتر بیان ہوا ہے اسی سال وہ معزول ہوا اوسکی جگہ نعمان بن بشیر انصاری مقرر ہوے۔

اسی سال عبدالرحمن بن زیاد بن سُمیّہ کو معاویہ نے خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ سبب یہ ہوا کہ عبدالرحمن معاویہ کے پاس امیدوار ہوکر آیا۔ اور کہا اے امیرالمومنین

کیا ہمارا کچھ حق نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا ضرور ہے۔ کہا پھر کیا خدمت آپ مجھے دیتے ہیں۔ معاویہ نے کہا کوفہ میں تو نعمان ہے ایک لائق شخص جو نبی صلعم کے اصحاب میں سے ہے۔ عبید اللہ بن زیاد بصرہ اور خراسان کا حاکم ہے۔ عباد بن زیاد سجستان میں ہے۔ کوئی خدمت ایسی جو تمھارے لائق ہو معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارے بھائی عبید اللہ کے ساتھ تم کو شریک کردوں۔ کہا پھر اونھیں کے ساتھ مجھے شریک کردیجے اونکے پاس ملک وسیع ہے اوس میں شرکت کی گنجائش بھی ہے۔ غرض معاویہ نے اوسے والی خراسان کر دیا۔ اوس نے قیس بن ہیثم سلمی کو روانہ کیا اوس نے جاکر اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر لیا۔ جب عبد الرحمن خود آیا تو اسلم سے تین لاکھ درم کا مطالبہ کیا۔ امام حسین ؑ کے قتل ہو جانے کے بعد عبد الرحمن بن زیاد یزید بن معاویہ کے پاس آیا تو خراسان پر قیس بن ہیثم کو اپنا جانشین کر کے آیا۔ یزید نے پوچھا کتنا مال خراسان سے اپنے ساتھ لائے ہو۔ کہا دو کرور درم۔ یزید نے کہا تمھاری خوشی ہو تو حساب فہمی تم سے کر کے یہ مال لے لیا جائے اور پھر تم کو تمھاری امارت پر واپس کر دیا جائے۔ یا تمھاری خوشی ہو تو یہ مال تم کو دے کر تمھیں معزول کر دیں اور عبد اللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ درم بھی تم دو۔ عبد الرحمن نے کہا۔ آپ جو مجھے دینے کہتے ہیں دے دیجئے خراسان پر کسی اور کو حاکم کر دیجے"۔ عبد اللہ بن جعفر کو اوس نے دس لاکھ درم بھیج دیے کہ پانچ لاکھ امیر المومنین کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔

اسی سال عبید اللہ بن زیاد شرفائے عراق کو ساتھ لئے ہوئے معاویہ کے پاس حاضر ہوا۔ معاویہ نے کہا اپنے ان سفیروں کو اون کے مرتبہ ومنزلت کی ترتیب سے حاضر ہونے کا اذن دے۔ اس نے سب لوگوں کو بلایا اور سب کے آخر میں احنف داخل ہوا۔ عبید اللہ کی نزدیک احنف کی کچھ منزلت نہ تھی۔ معاویہ نے احنف کو دیکھتے ہی خیر مقدم کیا اور اپنے تخت پر اپنے پاس اوسے بٹھا لیا۔ اب لوگوں نے عرض معروض کرنا شروع کیا عبید اللہ کی مدح وثنا سب نے کی۔ احنف خاموش رہا۔ معاویہ نے کہا ابا بحر تم کیوں نہیں کچھ بولتے۔

احنف نے کہا میں کچھ کہو نگا تو سب کے خلاف کہو نگا۔ یہ سنتے ہی معاویہ نے کہا عبیداللہ کو میں نے معزول کیا۔ برخاست کرو اپنی مرضی کا حاکم کوئی ڈھونڈو۔ معاویہ کے اس کہنے پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو بنی امیہ یا اشراف اہل شام میں سے کسی امیر کے پاس نہ گیا ہو۔ سب لوگ جستجو میں مصروف تھے اور احنف اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ کسی کے پاس وہ نہیں گیا۔ کچھ دن یونہیں گذر گئے پھر معاویہ ہی نے سب کو بلا بھیجا سب جمع ہو کر معاویہ کے سامنے آئے تو پوچھا تم لوگوں نے کسے انتخاب کیا۔ ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اون میں سے ہر ایک فریق نے ایک ایک شخص کا نام لے دیا۔ اور احنف خاموش رہا۔ معاویہ نے کہا اے ابا بحر تم کیوں نہیں کچھ بولتے۔ احنف نے کہا اپنے خاندان والوں میں سے اگر کسی کو ہمارا امیر بنانا چاہو تو ہم عبیداللہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اگر کسی غیر شخص کو حکومت دینا چاہو تو اوسے اچھی طرح سمجھ لو۔ یہ سن کر معاویہ نے کہا لو میں پھر اوسی کو تمھارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ یہ کہکر احنف کے باب میں عبیداللہ کو فہمائش اور اوس سے الگ رہنے پر سرزنش کی جب فتنہ و فساد کا زمانہ آیا تو احنف کے سوا عبیداللہ کا کوئی دوست نہ نکلا۔

اسی سال یزید بن مفرغ حمیری نے عباد بن زیاد کی ہجو کی اور اس پر یزید کو کیا کیا امور پیش آئے۔ سبب یہ ہوا کہ یزید بھی عباد کے ساتھ سجستان میں تھا۔ عباد جنگ ترک میں یزید کی طرف سے غافل رہا یزید کو یہ امر شاق گذرا۔ اس زمانہ میں عباد کے لشکر میں جانوروں کے لئے چارے کی بہت تنگی تھی۔ اس پر ابن مفرغ نے ایک شعر کہا۔ مضمون یہ تھا

"کاش یہ ڈاڑھیاں گھانس بن جاتیں کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے آگے ہم ڈال دیتے"

عباد بن زیاد کی ڈاڑھی بڑی سی تھی۔ یہ شعر اوسے سنا دیا گیا اور اوسکے ساتھ یہ بھی کسی نے کہہ دیا کہ بس تمھارے ہی اوپر یہ شعر اوس نے کہا ہے عباد نے یزید کو گرفتار کرنا چاہا۔ یہ بھاگ کر نکل گیا اور عباد کی ہجو میں بہت سے قصیدے کہے۔ یزید تو یہاں سے بصرہ کی طرف چلا اور عبیداللہ بصرہ سے

سفارت لے کر معاویہ کے پاس جارہا تھا۔ عبّاد نے اسکی ہجو کے بعض اشعار عبید اللہ کو لکھ کر بھیج دیے۔ عبید اللہ نے وہ شعر پڑھے۔ جب معاویہ کے سامنے گیا تو سب پڑھکر سنائے اور ابن مفرّغ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ معاویہ نے قتل کرنے کو منع کیا۔ یہ کہا اوسے تعزیر دو مگر قتل کی حد تک نہ پہنچے۔ ادھر ابن مفرّغ بصرہ میں داخل ہوا اور احنف بن قیس کی پناہ میں رہنے کی اس نے خواہش کی۔ احنف نے کہا پسر سمیّہ کے خلاف میں تجھے پناہ تو نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تو کہے تو شعرائے بنی تمیم کے لتاڑنے سے تجھے بچا لوں۔ اوس نے کہا اون لوگوں کے لتاڑنے کی تجھے پروا نہیں ہے۔ اب یہ خالد بن عبد اللہ کے پاس آیا اوس نے دھتکا دیا امیّہ کے پاس آیا اوس نے دھتکا دیا۔ عمر بن معمر کے پاس آیا اوس نے دھتکا دیا۔ آخر میں منذر بن جارود کے پاس آیا اوس نے پناہ دی اپنے گھر میں اوسے رکھ لیا۔ منذر کی بیٹی بحریّہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ جب عبید اللہ بصرہ میں آیا تو اوسے خبر ہوگئی کہ ابن مفرّغ منذر کے یہاں ہے۔ ادھر منذر عبید اللہ کے پاس سلام کے لئے آیا۔ اسی موقع پر عبید اللہ نے منذر کے گھر پر شرط کے سپاہیوں کو بھیج دیا۔ ان لوگوں نے جاتے ہی ابن مفرّغ کو گرفتار کر لیا۔ منذر عبید اللہ کے پاس بیٹھا تھا کیا دیکھتا ہے کہ ابن مفرّغ اوسکے سر پر کھڑا ہے۔ دیکھتے ہی منذر اوٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے امیر میں نے اُسے پناہ دی ہے۔ عبید اللہ نے کہا تمھاری اور تمھارے باپ کی تو یہ مدح کریگا اور میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے پھر بھی میرے خلاف تم اوسے پناہ دیتے ہو۔ عبید اللہ کے حکم سے اوسے دوائے مسہل پلادی گئی۔ پالان خر پر سوار کیا۔ اور تشہیر کرنے لگے۔ اوسے اپنے کپڑوں ہی میں دست آتے جاتے تھے اور لوگ بازاروں میں پھرا رہے تھے۔ یہ ماجرا دیکھکر ایک فارسی نے پوچھا "این چیست" ابن مفرّغ سمجھ گیا جواب دیا۔

"آب ست ونبیذ ست وعُصارات زبیب است وسمیّہ روسپی است"

پھر منذر کی ہجو میں کچھ شعر پڑھے اور عبید اللہ سے خطاب کرکے یہ شعر پڑھا (مضمون)

"تو نے جس نجاست میں مجھے لتھیڑ دیا ہے پانی سے چھوٹ جائیگی۔
میں نے جو ہجو تیری کی ہے ہڈیاں تیری چونا ہو جائیں گی اور وہ باقی رہیگی"
عبیداللہ نے ابن مفرغ کو عباد کے پاس اب سجستان میں بھیج دیا۔ یہ سن کر شام میں جو اہل یمن تھے اونھوں نے معاویہ سے اس باب میں گفتگو کی۔ معاویہ نے ایک قاصد عباد کے پاس روانہ کیا۔ عباد نے ابن مفرغ کو معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔ جب یہ راہ میں تھا تو اُس نے معاویہ کی مدح میں اشعار کہے (مضمون)
اے بغلہ۔ عباد کی حکومت اب تجھ پر نہیں رہی تجھے نجات ملی جسکی سواری میں تو ہے وہ اب آزاد ہے۔
اپنی جان کی قسم ہے کہ گہری قبر سے تجھ کو اوس امام نے جو خلق کے لئے حبل المتین ہے چھڑا لیا۔
تجھ پر احسان کیا ہے میں شکر اوسکا ادا کرونگا اور شکر کا ادا کرنا بس میرا ہی کام ہے۔
معاویہ کے سامنے آتے ہی رونے لگا اور کہا بلا قصور وخطا جو بیداد مجھ پہ گذری ہے وہ کسی مسلمان پر نہ ہوی ہوگی"
معاویہ نے پوچھا "تم نے یہ قصیدہ کیا نہیں کہا کہ
معاویہ پسر حرب کو ایک مرد یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو"
کہا "قسم ہے اوس خدا کی جس نے امیر المومنین کے حق کو عظیم وجلیل کیا ہے میں نے یہ نہیں کہا"
معاویہ نے پوچھا کیا یہ بھی تم نے نہیں کہا کہ
میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری ماں چادر کو اوتار کر ابوسفیان کے پاس مباشرت کے لئے نہیں گئی۔
اور بھی بہت سے شعر ہیں جن میں ابن زیاد کی تو نے ہجو کی ہے جا میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ اگر تو ہمیں سے مل کے رہتا تو جو کچھ گذرا یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔
جاؤ جہاں جی میں آئے وہاں رہو نا
پہلے یہ موصل میں رہا پھر بصرہ میں آیا عبیداللہ کے پاس گیا اوس نے امان دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ معاویہ نے جب یہ پوچھا کہ تم نے یہ قصیدہ کیا نہیں کہا کہ معاویہ بسر حرب کو ایک مرد یمانی کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دو تو ابن مفرغ نے قسم کھا کر کہا کہ یہ میں نے نہیں کہا ہے یہ تو مروان کے بھائی عبدالرحمن بن الحکم نے کہا ہے اور اوسی نے زیاد کی ہجو کا ذریعہ مجھے بنایا۔ اس سے پیشتر زیاد سے وہ رنجیدہ بھی تھا۔ یہ سنکر معاویہ کو عبدالرحمن پر غیظ آگیا اوسکا وظیفہ بند کر دیا اور اوسے سخت تکلیف پہنچی۔ معاویہ سے لوگوں نے کہا سنا۔ کہا کہ میں اوس سے خوش نہیں ہوں گا جب تک کہ عبید اللہ کو بھی خوش نہ کرے۔ عبدالرحمن عراق میں عبید اللہ کے خوش کرنے کو گیا اور اوسکی مدح میں یہ شعر کہے (مضمون)

تیری ذات سے خاندان حرب میں زیادتی ہو گئی میں تجھ کو اپنا قوت بازو سمجھتا ہوں۔

میں تو یہ جانتا ہوں کہ تو میرا برادر ہے میرا ابن عم ہے بلکہ میرے بزرگوں میں ہے یہ نہیں معلوم تو مجھے کیا سمجھتا ہے،،

عبید اللہ نے اسکے جواب میں کہا۔ میں تو تجھے بڑا شاعر سمجھتا ہوں" پھر اوس سے راضی ہو گیا۔

ابن مفرغ جب موصل میں تھا تو اس نے ایک عورت سے عقد بھی کیا تھا شب زفاف کی صبح کو شکار پر چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک گندھی تھا یا عطار گدھے پر سوار چلا آتا ہے۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہاں سے آرہا ہے۔ اوس نے کہا اہواز سے۔ پوچھا کہ موضع مسرقان کی جھیل کا کیا حال ہے۔ کہا اوسی طرح ہے۔ یہ سنکر ابن مفرغ بصرہ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اپنی عورت تک کو خبر نہ کی۔

عبید اللہ کے پاس بصرہ میں پہنچا اوس نے امان دی۔ کچھ دنوں اوسی کے پاس ٹھہرا اوس سے کرمان میں جانے کی اجازت مانگی۔ عبید اللہ نے اوسے اجازت بھی دی اور اپنے عامل کے نام پر جو کرمان میں تھا ایک خط بھی لکھدیا کہ اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آئے اور اکرام کرے۔ خط لے کر یہ کرمان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس زمانہ میں شریک بن اعور حارثی عبید اللہ کی طرف سے کرمان کا حاکم تھا۔

اس سال عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر حاج تھا اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔ کوفہ میں نعمان بن بشیر تھے اور خدمت قضا پر شریح۔ بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد اور قاضی وہاں کا ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان پر عبدالرحمٰن بن زیاد سجستان پر عباد بن زیاد۔ کرمان پر عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے شریک بن اعور تھا۔

سنہ ۶۰ شروع ہوا

اس سال مالک بن عبداللہ نے سوریہ میں جہاد کیا اور جنادہ بن ابی امیہ نے رودس میں داخل ہو کر وہاں کے شہر کو منہدم کر دیا۔

اسی سال عبیداللہ چند سفیروں کو لئے ہوئے معاویہ کے پاس آیا اور معاویہ نے ان لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی۔

اسی سال معاویہ کو مرض موت لاحق ہوا یزید کو بلا بھیجا اور کہا۔ بیٹا میں نے تجھے زحمت و مشقت سفر سے بچا لیا تیرے لئے ہر امر کو سہل کر دیا تیرے لئے دشمنوں کو میں نے رام کر دیا تیرے لئے عرب کی گردنوں کو میں نے جھکا دیا۔ تیرے لئے میں نے جو کچھ جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لئے مستحکم ہو چکا ہے قریش میں سے چار شخصوں کے سوا کوئی تجھ سے اس باب میں نزاع کریگا۔ حسین بن علی و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر ان میں سے عبداللہ بن عمر کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ اونکے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ اور حسین بن علی کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑینگے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو اون پر قابو پا جائے تو درگذر کرنا۔ اونکو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔ پسر ابو بکر وہ شخص ہے کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتے دیکھے ویسا ہی خود بھی کرے گا اوسے عورتوں اور لہو لعب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں۔ ہاں جو شخص کہ شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا

اور لومڑی کی طرح تجھے دھو کے دیگا اور جب اوسے موقع ملیگا حملہ کریگا وہ ابن زبیر ہے۔ اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آجائے تو اوسکے ٹکڑے اوڑا دینا،، ایک روایت یہ ہے کہ جب معاویہ کی موت کا وقت قریب آیا اور یہ واقعہ سنہ ۶۰ھ کا ہے اور یزید اوس وقت موجود نہ تھا اپنے صاحب شرطہ ضحاک بن قیس فہری کو اور مسلم بن عُقبہ مُرّی کو بلایا اون دونوں شخصوں سے وصیت کی اور کہا میری وصیت یزید کو پہنچا دینا کہ " اہل حجاز کے حال پر نظر رکھنا وہ تیری قوم کے لوگ ہیں۔ اون میں سے جو کوئی تیرے پاس آئے اوسکا آرام کرنا اور جو دور ہوں اون کا خیال رکھنا۔ اور اہل عراق کے حال پر نظر رکھنا اگر تجھ سے روز روز یہ سوال وہ کریں کہ اون کے حاکم کو بدل دے تو بدل دیا کرنا۔ ایک حاکم کو معزول کر دینا میں اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک لاکھ تلوار تیرے مقابلہ میں کھنچ جائے۔ اور اہل شام کے حال پر نظر رکھنا اون کو اپنا ہمراز اور دمساز بنائے رکھنا۔ اگر دشمن کی طرف سے کوئی مہم تجھے درپیش ہو تو اون کے ذریعہ سے انتقام لینا جب ظفرمند ہو جانا تو اہل شام کو اون کے وطن کی طرف واپس کر دینا۔ غیر شہروں میں وہ رہیں گے تو وہیں کی باتیں سیکھیں گے۔ اور قریش میں تین شخصوں کے سوا مجھے کسی کا خوف نہیں ہے حسین بن علی و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن زبیر۔ تو ابن عمر کو تو دینداری نے مار اوتارا ہے وہ تجھ سے کسی بات کے طلبگار نہونگے۔ حسین بن علی سبک وضع آدمی ہیں اور مجھے امید ہے جن لوگوں نے اونکے باپ کو قتل کیا اور اون کے بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا خدا انھیں لوگوں کے ذریعہ سے تجھے حسین کی فکر سے بھی نجات دیگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اون کو قرابت قریبہ حاصل ہے بہت بڑا اون کا حق ہے اور محمد صلعم کے یگانوں میں ہیں۔ میرا گمان ہے اہل عراق اون کو خروج پر آمادہ کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اون پر قابو پا جانا تو معاف کر دینا۔ میرے پاس کوئی ایسا شخص آتا تو میں بھی معاف ہی کر دیتا۔ ہاں ابن زبیر پُرفریب و کینہ توز ہے اوسکے مقابلہ کے لئے تیار رہنا۔ اگر صلح کا طالب وہ ہو تو مان لینا جہاں تک

تجھ سے ہو سکے اپنی قوم میں خوں ریزی نہ ہونے دینا"

معاویہ بن ابی سفیان کے ہلاک ہونے پر سب کا اتفاق ہے کہ رجب سنہ ۶۰ ہجری میں یہ واقعہ ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ رجب کی پہلی تھی یا پندرھویں یا بائیسویں تھی اور پنجشنبہ

(مدت حکومت)

مقام اَذرُح میں معاویہ سے لوگوں نے بیعت کی اور حسن بن علی نے جمادی الاولی سنہ ۴۱ھ میں بیعت کی۔ اور وفات معاویہ کی سنہ ۶۰ھ میں ہوئی مدت خلافت انیس برس تین مہینے تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ اہل شام ذیقعدہ سنہ ۳۷ھ میں جب حکمیں متفرق ہوئے ہیں معاویہ سے بیعت خلافت کر چکے تھے اور اس سے پیشتر طلب خون عثمان کی بیعت انھیں لوگوں نے کی تھی جب ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کی پچیسویں تاریخ حسن بن علی نے صلح کر کے امر خلافت معاویہ کے حوالہ کر دیا تو اور سب لوگوں نے بھی بیعت کر لی اور اس سال کا نام عام الجماعۃ ہوا۔ اور رجب سنہ ۶۰ھ کی بائیسویں کو پنجشنبہ کی دن دمشق میں معاویہ کی وفات ہوئی۔ مدت امارت انیس برس تین مہینے ستائیس دن ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ علی کی موت اور معاویہ کی موت میں انیس برس دس مہینے تین دن کا فاصلہ تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انیس برس کچھ کم تین مہینے مدت خلافت ہے

(مدت عمر)

ولید نے زُہری سے خلفا کے سن کو پوچھا تو کہا معاویہ کی عمر پچہتر سال کی تھی۔ ولید نے کہا واہ واہ کیا عمر تھی۔ کسی روایت میں تہتر کسی میں اٹھتر کسی میں اسی کسی میں پچاسی سال کی عمر لکھی ہے۔

(مرض الموت)

معاویہ کو مرض الموت جب ہوا اور لوگ کہنے لگے کہ یہ مرض الموت ہے۔

تو اپنے گھر کے لوگوں سے معاویہ نے کہا۔ میری آنکھوں میں سرمہ لگا دو میرے سر میں تیل ڈال دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تیل لگا کر چہرہ کو اون کے چکنا دیا اس کے بعد اون کے لیئے فرش بچھا دیا۔ کہا مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھا دو پھر کہا لوگوں کو بلا لو۔ کھڑے کھڑے سلام کر لیں کوئی بیٹھے نہیں۔ لوگ آتے تھے کھڑے کھڑے سلام کرتے تھے دیکھتے تھے کہ سرمہ لگائے ہوے ہیں تیل ڈالے ہوے ہیں تو کہتے تھے۔ ہم تو سنتے تھے کہ انکا وقت آخر ہے یہ تو سب سے زیادہ تندرست ہیں۔ جب لوگ سب باہر چلے گئے۔ تو معاویہ نے یہ شعر پڑھے (مضمون)

میں نے دشمنوں کے لئے اتنی جرأت کی ہے کہ اون کو دکھا دوں کہ حادثات زمانہ سے میں متزلزل نہیں ہوتا۔

جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا پھر میں نے دیکھا کہ کوئی تعویذ نفع نہیں بخشتا"

کھنکار میں خون آنے کا مرض اونھیں ہوا اور اسی دن انتقال ہوگیا۔ اسی مرض میں دو بیٹیاں اونکی جس وقت کہ اونھیں کروٹ لوا رہی تھیں معاویہ نے اون سے کہا تم اوس شخص کو اولٹ پلٹ کر رہی ہو جو دنیا کے اولٹ پلٹ کرنے میں اوستاد تھا شباب سے لیکر بڑھاپے تک مال جمع کرتا رہا دوزخ میں نہ جائے تو۔ پھر ایک شعر پڑھا۔ اسی مرض میں یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک قمیص پہننے کو دیا تھا میں نے اوسے رکھ چھوڑا ہے۔ اور ایک دن حضرت نے ناخن تراشے تھے میں نے کترن اوٹھالی اور ایک شیشہ میں اوسے رکھ دیا ہے۔ جب میں مر جاؤں تو وہ قمیص مجھے پہنا دینا اور اوس کترن کو ریزہ ریزہ کر کے رگڑ رگڑ کے میری آنکھوں میں میرے منہ میں چھڑک دینا۔ امید ہے کہ اوسکی برکت سے خدا مجھ پر رحم کریگا۔ یہ کہکر اشہب بن رمیلہ نہشلی کے شعر پڑھے جو اوس نے قباع کی مدح میں لکھے تھے (مضمون)

تیرے مرنے سے جود و کرم مر جائیگا۔ لوگوں کو فیض پہنچنا موقوف ہو جائیگا!

رہیگا تو بقدر سدّرمق ،،
سائل کا ہاتھ جھٹک دیا جائیگا۔ لوگ دین و دنیا میں سے اب اونٹنی کے ایک سوکھے ہوئے تھن کو پکڑے ہوے ہیں ،،
اونکی بیٹیوں میں سے کسی نے یا کسی اور شخص نے کہا۔ نہیں امیر المومنین ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ اس مرض کو دفع کر دیگا۔ یہ سنکر معاویہ نے یہ شعر پھر پڑھا۔
«جہاں انسان موت کے پنجہ میں آیا میں نے دیکھا پھر کوئی تعویذ نفع نہیں کرتا،،
اسکے بعد بے ہوشی سی طاری ہوگئی پھر کچھ ہوش آیا تو جو لوگ موجود تھے اون سے کہا۔ خدائے عزوجل سے ڈرتے رہو۔ جو کوئی کہ اوس سے ڈرتا ہے اوسے اللہ سبحانہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے اور جو کوئی خدا سے نہیں ڈرتا اوسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اسکے بعد قضا کر گئے۔ حالت احتضار میں معاویہ نے اپنے آدھے مال کو بیت المال میں بھیجنے کی وصیت کی تھی۔ اس سے یہ مطلب تھا کہ باقی مال پاک ہو جائے۔ اس لئے کہ حضرت عمر اپنے زمانہ کے عاملوں کا آدھا مال بانٹ لیا کرتے تھے۔

معاویہ کے جنازہ پر کس نے نماز پڑھی

معاویہ کے مرتے وقت یزید موجود نہ تھا ضحاک بن قیس فہری نے نماز جنازہ اونکی پڑھی۔ جب معاویہ کا انتقال ہوا تو ضحاک نکل آیا اپنے دونوں ہاتھوں پر کفن کو رکھے ہوے منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالایا اور کہا کہ معاویہ عرب کے سردار تھے اون سے عرب کی شان و شوکت تھی۔ خدائے عزوجل نے اون کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کو قطع کیا اور اون کو اپنے بندوں کا بادشاہ بنایا اور اونکے ہاتھ سے ملک فتح ہوے۔ سنو وہ مر گئے۔ دیکھو یہ اون کا کفن ہے۔ یہی کفن اب ہم اونھیں پہنا دیں گے۔ اور انھیں قبر میں سلا دیں گے۔ اور انھیں اون کے اعمال کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ پھر قیامت تک زمانہ برزخ ہے۔ تم لوگوں میں جو کوئی شریک ہونا چاہے وہ پہلی نماز کے وقت حاضر ہو جائے۔ یزید مقام حوارین میں تھا معاویہ کی بیماری کا حال لکھ کر اوس کے پاس بھیج دیا تھا۔

وہ اوس وقت پہنچا جب معاویہ کو دفن کر چکے تھے۔ قبر پر آکر اوس نے نماز پڑھی دعا کی اسکے بعد گھر پر آیا۔ اور چند شعر کا مرثیہ کہا۔

معاویہ کا نسب و کنیت

نسب معاویہ کا یہ ہے کہ وہ ابوسفیان کے بیٹے ہیں ابوسفیان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیؔ بن کلاب ہے۔ اون کی ماں ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیؔ ہے۔ اور کنیت اون کی ابو عبد الرحمن ہے۔

معاویہ کے ازواج و اولاد

اون کے ازواج میں میسون بنت بحدل بن انیف بن ولجہ بن قنافہ بن عدیؔ بن زہیر بن حارثہ بن جناب کلبی ہے۔ یزید اسی کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ یہ بھی منقول ہے ایک لڑکی بھی اس سے پیدا ہوی تھی امتہ رب المشارق اوسکا نام تھا بچپن ہی میں مرگئی۔

اور فاختہ بنت قرظہ بن عبد عمرو بن نوفل بن عبد مناف ہے۔ اس سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو لڑکے پیدا ہوے۔ عبد اللہ احمق اور کم عقل تھا ابوالخیر اوسکی کنیت تھی۔ ایک دفعہ اسکا گذر ایک چکی والے کی طرف ہوا۔ اوس نے چکی میں خچر کو باندھا تھا اور خچر کے گلے میں گھنٹی باندھ دی تھی۔ عبد اللہ نے پوچھا گھنٹی اسکے گلے میں تم نے کیوں باندھی ہے "

کہا۔ اس لئے گھنٹی باندھ دی ہے کہ یہ کھڑا ہو جائے اور چکی رک جائے تو مجھے معلوم ہو جائے "

عبد اللہ بن معاویہ نے کہا۔ اگر خچر کھڑے کھڑے سر ہلاتا رہے اور چکی نہ چلائے تو پھر تمھیں کیونکر خبر ہوگی "

چکی والے نے کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے میرے خچر میں آپکی سی عقل نہیں ہے۔

عبد الرحمن بچپن ہی میں مر گیا۔

نائلہ بنت عمارہ کلبیہ سے بھی معاویہ نے عقد کیا اور میسوں سے کہا ذرا تم بھی جاکر اپنی بنت عم کو دیکھو۔ میسون اوسے جاکر دیکھ آئی۔ معاویہ نے پوچھا یہ عورت کیسی ہے۔ اوس نے کہا بہت ہی خوب صورت ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اوسکی ناف کے نیچے ایک تل ہے۔ اسکے شوہر کا سر ضرور اس کی گود میں رکھا جائیگا۔ یہ سنکر معاویہ نے اوسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمہ فہری نے اوس سے عقد کر لیا۔ پھر حبیب کے بعد نُعمان بن بشیر انصاری نے اوس سے عقد کیا۔ اسکے بعد نعمان جب قتل کئے گئے تو اونکا سر نائلہ کی گود میں ڈال دیا گیا۔

کنوہ بنت قرظہ فاختہ کی بہن بھی معاویہ کی زوجہ ہے۔ قبرس میں جب اونھوں نے جہاد کیا تو یہ عورت ساتھ تھی وہیں مرگئی۔

معاویہ کے اخبار وسیر جو ہم کو معلوم ہیں اون میں سے بعض کا ذکر یہ ہے

معاویہ سے جب خلافت کی بیعت ہوئی تو رئیس شرطہ قیس بن حمزہ ہمدانی کو مقرر کیا پھر اوسکو معزول کر کے زمیل بن عمرو عذری یا سکسکی کو یہ عہدہ دیا۔ اون کا کاتب اور احکام کا جاری کرنے والا سرجون بن منصور رومی تھا۔ دربانوں کا جماعہ دار ایک غلام آزاد تھا جسکا نام مختار تھا یا مالک ابو المخارق یہ شخص حمیر کا غلام آزاد تھا۔ معاویہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دربان مقرر کئے۔ حاجبوں کا سرگروہ اون کا غلام سعد تھا۔ قاضی اونکے عہد کا فضالہ بن عُبید انصاری اور اون کے مرنے کے بعد ابو ادریس عائذ اللہ بن عبداللہ خولانی کو قاضی مقرر کیا تھا۔ دیوان خاتم پر عبداللہ بن محصن حمیری تھا۔ اور معاویہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے دیوان خاتم مقرر کیا۔ اور سبب اسکا یہ ہوا کہ معاویہ نے عمرو بن زبیر کی کفالت کرنے کے لئے اور اونکا قرض ادا کرنے کے لئے ایک لاکھ درم کا حکم زیاد بن سُمیہ کے نام پر لکھ دیا تھا۔ عمرو نے اس فرمان کی مہر توڑ کر لاکھ کے بدلے دو لاکھ کر دیئے۔ زیاد نے جب حساب پیش کیا تو معاویہ نے انکار کیا۔ اب زیاد نے

عمرو سے مواخذہ کیا کہ اوس مال کو واپس کرے اور اسے قید بھی کرلیا۔ آخر عبداللہ بن زبیر نے بھائی کی طرف سے مال کو ادا کیا۔ اس پر معاویہ نے دیوان خاتم کو قائم کیا اور مراسلات پر کمر بند لگائے جانے لگے ملشتر امکا رواج بھی نہ تھا حضرت عمر نے لوگوں سے کہا تھا کہ قیصر و کسریٰ کے عیار و پرفن ہونے کا تم کیا ذکر کرتے ہو تمھارے یہاں ابھی تو معاویہ موجود ہے۔ عمرو عاص اہل مصر کو ساتھ لئے ہوے ایک دفعہ معاویہ کے پاس آئے۔ اور ان لوگوں کو سکھا دیا۔ کہ پسر ہند کے سامنے جانا تو امیرالمومنین کہکر اوسے سلام نہ کرنا۔ اوس سے اوسکی نظر میں تمھاری عظمت ہوگی۔ اور جہاں تک بن پڑے تعظیم میں کمی کرنا۔ جب وہ لوگ سب آنے لگے تو معاویہ نے حاجبوں سے کہدیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پسر نابغہ نے ان لوگوں کے نزدیک میرے رتبہ کو کم کر دیا ہے۔ دیکھو جب یہ آئیں تو جہاں تک ہوسکے ان کو خوب جھنکانا اور ستانا[1] غرض پہلے جو شخص معاویہ کے سامنے آیا وہ ابن الخیاط تھا۔ حاجبوں نے اوسے بہت ہی پریشان کر دیا تھا۔ معاویہ کو دیکھکر کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ پھر پے در پے لوگ آنے لگے اور اسی طرح کا سلام سب نے کیا۔ جب وہاں سے نکلے تو ابن عاص نے کہا۔ خدا کی مار تم لوگوں پر میں نے تو منع کیا تھا کہ امیرالمومنین کہکر اوسے سلام نہ کرنا تم نے رسول اللہ کہہ کہکر سلام کیا۔ معاویہ کے سر پر عمامہ حرقانیہ تھا اور سرمہ لگائے ہوے تھے اور جب کبھی وہ اس عمامہ کو پہنتے تھے اور سرمہ لگاتے تھے تو بہت خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ حضرت عمر جب ملک شام میں آئے تو معاویہ نے حشم و خدم کے ساتھ اون سے ملاقات کی اور اسی طرح کے حشم و خدم کے ساتھ اونکے پاس گئے۔ عمر نے کہا اے معاویہ تم شام کو بھی حشم و خدم کے ساتھ پھرتے ہو اور صبح کو بھی ویسا ہی حشم و خدم ساتھ لیکر نکلتے ہو۔ اور یہ بھی میں نے سنا کہ تم گھر میں ہوتے ہو اور اہل حاجت تمھارے دروازہ ہی پر رہتے ہیں۔

[1] یہاں کا ایک فقرہ ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا ہے۔

معاویہ نے کہا۔ امیر المومنین دشمن یہاں سے بہت قریب۔ اوس کے جاسوس ومخبر بہت سے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ شوکت اسلام کو دیکھیں۔ عمر نے کہا یہ تو ایک عاقلانہ کید ہے۔ معاویہ نے کہا امیر المومنین آپ جیسا فرمایئے میں اسی حکم کو بجا لاؤں۔ عمر نے کہا میں نے جب کسی بات پر تم کو ٹوکا ہے تم نے ضرور اوسے ترک کر دیا ہے۔ اس باب میں نہ میں حکم تم کو دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ مغیرہ نے معاویہ کو لکھا۔ میرا سن زیادہ ہو گیا ہے ہڈیاں چور ہو گئی ہیں قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں تم مجھے معزول کرنا چاہو تو کر دو۔ معاویہ نے جواب میں لکھا۔ تمہارا خط مجھے پہنچا۔ تم کہتے ہو کہ میرا سن زیادہ ہو گیا ہے۔ میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری عمر کا فائدہ تمہیں کو پہنچا۔ تم ذکر کرتے ہو کہ قریش میرے دشمن ہو گئے ہیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اونکے سوا تمہیں کسی سے فائدہ نہیں پہنچا۔ اور تم نے سوال کیا ہے کہ میں تمہیں معزول کر دوں۔ لو میں نے تم کو معزول کر دیا۔ اگر تم سچے ہو تو سمجھو میں نے تمہاری بات کو قبول کر لیا۔ اور اگر تم مکر کرتے ہو تو میں نے بھی تم سے مکر کیا۔ معاویہ کا قول ہے کہ جو شخص اُموی ہو کر اپنے مال کا انتظام نہ کرے حلم اوس میں نہ ہو وہ اپنے خاندان سے الگ ہے اور جو شخص ہاشمی ہو کر سخی وجواد نہ ہو وہ بھی اپنے خاندان سے الگ ہے۔ ہاشمی کی طاقت وشجاعت وسخاوت چھپ نہیں سکتی۔ ایک دن معاویہ کھانا کھا رہے تھے اونکے ساتھ عبید اللہ بن ابی بکرہ اور اون کا بیٹا بشیر بھی تھا۔ بشیر نے بہت سا کھانا کھا لیا۔ معاویہ نے گوشۂ چشم سے اوسکی طرف نگاہ کی اور عبید اللہ اس بات کو سمجھ گیا۔ اوس نے چاہا کہ لڑکے کو اشارہ کرے وہ جب تک فارغ نہ ہوا۔ اوس نے کھانے سے سر ہی نہ اٹھایا۔ عبید اللہ نے باہر آکر اوسے ملامت کی کہ یہ تو نے کیسی بے تمیزی کی۔ پھر معاویہ کے پاس آیا تو لڑکا ساتھ نہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا۔ تمہارا بیٹا کھاؤ کیسا ہے۔ کہا کہ بیمار ہو گیا۔ معاویہ نے کہا میں سمجھ گیا تھا کہ یہ کھانا اوسے بیمار ڈال دے گا۔ ایک دفعہ ابو موسیٰ سیاہ بُرنس سر پر پہنے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ اور کہا السلام علیک یا امین اللہ۔ معاویہ نے کہا وعلیک السلام۔ جب وہ

چلے گئے تو معاویہ نے کہا۔ یہ بڈھا اس لئے آیا تھا کہ میں اوسے کوئی خدمت دوں۔ واللہ کوئی خدمت اوسے میں نہ دونگا۔ ابو بُردہ کہتے ہیں معاویہ کو ایک زخم لگا تھا میں اونہیں دنوں میں اون کے پاس گیا۔ مجھ سے کہا بھتیجے میرے پاس آکر دیکھ۔ میں نے دیکھا تو زخم میں سلائی دی جا چکی تھی۔ میں نے کہا امیر المومنین آپ کے لئے کچھ خوف کی بات نہیں ہے۔ اوسی وقت یزید بھی آگیا۔ معاویہ نے اوس سے کہا۔ اگر کسی کو حکومت کی کچھ خدمت دو تو اسے یا کو دو۔ انکے والد میرے دوست تھے۔ یہ بات کہی یا اسی قسم کی کوئی بات کہی تھی۔ اور کہا کہ ہاں جنگ و جدال کے جو معرکے میں نے دیکھے وہ اونھوں نے نہیں دیکھے۔ ایک دفعہ معاویہ نے احنف کے لئے اذن دیا کہ اوسے بلا او اور سب سے پہلے انھیں کے لئے اذن ہوا بھی کرتا تھا۔ محمد بن اشعث بھی اسکے بعد چلا آیا۔ اور احنف اور معاویہ کے بیچ میں بیٹھ گیا۔ معاویہ نے کہا اوسے پہلے جو بلا لیا تو اوس کا یہ مطلب نہ تھا کہ تم اوس سے ادنیٰ درجہ رکھتے ہو۔ مگر تمھارے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس میں اپنی ذلت سمجھے۔ ہم جس طرح تمھارے امور کا اختیار رکھتے ہیں۔ تمھارے اذن دینے کا بھی اختیار رکھتے ہیں۔ ہم جو بات تم سے چاہیں تم بھی اوسی بات کی ہم سے خواہش کرو۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے۔ ربیعہ بن عسل یربوعی نے معاویہ کے پاس آکر نکاح کی درخواست کی۔ معاویہ نے اوسے ستو پلانے کے لئے کہا اور پوچھا۔ ربیعہ تمھاری طرف لوگوں کا کیا حال ہے۔ اوس نے کہا لوگوں میں اختلاف ہے۔ کوئی فرقہ ایسا ہے کوئی ویسا۔ پوچھا تم کس فرقہ میں ہو۔ کہا میں اون کے کسی فرقہ میں نہیں ہوں۔ معاویہ نے کہا۔ میں جانتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ فرقے وہاں ہیں۔ ربیعہ نے کہا امیر المومنین مجھے گھر بنانے کے لئے بارہ ہزار لٹھے دلوا دیجے۔ پوچھا تمھارا گھر کہاں ہے۔ کہا کہ بصرہ میں اور اتنا بڑا مکان ہے جسکی دو فرسنگ تک لمبان اور دو فرسنگ تک چوڑان ہے۔ معاویہ نے کہا۔ تمھارا گھر بصرہ میں ہے یا بصرہ گھر میں ہے۔ اسکا ایک بیٹا ابن ہبیرہ کے پاس گیا۔ اوس سے کہا خدا امیر کو خوش رکھے

ہیں رئیس قوم کا بیٹا ہوں والد نے میرے معاویہ کے یہاں نکاح کی درخواست کی ہے۔ ابن ہبیرہ نے سلم بن قتیبہ سے پوچھا کیا کہہ رہا ہے یہ۔ کہا کہ یہ احمق ترین قوم کے بیٹے ہیں۔ ابن ہبیرہ نے پوچھا۔ کیا معاویہ نے تمھارے والد کا عقد کر دیا۔ کہا نہیں۔ ابن ہبیرہ نے کہا۔ پھر تو تمھارے والد کی کچھ نہ رہی۔ ابوسفیان کے دونوں بیٹوں عُتبہ اور عنبسہ میں ایک دفعہ نزاع واقع ہوی۔ عُتبہ ہند کے پیٹ سے تھا۔ اور عنبسہ ابو ازیہر دوسی کی بیٹی کے پیٹ سے۔ معاویہ نے عنبسہ پر عتاب کیا۔ عنبسہ نے کہا امیر المومنین آپ بھی مجھی سے برہم ہوتے ہیں۔ کہا اے عنبسہ عُتبہ ہند کا بیٹا ہے۔ عنبسہ نے کہا ہم سب تو ہمیشہ سے اتفاق رکھتے تھے۔ اب ہند نے ہم میں جدائی ڈلوا دی۔ اگر میں ہند کے پیٹ سے نہیں ہوں تو کیا۔ میری ماں گوری چٹی جسکی قرابت پر روسائے بزرگ فخر کرتے ہیں۔ جسکا باپ ہر جاڑے میں مہمانوں کا شفیق ضعیفوں کا ملجا و ماوی۔ مشتقا میں[۱] اوس کی بھری رہتی ہیں تہامہ یا نجد کی زمینوں سے جو مصیبت زدہ آجائے اوسکی خبر گیری کرتی ہیں۔ معاویہ نے کہا اب یہ کلمہ تمھاری نسبت میں کبھی زبان سے نہ نکالو نگا۔ ایک شب معاویہ کے پاس خبر آئی کہ قیصر لوگوں کو لئے ہوئے اون کی طرف آرہا ہے۔ اور نائل بن قیس جذامی فلسطین پر غالب آگیا اور بیت المال وہاں کا اوس نے لے لیا۔ اور اہل مصر میں سے جو لوگ زندان میں تھے بھاگ گئے۔ اور علی بن ابی طالب لوگوں کو لئے ہوے تمھارے قصد میں آرہے ہیں۔ معاویہ نے موذن کو حکم دیا کہ اسی وقت اذاں دے۔ اور آدھی رات ہو گئی تھی۔ عمرو عاص نے معاویہ سے آکر پوچھا کہ مجھے کیوں بلا بھیجا۔ معاویہ نے کہا میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا۔ عمرو نے کہا اس وقت جو اذاں ہوی ہے وہ میرے ہی لئے ہوی ہے۔ معاویہ نے کہا چار کمانوں کے تیر مجھ پر چل گئے۔ عمرو نے کہا یہ لوگ جو تمھارے زندان

---

[۱] لا تنوء من الجمد جفناتہ ما تزال مقیمۃ لمن خاف من غودی تہامۃ او بنجد ۱۲

سے نکل گئے ہیں خدا عزوجل کے زندان میں تو ہیں۔ یہ سب خوارج ہیں ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ تم یہ حکم دے دو کہ جو شخص اون میں سے کسی شخص کو گرفتار کرکے یا اوس کا سر لے کر آئیگا اوسے انعام اوسی کے خون بہا کے برابر ملیگا۔ اسی طرح سب کے سب تمہارے پاس آجائیں گے۔ قیسر سے تم صلح کر لینا اوسے مال اور خلعت دینا وہ اسی میں خوش ہوجائیگا۔ ہاں ناتل بن قیس کے باب میں قسم کھا کر میں کہہ سکتا ہوں کہ اوس نے مذہب کے جوش میں یہ حرکت نہیں کی ہے جو کچھ وہ پا گیا بس اوسی کا وہ طالب تھا۔ تم اوسے ایک خط لکھو جو کچھ اوس نے لیا ہے معاف کردو اور اوسے ہضم ہو جانے دو۔ مگر وہ تمہارے قابو میں آجائے یا نہ آئے اوس سے مطمئن نہ ہونا۔ اپنا زور۔ اور اپنی تلوار اسی کام میں لگا دینا کہ تمہارے ابن عم کا خون اوس پر ہے۔ زندان سے ابرہہ بن صباح کے سوا سب کے سب بھاگ گئے تھے۔ معاویہ نے اوس سے پوچھا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تم کیوں نہیں بھاگے۔ اوس نے کہا بغض علی یا حب معاویہ نے مجھے نہیں روک رکھا بلکہ میں نکل ہی نہ سکا۔ یہ سن کر معاویہ نے اوسے بھی رہا کر دیا۔ شام کے ایک قریہ سے کسی ضلع کی طرف معاویہ جا رہے تھے۔ شام کے ایک مکان میں اوترپڑے کو ٹھے پر اونکے لئے فرش ہوگیا۔ ابن مسعدہ بھی اونکے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اوس طرف سے اونٹوں کی قطاریں اونٹنیاں گھوڑے چھوکریاں گذریں[1] معاویہ نے کہا اے ابن مسعدہ خدا ابو بکر پر رحم کرے نہ تو اونھوں نے دنیا کی خواہش کی نہ دنیا نے اون کی۔ اور عمر یا ابن حنتمہ کی دنیا نے تو خواہش کی مگر اونھوں نے دنیا کی خواہش نہ کی۔ اور عثمان نے دنیا سے نفع اوٹھایا اور دنیا نے اون سے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ دنیا میں لتھڑ گئے۔ یہ کہہ کے کچھ پشیمان ہوئے پھر کہنے لگے واللہ یہ تو بادشاہی ہے کہ خدا نے ہم کو عطا کی۔ عمرو عاص نے معاویہ کو لکھا کہ ملک مصر میں

[1] ظاہرا یہ سب مال غنیمت تھا۔ مترجم

جاگیر اون کو جو عطا ہوئی ہے وہ اونکے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو بھی ملے۔ معاویہ نے کہا ابوعبداللہ نے یہ کیا خرافات لکھا ہے۔ دیکھو تم لوگ گواہ رہو۔ میں اونکے بعد زندہ رہا تو اون کے اس عہد کو توڑ دونگا۔ عمرو عاص کہتے ہیں جب میں دیکھتا تھا کہ معاویہ تکیہ لگائے پاؤں پر پاؤں رکھے آنکھ کو دبائے ہوئے کسی شخص سے پوچھ رہے ہیں کہ "بتا" تو مجھے ترس آجاتا تھا۔ عمرو نے معاویہ سے کہا کہ کیوں سب سے بڑھکر تمھارا خیر خواہ میں نہیں ہوں۔ کہا تمھارے لئے جو کچھ ہوا اسی سبب سے تو ہوا۔ ایک دفعہ بسر بن ابی ارطاۃ نے معاویہ کے سامنے علی کو سخت سست کہا۔ زید بن عمر بن خطاب وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ عصا لے کر بسر پر پل پڑے اوس کا سر پھاڑ ڈالا۔ معاویہ نے زید سے کہا ایک بزرگ قریش رئیس اہل شام پر تم نے حملہ کیا اور مارا۔ اور بسر سے کہا کہ سب کے سامنے تم علی کو گالیاں دیتے ہو۔ وہ ان کے نانا ہیں یہ فاروق کے فرزند ہیں۔ تم سمجھے تھے کہ یہ سنیں گے اور کھا بدینگے۔ پھر دونوں کو معاویہ نے راضی کرلیا۔ معاویہ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو اس سے بدتر سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ میرے عفو سے بڑھکر ہو۔ کوئی جہالت میرے حلم سے زیادہ ہو۔ یا کسی کا عیب ہو اور میں نہ ڈھانکوں۔ یا کسی کی بدی میرے احسان سے بڑھکر ہو۔ اون کا قول ہے کہ عفت شریف کی زینت ہے۔ معاویہ نے کہا مجھے اس سے بڑھکر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ شاداب زمین میں اوبلتا ہوا چشمہ ہو۔ عمرو عاص نے کہا مجھے اس سے بڑھکر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ عرب کی کسی عالی خاندان عورت سے شادی کروں۔ وردان مولائے عمرو عاص نے کہا مجھے اس سے بڑھ کر کوئی شے پسند نہیں ہے کہ بھائیوں پر احسان کروں۔ معاویہ نے کہا میں تجھ سے زیادہ اس خصلت کا احق ہوں۔ اوس نے کہا جو بات آپ کو پسند ہے وہی کیجیے۔ مدینہ کا عامل جب معاویہ کے پاس مراسلت روانہ کرتا تھا تو حکم دیتا تھا کہ منادی ندا کردے کہ جس کو ضرورت ہو وہ امیرالمومنین کو لکھے۔ زر بن حبیش یا ایمن بن خریم نے ایک پرچہ لکھ کر خطوں میں ڈال دیا اوس میں یہ چار مصرعے تھے۔

جب اپنی اولاد کے یہاں اولاد ہو
بڑھاپے سے بازو تھرانے لگیں
بیماریوں کی عادت پڑ گئی ہو
تو پھر کھیت کے کٹنے کا زمانہ قریب ہے

جب یہ خط پہنچے اور معاویہ نے اس پرچہ کو بھی پڑھا تو کہا۔ یہ میری موت کی خبر مجھے دے رہا ہے۔ معاویہ کا قول ہے کہ غصہ کے پی جانے میں جو مزہ مجھے ملتا ہے وہ کسی شے میں نہیں ملتا۔ عبدالرحمن بن حکم سے معاویہ نے کہا پیارے بھتیجے تم کو شعر کا بہت ذوق ہے۔ دیکھو عورتوں سے اظہار تعشق کے مضامین کبھی نہ کہنا۔ اس میں کوئی شریف عورت بدنام ہو جائیگی۔ ہجو کبھی نہ کہنا کہ کسی کریم کو بدنام کرو یا کسی لئیم کو ہیجان میں لاؤ یا دفروشی نہ کرنا کہ یہ ایک بیہودہ لقمہ ہے۔ ہاں اپنی قوم کی مفاخرت میں شعر کہو۔ اور ایسی امثال نظم کرو جس سے تمہارے نفس کی زینت ہو اور دوسرے ادب سیکھیں۔ معاویہ نے اثنا کو گاڑھا پہنے ہوئے دیکھا تو اوسے بُرا سمجھے۔ اوس نے کہا امیرالمومنین یہ گاڑھا تو آپ سے بات نہیں کرتا۔ بات تو وہ کرتا ہے جو اوسے پہنے ہوئے ہے۔ معاویہ نے ایک دفعہ کہا دو شخص ایسے ہیں کہ مر کے بھی نہ مرینگے۔ ایک شخص ایسا ہے کہ مر گیا تو مر گیا۔ میں مر جاؤنگا تو میرا بیٹا میری جگہ پر ہوگا۔ سعید مر جائیگا تو عمرو اوس کی جگہ پر ہوگا۔ عبداللہ بن عامر مر جائیگا تو مر ہی جائیگا۔ یہ خبر مروان کو پہنچی تو پوچھنے لگا۔ کیا میرے بیٹے عبدالملک کا نام نہیں لیا۔ لوگوں نے کہا ”نہیں“ مروان نے کہا اون دونوں کے بیٹوں کو میں اپنے بیٹے کے برابر نہیں سمجھتا۔ ایک شخص نے معاویہ سے پوچھا کن لوگوں کو آپ زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ معاویہ نے کہا جو سب سے زیادہ مجھ کو عزیز خلق بناتے ہیں۔ معاویہ کا قول ہے کہ بندہ کو جو نعمتیں عطا ہوئی ہیں عقل و حلم اون میں سب سے افضل ہے کہ جب اوسکی تعریف کی جائے تو وہ بھی ذکر خیر کرے۔ جب اوسے عطا کیا جائے تو وہ بھی شکر گذار ہو۔ جب مصیبت پڑے تو صبر کرے۔ غصہ آجائے تو ضبط کرے۔

قابو پا جائے تو بخش دے ۔ خطا کرے تو بخشوا لے ۔ وعدہ کرے تو اوسے پورا کرے ۔ ایک شخص نے معاویہ سے زبان درازی اور پھر اوس میں بھی زیادتی کی ۔ کسی نے کہا اس میں بھی آپ حلم سے کام لیتے ہیں ۔ کہا میں اوس وقت تک لوگوں کی زبان نہیں روکتا جب تک وہ میری بادشاہی میں رکاوٹ نہ ڈالیں ۔ معاویہ نے عبداللہ بن جعفر کو گانے بجانے پر ملامت کی تھی ۔ ایک دن ابن جعفر بُدیح کو ساتھ لئے ہوے معاویہ کے پاس آئے ۔ وہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوے تھے ۔ ابن جعفر نے بُدیح سے کہا ۔ کچھ گاؤ ۔ وہ گانے لگا معاویہ اوسکے گانے پر پاؤں ہلانے لگے ۔ ابن جعفر نے کہا " امیر المومنین ذرا ٹھہرے ہوئے " معاویہ نے جواب دیا ۔ اہل کرم کی طبیعت مزہ دار ہوتی ہے ۔ ایک دفعہ عبداللہ بن جعفر معاویہ کے پاس آئے ۔ اون کے ساتھ سائب خاثر بنی لیث کا غلام آزاد بھی تھا اور یہ بڑا بدکار شخص تھا ۔ معاویہ نے ابن جعفر سے کہا بیان کرو کیا کام ہے ۔ ابن جعفر نے سائب خاثر کا کچھ کام تھا وہ بیان کیا ۔ معاویہ نے پوچھا ۔ کون شخص ہے یہ ۔ اونھوں نے سب حال کہدیا ۔ معاویہ نے کہا اوسے اندر بلاؤ ۔ سائب خاثر دیوان خانہ کے دروازہ پر آکر کھڑا ہوا ۔ اور یہ گیت گانے لگا[1] معاویہ نے تعریف کی اور کام اوسکا پورا کردیا ۔ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ بادشاہی کا سزاوار معاویہ سے بڑھکر میں نے کسی کو نہ پایا ۔ لوگوں کے اوترنے کے لئے اونکا فیض ایک وادی وسیع کے مثل تھا ۔ وہ اس تنگدل جز رس بخیل یعنی ابن زبیر کے مثل نہ تھے ۔ قبیصہ بن جابر اسدی نے لوگوں سے ذکر کیا میں تم سے بیان کروں کن لوگوں کی صحبت میں نے اٹھائی ہے ۔ عمر بن خطاب کی صحبت میں میں رہا ہوں ۔ میں نے اون سے بڑھ کر فقہ میں اور وعظ و نصیحت میں کسی کو نہ پایا ۔ پھر طلحہ بن عبیداللہ کی صحبت میں میں رہا ۔ میں نے اون سے بڑھکر

[1] گیت کے ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں ۔

مال کثیر کا بے مانگے دینے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر معاویہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے اون سے بڑھ کر رفیق کو دوست اور ظاہر و باطن کو یکساں رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اور مغیرہ کو اگر ایسے کسی شہر میں رکھا جاتا جسکے تمام دروازوں سے بے مکر و دغا کئے نکلنا محال ہوتا تو وہ اوس میں سے بھی نکل ہی آتے۔

خلافت یزید بن معاویہ

اسی سال معاویہ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ یہ واقعہ رجب کی پندرھویں یا بائیسویں کا ہے۔ بعض غرۂ رجب لکھتے ہیں۔ اس نے عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ میں اور نعمان بن بشیر کو کوفہ میں بحال رکھا۔ مدینہ کا امیر ولید بن عتبہ بن ابی سفیان تھا اور مکہ کا عمرو بن سعید بن العاص۔ یزید جب والی ملک ہوا تو اُسے اسکے سوا کوئی فکر نہ تھی کہ معاویہ نے جب اپنے بعد اسکے ولی عہد کرنے کے لیئے لوگوں سے بیعت طلب کی ہے تو جن لوگوں نے معاویہ کے کہنے پر بیعت نہیں کی اون سے بیعت لی جائے اور اُنکی طرف سے فراغت حاصل کی جائے۔ اسی بنا پر اوس نے ولید بن عتبہ کو یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیرالمومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ معاویہ خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے اُن کو کرامت و خلافت و عطایا و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمر اون کی لکھی ہوئی تھی اوس وقت تک زندہ رہے جب مدت تمام ہو گئی مر گئے۔ خدا اون پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور نکوکار و پرہیزگار ہو کر مرے۔ والسلام۔

ایک اور رقعہ مین اوسے لکھا کہ حسین اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ ابن زبیر سے بیعت لینے میں بہت تشدد کرو اور جب تک بیعت نہ کر لیں ذرا اونھیں مہلت نہ دو۔" معاویہ کی خبر مرگ سے ولید کو تشویش ہو گئی ایک امر عظیم سمجھا۔ اور مروان بن حکم کے پاس کسی کو بھیج کر بلوایا۔ ولید جس روز مدینہ میں آیا ہے مروان بھی بہت کراہت کے ساتھ شہر میں آیا تھا۔ اس بات پر ولید نے اپنی صحبت میں اوسے گالیاں دی تھیں۔ یہ خبر مروان کو ہوئی تو اوس نے ولید سے ملنا ترک کر دیا اور اوس سے قطع تعلق کیا تھا۔ اس کو اتنا زمانہ نہ گذرا کہ معاویہ کی خبر مرگ ولید کو پہنچی۔ جب معاویہ کے ہلاک ہونے کو ولید امر عظیم سمجھا اور اوس کے ساتھ ان لوگوں سے بیعت لینے کا اوسے حکم ہوا تو اس وقت مروان سے مشورہ

لینے پر وہ مجبور ہوا۔ اور اوسے بلا بھیجا۔ جب اوس نے یزید کا خط مروان کو پڑھکر سنایا تو مروان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون ورحمہ اللہ۔ ولید نے اس باب میں اوس سے مشورہ چاہا۔ پوچھا تمھاری کیا رائے ہے ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ مروان نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسی وقت ان لوگوں کو بلا بھیجو۔ جب وہ آئیں تو اون سے یزید کی بیعت اور اطاعت گزاری کا اقرار لو۔ وہ مان جائیں تو تم بھی مان جانا اور اون سے باز رہنا۔ انکار کریں تو سب کو گردن مارنا۔ اون کو معاویہ کے مرنے کی خبر نہ ہونے پائے۔ اگر انھیں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ معاویہ مر گئے تو ان میں سے ہر شخص کسی طرف اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اور مخالفت و مقابلہ پر کمر باندھ لیگا۔ اور کیا معلوم کہ لوگوں کو اپنی اطاعت پر آمادہ کرے۔ لیکن ابن عمر کو تو میں نہیں سمجھتا کہ جدال و قتال کو پسند کریں یا حکومت کی اون کو خواہش ہو۔ ہاں بے مانگے یہ حکومت اون کے سر ڈال دیجائے تو اور بات ہے۔ غرض عبداللہ بن عمرو بن عثمان ایک نوجوان کو دونوں شخصوں کے بلانے کے لیئے بھیجا۔ اس نے مسجد میں اون دونوں کو پایا۔ وہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے آکر کہا کہ امیر نے تم دونوں آدمیوں کو طلب کیا ہے۔ وقت یہ ایسا تھا کہ ولید اس وقت لوگوں سے نہیں ملتا تھا۔ نہ یہ دونوں شخص کبھی ایسے وقت اوس سے ملنے کو جاتے تھے۔ دونوں نے یہ جواب دیا۔ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیر نے ابن حسین سے پوچھا کہ اس وقت تو ولید کسی سے ملتا نہیں بتاؤ کیوں ہم لوگوں کو بلایا ہے۔ حسین نے کہا میں سمجھتا ہوں ان لوگوں کا فرعون ہلاک ہو گیا ہے۔ ہم کو اس لیئے بلا بھیجا ہے کہ اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہی بیعت کیلئے ہم پر مواخذہ کرے۔ ابن زبیر نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ پھر پوچھا تمھارا کیا ارادہ ہے۔ کہا اسی وقت اپنے جوانوں کو ساتھ لیکر ولید کے پاس جاتا ہوں دروازہ پر ان لوگوں کو روک دونگا اور خود اوس کے پاس جاؤنگا۔ ابن زبیر نے کہا اگر تم اوس کے پاس گئے تو مجھے تمھاری جان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ حسین نے کہا میں اسی طرح جاؤنگا کہ نکل بھی سکوں" یہ کہکے اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے خادموں کو اور اقربا کو ساتھ لیکر چلے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچے۔

تو ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں اگر میں تم کو پکاروں یا تم سنو کہ ولید نے آواز بلند کی تو تم سب کے سب اندر چلے آنا۔ نہیں تو جب تک میں باہر نہ آؤں اپنی جگہ پر موجود رہنا۔ یہ کہکر داخل ہوئے اور السلام علیک یا امیر کہا مروان اوس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حسین نے موت معاویہ سے انجان ہوکر کہا۔ میل رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے خدا نے تم دونوں آدمیوں میں صفائی کردی۔" دونوں نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ حسین آکر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھکر سنایا معاویہ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔ حسین نے یہ سنکر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور کہا کہ خدا معاویہ پر رحم کرے اور تمھارا اجر زیادہ کرے۔ بیعت کا جو تم نے مجھ سے سوال کیا۔ تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کی جرأت نہ کرنا چاہئے۔ مجھ سے تو سب لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت لینا چاہئے۔" ولید نے کہا،، اچھا، حسین نے کہا جب لوگوں کے مجمع میں آکر تم سب سے بیعت لینا تو اون کے ساتھ ہی ہم سے بھی لینا ایک ہی بات ہے"۔ ولید کا مزاج عافیت پسند تھا کہنے لگا بسم اللہ آپ تشریف لے جاتیے۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملیئے گا۔" مروان بول اٹھا اگر اس وقت بغیر بیعت کئے یہ تمھارے پاس سے چلے گئے تو واللہ پھر جب تک کہ تم میں ان میں بشدت کشت وخوں نہ ہو اس طرح تمھارے قابو میں یہ نہ آئیں گے۔ اس شخص کو قید کرلو۔ تمھارے پاس سے نکلنے نہ پائے۔ بیعت کرے تو کرے نہیں تو اسکی گردن مارو" حسین اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا ابن الزرقاء کیا تو مجھے قتل کریگا یا یہ قتل کریگا۔ واللہ تو نے جھوٹ بکا جھک مارا،، یہ کہکر نکلے ہوئے چلے گئے۔ اپنے انصار میں آگئے۔ اور سب کو ساتھ لئے ہوئے اپنے مکان پر آگئے۔ مروان نے ولید سے کہا تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ حسین کے لئے ایسا موقع تمھیں اب کبھی نہیں ملے گا۔ ولید نے کہا سنا مروان کسی اور ہی کو ملامت کرو۔ تم مجھے ایسا مشورہ دیتے تھے جس میں میرے دین کی تباہی تھی۔ واللہ حسین کو قتل کرکے ساری دنیا کا مال و ملک جہاں تک آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے مجھ کو ملجائے تو مجھے منظور نہیں۔

سبحان اللہ حسین کو ایک بیعت کے نہ کرنے پر میں قتل کروں۔ واللہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جس شخص سے خون حسین کی بازپرس ہو وہ قیامت کے دن خدا کے سامنے خفیف المیزان ٹھہریگا"۔ مروان نے کہا ہی تمھاری رائے ہے تو جو کچھ تم نے کیا بہت ہی اچھا کام کیا"۔ یہ کلمہ ولید کی رائے کو ناپسند کر کے مروان نے کہا تھا۔ اور ابن زبیر نے کہا میں ابھی آتا ہوں یہ کہکر اپنے گھر میں آکر چھپ رہے۔ ولید نے اون کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کر کے اپنی حفاظت کر لی ہے۔ اس پر ولید نے زیادہ تر اصرار کیا بہت سے لوگوں کو پے درپے اون کے پاس بھیجا۔ حسین نے تو یہ کہا کہ ٹھہرو تم بھی غور کر لو ہم بھی غور کر لیں۔ تم بھی سوچ لو ہمیں بھی سوچنے دو۔ ابن زبیر نے کہا میرے ساتھ جلدی نہ کرو میں ضرور آؤنگا مجھے ذرا مہلت دو۔ اس پر وہ لوگ ان دونوں آدمیوں سے نہایت مصر ہوے۔ دن رہے سے رات گئے تک اصرار کرتے رہے۔ حسین کو بہت ہی طرح دیتے رہے۔ اور ابن زبیر کے پاس ولید نے اپنے خادموں کو بھیجا اُنھوں نے ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ پکار پکار کر کہا۔ اے پسر کاہلیہ امیر کے پاس چل نہیں تو واللہ وہ تجھے قتل کریں گے۔ ابن زبیر نے اوس دن کو رات گئے تک یہ کہہ کہکر ٹالا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ جب اون لوگوں نے بہت شدت کی تو یہ کہا"، پے درپے تم لوگوں کے آنے سے اور میرے پاس اتنے لوگوں کو بھیجنے سے بڑا مجھے کھٹکا ہو گیا ہے۔ تم لوگ میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں کہ اون کی رائے اون کا حکم معلوم ہو"۔ یہ کہکر اونھوں نے اپنے بھائی جعفر بن زبیر کو امیر کے پاس بھیجا۔ اونھوں نے جاکر کہا۔ خدا کے واسطے عبداللہ پر شدت کرنے سے باز آئیے۔ آپ نے پے درپے لوگوں کو بھیج کر اونھیں اندیشہ مند وخائف کر دیا ہے صبح کو انشاء اللہ وہ آپ کے پاس آجائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیجیے کہ ہمارے مکان پر سے چلے آئیں"۔ ولید نے اپنے لوگوں کو بلا لیا وہ سب چلے آئے۔ ابن زبیر رات ہی کو گھر سے نکل کر فرع کی طرف روانہ ہوے۔ اون کے بھائی جعفر کے سوا کوئی شخص ساتھ نہ تھا۔ بڑے رستہ کو تعاقب کے خوف سے اونھوں نے ترک کیا

اور مکہ کی طرف چلے ۔ صبح ہوی تو ولید نے اون کے پاس کسی کو بھیجا۔ معلوم ہوا کہ وہ نکل گئے ۔ مروان نے کہا۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ ابن زبیر مکہ کی طرف جانے میں ہرگز نہ چوکے گا ۔ اور ابن زبیر کے تعاقب میں لوگوں کو روانہ کیا ۔ بنی امیہ کے خادموں میں سے ایک سوار کو اسّی سواروں کے ساتھ اس کام کے لئے بھیجا ۔ وہ ابن زبیر کو ڈھونڈتے پھرے نہ پا سکے واپس چلے آئے ۔ دن بھر ابن زبیر کے ڈھونڈنے میں حسینؑ کو بھولے رہے ۔ شام کے وقت اون کے پاس لوگوں کو بھیجا ۔ اونھوں نے کہا صبح ہونے دو پھر دیکھا جائیگا۔ شب بھر کے لئے وہ خاموش ہو رہے ۔ اصرار نہیں کیا حسینؑ اسی رات کو یعنی رجب سنہ ۶۰ھ کی اٹھائیسویں اتوار کی شب کو مدینہ سے نکل گئے ۔ ابن زبیر اس سے ایک شب پہلے روز شنبہ کی رات کو نکلے تھے اور فرع کی طرف روانہ ہو گئے تھے ۔ جعفر بھائی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے کہ صبرہ حنظلی کا یہ شعر زبان سے نکلا ۔

" جو شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اوس پر ایسی رات بھی آنیوالی ہے کہ اپنے جگر گوشوں کا داغ دل پر اٹھائے ہو "

یہ سنکر عبد اللہ نے کہا سبحان اللہ بھائی اس شعر کے پڑھنے سے تمہارا کیا مطلب تھا ۔ جعفر نے کہا بھائی واللہ کسی ایسی بات کا مجھے خیال نہ تھا جو آپ کو ناگوار ہو ۔ عبد اللہ نے کہا بلا ارادہ تمہاری زبان پر یہ شعر آگیا تو اور بھی زیادہ ناگوار ہونے کی بات ہے ۔ وہ اسے فال بد سمجھے ۔ حسینؑ اپنے بیٹوں کو بھائیوں کو بھتیجوں کو اور محمد بن حنفیہ کے سوا تمام اہل بیت کو لیکر نکلے تھے ۔ محمد بن حنفیہ نے کہا بھائی تمام خلق میں آپ سے بڑھکر کسی کو میں دوست عزیز نہیں رکھتا ۔ اور خیر خواہی کا کلمہ آپ سے بڑھکر کسی کے لئے دنیا میں میرے منہہ سے نہیں نکلے گا ۔ آپ اپنے لوگوں کے ساتھ یزید بن معاویہ سے اور سب شہروں سے جہاں تک ہو سکے الگ رہئے ۔ اور اپنے قاصدوں کو لوگوں کے پاس بھیجئے کہ وہ آپ سے بیعت کریں ۔ اگر لوگ آپ سے بیعت کرلیں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔ اگر کسی دوسرے کی بیعت پر وہ متفق ہو جائیں تو اس میں آپ کے دین و عقل و مروت و فضل کو

خدا کوئی ضرر نہیں پہنچنے دے گا۔ ان شہروں میں سے کسی شہر میں لوگوں کی کسی جماعت میں آپ کے جانے سے مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اون میں اختلاف پڑ جائے۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو دوسرا آپ کے خلاف ہو۔ کشت و خون کی نوبت آئے تو سب سے پہلے آپ کی طرف برچھیوں کا رخ ہو جائے۔ اور آپ سا شخص جو شرف ذاتی و خاندانی میں بہترین امم ہے بہت آسانی کے ساتھ خون اوس کا بہایا جائے اور سب اہل و عیال تباہی میں مبتلا ہوں "حسین نے کہا پھر میں کدھر جاؤں بھائی۔ کہا" آپ مکہ میں اتر پڑے۔ وہاں اطمینان حاصل ہو جائے فبہا۔ اور اگر تشویش کا سامنا ہو وہاں تو ریگستانوں اور کوہستانوں کی طرف نکل جائیے۔ ایک مقام کو چھوڑتے دوسری زمین کی طرف آئیے۔ دیکھتے رہئے کہ آخر اونٹ کس کل بیٹھتا ہے۔ اور اوس وقت آپ کی رائے کیا قرار پاتی ہے۔ تمام امور کو سامنے کے رخ سے دیکھئے تو زیادہ تر قرین صواب اور مقتضائے عقل کی بات ہے۔ اور اس سے بڑھکر مشکل کا سامنا کسی امر میں نہیں ہے کہ الٹے رخ سے اوس پر نظر کی جائے" محمد بن حنفیہ کے مشورہ کو سنکر جواب دیا۔ کہ" بھائی تم نے خیر خواہی و شفقت کا کلمہ کہا امید یہی ہے کہ تمھاری رائے درست اور موافق ہو گی"۔ ابو سعید مقبری کہتا ہے میں نے مسجد مدینہ میں حسین کو آتے ہوئے دیکھا دو شخصوں کے درمیان چل رہے تھے۔ کبھی اس طرف بوجھ ڈال دیتے تھے کبھی اوس طرف اور (یزید) بن مفرغ کے یہ دو شعر زبان پر تھے۔ مضمون یہ تھا۔

"شہسواری کا پھر میں نام نہ لوں پھر نہ رکھوں یزید نام اپنا
میں گوارا کروں اگر ذلت ایسے جینے کو ہے سلام اپنا"

اسی وقت میں نے دل میں کہا واللہ یہ کچھ اور ہی ارادہ رکھتے ہیں جو یہ شعر پڑھے۔ ابھی دو ہی دن گذرے تھے کہ سنا وہ مکہ روانہ ہو گئے۔ اب ولید نے عبداللہ بن عمر کو بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔ کہا سب لوگ جب بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کروں گا۔ ایک شخص بول اٹھا "تمھیں بیعت کرنے سے کون سا امر مانع ہے۔ تم یہی چاہتے ہو کہ لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو۔

کشت و خوں ہو۔ سب فنا ہو جائیں۔ جب یہ مصیبت گذر جائے تو سب کہیں اب تو عبداللہ بن عمر کے سوا کوئی باقی نہیں رہا ان سے بیعت اب لو" عبداللہ نے کہا میں یہ نہیں چاہتا کہ کشت و خوں ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ سب لوگ فنا ہو جائیں۔ میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ سب لوگ بیعت کر لیں گے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہیگا تو میں بھی بیعت کر لونگا۔ غرض عبداللہ بن عمر کو اون کے حال پر چھوڑ دیا کوئی اون کو ڈراتا دھمکاتا بھی نہ تھا۔ ابن زبیر مکہ پہنچ گئے۔ وہاں عمرو بن سعید حاکم تھا۔ ابن زبیر داخل ہوئے تو کہا میں یہاں پناہ لینے آیا ہوں۔ لوگوں کے ساتھ نماز اور اعمال میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کنارے توقف کرتے تھے۔ سب کے بعد انھیں ساتھیوں کے ساتھ نماز و اعمال بجالاتے تھے۔ حسین جب مکہ کی طرف چلے تو یہ آیت پڑھی۔ فخرج منها خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین۔ یعنی (موسی) بیم و امید کی حالت میں شہر سے نکلے کہا پروردگار ظالم قوم کے ہاتھ سے مجھے نجات دے۔ جب مکہ میں حسین داخل ہوئے تو یہ آیت پڑھی۔ فلما توجه تلقاء مدین قال عسی ربی ان یهدینی سواء السبیل۔ یعنی جب موسیٰ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا امید ہے کہ میرا مالک مجھے سیدھے رستہ پر لگا دے۔

اسی سال رمضان میں ولید بن عُتبہ کو مدینہ سے یزید نے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو مقرر کیا۔ عمرو بن سعید رمضان میں مدینہ میں داخل ہوا۔

واقدی کہتا ہے کہ معاویہ کی خبر مرگ اور یزید کا بیعت کا حکم جب ولید کو پہنچا ہے تو ابن عمر مدینہ میں نہ تھے۔ اور ابن زبیر و حسین کو جب بیعت کیلئے بلایا تو انھوں نے انکار کیا اور اسی رات کو مکہ روانہ ہو گئے۔ ابن عباس و ابن عمر مکہ سے آرہے تھے وہ ان کو راہ میں ملے اور پوچھنے لگے کہ کیا خبر ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ موت معاویہ اور بیعت یزید۔ ابن عمر نے کہا تم دونوں خدا سے ڈرو جماعت مسلمین سے علٰحدہ نہ ہو۔ پھر ابن عمر مدینہ میں چلے آئے وہیں ٹھہرے رہے۔ کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے۔ جب تمام شہروں کی بیعت کا حال

اون کو معلوم ہوا تو ولید بن عُتبہ کے پاس آکر انھوں نے بھی بیعت کرلی اور ابن عباس نے بھی۔

عمرو بن سعید بن عاص اشدق رمضان سنہ ۶۰ھ میں مدینہ میں داخل ہوا۔ اہل مدینہ ملاقات کو گئے دیکھا کہ وہ ایک بہ رنگ غش اور خوش بیان آدمی ہیں اس درمیان میں یزید و ابن زبیر کے درمیان قاصدوں کی آمد و رفت بیعت کے باب میں جاری رہی۔ آخر کو یزید نے قسم کھالی کہ "جب تک ابن زبیر زنجیر میں جکڑا ہوا میرے سامنے نہ آئیگا۔ اوسکی کوئی بات میں نہ مانونگا"۔ حارث بن خالد مخزومی نماز پر مقرر تھے ابن زبیر نے اون کو منع کر دیا۔ اس پر یزید نے عمرو بن سعید کو لکھ بھیجا۔ کہ ابن زبیر کی طرف لشکر روانہ کرے۔ عمرو بن سعید جب مدینہ میں آیا ہے تو اس نے اس خیال سے عمرو بن زبیر کو رئیس شرطہ مقرر کیا تھا کہ اوسے معلوم تھا کہ عبداللہ بن زبیر میں اور اس میں بغض و عداوت ہے۔ اسی خیال سے اس کو اشدق نے اہل مدینہ میں سے کچھ لوگوں کے پاس بھیجا تو اس نے جاکر بہت بُری طرح اون کو مارا پیٹا۔ اس نے جن لوگوں کو عبداللہ بن زبیر کے ہوا خواہوں میں دیکھا اون کو پٹوا ڈالا۔ منذر بن زبیر۔ اوسکا بیٹا محمد بن منذر عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث۔ عثمان بن عبداللہ بن حکیم۔ خبیب بن عبداللہ بن زبیر محمد بن عمار بن یاسر۔ ان سب لوگوں میں سے کسی کو چالیس کسی کو پچاس کسی کو ساٹھ کوڑے لگائے۔ عبدالرحمن بن عثمان۔ عبدالرحمن بن عمرو بن سہل کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اس کے ہاتھ سے جان بچا کر مکہ بھاگ گئے۔ عمرو بن سعید نے اس سے پوچھا کہ تمھارے بھائی کے مقابلہ میں کون شخص یہاں سے جائیگا۔ کہا اوس کی سرکوبی کے لئے مجھ سے بڑھکر کوئی نہیں ہو سکتا...... [له]

اہل مدینہ کے آزاد غلاموں سے ایک انبوہ عمرو بن زبیر کے ساتھ ہوا۔ اُنیس بن عمرو اسلمی

له فاخرج لاهل الديوان عشرات ۱۲ یعنی دفتر والوں کے لئے عشرات نکالے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کسی کو دس کسی کو بیس کسی کو نوے تک دئے۔ یہ لوگ بھی شاید عمرو بن زبیر کے ساتھ نکلے۔ مترجم

سات سو جنگ جویوں کو ساتھ لیکر شریک ہوا۔ عمرو نے مقدمۃ الجیش کر کے اوسے روانہ کیا۔ اوس نے مقام جُرف میں جاکر لشکر ڈالا۔ اوس وقت مروان نے ابن سعید سے آکر کہا۔ مکہ پر حملہ نہ کرو خدا سے ڈرو خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے سے بچو۔ ابن زبیر سے درگذر کرو وہ بوڑھا ہوگیا ہے۔ ساٹھ برس سے زیادہ اوسکی عمر ہوچکی۔ اور وہ ضدی آدمی ہے۔ اور تم اوسے قتل نہ بھی کرو تو بخدا وہ خود مرنے کو ہے " اس پر عمرو بن زبیر بول اوٹھا کہ واللہ ہم تو خانۂ کعبہ کے اندر اُس سے جدال و قتال کریں گے کسی کو ناگوار ہو تو بلا سے " مروان نے کہا مجھے تو یہ امر بہت ناگوار ہے۔ غرض اُنیس روانہ ہوکر مقام ذی طویٰ میں اور عمرو بن زبیر مقام الابطح میں اوترا۔ یہاں سے عمرو بن زبیر نے اپنے بھائی کو لکھا "خلیفہ کی قسم کو پورا کر اپنی گردن میں چاندی کی ہلکی سی زنجیر جو دکھائی بھی نہ دے ڈال لے۔ لوگ کاہیکو آپس میں لڑیں۔ خدا سے ڈر کہ تو اوس شہر میں ہے جہاں جنگ و جدال حرام ہے " ابن زبیر نے کہا میرے تیرے مقابلہ مسجد الحرام میں ہوگا۔ ابن زبیر نے عبداللہ بن صفوان جمحی کو ذی طویٰ کی طرف سے اُنیس کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ عبداللہ بن صفوان کے ساتھ وہ لوگ بھی سب شریک ہو گئے جو بیرون مکہ مقیم تھے۔ اُنیس پر حملہ کیا اور جنگ میں اوسے شکست فاحش دی۔ عمرو کے لشکر میں سے ایک جماعت نے اوسکا بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ علقمہ کے گھر میں چلا گیا۔ اوس کا بھائی عُبیدہ بن زبیر اوس سے ملنے کو آیا اور اوسے پناہ دی۔ پھر عبداللہ بن زبیر سے جاکر کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی۔ عبداللہ نے کہا کیا لوگوں کے مظالم سے تم نے اوسے پناہ دے دی۔ یہ تو کسی طرح مناسب نہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن زبیر اور اُنیس یزید کے حکم سے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ عمرو کوہ صفا کے قریب اپنے مکان میں اور اُنیس ذی طویٰ میں اوترا۔ عمرو نماز پڑھایا کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیر بھی سب کے ساتھ اوسکے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ وہاں سے دونوں بھائی ہاتھ میں ہاتھ اونگلیوں میں اونگلیاں ڈالے ہوئے نکلتے تھے۔ قریش میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو عمرو بن زبیر سے ملنے کو نہ آیا ہو۔ بس ایک عبداللہ بن صفوان تھا کہ نہیں آتا تھا۔ اس پر عمرو نے کہا تعجب ہے کہ

عبداللہ بن صفوان میرے پاس نہیں آیا۔ واللہ اگر میں اوٹھ کھڑا ہوں گا تو اوسے معلوم ہو جائے گا کہ سارا قبیلہ بنی جمح اور اون کے سوا بھی جو لوگ اوس کے شرکا ہیں میرے مقابلہ میں کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ یہ کلمہ اوس کی زبان سے نکلا تھا کہ حریف کے کان تک پہنچ گیا۔ وہ برافروختہ ہوا۔ اور عبداللہ بن زبیر سے کہنے لگا۔ کہ تم تو اپنے بھائی کی سلامتی مناتے ہو۔ ابن زبیر نے کہا۔ ابوصفوان بھلا میں اوسکی سلامتی مناؤں۔ واللہ ایک چیونٹی بھی اوس کے استیصال کرنے میں میرا ساتھ دیتی تو میں اوس سے بھی مدد مانگتا۔ اس پر ابن صفوان نے کہا۔ اُنیس کی طرف سے میں تم کو مطمئن کئے دیتا ہوں۔ اپنے بھائی کی طرف سے تم مجھ کو مطمئن کردو۔ ابن زبیر نے اوس سے اقرار کرلیا۔ اور ابن صفوان اُنیس کے درپے ہوکر ذی طویٰ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مکہ کا ایک انبوہ کثیر اور بہت سے اعوان وانصار کو ساتھ لئے ہوئے اُنیس کے لشکر پر جا پڑا۔ اوسے شکست دی اوس کے ساتھیوں کو پراگندہ کردیا۔ جو بھاگا اوسے قتل کیا جو زخمی ہو گئے تھے اونھیں امان دی۔ اور مصعب بن عبدالرحمٰن عمرو کے استیصال کرنے کو روانہ ہوا۔ اوسکی ساری جمعیت اوسے چھوڑ کر پراگندہ ہوگئی۔ حریف عمرو کے گرفتار کرنے کو پہنچ گیا۔ اوس وقت عبیدہ بن زبیر نے اوس سے کہا۔ آؤ میں تمھیں پناہ دیتا ہوں۔ اور عبداللہ بن زبیر سے آکر کہا۔ میں نے عمرو کو پناہ دی ہے آپ بھی اوسے پناہ دیدیجئے۔ عبداللہ نے پناہ دینے سے انکار کیا۔ اور جس جس شخص کو عمرو نے مدینہ میں پٹوایا تھا اون سب کے قصاص میں عبداللہ نے عمرو کو پٹوایا پھر زندان عارم میں اوسے قید کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ ذیقعدہ ۶۰ھ میں عمرو بن سعید حاکم ہو کر مدینہ میں آیا۔ اوس نے عمرو بن زبیر کو رئیس شرطہ مقرر کر کے یہ بات کہی کہ امیرالمومنین نے قسم کھالی ہے کہ ابن زبیر جب تک زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے سامنے نہ لایا جائیگا اوس کی بیعت میں نہ قبول کرونگا۔ امیرالمومنین کی قسم کا پورا کرنا ضرور ہے۔ میں چاندی یا سونے کی ملکی سی زنجیر بنوا دونگا اوس پر کلاہ برنس وہ پہن لے۔ زنجیر چھپ جائے گی جھنکار سنائی دے گی۔

عمرو بن سعید جب عبداللہ بن زبیر سے قتال کرنے پر مقرر ہوا ہے تو ابو شریح نے اوس سے کہا کہ اہل مکہ سے قتال نہ کر۔ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے ایک ساعت کے لئے مکہ میں قتال کرنے کی مجھے اجازت دی تھی۔ جب وہ ساعت گذر گئی تو پھر وہاں قتال حرام ہو گیا۔ عمرو نے اون کے کہنے کی ساعت نہ کی اور کہا۔ اے شیخ تم سے زیادہ حرمت مکہ کو ہم جانتے ہیں۔ اب عمرو نے عمرو بن زبیر و انیس و زید غلام محمد بن عبداللہ کے ساتھ دو ہزار آدمی روانہ کئے۔ اہل مکہ نے اون سے مقابلہ کیا۔ انیس بن عمرو و مہاجر مولائے قلمس اور ان کے ساتھ بہت سے لوگ مارے گئے۔ اور عمرو کے لشکر کو بھی شکست ہوی۔ عبیدہ نے اپنے بھائی عمرو سے کہا کہ تمہارا میں ضامن ہوں اور تمہیں پناہ دینے کا میں ذمہ کرتا ہوں اوسا وسے لئے ہوئے عبداللہ بن زبیر کے پاس آیا۔ عبداللہ نے پوچھا۔ او خبیث تیرے چہرہ پر یہ خون کیسا ہے۔ عمرو نے جواب میں یہ شعر پڑا۔

"ہم لوگوں کے زخم ایڑیوں کی طرف خوں چکاں نہیں ہوتے ہاں قدموں کی طرف لہو ٹپکاتے ہیں"

عبداللہ نے اوسے قید کر لیا۔ اور عبیدہ کے ذمہ کو توڑ ڈالا اور کہا کیا میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو جو خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال سمجھتا ہے۔ اس کے بعد عمرو نے جن جن لوگوں کو پٹوایا تھا اون سب کا بدلہ اوس سے لیا۔ البتہ منذر اور اوس کے بیٹے نے اپنا بدلہ لینے سے انکار کیا اور عمرو کوڑوں ہی کی مار میں مر گیا۔

حسینؑ کو کوفیوں کا خط لکھنا کہ آپ آیئے اور واقعہ مسلم بن عقیل

حسین بن علی مکہ میں تھے کہ اون کے پاس اہل کوفہ اور اون لوگوں کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ ہم سب لوگ آپ پر بھروسا کئے بیٹھے ہیں۔ ہم

نمازِ جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔ آپ ہم لوگوں میں آجایئے"
اس زمانہ میں نعمان بن بشیر انصاری والی کوفہ تھے۔ حسین نے مسلم بن عقیل اپنے
ابن عم کو بلا بھیجا۔ اون سے کہا۔ تم کوفہ روانہ ہوجاؤ اور دیکھو یہ لوگ مجھے کیا
لکھ رہے ہیں اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو میں وہاں چلا جاؤں۔ مسلم وہاں سے
روانہ ہوکر مدینہ میں آئے۔ یہاں دو رہبروں کو ساتھ لیکر کوفہ کی طرف چلے۔
دونوں راہبر صحرا کی طرف سے لے چلے راہ میں اون میں سے ایک مارے پیاس
کے مرگیا۔ مسلم نے حسین کو لکھا کہ اس سفر سے مجھے معاف رکھئے۔ حسین نے
یہی لکھا کہ تم کوفہ جاو۔ مسلم آگے بڑھے آخر کوفہ تک پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص
کے یہاں اوترے جسکا نام ابن عوسجہ تھا۔ ان کے آنے کا اہل کوفہ میں چرچا
ہوا۔ تو لوگ آن آن کر اون سے بیعت کرنے لگے۔ بارہ ہزار آدمی نے بیعت
کی۔ یزیدیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہوکر نعمان بن بشیر سے کہا۔ یا تو
تم کمزور ہو یا کمزور بنتے ہو شہر میں خرابی پھیل رہی ہے۔ نعمان نے کہا۔ اگر طاعت خدا
میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اوس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر
صاحب قوت کہلاوں۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر خدا نے پردہ
ڈال دیا ہے میں اوسکا پردہ فاش کردوں" اوس نے نعمان کی یہ تقریر یزید کو
لکھ بھیجی۔ یزید نے اپنے ایک غلام آزاد کو بلایا سرجون اوسکا نام تھا اور وہ اسی سے
مشورہ کیا کرتا تھا۔ اور سب حال اوس سے بیان کیا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ
زندہ ہوتے تو آپ اون کی بات کو قبول کرلیتے۔ یزید نے کہا کہ ہاں۔ کہا پھر
میری بات کو مانیے۔ کوفہ کے لئے عبید اللہ بن زیاد سے بہتر کوئی نہیں۔ اوسی کو
وہاں کی حکومت دیجیے" اس سے پہلے یزید عبید اللہ سے ناراض تھا چاہتا تھا کہ
اوسے حکومت بصرہ سے بھی معزول کردے۔ اب اوسے لکھ بھیجا کہ میں تم سے
خوش ہوں اور میں نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تم کو عطا کی۔ اور یہ لکھا کہ
مسلم بن عقیل کا پتہ لگائے وہ ہاتھ آجائیں تو اون کو قتل کرے" عبید اللہ
رؤسائے بصرہ کو ساتھ لئے ڈھاٹا باندھے ہوے کوفہ میں وارد ہوا۔ جس مجمع
کی طرف سے گذرتا تھا اور سلام علیکم کہتا تھا۔ جواب میں لوگ علیک السلام

یا ابن بنت رسول اللہ کہتے تھے۔ ان لوگوں کو شبہہ حسین بن علی کا تھا۔ عبید اللہ قصر میں آکر اوترا اور اپنے ایک غلام آزاد کو بلا کر تین ہزار (درم) اوسے دیے اور کہا۔ جاؤ اور اوس شخص کا پتہ لگاؤ جس سے اہل کوفہ بیعت کر رہے ہیں۔ اوس سے یہی کہنا کہ میں حمص سے اسی بیعت کے لئے آیا ہوں اور یہ مال اوسے دیدینا کہ اس سے زور پیدا کرے۔" اسی طرح لطف و دلدہی وہ کرتا رہا آخر اہل کوفہ میں سے ایک پیر مرد کے پاس جو بیعت لیا کرتا تھا اوسے کسی نے پہنچا دیا۔ یہ اوس سے ملا اور سب حال بیان کیا۔ شیخ نے کہا تمھارے ملنے سے میں خوش بھی ہوا اور رنج بھی مجھے ہوا۔ خدا نے تم کو ہدایت کی اس سے تو دل خوش ہوا مگر ہمارا کام ابھی تک استحکام کو نہیں پہنچا اس سبب سے ملال ہوا۔ یہ کہکر وہ شیخ غلام کو اندر لے گیا مال اوس سے لے لیا اور اوس سے بیعت لی۔ غلام نے عبید اللہ کے پاس آکر سب حال کھول دیا۔ عبید اللہ جب کوفہ میں آیا۔ تو مسلم ابھی تک جس گھر میں تھے اوسے چھوڑ کر ہانی بن عروہ مرادی کے گھر ہیں چلے آئے۔ اور حسین بن علیؑ کو لکھ بھیجا کہ بارہ ہزار کوفیوں نے بیعت کرلی ہے آپ ضرور تشریف لائیے۔ ادھر عبید اللہ نے رؤسائے کوفہ سے پوچھا کہ سب لوگوں کے ساتھ ہانی بن عروہ میرے پاس کیوں نہیں آئے۔ یہ سن کر محمد بن اشعث اپنی برادری کے لوگوں کو لئے ہوئے ہانی کے پاس آیا۔ دیکھا کہ وہ دروازہ کے باہر ہی ہیں۔ اون سے کہا کہ حاکم نے ابھی تمھارا ذکر کیا اور یہ کہا کہ اونھوں نے آنے میں بہت تاخیر کی۔ تم کو اوسکے پاس جانا چاہئیے۔ یہ لوگ اسی طرح اصرار کرتے رہے۔ آخر ہانی سوار ہوکر اون لوگوں کے ساتھ عبید اللہ کے پاس چلے آئے۔ اوس وقت قاضی شریح بھی وہاں موجود تھے۔ ہانی کو دیکھکر عبید اللہ نے شریح سے کہا۔ لو اجل گرفتہ اپنے پاؤں سے تمھارے پاس چلا آیا۔ ہانی نے جب اوسے سلام کیا تو کہنے لگا بتاؤ مسلم کہاں ہیں۔ ہانی نے کہا میں نہیں جانتا۔ عبید اللہ نے اپنے غلام کو جو درہم لے کر گیا تھا بلایا۔ جب وہ ہانی کے سامنے آیا تو یہ اوسے دیکھکر متحیر ہو گئے! کہنے لگے امیر کا خدا بھلا کرے واللہ مسلم کو میں نے اپنے گھر میں نہیں بلایا وہ خود سے آئے اور اپنے تئیں میرے اوپر ڈال دیا۔ عبید اللہ نے کہا اونکو میرے پاس لاؤ۔

ہانی نے جواب دیا واللہ اگر میرے پاؤں کے نیچے وہ چھپے ہوئے ہوتے تو میں وہاں سے قدم نہ سرکاتا۔ عبید اللہ نے حکم دیا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو اوس کے قریب لیکر گئے۔ اوس نے اون پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ بھوں اون کی خون آلود ہوگئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اوسے یہاں سے نکالیں۔ مگر لوگوں نے روک لیا۔ عبید اللہ نے کہا تمھارا قتل کرنا خدا نے اب حلال کردیا۔ یہ کہکر قید کا حکم اوس نے دیا اور قصر کی ایک جانب وہ محبوس کردیے گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص عبید اللہ کے پاس ہانی کو لیکر آیا وہ عمرو بن حجاج زُبیدی تھا۔......[1] ہانی اس حالت میں تھے کہ یہ خبر قبیلہ مذحج کو پہنچ گئی۔ قصر ابن زیاد کے دروازہ پر ایک شور بلند ہوا۔ وہ سنکر پوچھنے لگا یہ کیا ماجرا ہے۔ لوگوں نے کہا مذحج کے لوگ ہیں۔ ابن زیاد نے شریح سے کہا "آپ ان لوگوں کے پاس جاکر اونھیں مطلع کیجیے کہ میں نے کچھ گفتگو کرنے کے لئے ہانی کو فقط قید کیا ہے" اور اپنے آزاد غلاموں میں سے ایک

---

[1] اس مقام پر طبری میں ذیل کی عبارت ہے۔

حدثنا عمارہ فجلس فی مجلس ابن زیاد فحدث قال طردت الیوم حمرا فاصبت منہا حمارا فعقرتہ فقال لہ عمرو بن الحجاج الزبیدی ان حمارا تعقرہ انت لحمار حائن فقال الا اخبرک باحین من ھذا کلہ رجل جئ بابیہ کافرا الی رسول اللہ صلعم فامر بہ ان یضرب عنقہ فقال یا محمد من للصبیۃ قال النار۔ فانت من الصبیۃ وانت فی النار۔ قال فضحک ابن زیاد ۱۲ یعنی عمارہ ابن زیاد کی مجلس میں تھا اوس نے ذکر کیا کہ میں نے آج وحشی گدھوں کا تعاقب کیا ایک گدھا میری زد پر آگیا میں نے اوسے زخمی کردیا۔ یہ سنکر ابن حجاج نے کہا تم نے جس گدھے پر وار کیا وہ بے شک اجل رسیدہ تھا۔ پھر کہا اوس سے بڑھکر ایک اجل رسیدہ کا میں ذکر کروں رسول اللہ صلعم کے پاس ایک کافر اپنے باپ کے ساتھ لایا گیا آپ نے اوسکی گردن مارنے کا حکم دیا تو کہنے لگا اے محمد بچوں کے سر پر کون رہیگا آپ نے فرمایا "جہنم" تو اونھیں بچوں میں سے ہے اور تو جہنم میں جائیگا یہ سنکر ابن زیاد ہنسنے لگا ۱۲ مترجم

سپاہیوں نے گھیر لیا ہے۔ اونھوں نے یہ دیکھکر تلوار اٹھائی اور باہر آکر قتال میں مصروف ہوئے۔ عبدالرحمن نے کہا۔ تمھارے لئے امان ہے۔ اونھوں نے اوس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ اور وہ ان کو لئے ہوئے عبیداللہ کے پاس آیا۔ عبیداللہ کے حکم سے قصر کی چوٹی پر اون کو لے گئے وہاں اونکی گردن ماری اور لاش لوگوں کے سامنے باہر پھینک دی۔ پھر اوس نے حکم دیا لوگ ہانی کو گھسیٹتے ہوئے گھورے پر لے گئے اور وہاں اون کو سولی دے دی۔ اس حال کو اون لوگوں کے شاعر نے نظم بھی کیا۔

اس سے زیادہ مفصل اور کامل بیان اس روایت میں ہے کہ حسینؑ شاہراہ کی طرف سے مکہ روانہ ہوئے۔ اہل حرم نے کہا آپ اس راہ کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ دیکھئے ابن زبیر نے بھی تو یہی کیا۔ اگر کوئی دوڑ آپ کے پیچھے آئے تو آپ کو نہ پاسکے گی۔ حسین نے کہا واللہ میں تو اس راہ سے نہیں پھرونگا۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہوگا۔ اس راہ میں عبداللہ بن مطیع حسین کو ملے اونھوں نے پوچھا میری جان آپ پر نثار ہو کہاں کا ارادہ ہے۔ حسین نے کہا۔ ابھی تو میں مکہ جاتا ہوں اوسکے بعد حق تعالی سے استخارہ کروں گا۔ ابن مطیع نے کہا حق تعالی آپ کو خیریت سے رکھے اور ہم لوگوں کو آپ پر تصدق کر دے۔ مکہ جائیے تو وہاں سے کوفہ کا قصد ہرگز نہ کیجئے۔ وہ شہر نحس و شوم ہے۔ آپکے پدر بزرگوار وہاں قتل ہوئے بھائی آپکے وہیں بےکس اور بےبس ہو گئے برچھی کا وار اون پر کیا گیا کہ جان جاتے جاتے بچی۔ آپ حرم کعبہ کو نہ چھوڑیے۔ آپ ہی تو سید عرب ہیں۔ واللہ ملک حجاز میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔ ہر طرف سے لوگ آپکی طرف آئیں گے۔ میرے ماں باپ فدا ہو جائیں آپ پر حرم کعبہ سے نہ جدا ہوجئے گا۔ واللہ اگر آپ ہلاک ہو جائیں گے تو ہم سب لوگ آپ کے بعد غلام بنا لئے جائیں گے۔ حسین آگے بڑھے مکہ میں جاکر اوترے۔ وہاں کے لوگ اور زائرین کعبہ اور اہل آفاق آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ ابن زبیر بھی وہاں موجود ہیں کعبہ سے ذرا جدا نہیں ہوتے تمام تمام دن نماز پڑھا کرتے ہیں طواف کیا کرتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ حسین کے پاس بھی آتے ہیں۔ آنے کی صورت یہ ہے کہ دو دن برابر

ایک غلام کو جاسوسی کے لئے بھیجا کہ دیکھ شریح کیا گفتگو کرتے ہیں۔ شریح کا گذر ہانی کی طرف سے ہوا تو ہانی نے کہا " اے شریح خدا سے ڈر یہ شخص مجھے قتل کرنے کو ہے " شریح نے قصر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ " ان کے لئے کچھ ضرر پہنچنے کا اندیشہ نہیں امیر نے کچھ گفتگو کرنے کے لیئے بس اونھیں روک رکھا ہے " سب پکار اٹھے " شریح سچ کہتے ہیں تمھارے سردار کے لئے ضرر پہنچنے کا کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ یہ سنکر وہ سب منتفرق ہو گئے۔ مسلم کو یہ خبر پہنچی تو اونھوں نے اپنے شعار[1] کی منادی کردی اور اہل کوفہ میں سے چار ہزار آدمی اون کے پاس جمع ہو گئے۔ مسلم نے مقدمہ فوج کو آگے بڑھایا میمنہ و میسرہ کو درست کیا اور خود قلب لشکر میں آکر عبیداللہ کی طرف رخ کیا۔ ادھر عبیداللہ نے رؤسائے اہل کوفہ کو بلاکر اپنے پاس خاص قصر میں جمع کیا۔ مسلم جب قصر کے دروازہ پر پہنچے تو تمام رؤسا قصر پر چڑھکر اپنے اپنے برادری والوں کے سامنے آئے اور انھیں سمجھا سمجھا کر واپس کرنے لگے۔ اب لوگ مسلم کے پاس سے سرکنے لگے۔ شام ہوئے تک پانسو آدمی رہ گئے جب شب کی تاریکی پھیل گئی تو وہ بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ مسلم اکیلے گلیوں میں پھرتے پھرتے ایک مکان کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ ایک عورت نکل کر آئی تو اوس سے پانی مانگا اوس نے پانی لاکر پلا دیا اور پھر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر کے بعد وہ پھر نکلی اور دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اوس نے کہا بندۂ خدا تیرے یہاں بیٹھنے سے مجھے اندیشہ ہوتا ہے یہاں سے اوٹھ جا۔ کہا مسلم بن عقیل میں ہی ہوں۔ کیا تمھارے یہاں پناہ لینے کی کوئی جگہ ہے۔ اوس عورت نے کہا اندر چلے آؤ جگہ ہے۔ اس عورت کا لڑکا محمد بن اشعث کے خانہ زادوں میں تھا۔ اوسے جو یہ حال معلوم ہوا تو ابن اشعث سے جاکر کہہ آیا۔ اوس نے جاکر عبیداللہ کو خبر کردی۔ عبیداللہ نے اپنے صاحب شرطہ عمرو بن حریث مخزومی کو روانہ کیا اور محمد بن اشعث کے لڑکے عبدالرحمن کو اوس کے ساتھ کردیا۔ مسلم کو خبر ہوی کہ گھر کو

---

[1] شعار سے وہ مقرر کئے ہوئے الفاظ مراد ہیں کہ جب وہ پکارے جائیں تو سب شرکا اپنے کام پر آمادہ ہو جائیں ۱۲

آتے ہیں پھر دو دن میں ایک دن آتے ہیں ایک دن نہیں۔ اور برابر اونھیں رائے دیا کرتے ہیں۔ اور حسین سے بڑھکر خدائی بھر میں کوئی شخص اونکو دو بھر نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ حسین کے ہوتے اہل حجاز کبھی مجھ سے بعیت نہ کرینگے نہ کبھی میری اطاعت کرینگے۔ سمجھ گئے تھے کہ سب کی نگاہوں میں سب کے دلوں میں حسین کی عظمت اور اونکی طرف لوگوں کی رغبت مجھ سے بڑھکر ہے۔
جب اہل کوفہ کو معاویہ کے ہلاک ہونے کی خبر پہنچی۔ تو عراق کے لوگ مضطرب ہو گئے یزید کے خیال سے اور کہا حسین اور ابن زبیر نے بعیت نہیں کی دونوں آدمی مکہ میں چلے آئے۔ اس پر اہل کوفہ نے حسین کو خط لکھا۔ اور نعمان بن بشیر ان سب کے امیر تھے۔

سلیمان بن صُرَد کے مکان میں شیعہ جمع ہوے معاویہ کے مرجانے کا ذکر کرکے سب نے خدا کا شکر کیا۔ ابن صُرَد نے کہا کہ معاویہ ہلاک ہوگیا اور حسین نے بعیت میں تامل کیا۔ اور وہ مکہ میں چلے آئے ہیں۔ تم لوگ اونکے اور اون کے والد کے شیعوں میں ہو۔ اگر تم اونکی نصرت اور اونکے دشمن سے جہاد کرنا چاہتے ہو تو اون کو لکھو۔ اور اگر تم کو اندیشہ ہو ڈرجانے کا یا بزدلی کرینکا تو اون کو دھوکا نہ دو۔ سب نے کہا ہم اون کے دشمن سے قتال کریں گے اپنی جانیں اون پر نثار کریں گے۔ کہا اچھا اون کو لکھ بھیجو۔ خط لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی کو۔ سلیمان بن صُرَد اور مسیّب بن نجبہ اور رفاعہ بن شدّاد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین مسلمین کی طرف سے۔ سلام علیک ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جسکے سوا کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اوس نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا غنائم کو چھین لیا تھا۔ اون کی بغیر مرضی اونکا حاکم بن بیٹھا تھا۔ نیک بندوں کو اوس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا۔ عذاب اوس پر نازل ہو جس طرح ثمود پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائے۔ شاید آپکی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کردے۔

نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عید گاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انھیں شام میں انشاء اللہ چلا جانا پڑے والسلام۔ ورحمۃ اللہ علیک۔ اس خط کو عبداللہ بن سبیع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا اور انھیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بہ تعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حسین کو پہنچا۔ اس خط کے روانہ کرنے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمن بن عبداللہ ارحبی اور عمارہ بن عبید سلولی کے ہاتھ قریب قریب ترپن خط روانہ کئے ایک شخص کی طرف سے دو کی طرف سے چار کی طرف سے۔ پھر دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی کو ان کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جئے لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے۔ جلدی کیجیے جلدی کیجیے۔ والسلام علیک۔ اور شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور یزید بن حارث اور یزید بن رویم اور عزرہ بن قیس اور عمرو بن حجاج زبیدی اور محمد بن عمیر تمیمی نے لکھا۔ نواحی کوفہ لہلہا رہے ہیں میوے پختہ ہو گئے ہیں چشمے چھلک رہے ہیں۔ آپ جب جی چاہے آئیے آپکا لشکر یہاں تیار موجود ہے۔ یہ سب پیامبر ایک ہی وقت میں حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے خطوں کو پڑھا پیامبروں سے لوگوں کا حال دریافت کیا۔ ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو جو سب پیامیوں کے آخر میں پہنچے تھے۔ آپ نے جواب لکھکر دیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی کی طرف سے جماعت مومنین و مسلمین کو۔ ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لے کر میرے پاس آئے تمھارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب کے آخر میں وارد ہوئے۔ جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا اور تم سب لوگوں کا یہ قول کہ "ہمارا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے آپ آئیے۔ شاید اللہ آپ کے سبب سے ہم کو حق و ہدایت پہ مجتمع کر دے" مجھے معلوم ہوا۔ میں نے اپنے بھائی ابن عم کو جن پہ مجھے بھروسا ہے اور میرے

اہل بیت میں ہیں تمھارے پاس روانہ کیا ہے - میں نے اون سے کہہ دیا ہے۔ تم لوگوں کا حال اور سب کی رائے وہ مجھے لکھکر بھیجیں - اگر اون کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمھاری جماعت کے لوگ اور صاحبان فضل و عقل تم میں سے سب اوس بات پر متفق الرائے ہیں جس امر کے لئے تمھارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور جو مضامین تمھارے خطوں میں میں نے پڑھے ہیں - تو میں بہت جلد انشاء اللہ تمھارے پاس چلا آونگا - اپنی جان کی قسم رہنمائے قوم وہی شخص ہوسکتا ہے جو قرآن پر عمل کرے عدل کو لئے رہے حق کا طرفدار ہو ذات خدا پر توکل رکھے والسلام "۔ بصرہ میں ایک ضعیفہ بنی عبد قیس ہیں سے رہا کرتی تھی اوسکا نام ماریہ بنت سعد یا بنت منقذ تھا - مذہب تشیع رکھتی تھی - کچھ دنوں تک بصرہ کے چند شیعی اوس کے گھر میں جمع ہوا کئے - اس گھر سے یہ لوگ بہت مانوس تھے وہاں آکر باتیں کیا کرتے تھے - اسی زمانہ میں ابن زیاد کو حسین کے اس طرف آنے کی خبر پہنچی - اوس نے بصرہ میں اپنے عامل کو لکھ بھیجا - کہ دیدبان مقرر کرے اور راستہ روکے - یزید بن نبیط بنی عبد قیس میں سے ایک شخص تھا اوس نے حسین کے پاس چلے جانے کا عزم مصمم کرلیا - اوس کے دس بیٹے تھے اون سے کہا تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے - دو بیٹے اوسکے عبداللہ و عبیداللہ ساتھ چلنے پہ تیار ہوئے - اوسی ضعیفہ کے گھر میں ابن نبیط نے اپنے دوستوں سے کہا - میں نے نکل جانے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے اب میں نکلتا ہوں - لوگوں نے کہا تیرے باب میں ابن زیاد کے اصحاب کی طرف سے ہمیں اندیشہ ہوتا ہے - اوس نے کہا واللہ میرا ناقہ چل کھڑا ہو تو پھر مجھے کوئی نہیں پاسکتا - غرض وہ نکل گیا اور ناقہ اوسے لے اوڑا اور وہ حسینؑ تک جا پہنچا - یعنی مقام ابطح میں جہاں حسین فروکش تھے ابن نبیط وہاں آیا - ادھر حسین کو اس کے آنے کی خبر ہوگئی تھی وہ خود اس سے ملنے کے لئے اسکی فرودگاہ پہ گئے ہوئے تھے - لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ تو تمھارے ہی منزل میں گئے ہوئے ہیں - یہ سنتے ہی وہ پھر واپس ہوا - یہاں حسین نے جو اوسے نہ پایا تو یہیں اوس کے انتظار میں ٹھہرے رہے - مرد بصری نے دیکھا کہ آپ تو اوسکی

فرودگاہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پکارا "فضل خدا و رحمت باری! بڑی خوشی کی بات ہے" یہ کہکر اوس نے سلام کیا سامنے بیٹھ گیا جس ارادہ سے آیا تھا اوسے بیان کیا۔ آپ نے اوسکے لئے دعائے خیر کی۔ پھر وہ آپ ہی کے ساتھ رہا یہاں تک کہ منزل مقصود تک پہنچا۔ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا۔ آپ ہی کے ساتھ وہ اور اوسکے دونوں فرزند قتل ہو گئے۔ مسلم بن عقیل کو آپ نے بلاکر قیس بن مسہر صیداوی و عمارہ بن عبید سلولی و عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی کے ساتھ روانہ کیا۔ خوف خدا و اخفائے راز و خوبی و نرمی کرنے کا اونھیں حکم کیا۔ اور یہ بات کہی کہ اگر دیکھنا لوگ مجتمع اور آمادہ ہیں تو بہت جلد اس امر کی اطلاع دینا۔ مسلم روانہ ہوئے مدینہ میں پہنچے مسجد نبوی میں نماز پڑھی اپنے لوگوں سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد بنی قیس کے دو راہبروں کو اجرت پر ٹھہرایا۔ یہ دونوں راہبروں کو لئے کر چلے راستہ بھول گئے گم کردہ راہ ہو گئے شدت کی پیاس سب پر طاری ہوئی۔ دونوں نے کہہ دیا کہ اسی راستہ پر چلے جانا چاہئے جب تک کہ پانی ملے۔ پیاس کے مارے قریب تھا کہ مر جائیں۔ مسلم نے قیس بن مسہر کے ہاتھ حسین کو بطن خبت سے خط لکھا۔ مدینہ سے دو راہبروں کو ساتھ لیکر میں نکلا تھا وہ راستہ میں بھٹک گئے ہم سب پیاس کی تکلیف شدید میں مبتلا ہو گئے۔ دونوں راستہ بتانے والے بہت جلد مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچ تو گئے مگر اس حالت میں کہ ذرا ذرا سی جان باقی تھی۔ پانی جس جگہ ملا ہے اس مقام کا نام مضیق ہے (یعنی تنگنائے) سفر کے ان واقعات سے مجھے وسواس ہوتا ہے اگر مناسب سمجھیے تو مجھے اس کام سے معاف رکھیئے کسی اور کو بھیجیئے والسلام"۔ حسین نے جواب میں لکھا۔ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں جبن تو تم میں نہیں پیدا ہو گیا کہ جس کام کے لئے میں نے تم کو بھیجا ہے اوس سے معافی چاہتے ہو بس جدھر جانے کو میں نے تم سے کہدیا ہے اودھی طرف جاؤ والسلام علیک"۔ جس شخص کو یہ خط مسلم نے پڑھکر سنایا تھا اوس سے کہتے تھے مجھے اپنے جان کا اس میں کچھ خوف نہ تھا"۔ مسلم یہاں سے روانہ ہوئے اور بنی طے کے پانی پر جاکر اترے۔ پھر جب وہاں سے چلنے لگے تو ایک شخص کو شکار کھیلتے دیکھا۔ یہ اودھر دیکھنے لگے کہ اوس نے

درشتی نہ کرونگا۔ میں افترا و بدگمانی و تہمت پر گرفت نہ کرونگا۔ لیکن اگر تم نے روگردانی کی بیعت کو توڑا اپنے امام سے مخالفت کی تو قسم ہے اوس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ جب تک میرے قبضہ میں تلوار رہیگی میں تم پر وار کیئے جاؤنگا۔ خواہ تم میں سے کوئی میرا شریک و مددگار ہو یا نہ ہو۔ مجھے امید یہی ہے کہ تم لوگوں میں حق کے طرفدار اون لوگوں سے زیادہ ہونگے جنھیں باطل نے تباہ کر رکھا ہے'' یہ سنکر عبداللہ بن مسلم حضرمی جو بنی امیہ کے ہوا خواہوں میں تھا اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا یہ جو تم دیکھ رہے ہو سخت گیری کیئے بغیر اسکی اصلاح ہو نہیں سکتی۔ اپنے اور اپنے دشمن کے درمیان جو رائے تم نے قائم کی ہے یہ کم زوروں کی رائے ہے'' کہا کہ۔ طاعت خدا کے ساتھ میرا شمار کمزوروں میں ہونا اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا کے ساتھ معزز وں میں شمار ہو۔ یہ کہکر نعمان منبر سے اوتر آئے اور عبداللہ حضرمی نے وہاں سے اوٹھ کر یزید کو لکھ بھیجا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں آگئے ہیں شیعوں نے حسین بن علیؑ کے نام پر اون سے بیعت کرلی ہے۔ اگر تمھیں کوفہ کی خواہش ہے تو کسی زبردست شخص کو حاکم کر کے بھیجو جو تمھارے حکم کو یہاں جاری کرے۔ تمھارے دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو تم خود کرتے۔ نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں یا کمزور بنتے ہیں'' پہلا شخص یہی ہے جس نے یزید کو لکھا۔ اسکے بعد عمارہ بن عقبہ نے اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے یزید کو لکھا۔ یزید کے پاس دو تین دن میں یہ سب خط پے در پے پہنچے تو اوس نے سرجون معاویہ کے غلام آزاد کو بلا بھیجا۔ پوچھا تمھاری کیا رائے ہے حسین کوفہ کی طرف آرہے ہیں۔ مسلم بن عقیل کوفہ میں اون کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ نعمان کی کمزوری کا حال اور اونکی ناگوار گفتگو سب مجھے معلوم ہوئی۔ یہ کہکر یزید نے غلام کو خط بھی دکھائے اور یہ پوچھا کہ میں کسے کوفہ کا حاکم کروں۔ عبیداللہ بن زیاد پر اس زمانہ میں یزید کا عتاب تھا۔ سرجون نے کہا اگر معاویہ اس وقت تمھارے لئے زندہ کر دیے جائیں تو تم اون کی رائے کو مانوگے۔ یزید نے کہا ہاں۔ یہ سنکر سرجون نے معاویہ کا وصیت نامہ نکالا کہ عبیداللہ کو حاکم کوفہ کرنا اور کہا یہ معاویہ کی رائے ہے وہ مرتے وقت اس نوشتہ پر عمل کرنے کا حکم دے گئے ہیں۔ یزید نے اس رائے پر عمل کیا۔ عبیداللہ کو بصرہ اور کوفہ

ایک ہرن کو تیر مارا اور اوس کے سر پر جا پہنچا اور شکار مار لیا۔ یہ دیکھکر مسلم نے کہا انشاء اللہ دشمن ہمارا مارا جائے گا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے تو کوفہ میں داخل ہوئے اور مختار بن عُبید کے یہاں اوترے۔ یہ وہی گھر ہے جسے اس زمانہ میں ابن مسیّب کا گھر کہتے ہیں۔ شیعہ اون کے پاس آنے جانے لگے۔ جب مجمع اون لوگوں کا ہوگیا تو مسلم نے سب کو حسین کا خط پڑھکر سنایا۔ خط کو سنکر سب رونے لگے۔ اوسوقت عابس بن ابی شبیب شاکری اوٹھ کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لاکر کہا۔ اور لوگوں کی طرف سے تو میں کچھ نہیں کہتا میں نہیں جانتا کہ اون کے دل میں کیا ہے۔ میں اون کی طرف سے واللہ آپ کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جس پر اپنے دل کو آمادہ کر چکا ہوں۔ واللہ جب آپ مجھے پکاریں گے میں حاضر ہوں گا۔ آپ کے ساتھ آپ کے دشمن سے قتال کروں گا۔ آپکے لئے اپنی تلوار کے وار اوس وقت تک کئے جاؤنگا جب تک کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ اس سے مجھے رضائے خدا کے سوا اور کچھ مطلوب نہیں۔ اس کے بعد حبیب بن مظاہر فقعسی اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا۔ رحمت خدا ہو تم پر اپنے دل کی بات بڑی خوبی سے تم نے بیان کی۔ اور کہا قسم ہے اوس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا بھی یہی ارادہ ہے جو اِن کا ہے۔ پھر حنفی نے بھی یہی بات کہی۔ اس وقت حجاج بن علی نے محمد بن بشر سے پوچھا کہ تم بھی کچھ کہا چاہتے ہو۔ اوس نے جواب دیا۔ میں یہ تو چاہتا ہوں کہ میرے اصحاب کامیاب ہوں یہ نہیں چاہتا کہ میں قتل ہو جاؤں میں جھوٹ بولنا نہیں چاہتا۔" فرقۂ شیعہ کی آمد و رفت مسلم کے پاس جاری رہی نوبت یہاں تک پہنچی کہ نعمان بن بشیر کو خبر ہو گئی۔ نعمان نکلے منبر پر گئے حق تعالیٰ کی حمد وثنا بجا لائے اور کہا۔ بندگان خدا خدا سے ڈرو فتنہ و فساد کی طرف نہ دوڑو۔ اس میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ خوں ریزی ہوتی ہے مال و متاع چھن جاتی ہے۔ نعمان ایک بردبار و زاہد شخص تھے اور امن و عافیت کے خواہاں تھے۔ اونھوں نے کہا جو مجھ سے جنگ و جدال نہیں کرے گا میں بھی اوس سے جنگ آزمائی نہ کروں گا۔ جو مجھ پر حملہ نہیں کرے گا میں بھی اوس پر حملہ آور نہیں ہوں گا۔ میں تمھارے ساتھ

دونوں کا حاکم کر دیا اور حکومت کوفہ کا فرمان اوس کے نام پر لکھدیا۔ مسلم بن عمرو باہلی وہاں موجود تھا اوسے بلایا۔ اور فرمان اوسے دے کر عبیداللہ کے پاس بصرہ روانہ کیا۔ فرمان کے ساتھ یہ خط بھی تھا۔ میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں اونھوں نے مجھے لکھا ہے۔ کہ کوفہ میں ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہوجاؤ۔ وہاں جاکر ابن عقیل کو اسطرح ڈھونڈو جیسے کوئی نگینہ کو ڈھونڈھتا ہے۔ اونھیں یا تو گرفتار کر لینا یا قتل کر ڈالنا یا شہر سے نکال دینا والسلام" مسلم باہلی بصرہ میں عبیداللہ کے پاس پہنچا۔ عبیداللہ نے سامان سفر کی درستی اور تیاری کا حکم دیا کہ دوسرے ہی دن کوفہ روانہ ہوجائے۔ ادھر حسین نے اپنے ایک غلام آزاد سلیمان کے ہاتھ بصرہ کے پانچوں گروہوں کے رؤسا اور اشراف شہر کو ایک خط روانہ کیا تھا۔ اون لوگوں میں مالک بن مسمع بکری اور احنف بن قیس اور منذر بن جارود اور مسعود بن عمرو اور قیس بن الہیثم اور عمر بن معمر کا نام ہے۔ یہ ایک ہی خط تھا جو سب کے نام آیا تھا۔ "خدا نے محمدؐ کو اپنے مخلوقات میں برگزیدہ کیا۔ نبوت سے اون کا اکرام اور رسالت کے لئے اون کو انتخاب فرمایا۔ اور جب اوس کے بندوں کی خیر خواہی کر چکے اوس کے پیغام کو پہنچا چکے تو حق تعالیٰ نے اون کو اپنے پاس بلالیا۔ ہم لوگ اون کے اہل و ولی و وصیؐ و وارث اون کی جگہ کے سب سے زیادہ احق تھے۔ ہماری قوم والوں نے اس باب میں اپنے تئیں ہم پر ترجیح دی۔ ہم بھی راضی ہو گئے اور افتراق سے ہم نے کراہیت کی امن و عافیت کو ہم نے پسند کیا یہ جان بوجھ کر کہ جنھوں نے اس امر کا ذمہ لیا ہے بہ نسبت اونکے ہم اس حق کے [1]... احق ہیں۔ اونھوں نے احسان کیا اصلاح کی حق کے طالب رہے خدا اون پر رحم کرے اور ہمارے اور اون کے گناہوں کو بخش دے۔ میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دیکر روانہ کیا ہے۔ میں تم کو کتاب خدا و سنت رسول اللہؐ کی طرف دعوت کرتا ہوں۔ اسلئے کہ سنت رسول اللہ

[1] بذلک الحق المستحق علینا" جو ہمارے مقابلہ میں طلب کیا گیا ہے ۱۲

مٹادی گئی ہے اور بدعت کو رواج دیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور
میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو راہ ہدایت پر لگادونگا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ“
شرفائے بصرہ میں سے جس جس نے اس خط کو پڑھا اوس نے چھپا ڈالا۔ ہاں منذر بن
جارود کو یہ وسواس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ عبید اللہ نے ہم لوگوں کو چکمہ دیا ہو۔ وہ عبید اللہ
کے پاس قاصد کو لئے ہوئے چلا آیا۔ اور خط بھی اوسے دکھا دیا۔ عبید اللہ نے
اوسی وقت قاصد کی گردن ماری۔ اور منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالایا اور کہا واللہ
کوئی کیسا ہی منہ زور ہو میرے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتا کسی کی دشمنی کی میں پروا نہیں
کرتا جو مجھ سے عداوت رکھے اوس کے لئے میں عذاب ہوں جو کوئی مجھ سے
جنگ آزمائی کرے میں اوس کے حق میں زہر ہوں۔ جس نے کسی قدر افگن کے
ساتھ تیر اندازی کی اوس نے انصاف کی بات کی۔ اے اہل بصرہ مجھے امیر المومنین
نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے میں کل سویرے اودھر روانہ ہوجاؤنگا۔ تم لوگوں
میں عثمان بن زیاد کو اپنا جانشین کئے جاتا ہوں۔ دیکھو مخالفت و بغاوت سے
بچے رہنا۔ قسم ہے اوس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر تم میں سے
کسی شخص کی مخالفت کا حال مجھے معلوم ہوگا تو میں اوسے اوس کے سرغنہ کو
اوس کے ہوا خواہ کو ضرور قتل کردوں گا۔ میں قریب کو بعید کے عوض میں پکڑونگا
کہ تم سب میرے اطاعت کرنے لگو تم میں کوئی مخالف و معاند نظر نہ آئے۔ میں زیاد
کا بیٹا ہوں۔ دنیا میں سب سے زیادہ اوس کے ساتھ میں مشابہت رکھتا ہوں۔
مجھے کسی ماموں یا چچا کے ساتھ مشابہت نہیں ہے“ اسی کے دوسرے دن
اوس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو جانشین کیا اور مسلم بن عمرو باہلی و
شریک بن اعور حارثی و تمام حشم و خدم و اہل و عیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے
کوفہ روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھاٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں
لوگوں میں حسین کی روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی سب اون کے منتظر تھے۔
عبید اللہ کو سمجھے کہ حسین ہیں۔ جس جس مجمع کی طرف سے وہ گذرتا تھا لوگ
سلام کرتے تھے اور کہتے تھے۔ یا ابن رسول اللہ مرحبا آپ کا آجانا کیا اچھا ہوا۔
حسین عا کے لئے اون کا خوش ہونا عبید اللہ کو ناگوار گذرا۔ جب اون لوگوں کو

زیادہ خوشی کرتے دیکھا تو مسلم باہلی نے کہا ہٹ جاؤ یہ امیر عُبید اللہ بن زیاد ہے...[له]
ابن زیاد کے ساتھ اس وقت کوئی دس بیس ہی آدمی تھے۔ جب قصر میں وہ داخل ہوا اور لوگوں کو
معلوم ہوا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے۔ تو سب کو بے انتہا رنج اور قلق ہوا اور
عبید اللہ نے ان کی زبان سے جو کچھ سنا اوس سے بے انتہا اوسے غیظ و غضب
آیا۔ اوس نے کہا یہ لوگ جیسے ہیں میں نے دیکھ لیا۔ جب یہ قصر میں داخل ہوا تو
الصلاۃُ جامعۃٌ کی ندا کی گئی۔ لوگ سب جمع ہو گئے تو آیا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد
کہا۔ "امیر المومنین اصلحہ اللہ نے مجھے تمہارے شہر کا اور حدود کا والی مقرر کیا
ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ تم میں جو مظلوم ہو اوس کا انصاف کروں جو محروم ہو
اوس کو عطا کروں جو بات سنے اور اطاعت کرے اوس پر احسان کروں جو بے ایمان
و نافرمان ہو اوس پر تشدد کروں۔ میں تم لوگوں کے ساتھ اوس کے حکم کا اتباع
کرونگا اوس کے فرمان کو نافذ کرونگا۔ تم میں جو شخص خوش کردار و مطیع ہے میں اوس
سے پدر مہربان کی طرح پیش آونگا۔ اور جو شخص میرا حکم نہ مانیگا میرا فرمان بجا نہ لائیگا
اوس کے لئے میرا تازیانہ اور میری تلوار ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اپنی جان کی خیر
منائے۔ راستی بلا کو ٹالتی ہے دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا" یہ کہہ کر اوتر آیا اور تمام
سرگروہوں پر اور سب لوگوں پر تشدد کرنے لگا کہ تم لوگوں میں جو جو لوگ وارد ہیں
اور جن کی تلاش میں امیر المومنین ہے اور جو لوگ فرقہ حروریہ و اہل ریب میں سے
تم میں ہیں جن کی رائے مخالفت و نافرمانی ہے اون سب کے نام مجھے لکھ کر دو۔ جو شخص
لکھ دیگا وہ بری ہو جائے گا۔ اور جو کسی کا نام نہیں لکھے وہ اس بات کا ضامن ہو کہ
اوس کے قبیلہ میں سے کوئی ہماری مخالفت اور ہم سے بغاوت نہ کرنے پائیگا۔ ایسا
نہ ہوا تو پھر ہم سے شکایت نہیں اوس کی جان و مال کا لینا ہم پر حلال ہے اور جس
سرگروہ کے قبیلہ میں کوئی ایسا شخص پایا جائیگا جسکی امیر المومنین کو تلاش ہو اور اوس نے
اب تک اوسے پیش نہ کیا ہو۔ تو وہ اپنے ہی گھر کے دروازہ پر لٹکا دیا جائے گا۔

له۔ فاخذ حین اقبل علی الظہر۔ سواری پر جب مسلم سامنے آیا تو
ابن زیاد نے اوس کو پکڑ لیا۔

اور دفتر عطیات سے اوسکی یہ خدمت سلب کرلیجائے گی اور موضع عمان الزارہ کی طرف وہ نکال دیا جائیگا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ یزید کا خط ابن زیاد کو جب پہنچا تو اوس نے اہل بصرہ میں سے پانسو آدمی چن لئے اون میں عبداللہ بن حارث بھی تھا اور شریک بن اعور بھی اور یہ شخص شیعہ علی میں سے تھا۔ سب سے پہلے یہی اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی راہ میں تھک کر رہ گئے کہا گیا کہ زحمت سفر سے وہ تھک گئے اور اور لوگ بھی اون کے ساتھ تھے۔ ان کے بعد عبداللہ بن حارث اور اون کے ساتھ والے سب تھک کر رہ گئے۔ ان کو امید تھی کہ ہم لوگوں کے رہ جانے سے ابن زیاد بھی راہ میں توقف کریگا اور اس سے پہلے حسین کوفہ میں پہنچ جائیں گے۔ مگر ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ تھکے ہوئے لوگوں کی طرف مڑ کے دیکھنا تک نہ تھا برابر چلا ہی جاتا تھا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو اوسکا غلام آزاد مہران بھی تھک کر رہ گیا۔ ابن زیاد نے کہا اے مہران ایسی حالت سے اگر تو خود کو سنبھال کر چلا چلے کہ قصر کوفہ دکھائی دینے لگے تو لاکھ درہم تجھے دونگا۔ اوس نے کہا بخدا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد یہ سنکر اوتر پڑا۔ لباس فاخرہ یمنی نکال کر پہنا۔ یمنی چادر کو اوڑھا اور اپنے خچر پر سوار ہوا پھر پیادہ ہو کر تنہا چلا جس جس پہرے پر سے یہ گذرتا تھا اور لوگ اوسے دیکھتے تھے تب سمجھتے تھے کہ حسین ہیں۔ سب پکار کر کہتے تھے مرحبا یا ابن رسول اللہ یہ کسی کو جواب ہی نہ دیتا تھا۔ لوگ گھروں سے نکل نکل کر اسکے پاس چلے آرہے تھے۔ نعمان بن بشیر نے جو لوگوں کا یہ حال سنا۔ تو اس نے قصر کا دروازہ اندر سے بند کرلیا کہ حسینؑ اور اون کے ساتھ والے نہ آنے پائیں۔ عبیداللہ دروازہ پر پہنچ گیا اور نعمان کو یہی یقین ہے کہ حسین ہیں اور تمام خلق خدا اون کے گرد جمع ہے۔ نعمان نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جائیے۔ میں اپنی امانت آپ کے حوالہ نہیں کرونگا۔ مجھے آپکا قتل کرنا بھی منظور نہیں ہے۔ عبیداللہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر دونوں کنگروں کے درمیان جاکر کہا "ارے کھول تیرا بھلا ہو بڑی دیر سویا" اس کے پیچھے ایک شخص نے اسکی آواز سن لی۔ اوس نے سب سے کہہ دیا۔ یارو قسم ہے خدا کی یہ تو ابن مرجانہ ہے۔ اونھوں نے جواب دیا واہ یہ تو حسین ہیں۔ نعمان نے اب دروازہ کھولا ابن زیاد قصر میں داخل ہوا

اور لوگوں کے لئے دروازہ بند کر لیا گیا وہ سب منتشر ہو گئے۔ صبح ہوئی تو ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا کہ "میرے ساتھ ساتھ اظہار اطاعت کرتے ہوئے جو لوگ آئے اور سمجھے کہ حسین داخل ہوئے اور شہر پر قابض ہو گئے ہیں اونھوں نے حسین کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ واللہ میں نے تم میں سے کسی کو پہچانا نہیں" یہ کہہ کر منبر سے اوتر آیا۔ اور اوس کو یہ خبر گذری کہ مسلم ابن عقیل ایک خبب پہلے ابن زیاد سے آچکے ہیں اور ناحیۂ کوفہ میں اوترے ہوئے ہیں" بنی تمیم کے ایک غلام آزاد کو ابن زیاد نے بلایا اوسے کچھ مال دیا اور یہ کہا کہ تو بھی اون لوگوں کا سا شیوہ اختیار کرلے۔ اور اس مال سے اون کی اعانت کر۔ ہانی و مسلم کو ڈھونڈھ۔ اور ہانی کے پاس جاکر اوتر پڑ۔ غلام ہانی کے پاس آیا اون سے کہا کہ میں شیعہ ہوں اور میں کچھ مال لے کر آیا ہوں" شریک بن اعور بیمار ہو کر ہانی کے یہاں آئے اون سے کہا کہ مسلم سے کہیئے یہاں موجود رہیں۔ عبیداللہ میری عیادت کو یہاں آئیگا۔ پھر مسلم سے شریک نے پوچھا اگر عبیداللہ کے قتل کا آپ کو موقع دوں تو آپ اوسے تلوار ماریں گے۔ مسلم نے کہا ہاں۔ واللہ میں اوسے ماروں گا" اور عبیداللہ شریک کی عیادت کے لئے ہانی کے گھر میں آیا۔ شریک مسلم سے کہہ چکے تھے کہ جب میں کہوں "مجھے پانی پلا دو" تو تم نکل کر اوس پر وار کرنا۔ عبیداللہ آکر شریک کے بستر پر بیٹھ گیا اور مہران اوس کے پاس کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا مجھے پانی پلا دو۔ ایک چھوکری کٹورا لیکر آئی مسلم کو دیکھ کر پھر چلی گئی۔ شریک نے پھر کہا مجھے پانی پلا دو۔ پھر تیسرے دفعہ کہا ولئے ہو تم پر پانی سے مجھے پرہیز کراتے ہو۔ مجھے پانی پلاؤ۔ اس میں میری جان بھی جائے تو جائے۔ مہران تاڑ گیا اوس نے عبیداللہ کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا وہ اوٹھ کھڑا ہوا۔ شریک نے کہا اے امیر میں تم سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ میں پھر آؤنگا۔ اب مہران اوسے ڈھکیلتا ہوا لے کے چلا اور کہا واللہ تمھارے قتل کرنے کا سامان تھا۔ عبیداللہ نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے میں تو شریک کی خاطر کرتا ہوں اور پھر ہانی کے گھر میں جس پر میرے باپ کا احسان ہے" اوس نے واپس آکر اسماء بن خارجہ اور محمد بن اشعث کو بلا بھیجا۔ اون سے کہا ہانی کو میرے پاس لاؤ۔

اونھوں نے کہا ہانی بغیر امان دیے تو نہیں آئیں گے۔ کہا اون کو امان سے کیا واسطہ۔ ایسا کونسا قصور اون سے ہوا ہے۔ تم دونوں جاؤ تو۔ اگر بغیر امان دیے وہ نہ آئیں تو اون کو امان دو اور لے آؤ گا دونوں شخص ہانی کو بلانے آئے۔ ہانی نے کہا مجھے وہ پا جائیگا تو ضرور قتل کرے گا یہ اصرار کرنے سے باز نہ آئے آخر ہانی کو لے ہی آئے۔ عُبید اللہ خطبۂ جمعہ پڑھ رہا تھا ہانی آکر مسجد میں بیٹھ گئے اور دونوں گیسو اون کے ادھر ادھر چھوٹے ہوئے تھے۔ عُبید اللہ نماز سے فارغ ہوچکا تو ہانی کو پکارا یہ اوس کے ساتھ ساتھ چلے مکان میں داخل ہوئے تو اوسے سلام کیا۔ عبید اللہ نے کہا۔ ہانی تمھیں کیا نہیں معلوم کہ میرا باپ جب اس شہر میں آیا ہے تو اوس نے تمھارے باپ کے اور حُجر کے سوا ان شیعوں میں سے بے قتل کئے ہوئے کسی کو نہیں چھوڑا۔ حجر کا جو انجام ہوا وہ بھی تم کو معلوم ہے۔ پھر تم سے وہ اچھی طرح پیش آتا رہا۔ پھر امیر کوفہ سے تمھاری سفارش میں اوس نے یہ کلمہ لکھا کہ میری حاجت تم سے ہانی کے باب میں ہے۔ ہانی نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہا اوس کا عوض یہی تھا کہ تم نے اپنے گھر میں ایک شخص کو چھپا کر رکھا کہ مجھے قتل کر ڈالے۔ ہانی نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ عبید اللہ نے یہ سنکر اوسی غلام تمیمی کو جو اون لوگوں کی جاسوسی پہ مقرر تھا بلا لیا۔ ہانی اوس کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ اس نے سب حال کہہ دیا ہوگا۔ کہا اے امیر جو خبر تم کو پہنچی ہے صحیح ہے مگر میں ہرگز تمھارے احسان کو نہیں بھولوں گا۔ تمھارے لئے اور تمھارے اہل و عیال کے لئے امان ہے جدھر تمھارے دل میں آئے یہاں سے چلے جاؤ۔ عبید اللہ کچھ سوچنے لگا۔ مہران اوس کے پاس عصا لئے ہوئے کھڑا تھا۔ پکارا ہائے غضب یہ جلاہا تمھاری سلطنت میں تم کو امان دیتا ہے۔ اوس نے مہران سے کہا اسے پکڑو اوس نے عصا رکھ دیا اور دونوں گیسو ہانی کے پکڑ لئے اور اون کے چہرہ کو بلند کیا۔ عبید اللہ نے عصا اوٹھا کر اون کے چہرہ پر مارا کہ اوسکی بوڑی اوکھڑ کر دیوار میں پیوست ہوگئی۔ پھر اون کے چہرہ پر مارے گیا کہ ماتھا اور ناک اون کی مجروح ہوگئی۔ لوگوں نے شور و شر کی آواز سنی قبیلۂ مذحج کو خبر ہوگئی۔ اون لوگوں نے آکر گھر کو گھیر لیا۔ عبید اللہ نے حکم دیا کہ ہانی کو

لے جاکر کسی حجرہ میں ڈال دیا۔ پھر مہران کو حکم دیا کہ اون کے پاس شریح کو لیجائے۔ وہ شریح کو لے کر آیا اون کے ساتھ ہی اہل شرطہ بھی چلے آئے۔ ہانی نے کہا شریح تم دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ کہا میں تو دیکھتا ہوں کہ تم زندہ ہو۔ ہانی نے کہا یہ حال دیکھکر بھی تم سمجھتے ہو کہ میں زندہ ہوں؟ میری برادری والوں سے یہی کہنا کہ اگر وہ چلے جائیں گے تو ابن زیاد مجھے قتل کریگا۔ اب شریح عبیداللہ کے پاس آئے کہا ہانی زندہ تو ہیں مگر زخم کاری لگا ہے۔ اوس نے کہا حاکم وقت اپنی رعیت پر عذاب کرے تو تم اعتراض کرتے ہو۔ باہر جاکر اون لوگوں کو سمجھاؤ۔" شریح باہر گئے تو عبیداللہ نے ایک شخص کو اون کے ساتھ کردیا۔ شریح نے کہا یہ کیا گستاخی ہے؟ وہ شخص زندہ ہے۔ حاکم نے ایک ضرب اوسے ماری ہے۔ اوس سے وہ مر نہیں گیا۔ خود کو بھی اور اوس شخص کو بھی بلا میں نہ ڈالو یہاں سے چلے جاؤ۔"

ایک روایت یہ ہے کہ شریک بن اعور شیعہ تھے اور جنگ صفین میں عمار کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھے۔ یہ ہانی بن عروہ کے گھر میں اوترے۔ اور مسلم بن عقیل مختار کے گھر میں تھے کہ اونھیں عبیداللہ کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ یہاں اون کا رہنا سب کو معلوم ہو چکا تھا یہ بھی ہانی کے گھر میں چلے آئے۔ دروازہ میں داخل ہوئے ہانی سے کہلا بھیجا کہ باہر آئیں۔ ہانی باہر آئے جونہیں مسلم کو دیکھا اون کا آنا اونھیں اچھا نہ معلوم ہوا۔ مسلم نے کہا میں تمھارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو۔ ہانی نے کہا خدا تمھارا بھلا کرے تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ مجھ پر بھروسا کرکے میرے گھر میں نہ چلے آئے ہوتے تو میری خواہش میرا سوال تم سے یہی ہوتا کہ میرے یہاں سے چلے جاؤ۔ مگر اب تو اس میں میری ذلت ہے۔ ہانی اور مسلم کو جہالت سے واپس کرے؟ آؤ گھر کے اندر چلے آؤ۔ غرض ہانی نے اونھیں پناہ دے دی۔ عبیداللہ نے جس شخص کو تین ہزار درہم دے کر افشائے راز کے لئے بھیجا تھا یہ اوسی کا غلام آزاد معقل تھا۔ معقل پہلے مسلم بن عوسجہ سے ملا۔ بڑی مسجد میں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ لوگوں سے اس نے سنا تھا کہ حسینؓ کے لئے وہ بیعت

لیتے ہیں۔ یہ شخص ابن عوسجہ کے پاس شیعوں کے ساتھ آمد و رفت ابھی رکھتا تھا کہ ہانی بیمار ہوئے اور عبید اللہ اون کی عیادت کو آیا۔ عمارہ بن عُبید سلولی نے کہا۔ ہمارا بڑا کام یہ ہے کہ اس فرعون کو قتل کریں۔ اس وقت وہ تمھارے قابو میں ہے اوسے قتل کرد۔ ہانی نے کہا یہ میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وہ قتل کیا جائے۔ ایک ہفتہ اور گذرا ہوگا کو شریک بن اعور بیمار ہوئے۔ ابن زیاد اور تمام امرا ان کی تعظیم کرتے تھے۔ ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کو تمھارے دیکھنے کے لئے آؤنگا۔ شریک نے مسلم سے کہا آج شام کو یہ مردود میری عیادت کو آنے والا ہے۔ جب وہ آکر بیٹھے تو تم نکل کر اوسے قتل کر ڈالنا اوس کے بعد قصر میں جا کر بیٹھ جانا۔ کوئی تمھیں نہیں روکے گا۔ میں ان دنوں میں اس بیماری سے اچھا ہوگیا۔ تو خود بصرہ میں جاکر تمھارے لئے سب انتظام کر دوں گا۔ شام کو عبید اللہ شریک کی عیادت کے لئے آیا۔ مسلم اوٹھے کہ آڑ میں چلے جائیں۔ اور شریک نے تاکید کی کہ دیکھو جب وقت وہ آکر بیٹھے پھر اوسے ہرگز نہ دم لینے دینا۔ یہ سنکر ہانی بن عروہ مسلم کے پاس گئے اور کہا میں نہیں چاہتا کہ میرے گھر میں وہ قتل ہو۔ ہانی اس بات کو کچھ معیوب سمجھے۔ عبید اللہ آیا بیٹھا شریک کا حال پوچھا کہ تمھیں کیا شکایت ہے اور کب سے ہے۔ ان باتوں کو جب طول ہوا اور شریک نے دیکھا کہ مسلم نہیں نکلے اونھیں خوف ہوا کہ یہ موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے تو یہ شعر پڑھنے لگے۔

ما تنظرون بسلمیٰ ان تحیوھا

اسقونیھا وان کانت بھا نفسی

یعنی سلمیٰ کو سلام کرنے میں تمھیں اب کیا انتظار ہے۔ مجھے پلا دو اس میں جان بھی میری جائے تو جائے۔

شریک نے دو تین دفعہ اسی شعر کو پڑھا۔ عبید اللہ کچھ سمجھا نہیں پوچھا انکا کیا حال ہے دیکھو یہ تو ہذیان بک رہے ہیں۔ ہانی نے کہا خدا آپکا بھلا کرے ہاں یہی ان کی حالت ہے۔ طلوع صبح سے لے کر یہ وقت ہونے کو آیا۔ عبید اللہ اوٹھا اور چلا گیا۔ اب مسلم باہر آئے شریک نے پوچھا اوسے تم نے کیوں

نہ قتل کر ڈالا۔ کہا دو امر مانع ہوئے ایک تو یہ کہ ہانی کو گوارا نہ ہوا کہ اونکے گھر میں یہ امر واقع ہو دوسری بات یہ ہوئی کہ لوگ نبی صلعم سے یہ روایت کرتے ہیں کہ اچانک قتل کرنے کو ایمان مانع ہے اور مومن کو اچانک قتل کرنا نہ چاہئے۔ ہانی نے کہا واللہ اوسے قتل کرتے تو ایک بڑے فاسق و فاجر اور کافر وغادر کو قتل کرتے۔ مگر مجھی کو گوارا نہ تھا کہ میرے گھر میں اوسے قتل کرو۔ شریک بن اعور اس کے بعد تین دن اور زندہ رہے پھر مر گئے عبیداللہ نے اون کی نماز پڑھی۔ مسلم و ہانی کے قتل کے بعد عبیداللہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ شریک کو بیماری میں جو شعر پڑھتے ہوے اوس نے سنا تھا وہ مسلم کو آمادہ کر رہے تھے کہ نکلیں اور اسے قتل کریں۔ یہ سنکر عبیداللہ نے کہا میں اب کسی عراقی کے جنازہ پر نماز نہ پڑھونگا۔ اور واللہ اگر زیاد کی قبر وہاں نہ ہوتی تو میں شریک کی قبر کھدوا ڈالتا۔ غرض شریک کے مرنے کے بعد مسلم بن عوسجہ معقل کو مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے اور اوس کا سب حال بیان کر دیا۔ ابن عقیل نے اوس سے بیعت لی اور ابو ثمامہ صائدی کو حکم دیا کہ معقل جو مال گزرانتا ہے لے لیں۔ یہ خدمت انھیں کے سپرد تھی کہ مال پر قبضہ کرتے تھے بعض لوگوں کی اوس سے اعانت کرتے تھے ہتیار خریدتے تھے۔ اور اس کام میں بڑی نظر رکھتے تھے۔ شجاعان عرب و بزرگان شیعہ سے تھے۔ معقل سب سے پہلے یہاں کی صحبت میں آتا تھا اور سب کے آخر میں جاتا تھا تمام خبریں سناکرتا تھا اور تمام اسرار کو جانتا تھا اور جا جا کر ابن زیاد کے کان میں پھونکتا تھا۔ ہانی پہلے ابن زیاد کے پاس صبح و شام جایا کرتے تھے۔ جب مسلم ان کے یہاں آکر اوترے تو اونھوں نے وہاں کی آمد و رفت ترک کر دی خود کو بیمار ڈالا نکلنا موقوف کر دیا۔ ابن زیاد نے ان کے بلانے کے لئے محمد بن اشعث و اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج زبیدی کو روانہ کیا۔ ابن حجاج کی بہن رَوعہ ہانی کی زوجہ تھیں یحیٰی بن ہانی انھیں کے بطن سے تھا۔ کہتے ہیں اسماء اس بات سے بے خبر تھا کہ ابن زیاد نے ہانی کو کیوں بلایا ہے لیکن محمد بن اشعث اوس کے ارادہ سے واقف تھا۔ یہ سب لوگ جب ہانی کو لے کر پہنچے ہیں تو

ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بھی موجود تھے۔ اور اسی دن ابن زیاد نے ام نافع بنت عمارہ کے ساتھ شادی کی تھی شریح کی طرف دیکھ کر ابن زیاد نے یہ شعر پڑھا۔

"میں اوس سے سلوک کا ارادہ کرتا ہوں وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اپنے دوست مرادی کے لئے میرا یہ عذر سن رکھو"

پھر ہانی سے پوچھا کیوں ہانی امیرالمومنین اور عامۂ مسلمین کے لئے تمھارے گھر میں یہ کیسے سامان ہو رہے ہیں۔ مسلم کو اپنے گھر میں تم نے رکھا اون کے لئے ہتیار اور مردان جنگی اور اور گھروں میں بھی تم نے مہیا کئے۔ ہانی نے انکار کیا تو اوس نے معقل کو سامنے بلا کر کھڑا کر دیا۔ ہانی مجبور ہو گئے اونھوں نے صاف صاف سب حال بیان کر دیا۔ کہ مسلم خود سے میرے گھر میں چلے آئے اور اون کے متعلق جو کچھ تم نے سنا وہ سب صحیح ہے۔ اب مجھ سے جیسا عہد و پیمان تم چاہو لے لو کہ میں تمھارے ساتھ کوئی برائی نہیں کرنے کا۔ اگر کہو تو بطور یرغمال تمھارے پاس کسی کو رکھ دوں اتنے دیر کے لئے کہ میں یہاں سے جا کر مسلم سے کہدوں کہ میرے گھر سے جہاں اونکا جی چاہے چلے جائیں۔ تاکہ میں ذمہ داری سے بری ہو جاؤں" ابن زیاد نے کہا واللہ جب تک مسلم کو میرے پاس نہ لاؤ تم ہرگز یہاں سے جا نہیں سکتے۔ کہا واللہ میں ہرگز اون کو تمھارے پاس نہیں لاونگا۔ اپنے مہمان کو تمھارے پاس لاؤں کہ تم قتل کرو۔ کہا واللہ تمھیں لانا ہوگا۔ کہا واللہ میں نہیں لاونگا۔ جب تکرار بڑھ گئی تو مسلم باہلی اوٹھ کھڑا ہوا۔ اوس وقت تک کوفہ میں اوس کے سوا کوئی شامی یا بصری نہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہانی اپنی بات کی پیچ کر رہے ہیں۔ اور مسلم کے حوالہ کر دینے میں ابن زیاد کی بات نہیں سنتے۔ کہا خدا امیر کا بھلا کرے ذرا ہانی سے مجھے گفتگو کر لینے دو۔ اور ہانی سے کہا ذرا اوٹھ کر ادھر آؤ میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہانی اوٹھے اور ابن زیاد سے علیحدہ تخلیہ میں اوس سے گفتگو کرنے لگے۔ اب بھی یہ دونوں اوس سے قریب تھے اوس کے سامنے ہی تھے۔ جب دونوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو وہ سن سکتا تھا۔ جب آہستہ بات کرتے تھے تو نہیں سن سکتا تھا۔ مسلم نے کہا

اے ہانی خدا کے واسطے اپنے کو قتل نہ کرو اپنی قوم اور برادری والوں پر بلا نہ لاؤ۔ واللہ مجھے تمہارے قتل ہونے کا افسوس ہوتا ہے لا اور ہائے اپنے دل میں سمجھ رہے تھے کہ برادری کے لوگ اب آتے ہی ہوں گے۔ اوس نے کہا یہ شخص (ابن عقیل) ان لوگوں کے بنی اعمام سے ہیں نہ کوئی اونھیں قتل کریگا نہ کسی طرح کا ضرر اون کو پہنچے گا۔ اونھیں ان کے حوالے کردو۔ اس میں تمہارے لئے نہ کوئی رسوائی ہے نہ کوئی منقصت ہے۔ تم تو اونھیں حاکم وقت کے حوالے کرو گے۔" ہانی نے کہا نہیں واللہ میری بڑی ذلت و رسوائی ہے۔ میں زندہ موجود ہوں صحیح سلامت ہوں دیکھتا ہوں سمجھتا ہوں دست و بازو میں طاقت رکھتا ہوں میرے اعوان و مددگار بہت ہیں۔ پھر بھی جسے میں نے پناہ دی ہے جو میرا مہمان ہے اوسے حوالے کردوں۔ واللہ اگر میں اس وقت تنہا ہوتا بے یار و مددگار ہوتا جب بھی اپنی جان جب تک نہ دے دیتا اوس وقت تک اوسے حوالے نہ کرتا۔" ہانی اون کو قسمیں دیے جاتا تھا اور وہ کہے جاتے تھے واللہ میں کبھی حوالے نہ کرونگا۔ عبید اللہ نے یہ بات سنی کہا اوسے میرے قریب لاؤ۔ ہانی کو لوگ اوس کے قریب لے گئے۔ کہا اوسے میرے پاس لا نہیں تو واللہ تیری گردن مارونگا۔" ہانی نے کہا پھر تو یہاں تلواریں بھی بہت چمک جائیں گی۔" کہا کہ افسوس ہے تیرے حال پر مجھے تلواروں سے ڈراتا ہے" ہانی کو یہی خیال تھا کہ اون کی برادری کے لوگ اونھیں اب بچالیں گے۔ ابن زیاد نے کہا میرے قریب اوسے لاؤ۔ قریب لائے تو۔ اون کے چہرہ کو لکڑی کے نیچے دھر لیا۔ ناک اور پیشانی اور رخسار پر متصل لکڑیاں مارے جاتا تھا کہ ناک کے ٹکڑے اوڑ گئے۔ کپڑے اون کے خون میں ڈوب گئے۔ رخساروں کا گوشت اور ماتھے کا اون کی ڈاڑھی پر لٹک آیا آخر لکڑی ٹوٹ گئی۔ ہانی نے ایک سپاہی کی تلوار پر ہاتھ ڈالا تھا مگر اوس نے اون کے ہاتھ سے قبضہ کو چھڑا لیا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا ہر وقت فتنہ و فساد ہے۔ تو نے اپنا خون مباح کردیا۔ اب تجھے قتل کرنا ہمیں مباح ہوگیا۔ اسے پکڑو۔ کسی حجرہ میں لے جاکر ڈال دو دروازہ بند کردو اور پہرہ بٹھادو۔ جو اوس نے حکم دیا تھا وہی کیا گیا۔ اب اسماء بن خارجہ

اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا ہر وقت مکر و دغا!۔ تونے ہمیں حکم دیا کہ ہانی کو لیکر آئیں جب ہم لائے اور گھر کے اندر اونھیں پہنچا دیا تو چہرہ اون کا تونے زخمی کر دیا اونکے خون سے اون کی ڈاڑھی کو تونے رنگ دیا اور اون کے قتل کرنے کو بھی کہہ رہا ہے" عبید اللہ نے کہا لو۔ تم بھی یہاں موجود ہو۔ پھر سپاہیوں سے کہہ دیا اوس کو بھی مارا پیٹا سزا دی پھر قید کر دیا۔ مگر محمد بن اشعث کہنے لگا ہم تو امیر کی رائے پر راضی ہیں۔ ہمارے لئے بہتری اوس میں ہو یا برائی۔ سزا دینا امیر کا کام ہے۔ عمرو بن حجاج کو یہ خبر پہنچی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ وہ بنی مذحج کو ساتھ لئے ہوئے آیا۔ قصر کو گھیر لیا۔ اور پکار کے کہا میں عمرو بن حجاج ہوں اور میرے ساتھ بنی مذحج کے شرفا و سرہنگ ہیں۔ ہم نے طاعت سے روگردانی نہیں کی ہے۔ ہم نے جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑا ہے۔ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ ہمارا رئیس قتل کیا جاتا ہے۔ اور یہ امر ہم کو سخت ناگوار گذرا ہے۔ عبید اللہ سے لوگوں نے کہا کہ بنی مذحج دروازہ پر کھڑے ہیں۔ اوس نے قاضی شریح سے کہا اون کے رئیس کو جاکر دیکھ لو اور اون سے باہر جاکر کہہ دو کہ" وہ زندہ ہے۔ کسی نے قتل نہیں کیا ہے۔ میں خود دیکھ کر آیا ہوں" غرض شریح نے جاکر اون کو دیکھا وہ خود بیان کرتے ہیں" مجھے دیکھ کر ہانی نے کہا دہائی ہے خدا کی اور مسلمانوں کی کیا میری برادری والے مر گئے۔ ورنہ وہ اہل دین و اہل شہر کیا ہو گئے۔ سب مجھے اپنے دشمن اور دشمن کے بیٹے کے ساتھ چھوڑ کر گم ہو گئے۔ اور اس وقت خون اون کی ڈاڑھی پر جاری تھا۔ کہ قصر کے دروازہ پر کھٹ پٹ کی آواز سنائی دی۔ اور میں وہاں سے نکلا اور ہانی میرے پیچھے پیچھے آکر کہنے لگے۔ شریح! یہ بنی مذحج کے آوازیں ہیں یہ سب مسلمان میرے شیعہ ہیں۔ دس آدمی بھی ان میں سے مجھ تک پہنچ جائیں تو مجھے چھڑا لے جائیں" میں نکل کے اون لوگوں کے سامنے گیا۔ عبید اللہ نے میرے ساتھ اپنے اہل شرطہ میں سے جو ہر وقت اوس کے سامنے موجود رہتے تھے حمید بن بکر احمری کو کر دیا تھا۔ اور بخدا اگر یہ شخص میرے ساتھ نہ ہوتا تو ہانی کے برادری والوں کو اون کا پیام میں ضرور پہنچا دیتا۔ غرض جب میں نکل کر اون کے سامنے گیا تو میں نے کہا" امیر کو تم لوگوں کے یہاں

آنے کی خبر ہوئی اور اپنے رئیس کے باب میں جو کچھ تمہارا خیال ہے اوسے معلوم ہوا تو مجھے حکم دیا کہ تمہارے رئیس کے پاس جاؤں۔ میں اون کے پاس گیا اور اونھیں دیکھ آیا تو مجھے یہ حکم دیا کہ تم سے مل کر تمھیں مطلع کردوں کہ وہ زندہ ہیں۔ اون کے قتل ہونے کی خبر جو تمھیں پہنچی ہے وہ غلط ہے" یہ سنکر عمرو نے اور اوس کے ساتھ والوں نے کہا۔ شکر خدا کا کہ وہ قتل نہیں ہوے۔ اور سب چلے گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ عبیداللہ نے ہانی کو جب مارا ہے اور قید کیا ہے تو اندیشہ اوسے ہوا کہ لوگ اوس پر حملہ کریں گے۔ وہ تمام اپنے اہل شُرطہ اور خادموں اور شہر کے رئیسوں کے ساتھ نکلا۔ منبر پر گیا۔ حمد و ثنائے الٰہی بجالایا اوس کے بعد کہا ایھا الناس خدا کی اور اپنے آئمہ کی طاعت کو نہ چھوڑو۔ اختلاف و افتراق سے بچے رہو۔ کہ اس میں ہلاک ہو گے۔ ذلیل ہو گے۔ قتل ہو گے جفائیں سہو گے۔ محروم رہو گے۔ بھائی تمہارا وہی ہے جو تم سے سچ بات کہہ دے۔ اور سنو جس نے جتا دیا پھر اوس پر الزام نہیں ہے" منبر سے اوترا چاہتا تھا مگر ابھی اوترا نہ تھا۔ کہ خرما فروشوں کی طرف سے بازاری لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے "ابن عقیل آگئے" "ابن عقیل آگئے" یہ دیکھتے ہی عبیداللہ دوڑ کر قصر میں چلا گیا اور سب دروازے بند کر لئے۔ عبداللہ بن حازم کہتے ہیں کہ ابن عقیل نے قصر کی طرف مجھے بھیجا تھا کہ دیکھوں ہانی پر کیا گذری۔ جب ہانی کو عبیداللہ نے مارا اور قید کر لیا تو میں اپنے گھوڑے پر چڑھا اور گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی نے مسلم بن عقیل کو خبر پہنچائی قبیلہ مراد کی عورتیں جمع ہو گئی تھیں فریاد و واویلا کر رہی تھیں کہ میں نے مسلم سے سب حال بیان کر دیا۔ اس وقت مسلم کے گرداگرد تمام مکانوں میں اون کے چار ہزار اصحاب بھرے ہوے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار آدمی اون سے بیعت کر چکے تھے۔ مسلم نے مجھے حکم دیا کہ میرے انصار میں یامنصور اَمِتْ۔ کہکر پکار دو۔ میں نے پکار کر کہا یامنصور اَمِتْ۔ اسی کو اہل کوفہ بھی پکار پکار کر کہنے لگے۔ سب کے سب مسلم کے پاس جمع ہو گئے۔ مسلم نے ارباعِ کوفہ میں سے بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم

عبیداللہ بن عمرو کندی کو دیا۔ اور کہا تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔
قبیلۂ مذحج و بنی اسد کا علم مسلم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیا اور کہا تم پیادوں کو
لے کر میدان میں اترو یہ فوج تمھارے حوالے ہے۔ اور تمیم و ہمدان کی جمعیت کا علم
ابن ثمامہ صائدی کو دیا۔ اور اہل مدینہ کا علم عباس بن جعدہ جدلی کو دیا۔ اب
وہ قصر کی طرف چلے۔ ابن زیاد کو جو مسلم کے ادھر آنے کی یہ خبر پہنچی تو اوس نے
قصر میں اپنی حفاظت کا اہتمام کیا اور سب دروازے مستحکم بند کر لئے۔ عباس جدلی
کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی ابن عقیل کے ساتھ چلے تھے جب قصر تک پہنچے ہیں تو
تین سو رہ گئے تھے۔ مسلم قبیلہ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اوسے گھیر لیا۔
پھر لوگ آنے لگے اور جمع ہونے لگے۔ ہمیں تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ لوگوں سے
اور بازاریوں سے مسجد بھر گئی۔ اور شام تک سب جمع ہوتے چلے گئے۔ عبیداللہ
بہت مضطرب ہو گیا بڑا سبب یہ تھا کہ دروازہ قصر کے سوا کوئی اوس کے لئے
پناہ نہ تھی۔ کل تیس سرہنگ اہل شرطہ میں سے اوس کے پاس تھے۔ اور بیس
شخص اشراف شہر اور گھر کے لوگ اور نوکر چاکر ملا کر تھے۔ قصر کا جو دروازہ رومی
محلہ کے متصل تھا اودھر سے ابن زیاد کے پاس اشراف شہر آمد و رفت کرتے تھے۔
ابن زیاد کے پاس جو لوگ تھے یہ بلند ہو ہو کر اوس ہجوم کو دیکھتے تھے اور ڈرتے
تھے کہ وہ کہیں پتھر نہ ماریں گالیاں نہ دیں اور اون کا یہ حال تھا کہ عبیداللہ کو
اور اوس کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ عبیداللہ نے کثیر بن شہاب
حارثی کو بلا کر حکم دیا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ اوس کی اطاعت میں ہیں اونھیں ساتھ
لے کر کوفہ میں پھرے۔ اور ابن عقیل کا ساتھ چھوڑنے پر لوگوں کو آمادہ کرے۔
اون کو جنگ کا خوف دلائے۔ اون کو عقوبت شاہی سے ڈرائے۔ اور محمد بن
اشعث کو حکم دیا کہ کندہ و حضرموت کے جو لوگ اوسکی اطاعت میں ہیں اون کو
ساتھ لے کر نکلے اور ایک علم بلند کر دے کہ جو شخص اس طرف آ جائے اوسے
امان ہے۔ اسی طرح کے احکام قعقاع اور شبث اور حجار اور شمر ذی الجوشن کو
دیے۔ اور روسائے قوم جو اوس کے پاس موجود تھے اون کو روک رکھا کہ وہاں
سے نکلنے نہ پائیں اس لئے کہ امیر کے پاس بہت کم لوگ ہیں۔ کثیر لوگوں کے اغوا کرنیکے لئے

نکلا اوس نے دیکھا بنی کلب کا ایک شخص عبدالاعلی مسلح ہو کر کچھ لوگوں کے ساتھ ابن عقیل کے پاس جایا چاہتا ہے کثیر نے اوسے گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس لے کر آیا۔ اوس نے ابن زیاد سے کہا میں تو تیرے ہی پاس آتا تھا۔ یہ سنکر اوس نے جواب دیا ہاں تو نے وعدہ بھی مجھ سے کیا تھا۔ پھر حکم دیا کہ اسے قید کرلو۔ ابن اشعث قصر سے نکل کر محلہ بنی عمارہ میں آکر ٹھہرا اوس نے دیکھا عمارہ بن صلحب ہتھیار لگائے ہوئے ابن عقیل کے پاس جایا چاہتا ہے۔ ابن اشعث نے اوسے گرفتار کرکے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اوس نے قید کرلیا۔ ابن عقیل نے محمد بن اشعث کے مقابلہ میں عبدالرحمن شبامی کو مسجد سے روانہ کیا۔ اس ہجوم کو دیکھکر ابن اشعث روگردانی کرنے لگا اور پیچھے ہٹنے لگا۔ اور قعقاع نے ابن اشعث کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے عرار کی طرف سے ابن عقیل پر حملہ کیا وہ اوس مقام سے پیچھے ہٹ گئے۔ ابن اشعث مرومی محلہ کی طرف سے ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ جب کثیر اور محمد بن اشعث اور قعقاع اپنی اپنی برادری کے لوگوں میں سے جنھوں نے ان کی بات سنی اونھیں ساتھ لئے ہوے ابن زیاد کے پاس مجتمع ہو کر آئے تو کثیر نے اوس سے کہا اور یہ سب کے سب ابن زیاد کے خیرخواہوں میں تھے۔ کہ خدا بھلا کرے امیر کا اس وقت آپکے قصر میں بہت لوگ آپ کے پاس موجود ہیں۔ اشراف شہر اہل شرطہ آپ کے گھر والے اور تمام خدام آپ کے۔ ہم سب کو لے کر آپ ان لوگوں کے مقابلہ میں باہر نکلیے۔ عبیداللہ نے اوس کا کہنا نہ مانا۔ اور شبث بن ربعی کو علم دے کر باہر نکالا۔ ابن عقیل کے ساتھ جو لوگ تھے وہ شام تک تکبیر کہتے رہے اور ہجوم کرتے رہے اور اون کا حملہ بہت شدید ہوگیا۔ اب عبیداللہ نے اشراف شہر کو بلا کر جمع کیا اور اون سے کہا بلندی پر چڑھ کر ان لوگوں کے سامنے جاؤ۔ اور ان میں سے جو اطاعت کریں اونھیں انعام و اکرام کا امیدوار کرو۔ اور جو نافرمانی کریں اون کو محروم رہنے اور سزا پانے کا خوف دلاؤ۔ اور ان کو آگاہ کردو کہ ان کے لئے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔ غرض اشراف شہر بلندی پر چڑھکر سب کے سامنے آئے اور سب سے پہلے کثیر بن شہاب نے تقریر کی آفتاب غروب ہونیکو تھا

جب تک وہ کہتا ہی رہا کہ "لوگو اپنے اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ۔ شر و فساد میں جلدی نہ کرو۔ خود کو اپنے ہاتھوں قتل نہ کراؤ۔ دیکھو امیر المومنین یزید کی فوجیں چل چکی ہیں۔ سنو امیر نے خدا سے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر تم اوس سے جنگ پر آمادہ رہے اور اسی شام کو یہاں سے واپس نہ ہوے تو تمھاری ذریت کو عطا سے محروم کر دے گا۔ اور تمھارے جنگ جو لوگوں کو غزوات اہل شام میں متفرق کر دے گا۔ برے کی جگہ اچھے کو غائب کی عوض میں حاضر کو گرفتار کرلیگا۔ جس جس نے نافرمانی کی ہے اون میں بے سزا دیے ایک کو بھی نہ چھوڑے گا" اور تمام اشراف شہر نے بھی اسی طرح کی تقریر کی۔ ان کی گفتگو سن سن کر لوگ منتفرق ہونے لگے۔ اور واپس جانے لگے۔ ایک ایک عورت اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتی تھی اور کہتی تھی تم یہاں سے چلو اتنے لوگ ہیں یہ سمجھ لیں گے۔ کوئی مرد اپنے بیٹے یا بھائی کے پاس آتا تھا اور کہتا تھا کل اہل شام آجائیں گے تو تم اون سے کیونکر جنگ کر سکو گے چلو یہاں سے اور وہ اوس کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ اسی طرح لوگ منتفرق و پراگندہ ہوتے رہے۔ شام تک ابن عقیل کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ مسجد میں نہ تھے۔ حد ہو گئی کہ نماز مغرب میں بھی ابن عقیل کے ساتھ تیس شخصوں سے زیادہ شریک نہ تھے۔ جب اونھوں نے یہ دیکھا کہ شام ہو گئی اور اون کے ساتھ بھی چند شخص رہ گئے ہیں۔ تو وہ نکلے اور ابواب کندہ کی طرف متوجہ ہوے۔ دروازہ تک پہنچے تھے کہ دس ہی آدمی رہ گئے۔ دروازہ سے باہر جو نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ اب جو مڑ کر دیکھتے ہیں تو کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ راستہ بتائے۔ یا کسی گھر میں لے جائے یا دشمن کا سامنا ہو جائے تو ان کے آڑے آئے۔ یہ منھ اوٹھائے ہوے چلے۔ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ یہ بھی نہ معلوم تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ جاتے جاتے بنی جَبَلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا۔ یہ اشعث بن قیس کی ام ولد تھی۔ اوس نے جب آزاد کر دیا تو اُسید حضرمی نے اوس سے عقد کر لیا۔ بلال اُس کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ بلال بھی لوگوں کے ساتھ اس ہنگامہ میں گیا ہوا تھا۔ ماں دروازہ پر کھڑی ہوی اوس کا انتظار کر رہی تھی۔ ابن عقیل نے

او سے سلام کیا۔ اوس نے جواب سلام دیا۔ ابن عقیل نے کہا نیک بخت تھوڑا پانی مجھے پلا۔ اوس نے پانی لاکر پلا دیا مسلم وہیں بیٹھ گئے۔ عورت پانی کا برتن رکھ کر پھر باہر آئی۔ کہنے لگی۔ بندۂ خدا کیا پانی تو نے نہیں پیا؟ کہا کہ ہاں پیا۔ کہا اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ مسلم چپ ہو رہے۔ اتنے میں وہ پھر باہر آئی اور وہی بات پھر کہی۔ اب بھی مسلم چپ رہے تو اوس نے کہا سبحان اللہ۔ اے بندۂ خدا اب اپنے گھر جا خدا تیرا بھلا کرے۔ میرے دروازہ پر تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں۔ میں اسکی اجازت نہیں دیتی۔ یہ سن کر مسلم اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا اے نیک بخت اس شہر میں میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے نہ برادری والے ہیں۔ تم کچھ نیکی کرو اور ثواب کماؤ شاید میں کبھی اسکا عوض بھی کر دوں گا۔ اوس نے کہا اے شخص یہ کیا تم کہہ رہے ہو۔ کہا میں مسلم بن عقیل ہوں لوگوں نے مجھ سے دغا کی مجھے دھوکا دیا۔ پوچھا کیا تمہیں مسلم ہو۔ کہا کہ ہاں۔ اب اوس نے کہا اندر چلے آؤ اور ایک حجرہ میں اونھیں کر دیا۔ یہ حجرہ اوس حجرہ کے علاوہ تھا جس میں وہ خود رہا کرتی تھی۔ اون کے لئے اوس نے فرش کر دیا کھانا لے کر آئی۔ مسلم نے کچھ نہیں کھایا۔ اتنے میں اوسکا بیٹا آگیا۔ اوس نے ماں کو دیکھا کہ بار بار اوس حجرہ میں جاتی آتی ہے۔ کہنے لگا تیرے اس حجرہ میں بار بار آنے جانے سے مجھے شک ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے اوس نے کہا بیٹا یہ بات نہ پوچھو اسے جانے دو۔ اوس نے کہا میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا دو۔ کہنے لگی بیٹھ اپنا کام کر مجھ سے کچھ نہ پوچھ۔ وہ بہت اصرار کرنے لگا تو اس نے کہا بیٹا دیکھ جو میں کہتی ہوں اوس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ پھر اوس سے قسم لی اور اوس نے قسم کھائی تو ماں نے بیٹے سے حال بیان کر دیا۔ یہ سن کر وہ لیٹ رہا اور چپ ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک آوارہ شخص تھا بعض کہتے ہیں اپنے ساتھ والوں میں بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔ جب زیادہ دیر ہو گئی اور ابن زیاد نے دیکھا کہ اصحاب مسلم کی آوازیں جس طرح پہلے سنائی دیتی تھیں اب نہیں سنائی دیتیں تو اپنے اصحاب سے کہا کوٹھے پر جا کے دیکھو تو اون لوگوں میں کا اب بھی کوئی شخص دکھائی دیتا ہے۔ لوگوں نے جا کر دیکھا کسی کو بھی نہ پایا۔ ابن زیاد نے کہا دیکھو سائبانوں کے نیچے چھپے ہوئے تمہاری گھات میں

نہ بیٹھے ہوں۔ یہ سن کر لوگ مسجد کے صحن میں جو دالان (قصر کے متصل) بنے ہوئے تھے اون کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ اور اون کے ہاتھ میں مشعلیں تھیں جھکا جھکا کر دیکھتے تھے کہ سائبانوں میں کوئی ہے تو نہیں۔ مشعلیں کبھی روشنی دیتی تھیں کبھی اچھی طرح جلتی نہ تھیں تو لوگوں نے قندیلوں کو لٹکایا۔ اور کھجیوں کے ٹکڑے رسیوں میں باندھ باندھ کر آگ لگادی پھر زمین تک اوسے لٹکا دیا۔ دور کے قریب کے درمیان کے سب سائبانوں کی اسی طرح دیکھ بھال کی۔ بلکہ جس سائبان میں منبر تھا اوسے بھی اسی طرح دیکھ بھال لیا جب وہاں کسی کو نہ پایا تو ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی۔ اب اوس نے مسجد کی طرف کا دروازہ کھولا۔ قصر سے نکلا۔ منبر پر گیا۔ اوس کے رفقا بھی اوس کے ساتھ آئے۔ اس نے حکم دیا کہ وہ لوگ اسے گھیر کر بیٹھیں۔ وقت عشا سے ذرا پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ اب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ ندا کردے کہ کوئی شخص ہو خواہ اہل شرط میں سے خواہ اہل کاروں میں سے یا معتمدوں میں سے یا سرداروں میں سے اگر نماز عشا مسجد میں آکر نہ پڑھے تو اوس کے لئے امان نہیں ہے"۔ ساعت کی ساعت میں مسجد لوگوں سے بھر گئی۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ نماز کے لئے پکارے۔ اس وقت حصین بن تمیم نے ابن زیاد سے کہا جی چاہے تم خود لوگوں کو نماز پڑھاؤ یا یہ ہو کہ کوئی اور نماز پڑھائے اور تم اندر جاکر قصر میں نماز پڑھو۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے تمہارا کوئی دشمن تم پر حملہ نہ کر بیٹھے"۔ کہا میرے سپاہیوں سے کہہ دو جس طرح میرے پیچھے کھڑے رہتے ہیں اوسی طرح کھڑے رہیں اور تم خود ان کے درمیان پھرتے رہو۔ میں اس وقت تو قصر میں نہ جاؤں گا"۔ اوس نے سب کے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ پھر کھڑے ہو کر حمد و ثنائے الٰہی بجالایا پھر کہا ابن عقیل احمق جاہل نے جو مخالفت و سرکشی کی ہے وہ تم نے دیکھی اب جس شخص کے گھر میں اوس کو میں پاؤں گا خدا کی طرف سے اوس کے لئے امان نہیں۔ اور جو شخص اوس کو لے آئیگا اوس کا خوں بہا اوسے انعام میں ملیگا۔

لہ ابن اثیر نے اس فقرہ کو چھوڑ دیا ہے نسخہ طبری کی عبارت یہ ہے (فضرعوا بجانح للمسجد)

بندگان خدا ڈرتے رہو۔ اپنی طاعت و بیعت کو نہ چھوڑو۔ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو۔ حُصین بن نمیم تو سن رکھ اگر کوفہ کی کسی گلی کے دروازہ سے صبح کو آمد و رفت ہوئی یا یہ شخص نکل گیا اور تو اوسے میرے پاس لے کر نہ آیا تو تیری موت ہی آجائے گی۔ میں تجھ کو اہل کوفہ کے گھروں پر مسلط کرتا ہوں۔ گلیوں کے نکاس پر نگاہبان مقرر کردے۔ اور صبح ہوتے ہی جا سب گھروں کی تلاشی لے۔ گھروں کے اندر تفحص کر۔ اور کسی نہ کسی طرح اس شخص کو میرے پاس لا۔ حصین بنی تمیم سے تھا اور ابن زیاد کے اہل شرط میں سرکردہ تھا۔ یہ کہکر ابن زیاد اوترا اور قصر میں چلا گیا۔ عمرو بن حُریث کو ایک علم دیکر ابن زیاد نے لوگوں پر حاکم مقرر کردیا تھا۔ صبح ہوئی تو اپنے مقام پر آکے بیٹھ گیا۔ لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ آئے بھی سب لوگ۔ محمد بن اشعث بھی آیا۔ تو ابن زیاد کہنے لگا۔ اس شخص کا کیا پوچھنا جس پر بدگمانی و خیانت کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر اپنے پہلو میں اوسے بٹھا لیا۔ اوس ضعیفہ کا بیٹا بلال ابن اسید جسکی ماں نے مسلم کو گھر میں رکھ لیا تھا صبح ہوتے ہی محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمن کے پاس پہنچا اور اوس سے کہہ دیا کہ مسلم میری ماں کے یہاں ہیں۔ عبدالرحمن اپنے باپ کے پاس آیا وہ ابن زیاد کے یہاں تھا اوس سے چپکے چپکے سب حال بیان کردیا۔ ابن زیاد نے پوچھا بتاؤ تمھارے بیٹے نے کیا باتیں کیں۔ اوس نے کہا مسلم ہمارے ہی گھروں میں سے ایک گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے چھڑی لے کر اوس کے پہلو میں چبھوئی۔ اور کہا اوٹھو ابھی میرے پاس اوسے لیکر آؤ۔ ابن اشعث اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور ابن زیاد نے عمرو بن حریث سے جو کہ مسجد میں اسکی جانشینی کررہا تھا کہلا بھیجا کہ بنی قیس میں کے ساٹھ یا ستر آدمی ابن اشعث کے ساتھ کردے۔ ابن اشعث کے ساتھ اوسی کے خاندان والوں کا بھیجنا ابن زیاد اچھا نہ سمجھا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ ہر قوم کے لوگ مسلم کے سے شخص کا اپنے یہاں گرفتار ہوجانا گوارا نہ کریں گے۔ اوس نے عمرو بن عبیداللہ سلمی کے ماتحت ساٹھ یا ستر شخص بنی قیس کے کردیے۔ اور یہ سب ابن اشعث کے ساتھ

لہ ان صاح باب سِکّۃ من سکک الکوفۃ، لغت میں ہے یقال «لقیتہ قبل کل صیح ونفر»، اذا لقیتہ قبل طلوع الفجر ۱۲

اوس گھر پر پہنچے جس میں مسلم تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپ اور لوگوں کی آوازیں سنکر مسلم سمجھ گئے کہ مجھ پر دوڑ آگئی۔ یہ تلوار لے کر اون لوگوں کی طرف بڑھے اور وہ لوگ گھر میں گھس پڑے۔ مسلم نے تلواریں مار مار کر سب کو گھر سے نکال دیا۔ اونھوں نے پھر پلٹ کر حملہ کیا اور مسلم نے بھی اوسی طرح مقابلہ کیا۔ بکیر بن حُمران احمری اور مسلم میں تلوار چلنے لگی۔ بکیر نے مسلم کے منھ پر تلوار ماری اوپر والا ہونٹ اون کا کٹ گیا نیچے کا ہونٹ بھی زخمی ہوا سامنے کے دو دانت گر گئے۔ مسلم نے اوس کے سر پر کاری زخم لگایا پھر دوسری تلوار اوس کے کاندھے پر اس زور سے لگائی کہ سینہ تک اوتر گئی ہوتی۔ یہ حالت دیکھکر سب لوگ مکان کی پشت پر سے بلند ہوکر اون پر پتھر برسانے لگے۔ اور بانس کی پھپٹیاں آگ سے دہکتی ہوئی مکان کی چھت پر سے اون پر ڈالنے لگے۔ یہ دیکھکر مسلم تلوار کھینچے ہوئے گلی میں اون سے لڑنے کو نکل آئے اور قتال میں مصروف ہوگئے۔ ابن اشعث نے سامنے آکر کہا اے شخص تمھارے لئے امان ہے۔ تم کیوں اپنے کو خود قتل کر رہے ہو۔ مسلم اوسی طرح شمشیر زنی کرتے رہے۔ اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ (جس کا آخری مصرع یہ تھا) ع

"اَخافُ اَنْ اُکْذَبَ اَوْ اُغَرَّا

مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولیں گے یا مجھے دھوکا دیں گے"

ابن اشعث نے کہا کوئی تم سے جھوٹھ نہیں بولے گا کوئی تمھارے ساتھ فریب نہیں کرے گا کوئی تم کو دھوکا نہیں دے گا۔ سب لوگ تمھاری برادری کے ہیں۔ تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے نہ تم پر ہاتھ اوٹھانا چاہتے ہیں" مسلم پتھروں کی مار سے زخموں میں چور ہو رہے تھے۔ جنگ کرنے کی طاقت اون میں باقی نہ رہی تھی اور ہانپ رہے تھے۔ اسی مکان کے ایک جانب دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑے ہوگئے۔ ابن اشعث اون کے قریب آکر کہنے لگا آپ کے لئے امان ہے۔ مسلم نے کہا میرے لئے امان ہے۔ کہا کہ ہاں امان ہے۔ اور سب لوگ پکار اوٹھے کہ آپ کے لئے امان ہے۔ بس ایک سُلمی تھا کہ وہ یہ کہکر کنارہ ہوگیا کہ مجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے۔ مسلم نے کہا "اگر تم لوگ مجھ سے امان کے لئے نہ کہتے تو میں تمھارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیتا"

ایک خچر پر اون کو سوار کر دیا اور سب کے سب ہجوم کر کے آئے۔ مسلم نے تلوار گلے میں ڈال لی تھی ان لوگوں نے تلوار اون کے گلے سے نکال لی۔ اس وقت مسلم کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہوگئی۔ آنسو آنکھوں میں بھر لائے اور کہا۔ یہ پہلی دغا میرے ساتھ کی۔ ابن اشعث نے کہا مجھے امید ہے کہ تمھارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مسلم نے کہا بس امید ہی امید ہے امان جو تم نے دی تھی وہ کیا ہوئی پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور رونے لگے۔ سُلمی نے مسلم سے کہا کہ جو شخص اوس امر کا طلبگار ہو جس بات کے تم طالب تھے اوس پر تمھاری سی مصیبت پڑ جائے تو وہ تو اس طرح نہ روئے گا۔" مسلم نے کہا اگرچہ ایک چشم زدن کے لئے بھی میں اپنی جان کا تلف ہونا گوارا نہیں کرتا پھر بھی میں اپنی جان کے لئے نہیں رو رہا ہوں نہ اپنے قتل کا ماتم کر رہا ہوں۔ میں تو اپنے اون عزیزوں کے لئے رو رہا ہوں جو میرے پاس آنے والے ہیں۔ میں حسین کے اور اون کی اولاد کے لئے رو رہا ہوں" یہ کہہ کر ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے کہا اے بندۂ خدا میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکے گا۔ بھلا اتنا سلوک میرے ساتھ تو کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسین کے پاس بھیج دے۔ وہ آج ہی کل میں تم لوگوں کے پاس آنے کو روانہ ہو چکے ہوں گے اور اہل بیت بھی اون کے ساتھ ہوں گے۔ تم جو میری بے تابی دیکھ رہے ہو وہ محض اسی سبب سے ہے۔ میری طرف سے یہ پیام پہنچا دے کہ "مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ گرفتار ہو چکے ہیں یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کئے جائیں۔ آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیے۔ کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے چھٹکارا پانے کے لئے آپ کے والد مرنے کی قتل ہو جانے کی اپنے تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ آپ سے بھی جھوٹ بولے مجھ سے بھی جھوٹ بولے۔ جس کو فریب دیا اوس کی رائے کیا۔" ابن اشعث نے کہا واللہ میں ایسا ہی کرونگا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دونگا کہ تم کو میں امان دے چکا ہوں۔" ابن اشعث نے ایاس طائی کو جو کہ ایک شاعر تھا اور اس کے پاس بہت آیا جایا کرتا تھا بلا بھیجا۔ اوس سے کہا تم حسین کے پاس روانہ ہو جاؤ اور یہ خط اون کو پہنچا دو۔ خط میں جو جو باتیں مسلم نے کہی تھیں وہ سب اوس نے لکھ دیں اور کہا لو یہ زاد راہ ہے۔

یہ سامان سفر ہے۔ یہ تمھارے عیال کے دینے کے لئے بھی ہے۔ اوس نے کہا میرے پاس اونٹ نہیں ہے جو اونٹ تھا وہ ازکار رفتہ ہو چکا ہے۔ ابن اشعث نے کہا لو یہ اونٹ پالان سمیت موجود ہے سوار ہو۔ ایاس روانہ ہوا چار دن کی مدت میں منزل زبالہ میں حسین سے ملا اور خط اون کو دے دیا۔ پڑھ کر کہا جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ہے۔ اپنی جانوں کے تلف ہونے کو اور قوم کی برائی کرنے کو ہم نے خدا پر رکھا۔ مسلم ہانی کے گھر میں جب اوٹھ آئے ہیں اور اٹھارہ ہزار آدمی نے ان سے بیعت کی ہے تو عابس بن ابی شبیب کے ہاتھ حسین کو لکھ کر بھیج چکے تھے۔ "پیغامبر اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی ہے جلدی میرے خط کو دیکھتے ہی اس طرف روانہ ہو جیے۔ سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آل معاویہ سے ان کو کچھ مطلب نہیں نہ اونکی خواہش رکھتے ہیں والسلام"

ابن اشعث مسلم کو لئے ہوئے قصر کوفہ کے دروازہ پر آیا اور اذن طلب کیا۔ اذن مل گیا۔ اس نے ابن زیاد سے مسلم کا سب ماجرا اور بکیر نے جو وار ان پر کیا سب بیان کیا۔ ابن زیاد نے کہا خدا اوس کا برا کرے۔ اس کے بعد ابن اشعث نے امان دینے کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے کہا تم امان دینے والے کون۔ تم کو اس لئے میں نے نہیں بھیجا تھا کہ جا کر اون کو امان دو۔ تمھیں تو اس لئے بھیجا تھا کہ میرے پاس اون کو لے آؤ۔ ابن اشعث یہ سنکر چپ ہو رہا۔ مسلم قصر کے دروازہ پر جب پہنچے ہیں تو پیاسے تھے۔ یہاں دروازہ پر کچھ لوگ اذن کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ اون میں عمارہ بن عقبہ و عمرو بن حریث و مسلم بن عمرو و کثیر بن شہاب بھی تھا۔ قصر کے دروازہ پر ٹھنڈے پانی کی ایک مٹکی رکھی ہوئی تھی۔ مسلم نے کہا مجھے اس میں سے تھوڑا پانی پلا دو۔ ابن عمرو نے جواب دیا دیکھو کیا ٹھنڈا پانی ہے "واللہ اس میں سے ایک بوند بھی تم کو نہ ملے گی۔ آتش دوزخ کا کھولتا ہوا پانی تمھارے پینے میں آئیگا" مسلم نے پوچھا ارے تو کون شخص ہے۔ کہا "میں اوس شخص کا فرزند ہوں کہ جب تو نے حق کا انکار کیا تو اوس نے اعتراف کیا۔ جب تو نے کھوٹا پن ظاہر کیا تو اوس نے خلوص دکھایا۔ جب تو نے نافرمانی اور مخالفت کی تو اوس نے بات کو سنا اور اطاعت کی۔ میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں" مسلم نے کہا "خدا تجھسے سمجھے۔

کیسا بے رحم و بدزبان تو ہے کیسا سنگ دل و درشت طینت تو ہے۔ اے ابن باہلہ دوزخ کے عذاب دائمی اور اوس کھولتے ہوئے پانی کا زیادہ تر تو سزاوار ہے"۔ مسلم یہ کہہ کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئے۔ اور عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو بھیجا وہ ایک مٹکی میں پانی لے کر آیا اور مسلم کو پلا دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ عمارہ نے اپنے غلام قیس کو بھیجا وہ ایک مٹکی لے کر آیا اوس پر رومال پڑا ہوا تھا اور اوس کے ساتھ ایک کٹورا تھا۔ کٹورے میں پانی اونڈیل کر مسلم کو اس نے پلایا۔ یہ جب پینا چاہتے تھے کٹورا خون سے بھر جاتا تھا۔ جب تیسری دفعہ غلام نے کٹورا بھر کر دیا۔ اور مسلم نے پینے کا ارادہ کیا تو سامنے کے دونوں دانت کٹورے میں آرہے۔ مسلم نے کہا "الحمد للہ میری قسمت میں یہ پانی ہوتا تو میں پیتا" اب مسلم کو ابن زیاد کے سامنے لے گئے تو اونھوں نے اوسے سلام نہیں کیا۔ ایک سپاہی بولا۔ امیر کو سلام نہیں کرتا۔ مسلم نے کہا امیر مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا سلام کیا۔ اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو بے اشک بہت دفعہ اوسے میں سلام کرونگا"۔ ابن زیاد نے جواب دیا بے شک میں تجھے قتل کرونگا۔ مسلم نے پوچھا۔ کیا یہی بات ہے۔ کہا ہاں یہی بات ہے۔ مسلم نے کہا تو مجھے ذرا اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دے۔ یہ کہہ کر مسلم نے ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ عمر بن سعد وہاں موجود تھا۔ کہا "اے عمر مجھ میں تجھ میں قرابت ہے۔ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں۔ تجھے اوسکا پورا کرنا ضرور ہے۔ اور وہ ایک راز ہے" ابن سعد نے اوس کے سننے سے انکار کیا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اپنے ابن عم کی بات کو سننے سے انکار نہ چاہئے۔ ابن سعد اوٹھ کھڑا ہوا اور مسلم کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھا جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ مسلم نے کہا اللہ کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے جب سے میں یہاں وارد ہوا ہوں سات سو درہم قرض لے چکا یہ قرض میرا ادا کر دینا اور میری لاش کا ذرا خیال رکھنا ابن زیاد سے مانگ لینا اور دفن کر دینا اور حسین کے پاس کسی شخص کو بھیج دینا کہ اون کو واپس کر دے۔ میں تو اونھیں لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپکا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ وہ آتے ہی ہوں گے"۔ اب عمر نے ابن زیاد سے کہا۔ آپ سمجھے اونھوں نے مجھ سے کیا کہا۔ اونھوں نے مجھ سے یہ باتیں

کی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا ”بھروسے کا شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا ہاں کبھی خائن پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ تمھارا مال تو تمھارا ہے ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے جس طرح چاہو اوسے صرف کرو۔ حسین بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہ کرینگے تو ہمیں بھی اون سے کچھ مطلب نہیں۔ ہاں اگر اونھوں سنے ادھر کا ارادہ کیا تو ہم بھی اون سے باز نہ رہیں گے۔ لاش کے باب میں تمھاری سفارش کو ہم نہیں سنیں گے۔ مسلم ہماری طرف سے اس رعایت کا سزاوار نہیں ہے۔ اوس نے ہم سے جنگ کی ہماری مخالفت کی ہمارے ہلاک کرنے پر آمادہ رہا“ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے کہا اوس کی لاش سے ہمیں کیا کام جب ہم اوسے قتل کر چکے تو پھر لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔

اس کے بعد ابن زیاد نے کہا۔ ہاں ابن عقیل بتا لوگ یہاں امن کی حالت میں تھے اور سب یک زبان تھے تو اس لئے آیا کہ اون میں تفرقہ ڈالے اونھیں پریشان کر دے بعض کو بعض سے لڑوا دے۔

مسلم نے کہا ”ہرگز ایسا نہیں ہے۔ میں اس لئے نہیں آیا بلکہ اہل شہر یہ کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ان میں سے نیک لوگوں کو چن چن کے قتل کیا اون کا خون بہایا اون کے ساتھ قیصر و کسریٰ کی طرح پیش آیا۔ ہم اس لئے آئے کہ عدل کے ساتھ حکم کریں اور حکم قرآن کی طرف دعوت دیں“۔ کہا ”او بدکار تجا تو کجا یہ دعوے۔ جب مدینہ میں تو شراب پیا کرتا تھا جب تجھے یہ خیال نہ آیا کہ اون لوگوں میں عدل کرے“۔

کہا ”میں شراب پیتا ہوں! واللہ خدا خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے اور جو کچھ تو نے کہا ناواقفیت سے کہا اور میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہہ رہا ہے۔ شراب تو وہ پیے گا جو مسلمانوں کا خون پی لیا کرتا ہے۔ خدا نے جس کا قتل حرام کیا ہے اوسے قتل کرتا ہے۔ جس نے کوئی خون نہیں کیا اوس کا خون بہایا کرتا ہے۔ غضبناک ہو کر اور بغض کی وجہ سے اور بدگمان ہو کر خوں ریزی کرتا ہے۔ پھر اس طرح بھول جاتا ہے جیسے کچھ کیا ہی نہیں۔

کہا ”او بدکار تیرے دل میں وہ تمنا ہے جس سے خدا نے محروم کر دیا۔ اور

تجھے اس قابل نہ سمجھا۔

کہا۔ پھر قابل کون ہے "

کہا۔ امیر المومنین یزید "

کہا۔ ہر حالت میں شکر ہے خدا کا ہم نے اپنا اور تمہارا انصاف خدا پر رکھا "

کہا۔ شاید تیرے زعم میں ہے کہ تم لوگوں کا بھی اس امارت میں کچھ حق ہے "

کہا۔ واللہ زعم نہیں ہے بلکہ یقین ہے "

کہا۔ خدا مارے مجھے اگر میں اس طرح تجھے قتل نہ کروں کہ اسلام میں کوئی اس طرح نہ قتل ہوا ہوگا "

کہا "ہاں بے شک اسلام میں جو ظلم کبھی نہیں ہوا ادس کے ایجاد کرنے کا تو ہی سزاوار ہے۔ بری طرح قتل کرنا بری طرح سر کاٹنا بدافعالی کرنا غالب ہوکر ملامت سمیٹنا تیرا ہی حصہ ہے اور دنیا بھر میں تجھ سے بڑھ کر کوئی اسکا سزاوار نہیں ہے "

ابن سمیہ نے اب مسلم اور حسین اور علی و عقیل کو گالیاں دینا شروع کیں اور مسلم نے سکوت کیا۔ اہل تاریخ کا خیال ہے کہ ابن زیاد نے مسلم کو پانی دینے کا حکم دیا۔ ایک مٹی کے برتن میں اونھیں پانی پلایا۔ پھر اون سے کہا اس واسطے تجھے اس برتن میں پانی دیا کہ تیرے پینے سے دوسرا برتن حرام ہوجاتا۔ پھر لوگوں سے کہا۔ اسے قصر کی چھت پر لے جاؤ اور گردن مارو اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دو۔ اب مسلم نے ابن اشعث کی طرف دیکھکر کہا۔ تونے مجھے امان نہ دی ہوتی تو واللہ میں خود کو حوالہ نہ کرتا۔ اب میرے بچانے کو تلوار لے کر اوٹھ۔ تیری بات جاتی ہے۔ یہ کہہ کے ابن زیاد سے کہا واللہ اگر مجھ میں تجھ میں کچھ بھی قرابت[1] ہوتی تو مجھے تو قتل نہ کرتا۔ ابن زیاد نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جس کے سر پر اور شانہ پر مسلم نے تلوار ماری ہے۔ لوگ اوسے بلا لائے۔ کہا کوٹھے پر چڑھ جا تو ہی اوسکی گردن مار۔ مسلم کو کوٹھے پر لیکے چلے وہ تکبیر و استغفار و صلوات پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے خداوندا ہمارا اور اون لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ جنھوں نے ہمیں

---

[1] یعنی اگر زیاد ابوسفیان کی صلب سے ہوتا تو میرے تیرے برادری ہوتی ۱۲

دھوکا دیا ہم سے جھوٹ بولے ہمیں ذلیل کیا۔" قصر کی اوس جہت میں جہاں آج شتر قصاب رہتے ہیں مسلم کو لے کر گئے وہاں اون کی گردن ماری۔ اور سر کے ساتھ جسم کو بھی نیچے پھینک دیا۔ بکیر جس نے مسلم کو قتل کیا تھا کوٹھے سے اوترا تو ابن زیاد نے پوچھا اوسے قتل کر آیا بکیر نے کہا ہاں۔ پوچھا جب تم اوسے کوٹھے پر لے جارہے تھے تو کیا کہتا جاتا تھا۔ کہا "تکبیر و تسبیح و استغفار پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے قتل کرنے کو اپنی طرف اوسے کھینچا تو کہا خداوندا ہمارا اور اون لوگوں کا انصاف تیرے ہاتھ ہے۔ جو ہم سے جھوٹ بولے جنھوں نے ہمیں دھوکا دیا ہمیں چھوڑ دیا ہمیں قتل کیا۔ میں نے کہا میرے قریب آ۔ خدا کا شکر ہے کہ تجھ سے اپنا قصاص لینے کے لئے مجھے موقع دیا۔ یہ کہہ کر میں نے ایک وار کیا اور وہ بیکار گیا۔ تو مسلم نے مجھ سے کہا بندۂ خدا یہ چرکا جو تو نے دیا کیا اس میں تیرے زخم کا بدلہ نہیں ہوا؟" ابن زیاد کہنے لگا مرتے وقت بھی یہ فخر!۔ بکیر نے کہا پھر میں نے دوسرے وار میں قتل کیا محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر ہانی کے باب میں ابن زیاد سے گفتگو کی اور کہا آپ واقف ہیں ہانی کا اور اوس کے خاندان کا شہر میں اور برادری میں کیا مرتبہ ہے۔ اور اوس کی قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میں اور میرا ساتھ والا ہانی کو آپ کے پاس لے آئے ہیں۔ میں خدا کا واسطہ دیکر آپ سے کہتا ہوں کہ اوسے مجھے بخش دیجیے۔ مجھے اوس کی قوم سے عداوت مول لینا ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اہل شہر میں بہت عزت رکھتے ہیں اور ایک جماعت اہل یمن کی بھی ہے۔" ابن زیاد نے وعدہ کر لیا تھا کہ ایسا ہی کروں گا۔ جب مسلم بن عقیل کے لئے جو کچھ ہونے والا تھا ہو چکا تو اوس کی رائے بدل گئی۔ ابن اشعث سے جو وعدہ کیا تھا اوس کے پورا کرنے سے انکار کیا۔ مسلم کے قتل ہوتے ہی اوس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے کر جاؤ اور اوس کی گردن مارو۔ ہانی کو بازار میں اوس مقام پر لے گئے جہاں بکریاں بکتی تھیں۔ اون کی مشکیں بندھی ہوئی تھیں اور بار بار وہ کہتے جاتے تھے۔ کہاں ہیں بنی مذحج آج میری کمک نہیں کرتے۔ جب دیکھا کوئی کمک کو نہیں آتا تو اپنے ہاتھ کو زور سے کھینچا اور رسی میں سے نکال لیا۔ اور کہا۔ ارے کوئی عصا نہیں کوئی چھری نہیں کوئی پتھر نہیں کیا اونٹ کی

کوئی ہڈی بھی نہیں کہ انسان اوسی کو سے کر اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے"۔ یہ کہہ رہے تھے کہ لوگ اون پہ پل پڑے۔ رسّی میں پھر اونکو باندھ لیا۔ پھر اون سے کہا۔ اپنی گردن آگے بڑھاؤ۔ کہا میں ایسا سخی نہیں ہوں کہ اپنا سر دے دوں۔ میں اپنی جان لینے میں تمھاری اعانت نہیں کرنے کا"۔ اب ابن زیاد کے ایک غلام ترکی نے جسکا نام رشید تھا تلوار کا وار اون پر کیا لیکن تلوار نے کچھ کام نہ کیا۔ ہانی کہنے لگے "خدا ہی کے پاس جانا ہے۔ خداوندا اپنی رحمت و رضوان میں مجھکو لے"۔ ترکی نے دوسرے وار میں اون کو قتل کیا۔ پھر اسی غلام ترکی کو عبدالرحمن بن حصین نے مقام خازر میں ابن زیاد کے ساتھ دیکھا۔ لوگ کہہ رہے تھے دیکھو ہانی کا قاتل یہی ہے۔ یہ سنکر ابن حصین نے کہا اگر میں اس کو قتل نہ کروں یا اس کے پیچھے مار ڈالا نہ جاؤں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہتے ہی اوس پر برچھی کا وار کر کے وہیں قتل کیا۔ ابن زیاد مسلم و ہانی کو قتل کر چکا تو عبدالاعلیٰ کلبی کو بلایا۔ یہ وہی شخص ہے کثیر بن شہاب جسے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے آیا تھا۔ ابن زیاد نے اوس سے پوچھا کہ اپنا حال بیان کرے۔ اوس نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے میں اس لئے نکلا تھا کہ دیکھوں لوگ کیا کر رہے ہیں۔ کہ مجھے ابن شہاب نے گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تو اسی لئے نکلا تھا تو شدید و غلیظ قسمیں کھا کر بیان کر۔ اوس شخص نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ حکم دیا اسے جبانۂ سبیع میں لے جا کر گردن مارو۔ سب اوسے لے کر چلے اور وہاں جا کر گردن ماری۔ لوگ عمارہ بن صلخب کو محبس سے نکال کر اب لائے۔ یہ اون لوگوں میں سے تھے کہ مسلم کی نصرت کے لئے جا رہے تھے۔ ابن زیاد نے اون سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے ہو۔ اوںھوں نے کہا میں بنی ازد سے ہوں۔ کہا اسے اس کے قبیلہ میں لے جاؤ۔ اونھیں کے برادری کے سامنے اون کو لے جا کر اون کی گردن ماری۔ مسلم و ہانی کے واقعہ پر عبداللہ اسدی یا فرزوق نے چند شعر بھی کہے ہیں۔ اب مسلم و ہانی کے سروں کو ابن زیاد نے ہانی بن ابی حیہ اور زبیر بن اروح کے ساتھ یزید کے پاس بھیج دیا۔ کاتب اسکا عمرو بن نافع تھا اوسے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کا واقعہ یزید کو لکھ بھیجے۔ اوس نے بہت ہی طولانی خط لکھا۔ خط میں طول دینا اوسی منشی کا

ایجاد ہے۔ ابن زیاد نے خط کو دیکھا تو ناپسند کیا۔ کہنے لگا اس تطویل وفضول سے کیا فائدہ۔ بس یہ لکھو۔

الحمد للہ خدا نے امیرالمومنین کے حق کو محفوظ رکھا دشمن کی فکر سے اوسے بچا لیا۔ میں امیرالمومنین کو خبر دیتا ہوں کہ مسلم نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی تھی میں نے ان دونوں پر جاسوس مقرر کئے۔ کچھ لوگ فریب سے اون کے پاس بھیجے۔ اور اون سے مکر و کید کر کے آخر دونوں کو میں نے باہر نکالا۔ اور خدا کے فضل سے دونوں میرے قابو میں آ گئے۔ میں نے دونوں کی گردن ماری۔ اور اُنکے سر ہانی بن ابی حیہ و زبیر بن اروح کے ساتھ آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ یہ دونوں شخص تابع فرمان وطاعت گزار وخیرخواہ ہیں۔ امیرالمومنین جس بات کو چاہیں ان سے دریافت کریں۔ دونوں واقف کار وراست گو وصاحب فہم و پرہیزگار ہیں والسلام۔

یزید نے جواب میں لکھا۔ جو میں چاہتا تھا وہی تو نے کیا۔ تو نے عاقلانہ کام اور دلیرانہ حملہ کیا۔ مجھے مطمئن و بے فکر کر دیا۔ میں تجھے جیسا سمجھتا تھا تیری نسبت جو میری رائے تھی تو نے اپنے کو ویسا ہی ثابت کیا۔ دونوں قاصدوں کو میں نے بلا کر اون سے کچھ پوچھا کچھ رازکی باتیں کیں۔ جیسا تو نے اون کے فضل وفہم کے بارہ میں لکھا ہے۔ ویسا ہی اون کو پایا۔ نیکی کے ساتھ اون سے پیش آنا چاہئے۔ اور مجھے خبر ملی ہے کہ حسین عراق کی طرف آ رہے ہیں۔ دیدبان مقرر کر مورچے تیار رکھ۔ جس سے بدگمانی ہو اوس کی حراست کر۔ جس پر تہمت بھی ہو اوسے گرفتار کر لے۔ ہاں جو تجھ سے خود جنگ نہ کرے اوسے قتل نہ کرنا۔ اور جو جو واقعہ پیش آئے اوس کا حال سب مجھے لکھتا رہ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

مسلم کا کوفہ میں چڑھائی کرنا ذیحجہ سنہ ۶۰ھ کی آٹھویں منگل کے دن وقوع میں آیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مکہ سے کوفہ کی طرف حسین کے روانہ ہونے کے ایک دن بعد نویں تاریخ بدھ کے دن روز عرفہ یہ واقعہ ہوا۔ اور حسین مدینہ سے رجب سنہ ۶۰ھ کی اٹھائیسویں اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شعبان کی تیسری شب جمعہ تھی کہ مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ میں شعبان رمضان شوال ذیقعدہ میں قیام کیا پھر ذیحجہ کی آٹھویں تاریخ منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے نکلے اسی دن مسلم نے حملہ کیا تھا۔ اور مسلم کے

ساتھ مختار اور عبداللہ بن حارث بھی نکلے تھے۔ مختار سبز علم لئے ہوئے تھا۔ عمرو بن حریث کے مکان پر آکر اوس نے علم کو گاڑدیا اور کہا میں تو اس لئے نکلا ہوں کہ عمرو کو روکے رہوں۔ اور عبداللہ بن حارث سرخ علم اٹھائے ہوئے تھے اور سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مسلم جب قصر کی طرف بڑھے تو اشعث اور قعقاع اور شبث نے مسلم کا اور اون کے اصحاب کا مقابلہ کیا۔ اور فریقین میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ شبث کہنے لگا ان لوگوں کو رات ہو جانے دو تو متفرق ہو جائیں۔ یہ سنکر قعقاع نے کہا کہ تو نے سب کے راستے روک رکھے ہیں نکل جانے کی راہ دے تو سب چل دیں۔ ادھر ابن زیاد نے مختار اور عبداللہ کے گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور انعام اوس کے لئے مقرر کردیا۔ دونوں شخص گرفتار ہو کر آئے اور قید کر لئے گئے

اسی سال حسین علیہ السلام مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے

عمر بن عبدالرحمن مخزومی کا بیان ہے کہ اہل عراق کے خط جب حسین کے پاس آئے ہیں اور اونھوں نے عراق کی طرف روانہ ہونے کا تہیا کر لیا تو میں اون کے پاس گیا۔ اور ابھی وہ مکہ ہی میں تھے۔ میں نے حمد وثنائے حق تعالیٰ کے بعد کہا۔ برادر میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اوسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی کی خیر خواہی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں کہوں تو کہوں۔ ورنہ اپنے ارادہ سے باز رہوں۔ کہا کیوں نہیں کہتے۔ بخدا تمھاری رائے کو میں برا نہیں سمجھتا نہ کسی امر بد و فعل قبیح کا تم پر گمان ہے۔ میں نے کہا سنتا ہوں آپ عراق کی طرف جایا چاہتے ہیں۔ اس سفر میں آپ کے لئے مجھے اندیشہ ہے۔ آپ اوس شہر میں جاتے ہیں جس میں عہدہ دار و امرا ہیں اون کے پاس خزانہ ہے۔ لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے اور آپ کے مخالفین کا ساتھ دینے سے آپ کا ساتھ دینا بہتر سمجھتے ہیں وہی آپ سے آمادہ پیکار ہو جائیں۔ کہا برادر تمھیں خدا جزائے خیر دے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ تم نے خیر خواہی کی بات کہی اور عاقلانہ کلمہ کہا۔ جو مقدر میں ہے وہ تو ہوگا۔ میں تمھاری رائے پر عمل کروں یا

نہ کروں۔ مگر تم کو میں اپنا بہترین مشیر و ہوا خواہ سمجھتا ہوں "۔ میں وہاں سے اوٹھ کر حارث بن خالد بن عاص کے پاس آیا۔ پوچھنے لگا تم حسین کے پاس گئے تھے۔ میں نے کہا گیا تھا۔ پوچھا تم نے کیا کہا اون سے اونھوں نے کیا کہا تم سے۔ میں نے بیان کیا کہ میں نے یہ کہا تھا اون سے اونھوں نے یہ کہا مجھ سے۔ کہنے لگا خدائے مروہ ورب کعبہ کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ تم نے خیر خواہی کا کلمہ اون سے کہا۔ بس رائے ہے تو یہی رائے ہے جو تم نے اون کو دی۔ اب چاہیں وہ مانیں یا نہ مانیں۔ عبداللہ بن عباس نے حسین کی روانگی کا ذکر سنا تو حسین کے پاس آئے۔ کہا بھائی لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے کو ہیں مجھ سے بیان تو کیجیے آپ کیا قصد رکھتے ہیں۔ کہا انشاء اللہ تعالیٰ اسی دو دن کے اندر میں روانہ ہوجاؤں گا۔ ابن عباس نے کہا میں خدا کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ خدا آپ پر رحم کرے مجھے یہ تو بتایے۔ کہ آپ اون لوگوں میں جاتے ہیں جنھوں نے اپنے حاکم کو قتل کر ڈالا ہے اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں۔ اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ پہلے ہی وہ کر چکے ہیں تو آپ جایے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ اونھوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم اون پر اوسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدہ دار شہروں سے خراج وصول کر رہے ہیں۔ تو وہ آپ کو جنگ و جدال کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دیں گے آپکو جھٹلائیں گے آپ کی مخالفت کریں گے آپکا ساتھ چھوڑ دیں گے اور اگر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت تر ہوگا۔ حسین نے جواب دیا میں خدا سے خیر کا طالب ہوں اور دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ ابن عباس وہاں سے اوٹھے تو ابن زبیر آئے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے پھر کہنے لگے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قوم کو ہم کیوں چھوڑ دیں کیوں اون سے باز رہیں۔ ہم تو مہاجرین کی اولاد میں ہیں اور اون سے بڑھ کر ریاست کے احق ہیں۔ یہ تو بتایے آپکا کیا ارادہ ہے۔ حسین نے کہا میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ کوفہ میں چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف نے اور میرے شیعوں نے مجھے خط لکھے ہیں اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔ یہ سن کر ابن زبیر نے کہا آپ کے شیعوں کے مثل اگر میرے لوگ وہاں ہوتے تو میں تو اس سے انحراف نہ کرتا"۔ یہ کہکر ابن زبیر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ سے بدگمان نہ ہوں تو کہا

اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی انشاء اللہ آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔" ابن زبیر اوٹھ کر چلے گئے تو حسین کہنے لگے اس شخص کو دنیا کی کسی شے کی اتنی آرزو نہیں ہے جتنی اس بات کی ہے کہ میں حجاز سے عراق کی طرف چلا جاؤں خوب جانتا ہے کہ میرے ہوتے اوسے ریاست نہیں مل سکتی۔ لوگ اوسے میرے برابر نہیں سمجھتے اس لئے چاہتا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اوس کے لئے میدان خالی ہو جائے۔ پھر اوسی دن شام کو یا دوسری صبح کو حسین کے پاس عبداللہ بن عباس آئے اور کہا برادر میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں مگر مجھے صبر نہیں آتا اس راہ میں مجھے آپ کے ہلاک اور تباہ ہونے کا خوف ہے۔ اہل عراق دغاپیشہ لوگ ہیں ہرگز اون کے پاس نہ جاؤ۔ اسی شہر میں قیام کرو کہ تم اہل حجاز کے رئیس ہو۔ اگر اہل عراق تم کو بلاتے ہیں تو اونھیں لکھو کہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑا لیں۔ اوس کے بعد اون کے پاس جاؤ۔ اگر تم اس بات کو نہیں مانتے اور یہاں سے نکل جانا ہی منظور ہے تو یمن کی طرف چلے جاؤ وہاں قلعے ہیں درۂ کوہ ہیں ایک عریض و طویل ملک ہے۔ تمھارے باپ کے شیعہ وہاں موجود ہیں۔ تم سب سے الگ رہ کر لوگوں سے خط و کتابت کرو اپنے قاصدوں کو بھیجو۔ اس طریقہ میں مجھے امید ہے کہ جو بات تم چاہتے ہو امن و عافیت کے ساتھ تم کو حاصل ہو جائے گی" حسین نے اون کو جواب دیا برادر واللہ میں جانتا ہوں کہ تم خیرخواہ و شفیق ہو لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا" ابن عباس نے کہا تم جاتے ہی ہو تو عورتوں کو بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤ واللہ مجھے ڈر ہے کہیں عثمان کی طرح تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کئے جاؤ۔ پھر ابن عباس کہنے لگے کہ تم نے تو ابن زبیر کی مراد پوری کر دی ملک حجاز کو اوس کے لئے چھوڑ دیا خود نکل کر چلے۔ تمھارے سامنے کوئی اوس کی طرف آنکھ اوٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی اگر میں یہ سمجھتا کہ اس وقت میں تم سے دست و گریبان ہو جاؤں کہ میرا تمھارا تماشا دیکھنے کو لوگ جمع ہو جائیں تو تم میرا کہنا مان لوگے تو میں ایسا ہی کرتا" ابن عباس یہاں سے اوٹھ کر ابن زبیر کی طرف گذرے کہا اے ابن زبیر تمھاری مراد پوری ہو گئی۔ پھر اس مضمون کے شعر پڑھے۔

اے چکاوک سبزہ زار کی رہنے والی — میدان خالی ہے انڈے بچے نکال چہچہے کر
جب تک جی چاہے چرتی چگتی پھر — حسین تو عراق کو چلے اب تو حجاز کو نہ چھوڑ

ایک روایت یہ ہے کہ بعض حجاج نے روز ترویہ حسین وابن زبیر کو حجر اسود و دروازۂ خانۂ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابن زبیر حسین سے کہہ رہے تھے اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہئیے۔ حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔ ہم آپ کے معین و شریک رہو اخواہ رہیں گے آپ سے بیعت کریں گے۔ حسین نے جواب دیا میں نے اپنے باپ سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک مینڈھا ڈھا کہ کی حرمت کو حلال کر دیگا" میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔ اس پر ابن زبیر نے کہا اچھا آپ یہاں رہئے حکومت میرے حوالہ کر دیجیے آپ کی اطاعت کی جائے گی کوئی بات آپ کے خلاف نہ ہونے پائیگی۔ حسین نے کہا مجھے یہ بھی منظور نہیں" پھر دونوں آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے رہے کہ ظہر کا وقت ہوا اور لوگ منیٰ کی طرف چلے۔ حسین نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا صفا و مروہ کے درمیان دوڑے بال کترواۓ اور عُمرہ سے مُحل ہو گئے پھر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اونھوں نے مکہ میں دیکھا حسین بن علی اور عبد اللہ بن زبیر دونوں کھڑے ہوئے ہیں ابن زبیر نے حسین سے کہا یا ابن فاطمہ میری بات سنو حسین اون کی طرف متوجہ ہوئے اور اون سے چپکے چپکے باتیں کیں پھر ہم لوگوں کی طرف مڑکر کہنے لگے۔ تم سمجھے ابن زبیر کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہم آپ پر فدا ہو جائیں ہم کچھ نہیں سمجھے حسین نے کہا یہ کہتے ہیں آپ مسجد الحرام میں رہیے میں آپ کی نصرت کے لئے لوگوں کو جمع کر لونگا" یہ کہہ کر حسین نے کہا اگر ایک بالشت بھر اس مسجد کے باہر میں قتل ہو جاؤں تو واللہ میں اوسے اس بات سے بہتر سمجھتا ہوں کہ ایک بالشت بھر اندر مسجد کے قتل ہوں۔ بخدا اگر میں حشرات الارض کے کسی سوراخ میں بھی چھپوں گا تو لوگ مجھے وہاں سے بھی نکالینگے اور جو سلوک میرے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کریں گے۔ اور واللہ مجھ پر یہ لوگ ایسا ظلم کرینگے جیسا یہودنے روز سبت کیا تھا" جب حسین مکہ سے نکلے ہیں تو عمرو بن سعید کے لوگ جن کا سردار یحییٰ بن سعید تھا متعرض ہوئے اور کہا آپ کہاں جاتے ہیں واپس چلیے۔ حسین نے اون کا کہنا نہ مانا اور آگے بڑھے۔ دونوں طرف کے گروہوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی تازیانے چلنے لگے حسین علیہ السلام نے اور اون کے انصار نے سخت مقاومت کی اور جس طرف جانے والے تھے اوسی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پکار کر کہا "اے حسین تم خدا سے نہیں ڈرتے جماعت سے نکلے جاتے ہو امت میں تفرقہ ڈالتے ہو" حسین نے قول باری تعالیٰ

سے اس آیت کی تاویل کی۔ لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بری مما تعملون۔ یعنی میری اعمال میرے لئے ہیں تمہارے تمہارے لئے تم میرے اعمال سے بری ہو میں تمہارے اعمال سے“ حسین جب مقام تنعیم میں پہنچے ہیں تو ایک قافلہ بلاجو یمن سے آرہا تھا بحیر بن ریسان عامل یمن نے یزید کے پاس اہل قافلہ کے ہاتھ ورس اور ریشمی کرتے روانہ کئے تھے (ورس زعفران سے مشابہ خوشبودار ایک چیز ہے) حسین نے وہ سب چیزیں لے لیں اور اونٹ والوں سے کہا میں کسی پر جبر نہیں کرتا تم میں سے جو کوئی میرے ساتھ عراق چلے گا میں اوسے کرایہ پورا دونگا اور اچھی طرح پیش آؤنگا۔ اور جو کوئی یہیں سے الگ ہونا چاہیگا اوسے یہاں تک کا کرایہ دے دونگا۔ غرض اون میں سے جن لوگوں نے جانا چاہا اون کا حساب کر دیا گیا اور خاطر خواہ اوسکی اجرت دیدی گئی۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ رہے اونھیں کرایہ بھی دیا اور لباس بھی آپ جب مقام صفاح تک پہنچے تو فرزدق بن غالب شاعر نے آپ کو ٹھہرایا کہنے لگا خداوند عالم آپکی امید و مراد کو خاطر خواہ پورا کرے۔ حسین نے اوس سے کہا۔ یہ تو بیان کرو کہ لوگوں کو تم کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو“ فرزدق نے عرض کیا آپ نے اوس شخص سے یہ سوال کیا جو خوب واقف ہے۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور تلواریں اونکی بنی امیہ کی اعانت کے لئے ہیں۔ اور ہر حکم آسمان سے اوترتا ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے“ حسین نے کہا تم نے سچ کہا خدا ہی کی طرف سے حکم ہے اور خدا ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر روز وہ مصروف ہے اگر حکم آسمانی ہمارے خاطر خواہ ہوگا تو ہم اوسکی نعمت کا شکر بجا لائیں گے اور وہی ادائے شکر کی توفیق دینے والا ہے اور اگر حکم آسمانی ہمارے ارادہ کے خلاف ہوا تو جسکی نیت حق پر ہے جسکی خصلت میں خوف الہی ہے اوس پر الزام نہیں ہوسکتا“ یہ کہہ کر حسین نے اونٹ کو آگے بڑھایا السلام علیک کہا اور دونوں آدمی اپنے اپنے رستہ چل کھڑے ہوے۔ خود فرزدق کا بیان ہے کہ میں اپنی ماں کو ساتھ لیکر حج کو گیا تھا اون کے اونٹ کو میں ہانک رہا تھا۔ یہ دن حج کے تھے اور ۶۰ھ کا واقعہ ہے کہ میں حرم میں داخل ہوا میں نے حسین بن علی کو مکہ کے باہر پایا اور تلواریں اور ڈھالیں اونکے ساتھ تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ قطار کس کے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ حسین بن علی کا قافلہ ہے۔ میں آپ کے پاس گیا اور میں نے پوچھا اے فرزند رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں کیا جلدی تھی کہ آپ حج کو چھوڑ کر چلے۔ کہا میں جلدی نہ کرتا تو گرفتار کر لیا جاتا۔

پھر مجھ سے پوچھا تم کون شخص ہو میں نے کہا میں عراق کا ایک شخص ہوں بس واللہ اتنا ہی مجھ سے پوچھا اور اسی جواب کو کافی سمجھے۔ پھر یہ پوچھا کہ جن لوگوں میں سے تم آرہے ہو اونکا حال مجھ سے بیان کرو۔ میں نے جواب دیا لوگوں کے دل آپکی طرف ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف اور حکم خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد میں نے کچھ باتیں دریافت کیں نذر و اعمال حج کے باب میں سب آپ نے بتا دیں۔ فرزدق کو عراق میں برسام ہوگیا تھا اوسکی زبان میں ثقل پایا جاتا تھا۔ کہتا ہے پھر میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ حرم میں ایک شاندار خیمہ نصب ہے۔ میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص کا خیمہ ہے۔ اونھوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے حسین بن علی کی ملاقات کا حال بیان کر دیا۔ عبداللہ نے کہا وائے تجھ پر اون کے ساتھ کیوں نہ چلا گیا واللہ وہ ضرور بادشاہی حاصل کرلیں گے۔ اونکے اور اونکے اصحاب کے مقابلہ میں ہتیار اوٹھانا نہیں درست۔ فرزدق کہتا ہے یہ سن کر واللہ میرا ارادہ ہوا کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ہو جاؤں عبداللہ کی بات میرے دل میں اوتر گئی۔ اسکے ساتھ ہی پیغمبروں کے قتل ہو جانے کے واقعات مجھے یاد آگئے اور اس خیال نے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکا۔ میں اپنے اہل و عیال میں جو عُسفان میں تھے چلا آیا۔ ابھی میں وہیں تھا کہ میں نے سنا کوفہ سے غلہ لئے ہوئے ایک قافلہ جارہا ہے۔ میں اوس کے پیچھے چلا اون لوگوں کو پکارا چلا کر اون سے پوچھا کہ حسین بن علی کا کیا حال ہے۔ اون لوگوں نے جواب دیا کہ وہ قتل ہو گئے۔ میں عبداللہ بن عمرو بن عاص پر لعنت کرتا ہوا واپس آیا۔ اوس زمانہ میں سب لوگ یہی کہا کرتے تھے اور شب و روز اس واقعہ کے اندیشہ میں رہتے تھے۔ اور عبداللہ بن عمرو تو کہا کرتا تھا کہ درخت بڑھنے نخل پھیلنے بچہ جوان ہونے نہ پائیگا کہ یہ امر ظاہر ہو جائے گا۔ میں نے عبداللہ سے کہا پھر تم زمین وہط کو کیوں نہیں بیچ ڈالتے۔ کہنے لگا کہ فلاں شخص یعنی معاویہ پر اور تجھ پر خدا لعنت کرے۔ میں نے کہا تجھی پر خدا لعنت کرے۔ یہ سنکر وہ اور بھی زیادہ لعنت ملامت کرنے لگا اور اوس وقت اوس کے نوکروں میں سے کوئی اوسکے پاس نہ تھا کہ مجھے کچھ ضرر پہنچتا۔ میں وہاں سے اوٹھ آیا اوس نے مجھے پہچانا نہیں۔ وہط ایک احاطہ طائف میں تھا عبداللہ اوسکا مالک تھا۔ معاویہ نے عبداللہ سے اوس زمین کو مول لینا چاہا بہت کچھ مال اوسے دیا وہ کسی طرح بیچنے پر راضی نہ ہوا حسین نے سفر میں بہت جلدی کی کسی شے کی طرف مڑ کر نہ دیکھا یہاں تک کہ ذات عِرق میں پہنچکر اوترے۔

علی بن الحسین کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مکہ سے نکلے تو عبداللہ بن جعفر نے عون و محمد اپنے دونوں فرزندوں کے ساتھ ایک خط حسین بن علی کو بھیجا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرا خط دیکھتے ہی واپس چلے آئیے۔ مجھے خوف آتا ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں جانے میں آپ ہلاک اور اہل بیت تباہ نہ ہو جائیں۔ آپ اگر ہلاک ہوئے تو دنیا میں اندھیر ہو جائے گا۔ اہل ہدایت کی رہنما اور اہل ایمان کا سہارا آپ ہی کی ذات ہے۔ روانگی میں جلدی نہ کیجیے اسی خط کے پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں والسلام۔ اور عبداللہ بن جعفر عمرو بن سعید کے پاس گئے اوس سے گفتگو کی اور کہا حسین کو ایک خط لکھو جس میں انہیں امان دینے کا اور اون کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا وعدہ ہو اور اون کو لکھو کہ واپس چلے آئیں۔ شاید اون کو تمھارے خط سے اطمینان ہو جائے اور راہ سے پلٹ آئیں۔ عمرو بن سعید نے کہا جو تمھارا جی چاہے لکھ کر میرے پاس لے آؤ میں اوس پر مہر کر دونگا۔ عبداللہ بن جعفر خط لکھ کر عمرو بن سعید کے پاس لے آئے۔ اور یہ کہا اس پر مہر کر کے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ہاتھ روانہ کرو۔ یحییٰ کے جانے سے اون کو اطمینان ہو جائے گا اور سمجھ جائیں گے کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے دل سے لکھا ہے۔ عمرو بن سعید نے ایسا ہی کیا۔ یحییٰ یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم تھا۔ غرض یحییٰ و عبداللہ بن جعفر دونوں آپ کے پاس پہنچے۔ یحییٰ نے خط دیا اور دونوں شخصوں نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے یہ عذر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا جو اونھوں نے حکم دیا ہے اوسے میں بجا لاؤنگا اس میں ضرر ہو میرے لئے یا نفع ہو۔ دونوں شخصوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے۔ آپ نے کہا نہیں نے کسی سے بیان کیا نہ بیان کرونگا یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملاقات کرونگا۔ عمرو بن سعید کا خط اس طرح پر تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عمرو بن سعید کی طرف سے حسین بن علی کو (معلوم ہو) کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اوس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کے لئے تباہی کا سامنا ہو آپ کو وہ راہ دکھلائے جس میں آپکے لئے بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جاتے ہیں۔ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ آپ کو خلاف سے بچائے اس لئے کہ خلاف کرنے میں آپکے ہلاک ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن جعفر و یحییٰ بن سعید کو بھیجا ہے۔ ان کے ساتھ میرے پاس چلے آئیے۔ میرے یہاں آپ کے لئے امان ہے صلہ ہے نیکی ہے پناہ ہے۔

اس باب میں خدا کو گواہ اور کفیل و وکیل و نگہبان میں قرار دیتا ہوں والسلام علیک"

حسین نے جواب میں لکھا کہ لوگوں کو خدائے عزوجل کی طرف جو دعوت دے اور اعمال نیک کرے وہ خدا و رسولؐ کا نافرمان نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں مجھ کو تم نے امان اور صلہ اور نیکی کی طرف دعوت دی ہے۔ امان تو وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ اور سنو جو شخص دنیا میں خدا سے نہیں ڈرتا وہ قیامت میں بھی اوس پر ایمان نہ لاوے گا۔ خدا سے ہماری یہ دعا ہے کہ دنیا ہی میں ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے جس سے قیامت کے دن اوسکی طرف سے امان ہم سب کو ملے۔ اگر تم نے اپنے خط میں میرے ساتھ صلہ اور نیکی کا ارادہ کیا ہے تو دنیا و آخرت میں تم کو جزائے خیر ملے والسلام۔

روایت ہے کہ حسین بن علی کو مسلم بن عقیل کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اوس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ حر بن یزید تمیمی سے ملاقات ہوی۔ حر نے پوچھا آپ کہاں جاتے ہیں کہا اسی شہر میں جانا چاہتا ہوں۔ حر نے کہا پلٹ جایئے وہاں آپکے لئے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مسلم کے سب بھائی آپکے ساتھ تھے اونھوں نے کہا واللہ جب تک مسلم کا انتقام ہم نہ لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ آپ نے کہا تمھارے بعد زندگی کا لطف نہیں۔ یہ کہا اور آگے بڑھے جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ پڑے۔ ایک بنسواڑی جو نشیب میں واقع تھی اوسے آپ نے پشت لشکر پر رکھا اس خیال سے کہ لڑائی ہو تو ایک ہی رخ سے ہو۔ وہیں آپ اوتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور سو پیادے تھے۔ عمر بن سعد بن وقاص کو عبید اللہ بن زیاد نے رَے کی حکومت دیدی اور اوس کے نام پر فرمان لکھ دیا اور یہ کہا کہ میری طرف سے تم اس شخص سے سمجھ لو۔ ابن سعد نے کہا مجھے تو معاف رکھئے۔ ابن زیاد نے کسی طرح نہ مانا تو اس نے کہا آج کی شب مجھے مہلت دیجئے۔ اوس نے مہلت دی۔ اور یہ اپنے اس معاملہ کو سوچتا رہا۔ صبح ہوئی تو ابن زیاد کے پاس آیا اور اوس کے حکم کو بجالانے پر راضی ہو گیا۔

اور حسین بن علی کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچا تو آپ نے اوس سے کہا تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔ یا مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمر بن سعد نے اس بات کو قبول کر لیا۔ ابن زیاد نے لکھا کہ وہ جب تک اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں نہ پکڑا دیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ حسین نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا۔ اس بات پر ابن سعد نے لڑائی شروع کر دی اور تمام انصار حسین قتل ہو گئے۔ جن میں سترہ اٹھارہ نوجوان اون کے اہل بیت میں سے تھے اور ایک تیر آکر ایک بچہ کے لگا جو آپ کی گود میں تھا۔ حسین اوس کا خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ خداوندا ہمارا اور ان لوگوں کا تو انصاف کر۔ اونھوں نے نصرت کرنے کے لئے ہمیں بلایا اور ہم لوگوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایک چادر منگائی اوسے پھاڑا اور گلے میں پہن لیا پھر تلوار لے کر نکلے لڑے اور مارے گئے۔ صلوات اللہ علیہ۔ آپ کو بنی مذحج میں سے ایک شخص نے قتل کیا اور آپ کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ اور نظم میں یہ مضمون ادا کیا۔

میرے اونٹوں کو سیم و زر سے لدوا دے … میں نے بادشاہ جلیل القدر کو قتل کیا
میں نے اوسے قتل کیا جسکے ماں باپ بہترین خلق ہیں … اور جو نسب کے اعتبار سے خود بھی بہترین خلق ہے

ابن زیاد نے اس شخص کو سر حسین سمیت یزید کے پاس بھیج دیا۔ اوس وقت اوس کے پاس ابو برزہ اسلمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے حسین کا سر یزید کے سامنے رکھ دیا وہ چھڑی سے آپ کے دہن کو کھٹکھٹا رہا تھا اور کسی شاعر کا یہ شعر پڑھتا تھا۔ مضمون

اپنے پیاروں کو کیا خود ہم نے قتل … وہ بھی تو سرکش تھے نافرمان تھے

ابو برزہ کہنے لگے اپنی چھڑی کو ہٹا واللہ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنا دہن اس دہن پر رکھ کر بوسے لیتے تھے،، ابن سعد نے حسین علیہ السلام کے حرم و عیال کو ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا۔ آپ کے اہل بیت میں عورتوں کے ساتھ ایک بیمار لڑکے کے سوا کوئی باقی نہ رہا تھا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے بھی

ہلہ ہم اون لوگوں کے سر بھی اوتار لیتے ہیں جو قوی اور شدید اور ہم پر بھاری ہوتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی سرکش و جفاکار رہے ہوں۔ ناقد مذہبی

قتل کرو۔ زینب یہ سن کر بیمار سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں جب تک مجھے نہ قتل کر لو واللہ یہ قتل نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد کو ترس آگیا اس ارادہ سے باز آیا۔ اور سب کو یزید کے پاس بھیج دیا۔ یہ لوگ جب یزید کے پاس پہنچے تو اوس نے اہل شام میں سے جو اوس کے درباریوں میں بیٹھے سب کو جمع کیا۔ اس کے بعد اہل بیت کو دربار میں لائے۔ اہل دربار نے فتح کی مبارکباد دی۔ انھیں لوگوں میں سے ایک شخص نے جسکی نیلی آنکھیں تھیں اور رنگ سرخ تھا اہل بیت میں سے ایک لڑکی کی طرف دیکھا اور کہا امیرالمومنین اس کو مجھے عنایت کیجیے۔ زینب نے کہا واللہ نہیں ہو سکتا جب تک دین اسلام سے خارج نہ ہو جائے نہ یزید کو یہ اختیار ہے نہ تجھے" اوس شامی نے پھر یہی سوال کیا تو یزید نے کہا اس ارادہ سے باز آ۔ اس کے بعد اہل بیت کو اپنے محل میں بھیج دیا۔ پھر اون کی روانگی کا سامان کر کے سب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب اہل بیت مدینہ میں داخل ہوئے تو خاندان عبدالمطلب کی ایک بی بی بالوں کو بکھرائے ہوئے گوشۂ دامن کو سر پر رکھے استقبال کو نکلیں۔ روتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں

(ترجمہ اشعار)

"لوگو کیا جواب دو گے جب پیغمبر تم سے پوچھیں گے۔

کہ تم نے آخری امت ہو کر یہ کیا سلوک کیا میرے بعد میری عترت و اہل بیت سے

کچھ لوگ اون میں سے قیدی ہیں کچھ لوگ قتل کئے ہوئے خاک و خون میں آلودہ پڑے ہیں۔

میں نے جو تم کو ہدایت کی اوس کا عوض یہ نہ تھا کہ میرے خاندان سے میرے بعد تم برائی کرو"

دوسری روایت یہ ہے کہ حسین بن علی علیہما السلام کو اہل کوفہ نے لکھا تھا کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ نے مسلم بن عقیل کو روانہ کیا۔ مسلم کوفہ میں آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر میں اوترے۔ مسلم کے پاس لوگ جمع ہونے لگے اور ابن زیاد کو خبر ہو گئی۔ اوس نے ہانی کو بلا بھیجا اور کہا کیوں میں نے تم کو انعام نہیں دیا تمھارا اکرام نہیں کیا تمھارے ساتھ یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ ہانی نے کہا ہاں ایسا کیا۔ اوس نے پوچھا پھر اسکا عوض۔ ہانی نے جواب دیا اوس کا عوض یہ ہے کہ

میں تم کو بچا لوں گا۔ کہنے لگا تم مجھ کو بچا لو گے اور وہیں عصا اوٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کیا۔ پھر حکم دیا اون کی مشکیں کس لی گئیں پھر گردن ماری گئی۔ یہ خبر مسلم کو پہنچی اور وہ ایک انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے۔ ابن زیاد نے جو یہ سنا تو قصر کوفہ کا پھاٹک بند کروا دیا۔ اور ایک منادی کو حکم دیا اوس نے ندا کی۔ "اے لشکر خدا جنگ کیلئے سوار ہو جاؤ"۔ کسی نے اسکا جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کو گمان ہو گیا کہ وہ گھر گیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسی غضب کو مسجد انصار کے پاس میں نے مسلم کو اور اون کے انصار کو دیکھا کہ جہاں دہنے بائیں کوئی راہ پاتے تھے۔ تیس تیس چالیس چالیس آدمی اونکا ساتھ چھوڑ کر الگ ہوتے جاتے تھے۔ جب اندھیری رات میں مسلم بازار تک پہنچے اور کچھ لوگ مسجد کے اندر بھی چلے گئے۔ تو ابن زیاد سے کسی نے کہا نہیں تو واللہ نہ کوئی مجمع معلوم ہوتا ہے نہ کسی مجمع کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اوس نے حکم دیا مسجد کی چھت اوکھاڑ ڈالی گئی۔ اور بانس کی جالیاں جو مسجد میں تھیں اون میں آگ لگادی گئی۔ تاریکی دفع ہوی تو دیکھا کہ مسجد میں کوئی پچاس آدمی ہیں۔ یہ دیکھ کر ابن زیاد اوتر آیا اور منبر پر گیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ ہر ہر قبیلہ کے لوگ الگ الگ ہو جائیں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے رئیس کے پاس جمع ہو گئے اور انصار مسلم سے لڑنے لگے۔ مسلم بُری طرح زخمی ہو گئے۔ اونکے انصار میں سے کچھ لوگ قتل ہو گئے باقی بھاگ گئے۔ مسلم وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلہ میں ایک گھر میں چلے گئے۔ محمد بن اشعث عبید اللہ بن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر اوس سے چپکے چپکے یہ خبر بیان کی کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے پوچھا اس نے کیا کہا۔ ابن اشعث نے کہہ دیا یہ کہتا ہے کہ مسلم فلاں شخص کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے دو شخصوں کو مسلم کے لے آنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلم کے پاس گئے دیکھا کہ وہ ایک ضعیفہ کے یہاں ہیں اوس نے اون کے لئے آگ سلگائی ہے کہ اپنے بدن سے خون دھوئیں۔ دونوں کہنے لگے چلو امیر نے تم کو بلایا ہے۔ مسلم نے کہا مجھ سے کچھ عہد و پیمان تو کر لو۔ اونھوں نے کہا نہیں اسکا اختیار نہیں ہے۔ مسلم اون دونوں شخصوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ اوس نے حکم دیا اور مشکیں کس لی گئیں۔ پھر کہنے لگا ہاں اے پسر مطلقہ تو اس لئے آیا تھا کہ میری سلطنت مجھ سے چھین لے۔ اس کے بعد اوس نے حکم دیا اونکی گردن ماری گئی۔

پھر یہ حکم دیا کہ واقصہ سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں۔ حسین کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی وہ اسی طرف آرہے تھے کچھ اعرابی راہ میں ملے آپ نے اون سے حال پوچھا۔ اونھوں نے کہا اور تو کچھ ہمیں نہیں معلوم سوا اس کے کہ نہ ہم کہیں جا سکتے ہیں نہ آسکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس چلے جانے کے لئے شام کا رخ کیا کربلا میں سواروں نے گھیر لیا۔ آپ اوتر پڑے اور اون لوگوں کو خدا و دین خدا کا واسطہ دینے لگے۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد و شمر بن ذی الجوشن و حصین بن نمیر کو بھیجا تھا آپ نے اونکو خدا و دین خدا کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے امیر المومنین کے پاس چلا جانے دو اپنا ہاتھ اون کے ہاتھ میں دے دونگا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابن زیاد کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا" اور جن لوگوں کو ابن زیاد نے بھیجا تھا اون میں حر بن یزید حنظلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے۔ اونھوں نے جب حسین کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے "کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کروگے واللہ اگر ترک و دیلم میں سے بھی کوئی یہ درخواست تم سے کرتا تو اوسکا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا" اونھوں نے حکم ابن زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا۔ حر نے اپنے گھوڑے کا منھ پھیر دیا اور حسین و انصار حسین کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حر ہم سے لڑنے کو آرہا ہے۔ حُر نے اون کے قریب آکر اپنی سپر اولٹی کر لی اور سب کو سلام کیا۔ اوس کے بعد ابن زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا۔ اون میں سے دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ خدا اون پر رحمت کرے۔ زہیر بن قین سفر حج میں تھے راہ میں حسین سے ملاقات ہو گئی اور وہ بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن ابی بحریہ مرادی اور عمرو بن حجاج اور معن سُلمی اور دو شخص اور بھی آپ کی طرف چلے آئے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ شیوخ کوفہ میں سے کچھ لوگ ایک ٹیلہ پر کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یا اللہ مدد کر۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا "دشمنان خدا کیوں نہیں اوتر کر جاتے اور کیوں اون کی مدد نہیں کرتے" اسی اثنا میں اس نے دیکھا کہ حسین بُرد کا جبہ پہنے ابن زیاد کی فوج سے باتیں کر رہے ہیں۔ باتیں کر کے آپ مڑے تو بنی تمیم کے ایک شخص نے جسکا نام عمر طہوی تھا آپ کو ایک تیر مارا۔ اوسکا تیر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان جبہ میں اٹکا ہوا دکھائی

دے رہا تھا۔ جب اون لوگوں نے کسی طرح آپ کی التجا کو نہ قبول کیا تو آپ اپنی صف میں واپس چلے آئے۔ اس وقت سو آدمیوں کے قریب آپ کے ساتھ تھے۔ پانچ فرزند علی بن ابی طالب علیہ السلام کے۔ سولہ شخص بنی ہاشم میں سے۔ ایک شخص بنی سُلیم میں سے ان کا حلیف تھا۔ اور ایک شخص بنی کنانہ میں سے ان کا حلیف تھا۔ اور ابن عمر بن زیاد بھی ان میں تھا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ عمر بن سعد کے ساتھ پانی میں اوترا ہوا میں نہا رہا تھا کہ ایک شخص اوس کے پاس آیا اوس نے چپکے چپکے بن سعد سے باتیں کیں اور کہا ابن زیاد نے تمہارے پاس جویریہ بن بدر تمیمی کو یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ اگر تم حسین و انصار حسین سے قتال نہ کرو تو تمہاری گردن مارے۔ یہ سن کر ابن سعد نے فوراً گھوڑا منگایا اور سوار ہوا پھر گھوڑے ہی پر ہتیار منگا کر سجے اور فوج کو ساتھ لے کر لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور اوس نے ان لوگوں سے قتال کیا۔ ابن زیاد کے سامنے حسین کا سر جب لاکر رکھا گیا تو لکڑی سے تبا تبا کر کہنے لگا کہ ابو عبداللہ حسین کے بال کھچڑی ہو چکے تھے۔ اتنی بات اوس نے اچھی کی کہ جب آپ کے اہل حرم لائے گئے تو اون کے اوترنے کے لئے ایک مکان علیحدہ دیا اور کھانا پینا لباس اون کے لئے مقرر کیا۔ ان میں سے دو لڑکے عبداللہ بن جعفر کے تھے یا فرزند ابن جعفر کے نکل کر چلے گئے۔ بنی طے میں سے ایک شخص کے پاس جا کر چھپے۔ اوس نے دونوں لڑکوں کا سر کاٹ کر ابن زیاد کے پاس آکر دونوں سر سامنے رکھ دیے۔ ابن زیاد نے اوس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اوس کے گھر کو کھدوا ڈالا۔ اور جب حسین کا سر یزید کے سامنے لاکر رکھا گیا تو رونے لگا اور کہا اگر ابن زیاد کو بھی حسین سے برادری ہوتی تو ایسا کام نہ کرتا۔ قتل حسین کے بعد آفتاب کے طلوع ہونے سے بلند ہونے تک دو تین مہینہ تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ دیواریں خون آلود ہوگئی ہیں۔ راس الجالوت (عالم بنی اسرائیل) اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ میں جب کربلا سے گذرتا تھا تو اپنی سواری کے جانور کو برابر ایڑ لگائے جاتا تھا کہ جلد اوس مقام سے گذر جاؤں۔ راس الجالوت نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب تھا۔ اوس نے کہا کہ ہم یہ ذکر سنا کرتے تھے کہ ایک نبی کا فرزند اس جگہ قتل کیا جائیگا۔ مجھے اندیشہ ہوتا تھا کہیں میں ہی وہ شخص نہ ہوں۔ جب حسین قتل ہو گئے تو ہم سمجھ گئے کہ یہی وہ شخص ہیں جن کا ذکر ہم سنا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد جو پھر میں اوس مقام سے گذرتا تھا جانور کو ایڑ

نہیں لگاتا تھا۔ حسین کہتے تھے میرے جسم کا خون بہائے بغیر یہ لوگ مجھے نہ چھوڑینگے۔ یہ ایسا کریں گے تو اللہ اون پر اوسے مسلط کرے گا جو ان کو ٹھیک کر دے گا کہ ایک چھوکری کے لتہ سے زیادہ یہ ذلیل ہو جائیں گے " آپ عراق میں آئے اور روز عاشورا ۶۱ھ نینوا میں قتل کئے گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حسین بن علی علیہما السلام صفر ۶۱ھ میں قتل کئے گئے اور سن آپ کا پچپن برس کا تھا۔ ثابت یہی ہوتا ہے کہ محرم کی دسویں کو قتل ہوئے۔ اور سب سے پہلے جو سر نیزہ پر بلند کیا گیا وہ حسین کا سر تھا خدا اون سے راضی ہو اور اون کی روح پر صلوات بھیجے۔ حسین اپنے اہل وعیال کو لے کر جب مکہ سے آئے تو محمد بن حنفیہ مدینہ میں تھے طشت میں وضو کر رہے تھے کہ اون کو یہ خبر پہنچی سن کر اس قدر روئے کہ بیان کرنے والا کہتا ہے آنسوؤں کے ٹڈیڑے کی آواز طشت سے نکلتے ہوئے میں نے سنی۔ ابن زیاد کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین مکہ سے کوفہ کی طرف آرہے ہیں تو اوس نے اپنے صاحب شرطہ حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ آکر قادسیہ میں اوترا۔ اور قادسیہ سے خفان اور قطقطانہ و لعلع تک سوار پھیلا دیے۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ حسین کی آمد آمد عراق کی طرف ہے۔ بطن الرمہ میں جو مقام حاجر ہے وہاں پہنچ کر حسین نے اہل کوفہ کو یہ خط لکھا اور قیس بن سہر صیداوی کے ہاتھ روانہ کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین بن علی کی طرف سے اون کے برادران ایمانی و اسلامی کو۔ سلام علیکم۔ میں تم سے حمد کرتا ہوں اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ مسلم بن عقیل کا خط مجھے پہنچا۔ تم لوگوں کے حسن عقیدہ اور تم سب کے میری مدد پر اور میرے حق کی طلب پر متفق ہونے کا حال مجھے معلوم ہوا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم پر احسان کرے اور تم لوگوں کو اس بات پر اجر عظیم دے۔ میں تمہارے پاس آنے کے لئے ذی حجہ کی آٹھویں کو منگل کے دن روز ترویہ مکہ سے روانہ ہو چکا۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو اپنے کام میں جلدی کرو اور کوشش کرو میں انھیں دنوں میں تمہارے پاس انشاءاللہ آجاؤں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "مسلم نے اپنے قتل سے ستائیس دن پیشتر آپ کو یہ خط لکھا تھا " (مثل ہے) کہ رائد[1] اپنے لوگوں سے غلط بات نہ کہیگا۔ جماعت اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہے میرا خط

[1] رائد اوس شخص کو کہتے ہیں جسے پانی اور چارہ کی تلاش میں بھیجیں ۱۲

پڑھتے کے ساتھ ہی ادھر روانہ ہو جیے والسلام علیک '' آپ بچوں کو اور بیبیوں کو ساتھ لئے ہوئے اس طرح روانہ ہوئے کہ ذرا کہیں نہ ٹھہرتے تھے آپ کا خط لے کر قیس بن مسہر صیداوی کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قادسیہ میں پہنچے تو ابن نمیر نے اون کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے اون سے کہا کہ قصر پر چڑھ جا اور کذاب ابن کذاب کو سب و شتم کر۔ قیس چڑھ گئے قصر پر اور کہا '' ایہا الناس حسین بن علی بہترین خلق اللہ فرزند فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں اور میں اون کا قاصد ہو کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں میں نے اون کو مقام حاجر میں چھوڑا ہے اون کی نصرت کے لئے تم سب جاؤ '' یہ کہہ کر قیس نے ابن زیاد اور اوس کے باپ پر لعنت کی اور علی بن ابی طالب کے لئے طلب مغفرت کی۔ ابن زیاد نے حکم دیا قصر پر سے وہ نیچے گرا دیئے گئے چور چور ہو گئے اور مر گئے۔ حسین کوفہ کی راہ میں عرب کی ایک جھیل پر پہنچے۔ وہاں عبداللہ بن مطیع عدوی بھی اوترے ہوئے تھے۔ اونھوں نے جو آپ کو دیکھا تو اوٹھے اور آپ کے پاس آئے۔ آپ کو اور آپ کے سامان سفر کو اوتروایا اور کہا یا ابن رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کے ادھر آنے کا کیا سبب ہوا۔ آپ نے کہا معاویہ کے مرنے کا واقعہ تو تم نے سنا ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد اہل عراق نے اپنی طرف میری دعوت کی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ ابن مطیع نے کہا یا ابن رسول اللہ خدا کے واسطے حرمت اسلام کو نہ ضائع کیجیے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمت رسول اللہ صلعم کا خیال کیجیے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حرمت عرب کا خیال رکھیے۔ واللہ اگر آپ اس منصب کے طالب ہوں گے جو بنی امیہ کے قبضہ میں ہے تو وہ آپ کو ضرور قتل کریں گے۔ اور جب آپ کو قتل کیا تو پھر آپ کے بعد وہ کسی کی پروا نہ کرینگے۔ واللہ آپ حرمت اسلام و حرمت قریش و حرمت عرب کو ضائع کر دیں گے۔ آپ ایسا نہ کیجیے۔ آپ کوفہ میں نہ جائیے۔ آپ بنی امیہ سے تعرض نہ کیجیے۔ آپ نے روانہ ہو جانے کے سوا کسی بات کو نہ مانا۔ روانہ ہوئے اور موضع زرود تک جہاں پانی بھی تھا پہنچ گئے۔ زہیر بن قین بجلی کا قافلہ مکہ سے جو نکلا تو حسین کا ساتھ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کو کسی منزل میں بھی آپ کا ساتھ ہونا گوارا نہ تھا۔ جب آپ روانہ ہوتے تھے تو زہیر ٹھہر جاتے تھے۔ جب آپ اوتر پڑتے تھے تو زہیر آگے بڑھ جاتے تھے۔ ایک شخص

بنی فزارہ کا زہیر کے ساتھ تھا بیان کرتا ہے ایک منزل میں ایسا اتفاق ہوا کہ
سوا اس کے کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ ہم اور حسین وہیں مقام کریں۔ حسین ایک
طرف اوترے ہم لوگ دوسری جانب اوترے۔ ہم سب بیٹھے کھانا کھا رہے
تھے کہ حسین کے پاس سے ایک پیغامی آیا اوس نے سلام کیا اندر پہنچا اور کہا اے
زہیر بن قین ابو عبداللہ حسین بن علی نے مجھے تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ
تم اون کے پاس چلو۔ یہ سنتے ہی ہم سب نے نوالہ ہاتھ سے ڈال دیا معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے
توتے اوڑ گئے۔ دلہم زوجہ زہیر کہنے لگی سبحان اللہ فرزند رسول اللہ تم کو بلائیں اور
تم اون کے پاس نہ جاؤ۔ گئے ہوتے اون سے باتیں کرتے پھر چلے آتے۔ زہیر
آپ کے پاس گئے اور بہت جلد خوش خوش بشاش چہرہ کے ساتھ واپس آ گئے۔
اپنا خیمہ ڈیرہ سازوسامان مال و متاع اوٹھوا کر حسین کی طرف بھجوا دیا۔ بی بی سے کہا
میں نے تم کو اپنے نکاح سے باہر کیا تم اپنی برادری میں چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ
میرے سبب سے بجز نیکی کے سوا کوئی برائی تمہارے لئے ہو۔ پھر اپنے ساتھ والوں سے
کہا تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ چلا آئے ورنہ یہ سمجھ لے کہ یہ آخری ملاقات ہے
میں ایک حدیث تم لوگوں سے بیان کرتا ہوں۔ غزوہ بلنجر میں خدا نے ہم کو فتح دی
مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا تو سلمان فارسی نے ہم سے پوچھا کیا خدا نے جو یہ فتح تم کو دی
اور مال غنیمت تمہارے ہاتھ آیا تو تم خوش ہو گئے۔ ہم نے کہا ہاں خوشی تو ہوئی۔ کہنے لگے
جب جوانان آل محمد کا زمانہ تمہیں ملے اور اون کی نصرت میں قتال تم کرو تو اس مال غنیمت
سے زیادہ تم کو خوشی ہو۔ مجھ کو جو پوچھو تو میں تم سے خدا حافظ کہتا ہوں۔ اس وقت
سے زہیر سب کے آگے ہی آگے رہے تا اینکہ قتل کئے گئے۔ عبداللہ اور مذری دو شخص
بنی اسد کے حج کو گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حج سے فارغ ہوئے تو اس کے سوا
ہمیں کوئی فکر نہ تھی کہ راستہ ہی میں حسین تک پہنچ جائیں۔ دیکھیں اونھیں کیا پیش آتا
ہے۔ ہم اپنے ناقوں کو دوڑاتے ہوئے چلے۔ اور موضع زرود میں آپ کے قافلہ تک
پہنچ گئے۔ ہم قریب پہنچے ہی تھے کہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ادھر
آ رہا تھا جب اوس نے حسین کو دیکھا تو راستہ چھوڑ کر دوسری طرف مڑ گیا۔ حسین
اوسے دیکھ کر ٹھہر گئے گویا اوس سے ملنا چاہتے تھے پھر آپ روانہ ہو گئے۔ اور ہم بھی

روانہ ہوئے۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آؤ اس شخص سے کوفہ کی خبر چل کر پوچھیں۔ ہم دونوں اوس شخص کے پاس پہنچ گئے السلام علیک کہی اوس نے کہا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ پوچھا تم کون شخص ہو۔ اوس نے کہا میں اسدی ہوں۔ ہم نے کہا ہم دونوں شخص بھی اسدی ہیں آپ کا کیا نام ہے۔ کہا بکیر بن مثعبہ۔ پھر ہم نے بھی اپنے نسب کو اوس سے بیان کیا اور پوچھا تم جہاں سے آتے ہو وہاں کی کیا خبر ہے۔ اوس نے کہا میں کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو چکے تھے میں نے دیکھا اون دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے۔ یہ خبر سن کر ہم دونوں پھر حسین کے قافلہ سے آملے۔ جب شام کو آپ منزل ثعلبیہ میں اوترے تو ہم آپ کے پاس گئے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ ہم نے کہا رحمت خدا ہو آپ پر ہم کچھ خبر کہنا چاہتے ہیں۔ کہیے تو بیان کردیں یا چپکے سے کہدیں۔ آپ نے اپنے انصار کی طرف دیکھا اور کہا ان لوگوں سے چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم نے کہا کل شام کو ایک سوار کو سامنے سے آتے ہوئے آپ نے دیکھا تھا۔ کہا ہاں دیکھا تھا اور میں اوس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ ہم نے کہا آپ کو اوس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم کو بے لوث خبر اوس سے مل گئی۔ وہ ہمیں لوگوں میں کا ایک شخص ہے بنی اسد میں سے۔ رائے وراستی وفضل وعقل رکھتا ہے۔ اوس نے ہم سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم و ہانی قتل ہو چکے تھے اوس نے دیکھا کہ اون دونوں کے پاؤں پکڑ کر بازار میں گھسیٹتے ہوئے لئے جاتے تھے۔ یہ سن کر آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔ ہم نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجیے اسی جگہ سے پلٹ جائیے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یارو مددگار ہے نہ آپ کے شیعہ ہیں۔ بلکہ ہمیں تو خوف اس بات کا ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔ یہ سن کر عقیل بن ابی طالب کے فرزند اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے واللہ جب تک بدلہ ہم نہ لے لیں گے یا جو ہمارے بھائی کا حال ہوا وہی ہمارا نہ ہوگا اس جگہ سے ہم نہ سرکیں گے۔ یہ سن کر آپ نے ہم دونوں شخصوں کی طرف دیکھا اور یہ کہا ان لوگوں کے بعد زندگی کا کچھ لطف نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ نے کوفہ کی طرف جانیکا

مصمم ارادہ کرلیا۔ ہم نے کہا خدا آپ کے لئے بہتری کرے۔ آپ نے جواب میں کہا خدا تم دونوں پر رحمت کرے۔ آپ کے بعض انصار نے یہ کہا کجا مسلم بن عقیل کجا آپ کوفہ میں آپ جائیں گے تو سب لوگ آپ کی طرف دوڑیں گے۔ آپ صبح کا انتظار کرتے رہے جب وقت سحر ہوا تو خادموں سے غلاموں سے کہا۔ پانی جتنا لے سکو لے لو اون لوگوں نے پانی بھر لیا اور بہت زیادہ بھرا پھر سب وہاں سے روانہ ہوئے چلتے چلتے منزل زبالہ میں پہنچے۔ راہ میں جہاں جہاں سے آپ پانی لیتے تھے وہاں کے لوگ آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ زبالہ میں آپ کو اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن یُقطُر کے قتل کی خبر ملی۔ ان کو آپ نے رستہ ہی سے مسلم کے پاس بھیجا تھا ابھی آپ کو یہ نہ معلوم تھا کہ مسلم قتل ہو گئے۔ ابن یُقطُر قادسیہ تک پہنچے تھے کہ حُصین بن نُمیر کے سواروں نے اونھیں گرفتار کرلیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیجدیا۔ اوس نے کہا قصر پر چڑھ جا اور کذاب بن کذاب پر لعنت کر پھر وہاں سے اوتر تو میں تیرے باب میں حکم دوں۔ عبداللہ بن یُقطُر کوٹھے پر چڑھ گئے جب سب لوگوں کا سامنا ہوا تو پکارے " ایہا الناس میں حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم کا پیغامی ہوں کہ اس ابن مرجانہ پسر سُمیہ ولد الحرام کے مقابلہ میں اون کی نصرت اور مدد کرو " ابن زیاد کے حکم سے وہ قصر پر سے زمین پر گرا دئے گئے ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ ابھی کچھ جان باقی تھی کہ ایک شخص نے آکر ذبح کر ڈالا۔ اسکا نام عبدالملک بن عمیر لخمی تھا۔ لوگوں نے اس حرکت پر اوس کی اعتراض کیا تو اوس نے کہا میں چاہتا تھا کہ اوسکی مشکل جلد آسان ہو جائے۔ ایک راوی کہتا ہے جس نے ذبح کیا وہ عبدالملک ہرگز نہ تھا وہ تو ایک گردانذام دراز قد شخص عبدالملک سے مشابہ تھا۔ یہ خبر جب آپ کو ملی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھکر سنائی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے۔ مسلم بن عقیل ہانی بن عروہ عبداللہ بن یُقطُر قتل کئے گئے۔ ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم میں سے جو کوئی جانا چاہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اوٹھا لیا۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ متفرق ہو گئے۔ کوئی دہنی جانب چلا کوئی بائیں طرف۔ یہ نوبت پہنچی کہ جو لوگ مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے بس وہی رہ گئے۔ آپ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا۔ کہ

یہ اعرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں۔ سمجھے ہوئے ہیں کہ حسین کسی ایسے شہر میں جا رہے ہیں جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا کہ اون کو ساتھ لے چلیں۔ جب تک کہ اون کو وثوق نہ ہو جائے کہ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ کو یقین تھا کہ ان کو مفصل حال معلوم ہو جائے گا تو پھر وہی لوگ ساتھ دینگے جو میرا ساتھ دینے والے میرے ساتھ مرنے والے ہوں گے باقی سب متفرق ہو جائینگے۔ صبح ہوئی آپ نے غلاموں کو حکم دیا۔ پانی ساتھ لیا اور بہت زیادہ لیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہوئے اور بطن العقبہ میں جا کر اوترے۔ بنی عکرمہ میں سے ایک شخص نے حسین ؑ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے حال بیان کر دیا۔ اوس نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ پلٹ جائیے۔ واللہ آپ برچھیوں اور تلواروں میں چلے جا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر آپ کو جنگ وجدال کی زحمت سے بچا لیتے خود ہی سب کام درست کر چکے ہوتے۔ اوس کے بعد آپ جاتے تو قرین مصلحت تھا۔ آپ نے جو حال بیان کیا میں تو اس صورت میں نہ کہوں گا کہ آپ جائیے۔ آپ نے جواب دیا اے بندۂ خدا میں جانتا ہوں جو رائے تم نے دی وہی ٹھیک ہے۔ لیکن مشیت خدا سے چارہ نہیں۔ اسکے بعد آپ روانہ ہو گئے۔

اسی سال یزید نے رمضان میں ولید بن عتبہ کو مکہ سے معزول کر دیا اور عمرو بن سعید بن عاص کو وہاں کا حاکم مقرر کیا اسی نے لوگوں کے ساتھ اس سال کا حج کیا۔ عمرو مکہ و مدینہ کا حاکم تھا اور عبید اللہ بن زیاد کوفہ و بصرہ وغیرہ کا۔ اور شریح بن حارث کوفہ کے قاضی تھے اور ہشام بن ہبیرہ بصرہ کے۔

سنہ ۶۱ شروع ہوا

حسین علیہ السلام نے منزل شراف میں مقام کیا۔ صبح کے وقت خادموں کو حکم دیا کہ پانی بھر لیں۔ اونھوں نے بہت سا پانی ساتھ لے لیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ صبح سے لے کر راستہ کو پامال کرتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی۔ اور ایک شخص پکارا اللہ اکبر۔ آپ نے بھی کہا اللہ اکبر اور پوچھا کہ اللہ اکبر تم نے کس بات پر کہا۔ اوس نے کہا مجھے خرمے کے درخت دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سنکر بنی اسد میں سے

دو شخص آپ سے کہنے لگے۔ ہم نے تو کبھی یہاں خرمے کے درخت نہیں دیکھے۔ آپ نے پوچھا تم کو کیا معلوم ہوتا ہے۔ اونھوں نے کہا ہمیں تو مقدمہ لشکر کا رسالہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا واللہ مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا ہمارے پناہ لینے کے لئے یہاں کوئی ایسی جگہ مل سکتی ہے کہ اوس کو پس پشت اپنے رکھ کر ان لوگوں سے ایک ہی رخ سے سامنا کریں۔ دونوں شخصوں نے کہا آپ کے پہلو ہی میں ذوحُسُم[1] موجود ہے۔ آپ بائیں جانب مڑ جایئے۔ ان لوگوں سے پہلے آپ وہاں پہنچ جائیں تو جو بات آپ چاہتے ہیں وہ حاصل ہے۔ آپ بائیں طرف مڑے ساتھ ہی وہ رسالے کے سوار بھی آہی پہنچے۔ اونھوں نے جو دیکھا کہ آپ راہ کو چھوڑ کر دوسری طرف مڑ پڑے تو وہ بھی اوسی طرف مڑے۔ اون کی برچھیوں کے پھل شہد کی مکھیوں کے غول معلوم ہوتے تھے۔ اون کے علموں کی بیرقیں گدھ کے پروں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ سواروں سے پیشتر آپ ہی ذوحُسُم تک پہنچ گئے اور وہیں اوتر پڑے۔ حکم دیا خیمے نصب ہو گئے۔ ہزار سواروں کا رسالہ لئے ہوئے حُر اوس جلتی دوپہر میں آپ کے مقابل آکر ٹھہرا۔ دیکھا آپ اور آپکے انصار عمامے باندھے ہوئے ہیں تلواریں لگائے ہوئے ہیں۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو پانی پلاکر اونکی پیاس بجھا دو۔ اور گھوڑوں کو بھی پانی دکھا دو۔ خدام اوٹھ کھڑے ہوئے۔ رسالہ کے سواروں کو پانی پلا پلا کر سیراب کر دیا۔ پھر کاسے کٹورے طشت بھر بھر کر گھوڑونکے سامنے لے گئے۔ گھوڑا جب تین یا چار یا پانچ دفعہ پانی میں منہہ ڈال چکتا تھا تو ظرف کو ہٹا کر دوسرے گھوڑے کو پانی پلاتے تھے۔ اسی طرح سب گھوڑوں کو پانی پلایا۔ حُر کے رسالہ کا ایک شخص پیچھے رہ گیا تھا وہ بیان کرتا ہے۔ آپ نے جب میری اور میرے گھوڑے کی حالت جو پیاس سے ہو رہی تھی دیکھی۔ تو کہا راویہ کو بٹھاؤ۔ میں مشک کو راویہ سمجھا۔ تو آپ نے کہا۔ اے لڑکے اونٹ کو بٹھا۔ میں نے اونٹ کو بٹھایا تو کہا پیو۔ میں جب پیتا تھا مشک سے پانی اونڈل اونڈل پڑتا تھا۔ آپ نے کہا مشک کے دہانہ کو اولٹ دو۔ مجھ سے اولٹتے بن نہ پڑا۔ آپ خود اوٹھ کھڑے ہوئے اور دہانہ کو

---

[1] ذوحُسُم جگہ کا نام ہے۔

اولٹ دیا۔ میں نے پانی پیا اپنے گھوڑے کو پلایا۔ آپ کی طرف قادسیہ سے حُر کے آنے کا سبب یہ تھا۔ کہ ابن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ حسین آرہے ہیں تو اوس نے حُصین بن نمیر کو جو اوسکے اہل شرط کا سردار تھا روانہ کیا۔ حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھہرے۔ اور قُطقطانہ سے خفّان تک مورچے باندھے۔ اور حُر کو ہزار سوار دیکر اوسکے آگے آگے قادسیہ سے روانہ کیا کہ حسین سے مزاحمت کرے۔ حُر آپ کو روکے رہا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ اب آپ نے حجاج بن مسروق جُعفی کو حکم دیا کہ اذان کہیں۔ اونھوں نے اذان دی اقامت کی بار آئی تو آپ تہمت اور چادر اور نعلین پہنے ہوئے نکلے حق تعالی کی حمد و ثنا کی اور کہا ایہا الناس خدائے عزوجل سے اور تم سب لوگوں سے میں ایک عذر کرتا ہوں کہ جب تک تم لوگوں کے خط اور تمھارے پیغامی یہ پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ آپ آئیے۔ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ شاید آپ کے سبب سے خدا ہم سب لوگوں کو ہدایت پر متفق کرے۔ اوس وقت تک میں تمھارے پاس نہیں آیا۔ اب اگر تم اوسی قول پر ہو تو لو میں تمھارے پاس آیا۔ تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کر لو۔ جس پر مجھے اطمینان ہو جائے تو میں تمھارے شہر میں چلوں۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تم کو ناگوار ہو تو جہاں سے میں آیا ہوں وہاں واپس چلا جاؤں" یہ سن کر سب نے سکوت کیا اور موذن سے کہا اقامت کہو۔ اوس نے اقامت کہی تو حسین علیہ السلام نے حُر سے پوچھا تم لوگ کیا الگ نماز پڑھو گے۔ حُر نے کہا نہیں ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے اور آپکے انصار بھی سب آپکے پاس جمع ہو گئے۔ حُر اپنی جگہ پر جہاں پہلے وہ تھا واپس آیا اوس کے لئے خیمہ نصب ہو چکا تھا۔ اوسی خیمہ میں چلا گیا کچھ لوگ اوس کے ساتھ والوں میں سے اوس کے پاس جمع ہو گئے۔ باقی لوگ اپنی اپنی صفوں میں واپس آگئے اور پھر صفیں باندھ لیں پھر ہر ایک شخص نے اپنے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور گھوڑوں کے سایہ میں اوتر کر بیٹھ گئے۔ عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ روانہ ہونیکے لئے سب تیار ہو جائیں۔ پھر آپ خیمہ سے نکلے موذن کو حکم دیا اوس نے نماز عصر کے لئے پکار دیا۔ اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے سب کو نماز پڑھائی سلام پھیرا۔ پھر سب کی طرف رخ کرکے حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے پھر کہا ایہا الناس اگر تم خوف خدا کرو گے اور حق داروں کے حق کو پہچانو گے تو

خوشنودی خدا کا باعث ہوگا ہم اہل بیت ہیں اور یہ لوگ جو تم پر حکومت کرنیکا دعویٰ
رکھتے ہیں جنکا اونھیں کچھ حق نہیں ہے اور تمھارے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آتے
ہیں اس امر کے لئے اون سے ہمیں اولیٰ ہیں۔ اگر تم کو ہم سے کراہیت ہے اور
ہمارے حق سے تم واقف نہیں ہو۔ اور اپنے خطوں میں اور اپنے پیغامیوں کی
زبانی تم نے جو کچھ مجھ سے کہلا بھیجا ہے اب وہ تمھاری رائے نہیں ہے۔ تو میں تمھارے
پاس سے واپس چلا جاؤں۔ حُر نے جواب میں کہا واللہ مجھے نہیں معلوم وہ کیسے خطوط
تھے جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے کہا وہ دونوں
تھیلے جن میں ان لوگوں کے خط ہیں لاؤ۔ عقبہ دونوں تھیلے نکال لائے دونوں میں
خط بھرے ہوئے تھے۔ سب کے سامنے لاکر خطوں کو بکھرا دیا۔ حُر نے کہا جن لوگوں نے
آپ کو خط لکھے تھے ہم اون میں نہیں ہیں۔ اور ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کو ہم پا جائیں تو
ابن زیاد کے پاس لے چلیں بے لے جائے ہوئے نہ چھوڑیں۔ آپ نے کہا اس مطلب
کے حاصل کرنے سے مرجانا تیرے لئے آسان ہے۔ اور اپنے انصار سے کہا اوٹھو
سوار ہو۔ سب سوار ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ اونکے مستورات بھی سوار ہو گئے۔
آپ نے انصار سے کہا ہم سب کو واپس لے چلو۔ وہ لوگ واپس ہونے لگے تو حُر کے
رسالہ والے مزاحم ہوئے۔ اس پر آپ نے حُر سے کہا "تیری ماں تجھے روئے آخر تیرا
کیا مطلب ہے۔" حُر نے کہا واللہ اگر عرب میں کسی اور نے یہ کلمہ میرے حق میں
آپ کی طرح کہا ہوتا اس میں چاہے کوئی ہوتا تو میں بھی اوسکی ماں کے رونیکا ذکر
بے کئے نہ رہتا۔ مگر واللہ آپ کی ماں کا ذکر بغیر حد درجہ کی تعظیم کے میری مجال نہیں
جو کروں۔ آپ نے کہا پھر تیرا کیا ارادہ ہے حُر نے کہا واللہ میرا یہ ارادہ ہے کہ آپ کو
ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ آپ نے کہا واللہ میں تیرے ساتھ نہیں جانے کا۔
حُر نے کہا واللہ میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔ دونوں آدمیوں نے تین مرتبہ بار بار یہی کلمہ
کہا۔ جب تکرار بڑھ گئی تو حُر نے کہا۔ آپ سے قتال کرنے کا تو مجھے حکم نہیں ملا ہے۔
مجھے اتنا ہی حکم ہے کہ جب تک آپ کو کوفہ میں نہ لے آؤں آپ کے پاس سے نہ سرکوں۔
آپ کہنا نہیں مانتے تو کسی ایسے رستہ پر چلئے جو نہ کوفہ کی راہ ہو نہ مدینہ کی۔ میں ابن زیاد
کو لکھوں آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیے شاید خدا کوئی صورت ایسی نکالدے کہ

آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے میں بچ جاؤں۔ آپ یہ راستہ اختیار کیجیے عذیب و قادسیہ کی راہ سے بائیں طرف مڑ جاتے۔ اس وقت عذیب اڑتیس میل کے فاصلہ پہ تھا۔ آپ اپنے انصار کے ساتھ روانہ ہوئے اور حُر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ مقام بیضہ میں آپ نے اپنے اور حُر کے اصحاب میں یہ خطبہ پڑھا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے کہا۔ "ایہا الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے بادشاہ کو دیکھے جو ظالم ہو جو حرام خدا کو حلال سمجھتا ہو جو عہد خدا توڑتا ہو جو سنت رسول خدا کے خلاف کرتا ہو جو بندگان خدا کے ساتھ ظلم و سرکشی سے پیش آتا ہو۔ اور پھر فعلاً یا قولاً اوس پہ یہ شخص اعتراض نہ کرے۔ تو خدا اوس کو بھی اوس کے اعمال میں شریک کریگا۔ سنو ان حکام نے شیطان کی اطاعت اختیار کرلی ہے خدا کی طاعت کو ترک کردیا ہے فساد کو ظاہر حدود شرع کو معطل غنیمت کو غصب حرام خدا کو حلال حلال خدا کو حرام کر رکھا ہے۔ ان پر اعتراض کرنے کا سب سے زیادہ مجھے حق ہے۔ تمھارے خط میرے پاس آئے تمھارے پیام بر میرے پاس تمھاری طرف سے بیعت کرنے کو اس بات پر آئے کہ۔ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ مجھے دشمن کے حوالہ نہ کردوگے۔ اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کردگے تو بہرہ مند ہو گے۔ میں حسین ہوں علی و فاطمہ بنت رسول اللہ ؐ کا فرزند۔ میری جان تمھاری جانوں کے ساتھ ہے میرے اہل و عیال تمھارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمھارا پیشوا ہوں۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ تو قسم ہے اپنی جان کی یہ بات تمھاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپ میرے بھائی میرے ابن عم مسلم کے ساتھ کیا ہے۔ جس نے تم پر بھروسا کیا اوس نے دھوکا کھایا۔ اور جس نے بدعہدی کی اوس نے اپنے نفس کے لئے کی۔ تم چوکے اور بے بہرہ رہے۔ خدا اب تم سے بے نیاز کردیگا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" ذی حسم میں جو خطبہ آپ نے پڑھا وہ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد آپ نے کہا۔ تم لوگ دیکھ رہے ہو کیا حال ہو رہا ہے۔ دنیا بدل گئی پہچانی نہیں جاتی۔ نیکیاں روگرداں ہوگئیں۔ اور بالکل گزر گئیں۔ اب رہا کیا۔ برتن کا دھوون رہ گیا۔ اور بری زندگانی اور ناگوار چارہ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہوتا باطل سے پرہیز نہیں کیا جاتا۔ مومن کو اب چاہئے کہ

حق پر رہ کر خدا سے ملاقات کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مرجانا شہادت ہے اور ظالموں میں زندگی کرنا ناگوار امر ہے۔ یہ سن کر زہیر بن قین بجلی اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا تم کچھ کہتے ہو یا میں کہوں۔ اونھوں نے کہا آپ ہی کہئے۔ زہیر نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا۔ یا ابن رسول اللہ ہداک اللہ آپ کے ارشاد کو ہم قبول کرتے ہیں۔ واللہ اگر دنیا ہمارے لئے باقی رہنے والی ہوتی۔ ہم اوس میں ہمیشہ رہنے والے ہوتے۔ اور آپکی نصرت و غمخواری میں ہمیں دنیا کو چھوڑنا پڑتا۔ تو ہم اس دنیا میں رہنے سے اسکے چھوڑنے کو آپ کے ساتھ بہتر سمجھتے "آپ نے یہ سن کر اون کے لئے دعائے خیر کی۔ حُر آپ کے ساتھ ساتھ چلا آتا تھا اور آپ سے کہتا جاتا تھا۔ یا حسین میں خدا کا واسطہ آپ کو دیتا ہوں کہ اپنی جان کا خیال کیجیے۔ میں کہے دیتا ہوں آپ خود حملہ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے یا آپ پر حملہ ہوگا تو بھی آپ ہی ہلاک ہوں گے۔ مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" آپ نے کہا تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے۔ کیا یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ تم لوگ مجھ کو قتل کروگے اس بات کے جواب میں وہی بات میں کہوں گا جو بنی اوس میں سے ایک صحابی نے اپنے ابن عم سے کہی تھی۔ یہ رسول اللہ کی نصرت کو چلے تھے اوس نے کہا کہاں جاتے ہو مارے جاؤ گے۔ اُنھوں نے جواب دیا (شعر کا ترجمہ)

میں جاؤں گا اور موت سے اوس شخص کو کاہیکی شرم
جس نے حق کی نیت کی ہو اور مسلم ہو کر جہاد کیا ہو۔
جس نے اپنی جان سے بندگان صالح کی غمخواری کی ہو۔
جس نے ہلاک ہونے والے خائن و ذلیل سے کنارہ کیا ہو۔

حُر نے یہ بات سنی تو آپ کے پاس سے سرک گیا۔ حُر اپنے اصحاب کے ساتھ ایک طرف چل رہا تھا اور حسین راہ کی دوسری طرف۔ چلتے چلتے عذیب الہجانات تک پہنچے۔ یہاں ملک نعمان کی اونٹنیاں کسی زمانہ میں چرا کرتی تھیں (ہجانات اونٹنیوں کو کہتے ہیں) اس مقام میں آپ پہنچے ہی تھے کہ کوفہ سے چار شخص اونٹوں پر سوار نافع بن ہلال کا مشہور گھوڑا کوتل دوڑاتے ہوے وارد ہوئے۔ اس گھوڑے کا نام کامل تھا اور طرماح ابن عدی اپنے گھوڑے پر سواران کے راہ نما تھے وہ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے ؎

اے ساڈنی بہت گھرکنے سے گھبرا نہ جا
صبح ہونے سے پہلے ان سواروں کو لے کر روانہ ہو جا
یہ تمام سواروں میں اور سفر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں
ان کو لئے ہوئے تو اوس شخص کے پاس جا کر ٹھہر
جو کریم النسب و صاحب مجد و کشادہ دل ہے
جسے خدا ایک امر خیر کے لئے یہاں لایا ہے
رہتی دنیا تک اوس کو خدا سلامت رکھے

یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے یہی شعر آپ کے سامنے پڑھے۔ آپ نے کہا واللہ میں بھی جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی مشیت میں ہم لوگوں کا قتل ہونا ہو یا فتح مند ہونا دونوں امر خیر ہے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر حُر بڑھا آپ سے کہنے لگا یہ سب لوگ جو کوفے سے آئے ہیں آپ کے ساتھ والوں میں نہیں ہیں۔ میں ان لوگوں کو قید کروں گا یا واپس کر دوں گا۔ آپ نے کہا جو بات میں اپنے لئے گوارا نہیں کرتا ان کے لئے بھی گوارا نہ کروں گا۔ یہ لوگ میرے انصار و اعوان ہیں۔ اور تم مجھ سے کہہ چکے ہو کہ جب تک ابن زیاد کا خط تمہارے پاس نہ آئیگا تم مجھ سے کچھ تعرض نہ کرو گے۔ حُر نے کہا یہ درست ہے لیکن یہ لوگ تو آپ کے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ آپ نے کہا یہ میرے ساتھ والے ہیں یہ بھی اون لوگوں کے مثل ہیں جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ جو بات مجھ سے تم کہہ چکے ہو بس اوس پر تم قائم رہو ورنہ میں تم سے قتال کرونگا۔ یہ سن کر حُر اپنے ارادے سے باز آیا۔ اب آپ نے اون لوگوں سے پوچھا کہ جہاں سے تم آرہے ہو وہاں کی کیا خبر ہے مجھ سے بیان کرو۔ مجمع بن عبد اللہ عائذی ایک شخص اونہیں چار شخصوں میں سے جو کوفہ سے آئے تھے کہنے لگے بڑے لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ اون کو بڑی بڑی رشوتیں دی گئی ہیں۔ اون کے تھیلے بھر بھر دئے گئے ہیں۔ اون کو مارے ہیں اور اپنا خیرخواہ انہیں بنا لئے ہیں وہ سب لوگ آپکے خلاف میں متفق ہیں۔ رہے عام لوگ اون کا یہ حال ہے کہ دل سے آپ ہی کی طرف جھکے ہیں لیکن کل یہی لوگ آپ پر تلواریں کھینچے ہوئے آپہونچیں گے۔ آپ نے کہا بیان کرو میرا ایک پیغامبر تمہارے پاس آیا تھا۔ پوچھا وہ کون۔ آپ نے کہا قیس بن مسہر صیداوی۔ دونوں نے کہا ہاں۔ اون کو حصین بن نمیر نے پکڑ کر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ اوس نے حکم دیا کہ آپ پر اور آپکے باپ پر وہ لعنت کریں۔

اونھوں نے آپ پر اور آپکے باپ پر صلوات بھیجی اور ابن زیاد اور اوس کے باپ پر لعنت کی۔ اور لوگوں کو آپ کی نصرت کے لئے پکارا۔ اور آپ کے آنے کی سب کو خبر کر دی۔ اس بات پر ابن زیاد نے حکم دیا اور وہ ایوان کی چوٹی سے نیچے گرا دئے گئے" حسین علیہ السلام کی آنکھیں یہ سن کر ڈبڈبا آئیں آنسوؤں کو ضبط نہ کر سکے اور یہ آیت آپ نے پڑھی (ترجمہ) "اون میں سے کوئی گذر گیا کوئی انتظار کر رہا ہے۔ اور ان لوگوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا"۔ خداوندا ہم کو اور اون کو نعمت بہشت عطا کر۔ اور ہم کو اور اون کو اپنے جوار رحمت اور اپنے ثواب کے ذخیرۂ بخشش میں یکجا کر دے" طرماح بن عدی آپکے قریب آئے اور کہنے لگے واللہ میں تو یہی دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ اگر فقط یہی لوگ جو آپکے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں آپ سے قتال کریں تو کافی ووافی ہیں۔ حالانکہ جب میں آپکے پاس آنیکے لئے کوفہ سے نکلا ہوں اس سے ایک دن پیشتر بیرون شہر میں نے سپاہ کی ایسی کثرت دیکھی کہ اس سے بڑھکر کسی مقام پر میری نظر سے نہیں گذری تھی۔ میں نے اسکا سبب دریافت کیا۔ تو کسی نے کہا۔ یہ اجتماع تو عرض لشکر کے لئے ہے۔ عرض سے فارغ ہونے کے بعد یہ سب لوگ حسین کے مقابلہ میں روانہ ہوں گے۔ اب میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو ایک قدم بھی اوس طرف جانے کے لئے نہ اٹھائیے۔ اگر آپ کسی ایسے شہر میں جانا چاہتے ہوں جہاں اللہ آپ کی حفاظت کرے کہ آپ کوئی رائے قائم کرلیں اور جو کام کرنا چاہیں اوسے اچھی طرح سوچ سمجھ لیں۔ تو چلئے میں آپکو اپنے بلند پہاڑ پر جسے کوہ اَجَا کہتے ہیں لے چلوں۔ واللہ ہم لوگ اسی پہاڑ پر شاہان غسان و حمیر اور نعمان ابن منذر اور ہر اسود و احمر سے محفوظ رہے ہیں۔ واللہ ہم کو کبھی یہ لوگ مطیع نہیں کر سکے۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ موضع قُرَیَّہ میں آپ کو اوتار دونگا۔ پھر کوہستان اَجَا و سلمیٰ میں بنی طے میں سے جو لوگ ہیں اون سے کہلا بھیجوں گا۔ واللہ دس دن کے اندر اندر آپ کے پاس بنی طے کے سوار اور پیادے جمع ہو جائیں گے۔ آپ کا جب تک جی چاہے ہم لوگوں میں رہیں۔ اگر کوئی واقعہ آپ کو پیش آئے۔ تو میں آپ سے بیس ہزار بنی طے کے جمع کر دینے کا ذمہ کرتا ہوں۔ جو آپ کے سامنے شمشیر زنی کریں گے۔ جب تک اون میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا آپ کو ضرر نہ پہنچنے دیں گے"۔ آپ نے یہ سنکر کہا "خدا تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک قول ہو چکا ہے جسکے سبب سے

ہم واپس نہیں جاسکتے۔ نہیں معلوم کہ ہمارا اوران کا انجام کیا ہو" طرماح کہتے ہیں میں آپ سے رخصت ہوا اور میں نے کہا۔ خداوند عالم جن وانس کے شر سے آپ کو بچائے۔ میں کوفہ سے کچھ غلہ وغیرہ اپنے اہل وعیال کے واسطے لے کر چلا ہوں۔ اون کو خرچ کرنے کے لئے بھی میں کچھ دوں گا۔ وہاں جاکر۔ یہ سب چیزیں اونھیں دے کر۔ انشاءاللہ آپ کے پاس آؤنگا۔ اگر میں آپ تک پہنچ گیا تو واللہ میں بھی آپ کے انصار میں شامل ہو جاؤں گا۔ آپ نے کہا رحمک اللہ اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو جلدی کر" اُس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو اس امر میں اہتمام ہے کہ لوگ آپکے شریک ہوں۔ جب ہی تو مجھے جلدی کرنے کہتے ہیں۔ میں اپنے اہل وعیال میں پہنچا۔ جن چیزوں کی اونھیں ضرورت تھی وہ اون کو دیکر میں نے وصیت کی۔ سب کہنے لگے اس دفعہ تم اس طرح رخصت ہوتے ہو کہ اس سے پیشتر کبھی ایسا نہیں ہوا تھا" میں نے اپنے ارادہ سے اون کو مطلع کردیا۔ اور بنی ثعُل کی راہ سے میں روانہ ہوا۔ عذیب الہجانات تک پہنچا ہی تھا۔ کہ سماعہ بن بدر سے قتل حسین کی خبر مجھے معلوم ہوئی یہ سن کر میں واپس آیا"۔ حسین علیہ السلام چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں جاکر اوترے۔ دیکھا کہ ایک سراپردہ ایستادہ ہے۔ پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے۔ معلوم ہوا عبیداللہ بن الحر جعفی کا ہے۔ کہا اون کو میرے پاس بلا لاؤ۔ کوئی شخص بلانے کو گیا۔ اوس نے جاکر کہا۔ حسین بن علی یہاں آئیں ہیں تم کو بلاتے ہیں۔ ابن الحر نے یہ سن کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ میں کوفہ سے اسی لئے نکل آیا کہ مجھے منظور نہ تھا کہ میں کوفہ میں ہوں اور حسین بھی وہاں آئیں۔ واللہ میں نہیں چاہتا کہ میں اون سے ملوں اور وہ مجھ سے ملیں۔ پیغام پہنچانے والا واپس آیا اور آپ سے یہ حال بیان کردیا۔ یہ سنکر آپ نے نعلین اوٹھائی پہنی کھڑے ہوے اوس کے پاس آئے خیمہ کے اندر گئے سلام کیا بیٹھے۔ اور اوسے اپنے ساتھ شریک ہونے کو کہا۔ ابن الحر نے جو بات پہلے کہی تھی وہی پھر کہی۔ آپ نے کہا اگر تو ہماری نصرت نہیں کرتا تو ہمارے قاتلوں کے ساتھ شریک ہونے میں خوف خدا کر۔ واللہ جو شخص ہماری فریاد سن کر ہماری نصرت نہ کرے گا وہ ہلاک ہو جائیگا۔ ابن الحر نے کہا انشاءاللہ یہ تو کبھی نہ ہوگا۔ حسین علیہ السلام یہ سن کر اوس کے پاس سے اوٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی فرودگاہ میں چلے آئے۔ کچھ رات باقی تھی کہ آپ نے پانی بھرنیکا حکم دیا اوس کے بعد سب قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔ ایک ساعت بھر چلے تھے کہ آپ ذرا اونگھ گئے پھر چونک کر کہا انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔

دو دفعہ یا تین بار یہی کلمہ آپ نے کہا۔ یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن الحسین گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے انا للہ و انا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔ بابا میں آپ پر فدا ہو جاؤں اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا۔ آپ نے کہا اے فرزند ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی میں نے ایک سوار کو اپنے سامنے گھوڑے پر دیکھا۔ اوس نے کہا لوگ تو چلے جارہے ہیں اور موت اون کی طرف آرہی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم کو خبر مرگ سنائی گئی ہے۔ اونھوں نے عرض کی بابا خدا آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے کیا ہم لوگ حق پر نہیں۔ آپ نے کہا قسم ہے اوسی خدا کی جسکے پاس سب کو جانا ہے ہم حق پر ہیں علی بن الحسین نے کہا پھر ہمیں کچھ پروا نہیں۔ مرینگے تو حق پر مرینگے۔ آپ نے کہا جزاک اللہ باپ کی طرف سے فرزند کو جو بہترین جزا مل سکتی ہے وہ تم کو ملے"۔ صبح ہوئی تو آپ اوترے نماز پڑھی اور جلدی کرکے سوار ہوئے اور اپنے انصار کے ساتھ بائیں جانب مڑنے لگے آپ چاہتے تھے کہ اون کو متفرق کردیں۔ یہ دیکھ کر حُر قریب آتا تھا اور لوگوں کو اُدھر جانے سے روکتا تھا۔ وہ لوگ حُر کو ہٹا دیتے تھے۔ حُر اون کو جب مجبور کرتا تھا کوفہ کے رخ پر چلنے کے لئے تو وہ نہیں مانتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ وہ اسی طرح بائیں جانب مڑتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کہ نینوا میں پہنچے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حسین اوتر پڑے۔ اتنے میں ایک سانڈنی سوار ہتھیار لگائے کمان شانہ پر ڈالے کوفہ سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ سب کے سب اوس کے انتظار میں ٹھہر گئے۔ وہ آیا تو حُر کو اور اوس کے اصحاب کو سلام کیا حسین علیہ السلام اور اونکے انصار کو اوس نے سلام نہیں کیا۔ حُر کو ابن زیاد کا خط دیا۔ اوس میں لکھا تھا۔ کہ "میرا قاصد اور میرا خط جب تمھیں پہنچے تو حسین کو بہت تنگ کرنا۔ اون کو ایسی جگہ اوترنے دینا جہاں چٹیل میدان ہو کوئی پناہ کی جگہ نہ ہو جہاں پانی نہ ہو۔ دیکھو قاصد کو میں نے حکم دیدیا ہے کہ وہ تم پر سزاول رہے تمھارا ساتھ نہ چھوڑے جب تک کہ میرے پاس یہ خبر لے کر نہ آئے کہ تم نے میرے حکم کو پورا کردیا والسلام" حُر نے خط پڑھکر انصار حسین سے کہا "یہ خط امیر عبیداللہ بن زیاد کا ہے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ جس مقام پر مجھے یہ خط پہنچے وہیں تم لوگوں کو بہت تنگ کروں اور دیکھو یہ شخص اوسکا قاصد ہے۔ اس کو حکم ہے کہ میرے پاس سے نہ ہٹے جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ میں نے امیر کی رائے پر عمل کیا اور اوس کے حکم کو جاری کردیا" یہ سنکر قاصد کی طرف ابو شعثاء یزید بن مہاجر کندی ہندی نے دیکھا۔ اور اوسکے سامنے آکر کہا۔

کیا مالک بن نُسیر بدّی ہے۔ اوس نے کہا کہ ہاں۔ (اور یہ قاصد بھی کندی تھا) ابو شعثاء نے کہا تیرا برا ہو تو کیا پیام لے کر آیا ہے۔ کہا جو پیام میں لایا ہوں۔ اس میں اپنے امام کی میں نے اطاعت کی اور اپنی بیعت کو میں نے پورا کیا۔ ابو شعثاء نے کہا "تم نے اپنے خدا کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کرکے خود کو ہلاک کیا تو نے اپنے لئے عار و نار کو اختیار کیا۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وجعلنا منھم ائمة یدعون الی النار ویوم القیامة لا یُنصرون — ہم نے کچھ امام اون میں پیدا کردیئے ہیں جو کہ دوزخ میں لیجانیکو پکارتے ہیں۔ و نقیامت اونکی مدد نکیجائیگی۔

بس ایسا ہی تیرا امام ہے"، اب حُر نے سب لوگوں کو اسی جگہ اوترنے کے لئے مجبور کیا جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی بستی تھی۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں نینوا میں یا غاضریہ میں یا شفیہ میں اوتر جانے دو۔ حُر نے کہا واللہ ایسا نہ ہوگا۔ میں ایسا کر نہیں سکتا۔ دیکھو یہ شخص جاسوسی کے لئے میرے پاس بھیجا گیا ہے۔ اس وقت زُہیر بن قین نے عرض کی "یا ابن رسول اللہ ہمیں ان لوگوں سے لڑ لینا بہ نسبت اون لوگوں کے جو ان کے بعد لڑنے کو آئیں گے زیادہ تر آسان ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کے بعد آپ خیال فرمائیں اتنے لوگ ہم سے لڑنے کو آئیں گے جن کا مقابلہ ہم نہیں کرسکتے" آپ نے جواب دیا میں جنگ میں ابتدا نہیں کروں گا۔ زُہیر نے کہا اچھا اس قریہ میں چلیے ہم سب وہیں اوتر پڑیں یہ مقام محفوظ بھی ہے اور فرات کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہ لوگ ہمیں مانع ہوں گے تو اس بات پر ہم اون سے لڑیں گے۔ ان سے لڑ لینا بہ نسبت اون لوگوں کے جو ان کے بعد آنے والے ہیں ہم کو زیادہ تر آسان ہے" آپ نے پوچھا یہ کونسا قریہ ہے۔ کہا کہ اسکا نام عَقر (زخم) ہے۔ آپ نے کہا خداوندا عقر سے مجھ کو بچانا۔ اور آپ وہیں اوتر پڑے۔ یہ محرم ۶۱ھ کی دوسری تاریخ پنجشنبہ کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح کو عمر بن سعد چار ہزار کی سپاہ لئے ہوئے کوفہ سے یہاں وارد ہوا حسین علیہ السلام پر ابن سعد کے لشکر کشی کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ فرقۂ دیلم نے موضع دستبنی پر قبضہ کرلیا تھا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے ملک رے کا فرمان ابن سعد کے نام پر لکھا اور حکم دیا کہ اوس طرف روانہ ہو۔ ابن سعد لوگوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور حمام اعین میں لشکر گاہ مقرر کی۔ جب حسین کا معاملہ پیش آیا اور آپ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلا بھیجا۔ اور کہا پہلے حسین کی طرف متوجہ ہو۔ ہمارے اونکے درمیان

جو معاملہ ہے اوسکا فیصلہ ہو جائے تو اپنی خدمت پر جانا۔ ابن سعد نے کہا خدا آپ کا بھلا کرے اگر مناسب سمجھئے تو مجھے اس کام سے معاف رکھیئے۔ ابن زیاد نے جواب دیا ہاں ایسا ہو سکتا ہے اس شرط پر کہ رے کا فرمان واپس کر دو۔ جب یہ اوس نے کہا تو ابن سعد نے اس باب میں غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی۔ وہاں سے واپس آکر اس نے اپنے ہوا خواہوں میں جس جس سے مشورہ کیا اوس نے اس حرکت سے منع کیا۔ خود اسکا بھانجا حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ اسکے پاس آیا اور کہا "ماموں خدا کیواسطے حسین سے مقابلہ کرنے کا قصد نہ کرنا اس میں اپنے خدا کی معصیت بھی ہے اور قطع رحم بھی۔ واللہ اگر روئے زمین کی سلطنت اور تمام دنیا و مال دنیا سے تم محروم ہو جاؤ تو وہ اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے حسین کے خون میں آلودہ ہو کر تم کو جانا پڑے"۔ ابن سعد نے کہا انشاء اللہ یہی کروں گا۔ ابن سعد کو جب یہ حکم ملا ہے تو عبداللہ بن یسار جہنی اسکے پاس آیا ابن سعد نے کہا کہ امیر نے مجھے حسین کے مقابلہ میں جانے کو حکم دیا میں نے انکار کر دیا۔ ابن یسار نے کہا خدا نے تجھ کو راہ صواب دکھا دی خدا تجھ کو ہدایت کی توفیق دے اس بلا کو ٹال دے ایسا نہ کر اس کام کے لئے روانہ نہ ہو۔ ابن یسار یہ کہہ کر ابن سعد کے پاس سے چلا آیا۔ کسی نے آکر خبر دی کہ لو ابن سعد حسین پر چڑھائی کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابن یسار پھر اوس کے پاس گیا۔ دیکھا بیٹھا ہوا ہے اسے آتے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ یہ سمجھ گیا کہ اب اوس نے لشکر کشی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اور وہاں سے چلا آیا۔ ابن سعد نے ابن زیاد سے آکر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے آپ نے مجھے خدمت دی میرے نام کا فرمان لکھ دیا سب نے سنا۔ پھر اب آپ کی رائے ہو تو اس حکم کو نافذ کر دیجئے۔ اور یہ لشکر جو اشراف کوفہ کا ہے اس پر کسی ایسے شخص کو جسکی کاردانی و کار آگاہی فن جنگ میں آپ کی مرضی کے موافق ہو مجھے اوس پر کوئی تفوق نہ ہو مقرر کر کے حسین کے مقابلہ میں بھیج دیجئے۔ یہ کہہ کر ابن سعد نے کچھ لوگوں کے نام بھی لئے۔ ابن زیاد نے کہا اشراف اہل کوفہ کے نام تم مجھے کیا بتاتے ہو۔ میں تم سے یہ مشورہ نہیں چاہتا کہ کس کو مقرر کروں۔ تم اگر لشکر لے کر جاتے ہو تو جاؤ۔ ورنہ میرا فرمان واپس کر دو۔ ابن سعد نے جب اوسکا یہ اصرار دیکھا تو کہا اچھا میں جاتا ہوں۔ وہ چار ہزار کے لشکر کے ساتھ نکلا اور جس دن حسین نینوا میں اوترے اوس کے دوسرے دن صبح کو آپ کے مقابل میں آکر اوترا۔

اور عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حسین علیہ السلام کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں کیا ارادہ رکھتے ہیں۔ عزرہ اون لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آپ کو خط لکھ کر بلایا تھا اوسے آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔ ابن سعد نے لشکر کے اور رئیسوں سے بھی جنھوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کو کہا سب نے انکار کیا۔ یہ پیام لے جانا کسی کو گوارا نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر کثیر بن عبداللہ شعبی اوٹھ کھڑا ہوا۔ یہ بڑا شہسوار و دلیر تھا ہر بات میں نہایت بے باک تھا۔ اوس نے کہا میں حسین کے پاس جاتا ہوں اور آپ کہیں تو واللہ اچانک ایک وار میں اون کا کام بھی تمام کردوں۔ ابن سعد نے کہا یہ میں نہیں کہتا کہ تم اون کو اچانک قتل کرو۔ ہاں ان کے پاس جا کر یہ پوچھو کہ آنے کا اونکے کیا سبب ہے۔ کثیر یہ پوچھنے کو چلا۔ ابو ثمامہ صائدی نے اوسے آتے دیکھ کر آپ سے کہا اے ابا عبداللہ خدا آپ کا بھلا کرے یہ جو شخص آپکے پاس آرہا ہے دنیا بھر کا شریر و سفاک و فتاک ہے۔ یہ کہہ کر ابو ثمامہ اوٹھ کھڑے ہوئے اوس سے کہا کہ اپنی تلوار رکھدے۔ اوس نے کہا واللہ یہ نہیں ہوگا اس میں کسی کا لحاظ نہ کروں گا۔ میں فقط قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں۔ تم لوگ میری بات سنو گے تو جو پیام میں لے کر آیا ہوں پہنچا دوں گا۔ اگر نہیں سنتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ ابو ثمامہ نے کہا میں تیری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں پھر جو کچھ تجھے کہنا ہو کہہ لے۔ کہنے لگا واللہ یہ بھی نہ ہوگا قبضہ کو ہاتھ نہ لگانا۔ ابو ثمامہ نے کہا اچھا جو تجھے کہنا ہو مجھ سے کہہ دے میں جا کر آپ سے عرض کردونگا تجھے تو آپ کے قریب نہ جانے دوں گا تو ایک بدکار شخص ہے۔ دونوں میں گالی گلوج ہوئی اور وہ واپس چلا گیا ابن سعد سے یہ حال بیان کر دیا۔ ابن سعد نے اب قرہ بن قیس حنظلی کو بلا کر کہا۔ قرہ تم ذرا حسین سے مل کر پوچھو کہ وہ کیوں آئے ہیں کیا ارادہ ہے۔ قرہ وہاں سے چلا کہ آپ سے ملاقات کرے۔ آپ نے جب اوسے آتے ہوئے دیکھا تو انصار سے پوچھا اس شخص کو تم جانتے ہو حبیب بن مظاہر نے کہا ہاں میں پہچانتا ہوں یہ بنی حنظلہ میں سے ہے اور تمیمی ہے۔ ہماری بہن کا بیٹا ہے۔ میں تو اس کو خوش عقیدہ سمجھتا تھا۔ میں نہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ یہ آئے گا۔ اتنے میں قرہ آپہنچا۔ آپ کو سلام کیا اور ابن سعد کا پیام پہنچا دیا۔ آپ نے جواب دیا کہ تمھارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آئیے۔ اب اگر میرا یہاں آنا انھیں ناگوار ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔" حبیب بن مظاہر نے اوس سے کہا قرہ کیا تو ان ظالموں میں

پھر واپس چلا جائے گا۔ تجھے چاہئے کہ آپکی نصرت کرے۔ جن کے بزرگوں کی بدولت خدا نے تجھے اور ہمیں کرامت عطا فرمائی ہے۔ قرہ نے کہا میں جسکے ساتھ ہوں اوسکے پیام کا جواب اوسے پہنچانے کو واپس جاؤں گا اور جیسی رائے ہوگی میری وہ کروں گا"
یہ کہہ کر وہ ابن سعد کے پاس گیا سب حال بیان کیا۔ ابن سعد نے کہا امید تو ہوتی ہے کہ خدا مجھ کو اون سے لڑنے اور اون کے ساتھ کشت و خون کرنے سے محفوظ رکھے گا۔
اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں یہاں جب آکر حسین کے مقابل اوترا تو ایک قاصد کو اون کے پاس بھیجا۔ اون سے میں نے پوچھا کہ اون کے آنے کا کیا سبب ہوا اور وہ کیا چاہتے ہیں کس چیز کے طلبگار ہیں۔ اونھوں نے اوس کا جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے میرے پاس اون کے قاصد آئے اور اس بات کے خواستگار ہوئے کہ میں یہاں آؤں۔ میں چلا آیا۔ اب میرا آنا اگر اون کو ناگوار ہے اور قاصدوں سے جو کچھ اونھوں نے کہلا بھیجا تھا اب اوس کے خلاف اونکی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاؤنگا" ابن زیاد کو یہ خط جب سنایا گیا تو اوس نے یہ شعر پڑھا۔

الآنَ اذ علقت مخالبنا بہ
یرجو النجاۃ ولات حین مناصِ

یعنی جب ہمارے پنجہ میں پھنس گئے تو نکلنا چاہتے ہیں اب تو اون کے لئے مفر نہیں "
اس خط کا جواب ابن سعد کو اوس نے یہ لکھا۔
" بسم اللہ الرحمن الرحیم تمھارا خط مجھے پہنچا جو کچھ تم نے لکھا معلوم ہوا۔ حسین سے کہو کہ یزید بن معاویہ سے وہ خود اور تمام انصار اونکے بیعت کریں۔ اگر اونھوں نے بیعت کرلی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھینگے کرینگے والسلام"
ابن سعد کو یہ خط پہنچا تو کہنے لگا میں سمجھ گیا ابن زیاد کو عافیت نہیں منظور ہے۔ ایک خط ابن زیاد کا ابن سعد کو آیا اوس میں یہ مضمون تھا کہ نہر کے اور حسین و اصحاب حسین کے درمیان حائل ہو جا۔ ایک بوند پانی وہ لوگ نہ پی سکیں۔ جو سلوک کہ تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا " اس خط کو دیکھ کر ابن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانسو سوار و نکا رئیس کر کے روانہ کیا۔ یہ لوگ نہر پر جا کر ٹھہرے اور نہر اور حسین و اصحاب حسین کے درمیان یہ سب حائل ہوگئے کہ وہ بوند بھر پانی اوس سے نہ پینے پائیں۔ یہ واقعہ آپ کے قتل ہونے سے تین دن پہلے کا ہے۔ آپ کے سامنے آکر عبداللہ بن ابی حصین ازدی جو بنی بجیلہ میں شمار ہوتا تھا پکارا اے حسین

ذرا پانی کی طرف دیکھو کیسا آسمانی رنگ اوسکا جھلا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تم پیاسے مر جاؤ گے ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملے گا۔ آپ نے یہ سنکر کہا خدا وندا اس شخص کو پیاس کی ایذا دے کر قتل کر اور کبھی اسکی مغفرت نہ ہو۔ اس کے بعد حمید بن مسلم اس کی بیماری میں عیادت کو گیا تھا وہ کہتا ہے قسم ہے اوس خدائے وحدہ لاشریک کی میں نے اوسے دیکھا کہ پانی پیتا ہے اور پیاس پیاس بکے جاتا ہے پھر قے کر دیتا ہے پھر پیتا ہے اور پھر پیاسا ہو جاتا ہے پیاس نہیں بجھتی ہے۔ یہی حالت اوسکی یکساں رہی آخر مر گیا۔ جب آپ پر اور آپ کے انصار پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو بلایا تیس سوار بیس پیادے بیس مشکیں اونکے ساتھ کر دیں اور پانی کے لئے روانہ کیا۔ یہ لوگ رات کے وقت نہر کے قریب پہنچے۔ نافع ابن ہلال جملی علم لئے ہوئے سب سے آگے بڑھ گئے۔ ابن حجاج کہنے لگا۔ کون ہے آؤ کیوں آئے ہو" نافع نے کہا ہم تو یہ پانی پینے آئے ہیں جس سے تم لوگوں نے ہم کو محروم کر دیا ہے" کہا پانی لو ھنیئاً" کہا حسین کو اور اون کے انصار کو تو دیکھتا ہے کہ پیاسے ہیں۔ بے اونکے واللہ میں بھی اس پانی کا ایک قطرہ نہ پیوں گا" اتنے میں اور سب لوگ بھی اوس کے سامنے آ گئے۔ ابن حجاج نے کہا ان لوگوں کو پانی پلانا ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر اسی لئے متعین کئے گئے ہیں کہ ان کو پانی نہ لینے دیں" نافع کے ساتھ والے جب آ گئے تو انہوں نے پیادوں سے کہا اپنی اپنی مشکیں بھر لو" پیادے دوڑ پڑے سب نے مشکیں بھر لیں۔ ابن حجاج نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ یہ دیکھ کر عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے بھی اون پر حملہ کیا سب کا منہ پھیر دیا۔ پھر اپنے خیموں کی طرف واپس جانے لگے پیادوں سے کہا نکل جاؤ۔ اور خود دشمنوں کو روکنے کے لئے ٹھہرے رہے۔ عمرو بن حجاج اپنے اصحاب کے ساتھ پھر ان لوگوں پر پلٹ پڑا اور ہٹا دیا۔ اصحاب بن حجاج میں سے ایک شخص پر نافع بن ہلال نے نیزہ کا وار کیا سمجھا اوچھا زخم آیا ہے مگر بعد اسکے زخم پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ انصار حسین مشکیں لئے ہوئے آئے اور آپکی خدمت میں پہنچا دیں۔ سیدہ علیہ السلام نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات کو میرے اور اپنے لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کر۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا۔ آپ بھی بیس سوار ساتھ لے کر نکلے۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنے انصار سے کہا کہ سب ہٹ جائیں۔ ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں سے سرک جانے کو کہا۔ سب وہاں سے

اتنی دور ہٹ گئے جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی نہ کوئی بات۔ دونوں آدمیوں کی باتوں میں بہت طول ہوا کہ تھوڑی رات گذر گئی۔ پھر اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے اپنے لشکر میں چلے آئے۔ لوگوں نے اپنے اپنے وہم و گمان سے کہنا شروع کیا کہ حسین نے ابن سعد سے کہا تو میرے ساتھ یزید کے پاس چل۔ دونوں لشکروں کو ہم یہیں چھوڑ دیں۔ ابن سعد نے کہا میرا گھر کھود ڈالا جائے گا۔ آپ نے کہا میں بنوا دوں گا۔ اوس نے کہا میری جاگیریں چھن جائیں گی۔ آپ نے کہا اوس سے بہتر میں تجھے اپنے مال میں سے دونگا جو حجاز میں ہے۔ ابن سعد نے اسے گوارا نہ کیا۔ لوگوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔ بغیر اسکے کہ کچھ سنا ہو یا کچھ جانتے ہوں ایک دوسرے سے یہی ذکر کرتا تھا۔ لیکن محدثین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات میرے لئے اختیار کرو۔ یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔ یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔ یا یہ کرو کہ مملکت اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کردو۔ میں اون لوگوں میں کا ایک شخص بنکر رہوں گا۔ میرا نفع و نقصان انکے نفع و نقصان کے ضمن میں ہوگا۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی جیسا لوگ خیال کرتے ہیں اور ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدیں گے۔ یا یہ کہ کسی سرحد کی طرف بلاد اسلام کی مجھے روانہ کردو۔ بلکہ آپ نے یہ کہا مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ "ابن سعد سے آپ نے تین یا چار ملاقاتیں کیں۔ اوس نے ابن زیاد کو لکھا "خدا نے آگ کے شعلہ کو بجھا دیا۔ اختلاف کو دفع کیا۔ قوم کی بہتری چاہی۔ حسین اس بات پر راضی ہیں۔ کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔ یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انھیں بھیج دیں۔ وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے۔ نفع و ضرر میں سب کا ساتھ دیں گے۔ یا امیر المؤمنین یزید کے پاس جاکر اوسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ اپنے اور ان کے درمیان جو فیصلہ چاہے وہ کرے۔ اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور امت کی بھی بہتری ہے" ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا۔ ایسے شخص کا یہ خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا" یہ سن کر شمر بن ذی الجوشن اوٹھ کھڑا ہوا کیا یہ بات اون کی تو قبول کرتا ہے۔ ارے وہ تو تیری زمین پر اترے ہوئے ہیں تیرے پہلو میں موجود ہیں۔ واللہ تیری اطاعت کئے بغیر

اگر وہ تیرے شہر سے چلے گئے۔ تو قوت و غلبہ اون کو اور عاجزی و کمزوری تیرے لئے ہے۔
یہ موقع اون کو نہ دینا چاہئے اس میں تیرے لئے ذلت ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ وہ اور ان کے
انصار سب تیرے حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر تو سزا دے تو تجھے حق ہے سزا کا۔ اگر معاف کر دے تو
تجھ کو اختیار ہے۔ واللہ میں تو یہ سنتا ہوں۔ کہ حسین اور ابن سعد دونوں لشکروں کے
درمیان رات رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرتے ہیں،، ابن زیاد نے کہا کیا اچھی رائے تو نے
دی ہے۔ رائے ہے تو بس یہ ہے۔ پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر شمر کو دیا کہا یہ خط لے کر
ابن سعد کے پاس جا۔ اوسے چاہئے کہ حسین اور اون کے انصار سے کہے کہ وہ سب میرے
حکم پر سر جھکا دیں۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو اون سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس
بھیج دے۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو اون سے قتال کر۔ اگر ابن سعد نے ایسا ہی کیا۔ تو
اوسکی اطاعت تو بھی کرنا۔ اور اوس کی بات کو ماننا۔ اگر اوس نے انکار کیا۔ تو اون لوگوں سے
تو خود قتال کرنا تو ہی امیر لشکر ہے۔ اور ابن سعد پر حملہ کرنا اوسکی گردن مارنا اور سر اوسکا میرے
پاس بھیج دینا،، اور ابن سعد کو جو خط ابن زیاد نے لکھا اوسکا یہ مضمون تھا" میں نے تجھے
حسین کے مقابلہ میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تو اون کے بچانے کی فکر کرے یا اون پر احسان کرے
یا اون کی سلامتی منائے یا اون کا سفارشی میرے سامنے بن بیٹھے۔ سن اگر حسین اور اونکے
انصار میرے حکم پر سر جھکا دیں اور گردنیں خم کر دیں۔ تو سب کو طاعتگزاروں کی طرح میرے پاس
بھیج دے۔ اگر وہ نہ مانیں تو اون پر اس طرح لشکر کشی کر کہ سب قتل ہو جائیں اور سب کے سر
کاٹ لے۔ وہ سب اسی کے سزاوار ہیں۔ حسین جب قتل ہو جائیں تو اون کے سینہ پر اور
پشت پر سواروں کو دوڑا دے۔ کہ وہ نافرمان مخالف خود سر ظالم ہیں۔ میری دل کی یہ بات
نہیں ہے کہ اس سے مرنے کے بعد کچھ اون کو ایذا پہنچے گی۔ لیکن میں زبان سے کہہ چکا ہوں کہ
اگر میں اونھیں قتل کرتا تو اون کے ساتھ یہ سلوک کرتا۔ اگر اون کے بارے میں تو ہمارے حکم کو
جاری کرے گا۔ تو تجھ کو وہ عوض ملیگا جو ایک فرماں بردار طاعتگزار کو ملنا چاہئے۔ اور اگر
تجھے یہ منظور نہیں ہے تو ہماری خدمت سے اور ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جا۔ لشکر کو شمر پر
چھوڑ دے۔ ہم نے اوسے اپنے احکام بتا دئے ہیں والسلام،، شمر کو جب یہ خط ملا تو
وہ خود اور اوس کے ساتھ عبداللہ بن ابی محل دونوں اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کی
پھوپی ام البنین بنت حزام علی بن ابو طالب علیہ السلام کے پاس تھیں۔ انکے بطن سے

عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبداللہ بن ابی محل بن حزام نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے ہماری بہن کے بیٹے حسین کے ساتھ ہیں۔ تو مناسب سمجھ تو اون کے لئے امان لکھ دے " ابن زیاد نے کہا ہاں بسر و چشم " کاتب کو حکم دیا اوس نے امان کا فرمان لکھ دیا۔ عبداللہ نے اپنے غلام آزاد کے ہاتھ جسکا نام کرمان تھا اس حکم کو روانہ کیا۔ کرمان نے وہاں جاکر اون لوگوں کو بلایا اور کہا تمھارے ماموں نے یہ تمھارے لئے امان بھیجی ہے۔ اون جوانوں نے کہا ہمارے ماموں کو سلام کہنا اور کہہ دینا۔ تم لوگوں کی امان ہمیں نہیں چاہئے۔ پسر سمیہ کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے" شمر جب ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا۔ اوس نے خط کو پڑھا۔ ابن سعد نے شمر سے کہا !! وائے ہو تجھ پر تو نے کیا حرکت کی خدا تیرے ہمسایہ سے بچائے خدا غارت کرے یہ کیا تو میرے پاس لے کر آیا ہے۔ واللہ میرا یہی گمان ہے کہ تو ہی نے اوس کی رائے کو پھیر دیا کہ میری تحریر کو نہ مانے جس معاملہ میں اصلاح کی ہم کو امید تھی تو نے اوسے بگاڑ دیا۔ واللہ حسین گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں۔ اون کے پہلو میں وہ دل ہے جو برداشت نہیں کر سکتا" شمر نے کہا یہ تو بتا تیرا کیا ارادہ ہے۔ اپنے امیر کے حکم پر تو چلے گا اوس کے دشمن کو قتل کرے گا؟ یہ نہیں تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ دے۔ ابن سعد نے کہا نہیں تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود یہ کام کروں گا شمر نے کہا پھر تمھیں کرو ملہ ابن سعد اب لشکر لے کر چلا یہ محرم کی نویں تاریخ تھی پنجشنبہ کا دن شام کا وقت تھا۔ شمر آکر انصار حسین کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں۔ یہ سن کر عباس و جعفر و عثمان بنی علی اوسکے پاس آئے۔ کہا تجھے کیا کام ہے کیا کہتا ہے۔ کہا میری بہن کے فرزند تمھارے لئے امان ہے۔ ان نوجوانوں نے جواب دیا خدا کی تجھ پر لعنت تیری امان پر لعنت تو جو ہمارا ماموں[۲] ہے تو ہم کو امان دیتا ہے اور رسول اللہ کے فرزند کو امان نہیں " ابن سعد نے اب ندا کی " اے فوج خدا کے سوارو گھوڑوں پر چڑھو اور خوش ہو " نماز عصر کے بعد اپنے لوگوں کو لے کر سوار ہوا اور ان لوگوں پر چڑھائی کردی۔ اس وقت حسین اپنے خیمہ کے سامنے

لہ اس کے بعد یہ فقرہ ہے ولکن انت علی الرجال ابن اثیر نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے۔
۲ہ عرب اپنی ننھیال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔

اس ہیئت سے بیٹھے ہوئے تھے کہ دونوں گھٹنے بلند تھے اور تلوار پر ٹیکے ہوئے تھے۔ آپ نے گھٹنوں پر سر رکھ دیا۔ آپ کی بہن زینب نے شور کی آواز سنی تو بھائی کے پاس آئیں۔ کہا بھائی آپ نے سنا کہ لوگوں کی آوازیں قریب سے آرہی ہیں۔ حسین نے زانو سے سر اوٹھایا اور کہا۔ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں تم ہمارے پاس آجاؤ گے،، بہن نے یہ سن کر اپنے منہ کو پیٹ لیا اور کہا وائے۔ آپ نے کہا۔ تم پر وائے نہیں ہے بہن خدا تم پر رحم کرے چپ رہو۔ عباس بن علی نے کہا بھائی وہ لوگ آپہنچے۔ یہ سن کر آپ اوٹھ کھڑے ہوے کہا۔،، عباس میں تم پر فدا ہو جاؤں گھوڑے پر سوار ہو۔ بھائی ان لوگوں سے جا کر لو پوچھو تم کیا چاہتے ہو تمھارا ارادہ کیا ہے۔ ادھر آنے کا کیا سبب ہے۔ عباس کوئی بیس سواروں کو ساتھ لے کر جن میں زہیر بن قلین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے ان لوگوں کے پاس آئے۔ کہا تمھارا ارادہ کیا ہے تمھارے جی میں کیا آئی ہے۔ اون لوگوں نے کہا۔ امیر کا یہ حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے کہہ دیں ،، اوس کے حکم پر تم سروں کو جھکا دو نہیں تو ہم تم سے لڑیں گے۔ عباس نے کہا ذرا ٹھہر و میں ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام کے پاس جا کر جو کچھ تم کہتے ہو۔ اون سے عرض کردوں۔ یہ لوگ ٹھہر گئے اور کہنے لگے جاؤ اون کو خبر کر دو پھر ہم سے آکر بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ عباس گھوڑا اوڑا کر حسین کے پاس یہ خبر لے کر چلے۔ اور اون کے سب انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کو ٹھہرے رہے۔ ابن مظاہر نے زہیر سے کہا چاہو تم ان لوگوں سے گفتگو کرو یا کہو تو میں کچھ کہوں۔ زہیر نے کہا تمھیں نے یہ ذکر نکالا ہے تمھیں انسے گفتگو کرو۔ حبیب نے اون لوگوں سے خطاب کر کے کہا ،، سنو کل کے دن خدا کے سامنے جو لوگ آئیں گے۔ واللہ بہت برے وہی لوگ ٹھہریں گے جنھوں نے اوسکے نبی صلعم کی ذریت کو اون کی عترت کو اون کے اہل بیت کو اور اس شہر کے عابدوں کو قتل کیا ہوگا۔ جن کی صبح عبادت میں گذرتی ہے۔ جن کی زبان پر ذکر خدا جاری رہتا ہے۔ یہ سن کر عزرہ بن قیس بولا۔ تم سے جہاں تک ہو سکے اپنے نفس کو پاک رکھو۔ زہیر نے اوس سے کہا اے عزرہ خدا نے اون کے نفس کو پاک کیا ہے اونھیں ہدایت کی ہے۔ اے عزرہ خدا سے ڈر۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ خدا کے واسطے ان نفوس زکیہ کے قتل میں اون لوگوں کے ساتھ تو شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت کے

بانی ہیں۔ عزرہ نے کہا اے زہیر اہل بیت کے شیعوں میں سے ہم تجھ کو نہیں جانتے تھے۔ تو تو عثمان والوں میں تھا۔ زہیر نے کہا مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اونہیں لوگوں میں سے ہوں۔ سن بخدا نہ میں نے کبھی کوئی خط ان کو لکھا۔ نہ کبھی کوئی قاصد ان کے پاس بھیجا۔ نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راہ میں ان سے مجھ سے ملاقات ہوگئی۔ ان کو دیکھ کر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگئے۔ اور اونکا مرتبہ جو اونکے رشتہ سے ہے اوسکا خیال آگیا۔ اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تمہارے جرگہ کے لوگوں میں جارہے ہیں۔ بس میری رائے یہ ہوئی کہ ان کی نصرت کروں۔ ان کے جرگہ میں شریک ہوجاؤں۔ اپنی جان انکی جان پر فدا کردوں۔ تاکہ جس حق خدا وحق رسول خدا کو تم نے ضائع کردیا ہے اوس کی حفاظت کروں،، اتنے میں عباس بن علی گھوڑے کو ایڑ کرتے ہوئے ان لوگوں تک آپہنچے۔ اور کہا اے لوگو۔ ابوعبداللہ الحسین تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس ہوجاؤ۔ کہ وہ اس باب میں غور کرلیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمہارے اور اون کے درمیان اس باب میں گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح کو انشاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ یا تو جس بات کو تم چاہتے ہو اور جو سلوک تمھیں منظور ہے ہم اوس پر راضی ہوجائیں گے۔ یا ہمیں یہ بات ناگوار ہوگی تو انکار کردیں گے،، اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اون لوگوں کو ٹال دیں۔ جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ اپنے اہل بیت سے وصیت کرلیں۔ عباس بن علی نے آکر جب یہ بات کہی۔ تو ابن سعد نے شمر سے پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ شمر نے کہا تیری جو رائے ہو۔ تو امیر لشکر ہے تیری جو رائے ہو بس وہی رائے ہے ...سلہ ابن سعد اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اون سے پوچھا تمھاری کیا رائے ہے۔ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا سبحان اللہ۔ اگر یہ لوگ کفار دیلم سے ہوتے اور تجھ سے یہی سوال کرتے تو واللہ تجھے قبول کرلینا چاہئے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا۔ یہ بات اون کی مان لے۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تجھ سے لڑنے پر آمادہ ہوجائیں گے۔ ابن سعد نے کہا اگر یہ مجھے معلوم ہوجائے کہ یہ لوگ اڑیں گے تو

سلہ اس مقام پر ابن سعد کا یہ قول ہے قد اردت ان لا اکون۔ ابن اثیر نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

میں اس وقت مہلت نہ دوں۔ اور عباس بن علی نے جب حسین سے یہ آکر کہا تھا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے تو آپ نے کہا تھا تم پھر پلٹ کر جاؤ تم سے ہو سکے تو ان لوگوں کو کل صبح پر ٹال دو اور آج کی شام کے لئے ان کو ہم سے دفع کرو۔ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کی عبادت کر لیں۔ اوس سے دعا کر لیں۔ اوس سے مغفرت طلب کر لیں۔ خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اوسکی عبادت کو اوسکی کتاب کی تلاوت کو دعا و استغفار کی کثرت کو میں دوست رکھتا تھا۔ علی بن حسین کہتے ہیں ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہو گیا جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی اور کہا۔ ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دی ہے۔ اگر تم اطاعت کر لوگے تو تم کو اپنے امیر ابن زیاد کے پاس ہم روانہ کر دیں گے۔ اگر تم انکار کروگے تو پھر ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔ ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس گیا ہے۔ اوس وقت شام ہونے کو تھی۔ تو حسین نے اپنے انصار کو جمع کیا۔ علی بن حسین کہتے ہیں یہ دیکھ کر میں آپ کے قریب چلا گیا کہ سنوں کیا فرماتے ہیں۔ اور میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ میرے والد اپنے انصار سے فرما رہے ہیں۔ خدائے تبارک و تعالیٰ کی بہترین حمد و ثنا میں بجا لاتا ہوں۔ اور راحت و مصیبت میں اوسکا شکر ادا کرتا ہوں۔ خداوندا میں تیرا شکر بجا لاتا ہوں کہ تو نے ہم لوگوں کو نبوت کی کرامت دی۔ تو نے ہم کو قرآن کی تعلیم دی۔ تو نے ہم کو علم دین عطا کیا۔ تو نے ہم کو سماعت و بصارت و دل دیا۔ تو نے ہم کو مشرکوں میں شمار نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ اپنے انصار سے افضل و بہتر انصار اور اپنے اہل بیت سے زیادہ وفادار و فرماں بردار اہل بیت میں نے نہیں دیکھے۔ سنو میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی قضا ہے۔ سنو تم سب کے باب میں میری یہ رائے ہو چکی ہے۔ میری اجازت سے تم سب چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی روک تم پر نہیں ہے۔ دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو" اس سے کچھ پیشتر ضحاک بن عبداللہ اور مالک بن نضر دو شخص آپکے پاس آئے سلام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ نے جواب سلام دیکر خیر مقدم کیا آنے کا سبب پوچھا۔ اونھوں نے کہا ہم اس لئے آئے کہ آپ کو سلام کر لیں۔ آپ کی سلامتی کی دعا خدا سے مانگیں۔ آپ سے ملاقات کر لیں۔ لوگوں کی حالت آپ سے بیان کریں۔ سنیئے ہم آپ سے کہے دیتے ہیں۔ سب لوگ آپ سے لڑنے پر آمادہ ہیں۔

آپ اپنے لئے کچھ فکر کریں۔ حسین علیہ السلام نے کہا حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ دونوں شخص کچھ شرمندہ ہوئے۔ خدا سے آپکے لئے دعا مانگنے لگے۔ آپ نے کہا میری نصرت کرنے کو تمھیں کیا امر مانع ہے۔ مالک نے کہا میں قرضدار ہوں صاحب عیال ہوں۔ ضحاک نے کہا میں بھی قرضدار و عیال دار ہوں لیکن جب کوئی لڑنیوالا نہ رہے تو مجھے واپس جانیکی اجازت دیدیجئے گا پھر میں آپ کی طرف سے قتال بھی کروں گا اگر دیکھوں گا کہ میرا نصرت کرنا آپ کے لئے نافع ہے۔ اور آپ کی مصیبت کو میں دفع کرسکتا ہوں۔ آپ نے کہا تم کو اجازت ہے۔ یہ سن کر ضحاک کہتا ہے میں وہیں ٹھہرا رہا۔ جب یہی شب آئی۔ تو آپ نے کہا دیکھو رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے اسے غنیمت سمجھو۔ تم میں سے ایک ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لے۔ پھر جب تک کہ خدا اطمینان دے تم سب اپنے اپنے قصبوں میں شہروں میں نکل جاؤ۔ یہ لوگ میرے ہی طلبگار ہیں۔ مجھے قتل کرلیں گے۔ تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہ کریں گے،، یہ سن کر آپکے بھائی بیٹے بھتیجے بھانجے سب کہنے لگے۔ ہم سے یہ نہ ہوگا کہ آپ کے بعد ہم زندہ رہیں۔ خدا وہ دن ہمیں نہ دکھائے،، سب سے پہلے عباس بن علی نے یہ کلمہ کہا پھر سب نے اسی طرح کے کلام کئے حسین علیہ السلام نے پکار کر کہا۔ اے اولاد عقیل مسلم کا قتل ہونا تمھارے لئے کافی ہے۔ تم چلے جاؤ میں اجازت دیتا ہوں۔ اونھوں نے کہا لوگ کیا کہیں گے۔ یہی کہیں گے نا کہ ہم اپنے بزرگ اپنے سردار اور اون کے ساتھ اپنے بنی عم کو جو بہترین عم تھے چھوڑ کر چلے آئے۔ نہ اون کے ساتھ شریک ہوکر ایک تیر لگایا۔ نہ برچھی کا وار کوئی کیا۔ نہ کوئی تلوار کا ہاتھ مارا۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اون پر کیا گذری۔ ہرگز نہیں۔ واللہ ہم سے یہ نہ ہوگا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں اپنا مال اپنے اہل و عیال کو آپ پر فدا کردیں گے۔ آپ کے ساتھ شریک ہوکر قتال کریں گے۔ جو آپ کا حال ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ خدا وہ زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو،، مسلم بن عوسجہ اسدی اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ کیا ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور ابھی خدا کے سامنے آپکے حق سے ہم ادا نہیں ہوئے۔ ہاں واللہ جب تک میری برچھی اون لوگوں کے سینہ میں ٹوٹ کر نہ رہ جائے۔ جب تک قبضہ میرے ہاتھ میں ہے تلواریں ان کو نہ مارلوں۔ میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ اگر اون سے لڑنے کے لئے ہتھیار میرے پاس نہ ہوتے تو میں آپ کی نصرت میں اونھیں پتھر مار مار کر آپ ہی کے ساتھ مرجاتا،، سعد بن عبداللہ نے کہا

واللہ ہم آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ خدا یہ تو دیکھ لے کہ رسول اللہ ؐ کی غیبت میں ہم نے آپ کی کیسی حفاظت کی۔ واللہ اگر میں جانتا کہ میں قتل ہو جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤنگا پھر جیتا جلادیا جاؤں گا پھر میری خاکستر اوڑا دی جائے گی۔ ستر مرتبہ یہی حالت مجھ پر گذریگی۔ تو جب بھی آپ کی نصرت میں جب تک مجھے موت نہ آجاتی آپ سے جدا نہ ہوتا۔ اور اب تو ایک ہی دفعہ قتل ہو جانا ہے۔ اور اس میں وہ شرف وکرامت ہے جسے ابدتک زوال نہیں پھر میں اسے کیوں نہ حاصل کروں" زہیر بن قین نے کہا واللہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اسی طرح ہزار دفعہ قتل ہوں۔ کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہل بیت میں ان نوجوانوں کو بچالے" اسی طرح ایک ہی طرز کے کلام آپ کے انصار میں ایک جماعت نے کئے۔ کہتے تھے واللہ آپ کو ہم چھوڑ کر نہیں جائینگے۔ بلکہ اپنی جانیں آپ پر فدا کریں گے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی گردنوں سے اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ ہم قتل ہو جائیں تو وہ حق جو ہم پر ہے ادا اور وفا ہو جائے" علی بن حسین بیان کرتے ہیں اوس شام کا ذکر ہے جسکی صبح کو میرے والد قتل ہوں گے۔ میں بیٹھا ہوا تھا اور میری پھوپی زینب میری تیمارداری میں مصروف تھیں جب کہ میرے والد نے اپنے انصار کے ساتھ اپنے خیمہ میں تخلیہ کیا تھا۔ اوس وقت ابوذر غفاری کے غلام آزاد حُوئی آپ کے پاس تلوار کو دیکھ بھال کر درست کر رہے تھے اور آپ اس مضمون کے شعر پڑھ رہے تھے۔

"اے دہر ناپایدار تجھ پر وائے ہو۔ کیا برا دوست ہے تو۔ کہ ہر صبح وشام کسی دوست یا دشمن کو مار رکھتا ہے۔ ایک کے عوض میں دوسرے کو قبول نہیں کرتا۔ اور یہ سب حکم خدا سے ہوتا ہے۔ اور جو زندہ ہے اوسے اس رستہ جانا ہے۔"

ان اشعار کو آپ نے دو تین دفعہ پڑھا۔ میں سمجھا اور میں جان گیا جو ارادہ آپ نے کیا تھا۔ مجھے بے اختیار رونا آیا۔ میں نے آنسوؤں کو ضبط کر لیا۔ خاموش رہا۔ سمجھ گیا کہ مصیبت ٹوٹ پڑی۔ مگر میری پھوپی نے بھی ان اشعار کو سن لیا۔ عورتوں کی طبیعت میں رقت اور بے صبری ہوتی ہے۔ خود کو سنبھال نہ سکیں۔ برہنہ سر دوڑیں چادر کو کھینچتی ہوئی آپ کے پاس پہنچیں۔ کہنے لگیں۔ "وامصیبتاہ" ارے آج مجھے موت آگئی ہوتی

اے بزرگوں کے جانشین اسے واماندوں کے شفیق بس آج میری ماں فاطمہ
مرگئیں میرے باپ علی میرے بھائی حسن نے آج رحلت کی" آپ نے اون کی طرف
دیکھا۔ کہنے لگے۔ پیاری بہن دیکھو۔ کہیں شیطان تمھارے حلم کو زائل نہ کردے۔
کہنے لگیں۔ یا اباعبداللہ میرے ماں باپ تم پر فدا میری جان تم پر فدا تم نے قتل ہونا
گوارا کرلیا۔ یہ سن کر آپ نے طبیعت کو سنبھالا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا کہ
موت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا" کہا ہائے بھائی کیا تمھیں مجبور کر کے قتل کریں گے۔
اس سے تو اور بھی میرا کلیجہ ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ میرے دل پر سخت قلق گذر رہا ہے۔
یہ کہہ کر منھ کو پیٹا۔ گریبان کو پھاڑ ڈالا غش کھا کر گر پڑیں۔ بہن کا یہ حال دیکھ کر آپ
کھڑے ہوگئے اون کے پاس آکر چہرہ پر پانی چھڑکا کہا پیاری بہن خدا کا خوف کرو خدا
کے لیے صبر کرو۔ اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اہل آسمان
بھی باقی نہ رہیں گے۔ بس اللہ کی ذات کے سوا جس نے اپنی قدرت سے اس زمین
کو پیدا کیا ہے۔ اور جو پھر خلق کو زندہ کرے گا اور سب کے سب واپس آجائیں گے
اور جو یگانہ و تنہا ہے۔ سب چیزیں مٹ جانی والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔
میری ماں مجھ سے بہتر تھیں میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ اور مجھے اور ان سب کو
اور ہر مسلمان کو رسول اللہ کے حال سے تسکین ہونی چاہیے" اسی طرح کے کلمے کہہ کر
آپ نے اونھیں سمجھایا۔ پھر کہا پیاری بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں میری اس قسم کو پورا کرنا۔
میں مرجاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا منھ کو نہ پیٹنا۔ ہلاکت و موت کو
نہ پکارنا"۔ یہ کہہ کر آپ اونھیں اپنے ساتھ لائے اور میرے پاس لاکر بٹھا گئے۔ پھر
آپ خیمہ سے باہر چلے گئے۔ انصار کو حکم دیا کہ خیموں کو قریب قریب اس طرح نصب کریں کہ
طنابوں کے اندر طنابیں آجائیں۔ (خیموں کا ایک حلقہ سا بن جائے) سب لوگ
خود اوس حلقہ کے درمیان رہیں۔ بس ایک رخ جدھر سے دشمن آنے والے ہیں
کھلا رہنے دیں"۔ حسین اور اون کے اصحاب تمام رات بیدار رہے۔ سب نمازیں
پڑھا کئے۔ استغفار کرتے رہے۔ دعا و تضرع میں مشغول رہے۔ سواروں کا ایک
رسالہ جوان لوگوں کی نگاہبانی کرنے کو دشمن کی طرف سے مقرر ہوا تھا ادھر سے
گذرا۔ اوس وقت آپ یہ آیت تلاوت کر رہے تھے۔ الا یحسبنّ الذین

کفروا انما نملی لهم خیر لانفسهم ۔ انما نملی لهم لیزدادوا اثما ۔ ولهم عذاب مهین ۔ ما کان الله لیذر المؤمنین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب ۔ ان جو لوگ کافر ہو گئے وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم جو اونھیں ڈھیل دے رہے ہیں۔ اس میں اون کے لئے بہتری ہے۔ ہم تو اس لئے اونھیں ڈھیل دے رہے ہیں کہ اور بھی گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ اونکے لئے تو ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ خدا یہ نہیں کریگا کہ تم لوگ جس حال میں ہو اوسی حالت میں مومنین کو رہنے دے۔ وہ پاک ناپاک دونوں کو جدا کر کے رہے گا" اس آیت کو رسالہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے سنا اور کہنے لگا قسم ہے رب کعبہ کی ہمیں لوگ پاک ہیں اور تم لوگوں سے ہم جدا کر لئے گئے ہیں۔ ایک شخص نے اوسے پہچان کر بریر سے پوچھا۔ جانتے ہو یہ کون شخص ہے۔ کہا میں نہیں جانتا۔ کہا یہ ابوحرب سبیعی ہے۔ اور یہ شخص بڑا ہنسنے والا بے ہودہ شرفا میں بڑا دلیر و سفاک تھا۔ سعید بن قیس نے اوسے خون کرنے پر کبھی قید بھی کیا تھا۔ بریر نے اوسکا نام سن کر پکارا۔ او فاسق تجھ کو خدا نے پاک لوگوں میں شمار کیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ کہا بریر بن حضیر ہوں میں۔ کہنے لگا انا للہ۔ یہ بات مجھ پر شاق ہے۔ اے بریر واللہ تو ہلاک ہوا واللہ تو ہلاک ہوا۔ بریر نے کہا اے ابوحرب خدا کے سامنے گناہوں سے توبہ کر لینے کا بھی تو موقع ہے۔ سن واللہ ہم سب پاک لوگوں اور تم سب ناپاک ہو گئے لگا (تمسخر سے) وانا علی ذلک من الشاهدین یعنی ہاں ہاں میں بھی گواہوں میں ہوں۔ ایک شخص نے کہا وائے ہو تجھ پر جان کر بھی تو نہیں سمجھتا[1]

---

[1] (اس کے بعد کچھ تمسخر آمیز عبارت ہے شاید اسی عبارت کے سبب سے ابن اثیر نے یہ ساری روایت ہی چھوڑ دی) قال جعلت فداك فمن ینادم یزید بن عذرة العنزی من عنز بن وائل قال ها هو ذا معی قال قبح الله رأیك علی كل حال انت سفیه ۱۲)

اسکے بعد ابوحرب واپس ہو گیا۔ اور شب کو جو رسالہ ان لوگوں کی نگاہبانی کیلئے مقرر تھا عزرہ بن قیس احمسی اوسکا سردار تھا۔

ابن سعد روز عاشورا شنبہ کا دن تھا یا جمعہ صبح کی نماز جب پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لیکر نکلا۔ حسین نے بھی اپنے انصار کی صفیں جمائیں۔ اونکے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپکے ساتھ بتیس سوار تھے اور چالیس پیادے۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قین کو میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا۔ اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علی کو دیا۔ خیموں کو پشت پر رکھا۔ اور خیموں کے پیچھے آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور بانس جمع کرکے اوس میں آگ لگادی جائے۔ خوف یہ تھا کہ دشمن پیچھے سے نہ حملہ کریں۔ حسین علیہ السلام کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے ایک پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اوسی کو شب کے وقت سب نے کھود کر خندق سا بنا لیا تھا اور اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دئے تھے کہ جب صبح کو دشمن ہم پہ حملہ کرینگے تو اس میں آگ لگا دیں گے کہ دشمن ہم سے ایک ہی رخ سے لڑیں۔ پیچھے سے وہ ہم پہ حملہ نہ کر سکیں۔ یہی احتیاط اونھوں نے کی اور اون کے کام بھی آئی۔ ابن سعد نے جب آپ پر چڑھائی کی ہے تو اوس کے ساتھ ایک ربع اہل مدینہ تھے۔ ان کا رئیس عبداللہ بن زہیر ازدی تھا۔ ایک ربع قبیلہ مذحج و اسد کے لوگ تھے۔ انکا سردار عبدالرحمن بن ابی سبرہ تھا۔ ایک ربع قبیلہ ربیعہ و کندہ کے لوگ تھے۔ انکا سردار قیس بن اشعث تھا۔ ایک ربع قبیلہ تمیم و ہمدان کے لوگ تھے۔ انکا سردار حُر تھا۔ حُر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسین میں شریک تھے۔ ایک حر تھا کہ اون لوگوں سے جدا ہوکر حسین کی طرف چلا آیا اور آپ کے ساتھ قتل ہوا۔ ابن سعد نے اپنے میمنہ پہ عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ پہ شمر بن ذی الجوشن ابن شرحبیل بن اعور بن عمر بن معاویہ بن کلاب کو متعین کیا۔ رسالہ عزرہ بن قیس کو دیا۔ پیادے شبث بن ربعی کے حوالے کئے۔ اور اپنے غلام آزاد دُرید کو لشکر کا علم دیا۔ جب یہ لوگ آپ سے قتال کے لئے بڑھے تو آپ نے حکم دیا کہ بڑا خیمہ نصب کیا جائے۔ نصب کر دیا گیا۔ حکم دیا کہ بڑے کاسہ میں مشک حل کیا جائے۔ حل کیا گیا۔ اب خیمہ کے اندر آپ نورہ لگانے کے لئے گئے۔ آپ کے انصار بھی نورہ لگانیکے لئے بڑھے۔ عبدالرحمن بن عبدربہ انصاری یہ چاہتے تھے۔ کہ آپ کے بعد سب سے پہلے میں نورہ لگاؤں۔ اور بُریر کہتے تھے پہلے میں لگاؤنگا۔ خیمہ کے در پہ دونوں کا شانہ سے شانہ لڑ گیا۔ بُریر عبدالرحمن سے کچھ مزاح کرنے لگے۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے معاف رکھئے واللہ بیہودہ باتوں کا

یہ وقت نہیں ہے۔ بریر نے کہا میری قوم کے سب لوگ واللہ اس امر سے خوب واقف ہیں۔ کہ نہ جوانی میں مجھے بیہودہ باتوں سے رغبت تھی نہ بڑھاپے میں کبھی رغبت ہوئی لیکن واللہ اب جو واقعہ ہم لوگوں پر گذرنے والا ہے۔ میں اوسکے خیال سے خوش ہو رہا ہوں۔ ہمیں حوریں ملنے میں واللہ بس اتنی ہی دیر ہے۔ کہ یہ لشکر والے تلواریں کھینچ کر ہم پر آپڑیں۔ اور مجھے تو آرزو ہے کہ وہ تلواریں کھینچ کر ہم سب پر آپڑیں" غرض جب آپ نورہ سے فراغت کر چکے۔ تو سب انصار نے خیمہ کے اندر آکر نورہ لگایا۔ اب آپ سوار ہوئے اور قرآن منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ آپ کے پیش نظر آپ کے انصار نے بہت شدید جنگ کی۔ راوی کہتا ہے کہ جب وہ لوگ قتل ہو گئے۔ تو میں وہاں سے سرک گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ صبح کے وقت دشمنوں کا رسالہ جب حسین کی طرف بڑھا۔ تو آپ نے دونوں ہاتھ اپنے بلند کئے اور کہا "خداوندا ہر مصیبت میں مجھے تجھ پر بھروسا ہے۔ ہر طرح کی سختی میں تجھی سے مجھ کو امید ہے۔ جو بلا مجھ پر نازل ہو اوس میں تیرا ہی سہارا ہے۔ تجھی پر بھروسا ہے۔ کتنی ہی آفتیں اس طرح کی پیش آئیں۔ جس میں دل بیٹھ جائے۔ جسکا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ جس میں دوست ساتھ نہ دے۔ جس میں دشمن خوشی منائے۔ میں نے تجھ پر بھروسا کیا۔ تجھ سے اپنا درد دل کہا۔ تیرے سوا کسی سے کہنے کو دل نہ چاہا۔ تو نے آفتوں کو ٹال دیا دفع کر دیا بس ہر نعمت کا بخشنے والا ہر شئی کا عطا کرنیوالا ہر مراد کا دینے والا تو ہی ہے" جب وہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ انکے پس پشت آگ بھڑک رہی ہے۔ ایک شخص اون میں گھوڑا دوڑاتا ہوا ادھر سے گذرا۔ اوس نے کسی سے کچھ بات نہیں کی۔ سیدھا خیموں کی طرف گیا۔ دیکھا تو آگ کے شعلوں میں اوسے خیمے دکھائی نہیں دیے۔ وہاں سے پلٹا۔ اور پکار کر کہنے لگا۔ حسین قیامت سے پیشتر دنیا ہی میں تم نے نار میں جانے کی جلدی کی۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے شاید شمر بن ذی الجوشن ہو گا۔ لوگوں نے کہا ہاں وہی ہے خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ نے جواب میں کہا۔ او بکریاں چرانے والی کے بچے نار میں جلنے کا سزاوار تو ہے مسلم بن عوسجہ نے کہا۔ یا ابن رسول اللہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں کہیے تو اسے تیر ماروں میری زد پر ہے۔ تیر خطا نہ کریگا۔ یہ فاسق بہت بڑے جباروں میں سے ہے۔ آپ نے کہا تیر نہ مارنا ابتدا ادھر سے کرنا مجھے گوارا نہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔

اوسکا نام لاحق تھا۔ اس گھوڑے پر علی بن حسین کو سوار کیا۔ دشمن جب آپڑے تو آپ نے اپنے ناقہ کو طلب کیا۔ اوس پر سوار ہوئے۔ اور بہت بلند آواز سے پکار کر کہا جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگو میری بات سن لو۔ میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں مجھے کہہ لینے دو۔ اور تم لوگوں کے پاس چلے آنیکا عذر مجھے کر لینے دو۔ اگر تم میرا عذر مان لو گے۔ میری بات کو سچ سمجھو گے۔ میرے ساتھ انصاف کرو گے۔ تو تم نیکی حاصل کرو گے۔ اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکو گے۔ اور اگر تم میرا عذر نہیں مانتے۔ اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے "فَاَجْمِعُوْا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَاءَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً۔ ثُمَّ اقْضُوْا اِلَیَّ۔ وَلَا تُنْظِرُوْنِ۔ اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْن۔ یعنی پھر جو تمھارا ارادہ ہو اوس پر آمادہ ہو جاؤ۔ اپنے شرکا کو پکارو۔ اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اب کوئی تردد تو تم کو نہیں۔ پھر میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے ہو گزرو۔ اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا تو سہارا خدا پر ہے جس نے کتاب کو نازل کیا ہے۔ وہی تو نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے" آپ کا یہ کلام آپکی بہنوں نے بیٹیوں نے جب سنا تو چلا چلا کر رونے لگیں۔ اونکی آوازیں بلند ہوئیں آپ نے اپنے بھائی عباس بن علی اور اپنے فرزند علی بن حسین کو اونکے پاس بھیجا کہا کہ اونھیں چپ کرو۔ ابھی تو اونھیں بہت رونا ہے۔ یہ دونوں صاحب جب اونکے خاموش کرنیکے لئے چلے گئے۔ تو آپ نے کہا "ابن عباس نے کیا بات کہی تھی" یعنی ابن عباس نے آپ کو منع کیا تھا کہ اہل حرم کو ساتھ نہ لیجاتے۔ اب اونکے رونے کی آواز سن کر آپ کو ابن عباس کا کہنا یاد آگیا۔ جب اہل حرم کے رونے کی آواز موقوف ہوگئی تو آپ نے حمد و ثنائے الہی کی اور اوسکی شان کے لائق اوسکا ذکر کیا۔ اور اللہ کی صلوات محمدؐ پر اور اوس کے ملائکہ اور اوسکے انبیا پر بھیجی۔ حمد و نعت میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپ نے کہیں۔ بیان میں اوسکے ذکر کی گنجائش نہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے کسی کی ایسی فصیح و بلیغ تقریر نہ اس سے پہلے کبھی سنی تھی نہ اسکے بعد کبھی سنی۔ اسکے بعد آپ نے کہا "میرے خاندان کا خیال کرو کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے دل سے پوچھو اور غور کرو کہ میرا قتل کرنا میری ہتک حرمت کرنا کیا تم لوگوں کے لئے حلال ہے۔ کیا میں تمھارے نبی کا نواسہ

نہیں ہوں۔ کیا میں اونکے وصی و ابن عم کا فرزند نہیں ہوں۔ جو کہ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے اور خدا کے پاس سے اوسکا رسول جو احکام لیکر آیا انھوں نے اسکی تصدیق کی۔ کیا سید شہدا حمزہ میرے والد کے چچا نہیں ہیں۔ کیا جعفر طیار شہید ذوالجناحین میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تم میں سے کسی نے یہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلعم نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں یہ حق بات ہے۔ اگر تم میری تصدیق کروگے تو سن لو واللہ جبسے مجھے اس بات کا علم ہوا کہ جھوٹ بولنے والے سے خدا بیزار ہوتا ہے۔ اور جھوٹ بنانیوالے کو اوسکے جھوٹ سے ضرر پہنچاتا ہے۔ میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اون سے تم پوچھو تو وہ بیان کریں گے۔ جابر بن عبداللہ انصاری یا ابوسعید خدری یا سہل بن سعد ساعدی یا زید بن ارقم یا انس بن مالک سے پوچھ کر دیکھو۔ یہ لوگ تم سے بیان کریں گے کہ اونھوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو یہی کہتا سنا ہے۔ کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے۔ شمر نے کہا یہ خدا کی عبادت ایک ہی رخ سے کرتے ہیں خدا جانے کیا کہہ رہے ہیں۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا۔ واللہ میں کہتا ہوں کہ تو خدا کی عبادت ستر رخ سے کرتا ہے۔ بے شک تو سچ کہتا ہے تیری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نے تیرے دل پر مہر کر دی ہے۔ پھر آپ نے اون لوگوں سے کہا تمھیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمھارے نبی کا نواسا ہوں۔ واللہ اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے ہو یا تمھارے سوا ہو کسی نبی کا نواسا نہیں ہے۔ اور میں تو خاص کر کے تمھارے نبی کا نواسا ہوں۔ یہ تو بتاؤ کیا تم اس لئے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے۔ یا تمھارے کسی مال کو ڈبو دیا ہے۔ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے اوسکا قصاص مجھ سے چاہتے ہو؟ اب کوئی آپکی بات کا جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا۔ اے شبث بن ربعی اے حجار بن ابجر اے قیس بن اشعث اے یزید بن حارث تم لوگوں نے مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک گئے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں۔ تالاب جھلک رہے ہیں۔ آپکی نصرت کے لئے لشکر یہاں آراستہ ہیں آئیے۔ اون لوگوں نے

جواب دیا ہم نے نہیں لکھا تھا۔ آپ نے کہا نہیں واللہ تم نے لکھا تھا۔ تو گو میرا آنا تمھیں ناگوار ہوا ہو تو دنیا میں کسی گوشۂ امن کی طرف مجھے چلا جانے دو۔ قیس بن اشعث نے کہا آپ اپنے قرابت داروں کے حکم پر کیوں نہیں سر جھکا دیتے۔ یہ سب آپ سے اوسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ انکی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوار خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئیگا۔ آپ نے جواب دیا۔ "آخر تو محمد بن اشعث کا بھائی ہے۔ اب تو یہ چاہتا ہے کہ مسلم بن عقیل کے خون سے بڑھ کر بنی ہاشم کو تجھ سے مطالبہ ہو۔ واللہ میں ذلت کے ساتھ ادن لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینے والا۔ نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنیوالا ہوں" عباد اللہ انی عذت بربی وربکم ان ترجمون۔ اعوذ بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب۔ یعنی اے بندگان خدا میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ میں اپنے اور تمھارے پروردگار سے پناہ مانگتا ہوں ہر ایسے ظالم سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ کہکر آپ نے ناقہ کو بٹھا دیا عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ اونھوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ تو زہیر بن قین ایک تیار گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے نکل کر آئے اور کہا اے اہل کوفہ عذاب خدا سے ڈرو عذاب خدا سے۔ سنو مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا واجب ہے ہمارے تمھارے درمیان جب تک تلوار نہیں آئی ہے اوس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں ایک ہی دین پر ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیر خواہی کے تم لائق ہو۔ ہاں جب تلوار درمیان میں آجائیگی پھر مروت منقطع ہو جائیگی۔ ہم اور تم اور۔ خدا نے ہمیں اور تمھیں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ کی ذریت کے باب میں محل امتحان میں ڈالا ہے۔ تاکہ دیکھ لے ہم کیا کرتے ہیں تم کیا کرتے ہو۔ ہم لوگ تم کو اس امر کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے مردود عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذریت رسول کی نصرت کرو۔ تم ان دونوں کے کل عہد حکومت میں برائی کے سوا کچھ نہ دیکھو گے۔ "تم لوگوں کی آنکھیں یہ نکلوا لیتے ہیں۔ ہاتھ یہ کٹوا ڈالتے ہیں۔ پاؤں یہ قطع کرتے ہیں۔ گوش و بینی و سر کاٹ لیتے ہیں تمھاری لاشوں کو ٹنڈ درختوں پہ یہ لٹکا دیتے ہیں تمھارے بزرگوں کو تمھارے قاریوں کو حجر بن عدی اور اونکے اصحاب اور ہانی بن عروہ اور اونکے امثال کے سے لوگوں کو یہ قتل کیا کرتے ہیں" یہ سنکر اونھوں نے زہیر کو سخت کلمے کہے اور عبید اللہ بن زیاد کی ثنا کی اور اوسے دعا دی اور کہا۔ ہم لوگ جب تک تمھارے سردار اور اونکے اصحاب کو قتل نہ کر لیں گے۔ یا جب تک اونکو اور اونکے اصحاب کو گرفتار کر کے امیر عبید اللہ کے پاس نہ بھیج لیں گے اوس وقت تک

یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے ۔ زہیر نے کہا بندگان خدا فاطمہ ؑ کی اولاد سمیّہ کے بیٹے سے زیادہ نصرت و مودت کا حق رکھتی ہے۔ اگر تم اونکی نصرت نہیں کرتے تو خدا کے واسطے اون کے قتل سے تو باز آؤ۔ اون کو اونکے ابن عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔ میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہاری طاعتگزاری سے حسین کے قتل کئے بغیر راضی رہے گا؟ یہ سنکر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیر کو مار کر کہا۔ خاموش۔ خدا تیری بک بک کو خاموش کردے تو نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کردیا۔ زہیر نے جواب دیا۔ اے اوس باپ کے بیٹے جسکا موت ایڑیوں تک بہکر آتا تھا میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا۔ تو تو ڈھور ہے۔ واللہ میں جانتا ہوں کتاب خدا کی دو آیتیں بھی تو نہیں سمجھ سکتا۔ لے قیامت کی رسوائی و عذاب الیم تجھے مبارک ہو۔ شمر نے کہا خدا تجھ کو اور تیرے رئیس کو ابھی قتل کریگا۔ کہا تو مجھے موت سے کیا ڈراتا ہے۔ واللہ حسین کے ساتھ مرجانا تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ کہکر زہیر نے آواز بلند سب لوگوں کی طرف خطاب کرکے کہا۔ بندگان خدا اس سفلہ اجڈ کی باتوں پر اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ محمد صلعم کی شفاعت اون لوگوں کو نہ پہنچے گی جنھوں نے اون حضرت کی ذریت و اہل بیت کا خون بہایا اور اونکے نصرت کرنے والوں اور اونکے اہل بیت کے بچانے والوں کو قتل کیا؟ اسی اثنا میں ایک شخص نے زہیر کو پکارا اور کہا ابو عبداللہ الحسین تم سے کہتے ہیں اب چلے آؤ۔ اور فرماتے ہیں قسم ہے اپنی جان کی اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی خیرخواہی کی اور اونھیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کردی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیرخواہی کی اور انتہا کردی۔ کاش تمھاری خیرخواہی اور انتہا کی کوشش کچھ نفع کرتی۔ جب ابن سعد حملہ کرنے کو بڑھنے لگا تو حُر نے پوچھا۔ خدا تیرا بھلا کرے کیا تو اون سے لڑیگا۔ ابن سعد نے کہا ہاں واللہ لڑائی ابھی ایسا لڑنا جس میں کم سے کم یہ ہوگا کہ سر اوڑیں گے اور ہاتھ قلم ہوں گے۔ حُر نے کہا کیا اونکی تین باتوں میں سے کسی بات کو تم لوگ نہ مانو گے۔ ابن سعد نے کہا واللہ اگر میرا اختیار ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا لیکن تیرا امیر اسے نہیں مانتا۔ یہ سنکر حُر ایک طرف جاکر ٹھہرے۔ اور اپنی برادری کے ایک شخص قرہ بن قیس سے کہنے لگے۔ قرہ تم اپنے گھوڑے کو آج پانی پلا چکے ہو۔ کہا نہیں پلایا۔ کہا پھر اوسے پانی پلانے چلتے نہیں۔ قرہ کو یہ گمان ہوا کہ حُر کنارہ کیا چاہتا ہے یہ جنگ میں شریک نہ ہوگا اور چاہتا ہے کہ میں اس بات سے بےخبر رہوں۔ مجھ سے اسے ڈر ہے کہ اس راز کو فاش نہ کردوں

اس خیال سے قرہ نے کہا ہاں ابھی تک پانی گھوڑے کو میں نے نہیں پلایا اب جا کر پلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر قرہ وہاں سے سرک گیا۔ کہتا تھا اگر حُر نے مجھے اپنے ارادہ سے مطلع کیا ہوتا تو واللہ میں بھی اوسکے ساتھ ہی حسین کے پاس چلا جاتا۔ اب حُر نے ذرا حسین کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مہاجر بن اوس اوسی کی برادری کا ایک شخص حُر کا یہ حال دیکھکر کہنے لگا اے ابن یزید تمھارا کیا ارادہ ہے۔ کیا تم حملہ کرنا چاہتے ہو۔ حُر یہ سنکر چپ رہا اور اوسکے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری سی پیدا ہو گئی۔ اس پر ابن اوس نے کہا تمہارا یہ حال دیکھکر واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے۔ میں نے کسی مقام پر واللہ تمھاری یہ حالت نہیں دیکھی جو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ مجھ سے کوئی پوچھے کہ اہل کوفہ میں سب سے بڑھکر جری کون ہے تو میں تمھارا ہی نام لونگا۔ پھر یہ کیا حالت تمھاری میں دیکھ رہا ہوں۔ حُر نے جواب دیا۔ واللہ میں اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ دوزخ میں جانا چاہتا ہے یا بہشت میں۔ اور قسم ہے خدا کی اگر میرے ٹکڑے اوڑا دیئے جائیں اور میں زندہ جلا دیا جاؤں جب بھی میں کسی شئے کیلئے بہشت کو نہیں چھوڑنے کا۔ یہ کہکر حُر نے گھوڑے کو تازیانہ مارا اور حسین علیہ السلام کے پاس جا پہنچا۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو واپس نہ جانے دیا۔ جو رستہ بھر آپکے ساتھ ساتھ پھرا کیا جس نے آپ کو اسی جگہ ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ قسم ہے خداوند وحدہ لاشریک کی میں ہرگز یہ نہ سمجھا تھا کہ جتنی باتیں آپ ان لوگوں کے سامنے پیش کریں گے یہ اون میں سے کسی امر کو نہ مانینگے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ جائیگی۔ میں دل میں یہ سوچے ہوئے تھا۔ کہ بعض باتوں میں ان لوگوں کی اطاعت کروں تو کیا مضایقہ ہے۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے انکی اطاعت سے انحراف کیا۔ ہوگا یہی کہ حسین جن باتوں کو پیش کرتے ہیں یہ اون باتوں کو مان لیں گے۔ واللہ اگر میں یہ جانتا کہ آپکی کوئی بات یہ لوگ نہ قبول کریں گے تو میں اس امر کا مرتکب نہ ہوتا۔ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہے میں خدا کے سامنے اوسکی توبہ کرنے کو اور اپنی جان آپ کی نصرت میں خدا کو سونپنے آیا ہوں میں آپکے سامنے ہی مرجانیکا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ اس طرح کی توبہ قبول ہو گی۔ کہا ہاں خدا تیری توبہ کو قبول کریگا اور تجھے بخش دیگا۔ نام تیرا کیا ہے۔ کہا حُر (آزاد) کہا تو آزاد ہے تیری ماں نے جس طرح تیرا نام آزاد رکھا ہے۔ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں تو آزاد ہے۔ اب گھوڑے سے اوترو۔ حُر نے کہا میرا گھوڑے پر رہنا

اوترنے سے بہتر ہے۔ ایک ساعت ان لوگوں سے قتال کرونگا جب میرا وقت اخیر ہوگا تو گھوڑے سے اترونگا" آپ نے کہا اچھا جو تمھارا دل چاہے وہی کرو خدا تم پر رحم کرے۔ حُر یہ سنکر اپنے اصحاب کی طرف بڑھے اور کہا لوگو حسین نے جو باتیں پیش کی ہیں ان میں سے کسی بات کو تم نہیں مانتے کہ خدا تم کو اونکے ساتھ جنگ وجدال میں مبتلا ہونے سے بچالے۔ کہا ہمارا امیر عمر بن سعد موجود ہے اوس سے گفتگو کرو۔ حُر نے یہ سنکر وہی گفتگو ابن سعد سے پھر کی پہلے جو گفتگو اوس سے کرچکا تھا اور جو گفتگو اپنے اصحاب سے اوس نے کی تھی۔ ابن سعد نے جواب دیا میری خواہش یہی تھی۔ اگر ہوسکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حُر نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کرکے کہا کہ خدا تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم نے اونھیں بلایا۔ اور جب وہ چلے آئے تو اونھیں دشمن کے حوالہ کردیا۔ تم کہتے تھے کہ اون پر اپنی ہم جان کو نثار کرینگے۔ اور اب اونھیں پر اونکے قتل کرنیکے لئے حملہ کررہے ہو۔ اون کو تم نے گرفتار کرلیا۔ اونکا دم بند کردیا۔ اونکو چارجانب سے گھیر لیا۔ اون کو خدا کی بنائی ہوئی وسیع وعریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ اور اونکے اہل بیت امن سے رہتے۔ اب وہ ایک قیدی کی طرح تمھارے ہاتھ میں آگئے ہیں۔ اپنے نفس کے لئے اچھا یا برا کچھ کر نہیں سکتے۔ تم نے اونکو اونکے اہل حرم کو اونکے بچوں کو اون کے رفیقوں کو بہتے ہوئے آب فرات سے روکا جسے یہودی ومجوسی ونصرانی پیا کرتے ہیں۔ اور اس میدان کے سور اور کتے اوس میں لوٹا کرتے ہیں۔ اب پیاس کی شدت نے اون سب لوگوں کو ہلاک کر رکھا ہے۔ محمدؐ کی ذریت سے اونکے بعد کیا برا سلوک تم نے کیا۔ اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آؤ اور تم توبہ نہ کرو تو خدا تمھیں تشنگی محشر میں سیراب نہ کرے" یہ سنکر پیادوں کی فوج نے حُر پر تیر برسانے شروع کئے۔ حُر وہاں سے پلٹے اور حضرت کے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ عمر بن سعد لڑنے کو نکلا۔ پکارکر کہا اے ذوید نشان کو بڑھا۔ وہ لیکر بڑھا۔ اسکے بعد ابن سعد نے کمان میں تیر جوڑا اور سر کیا۔ کہنے لگا تم سب لوگ گواہ رہو سب سے پہلے میں نے ہی تیر مارا۔ ایک شخص بنی علیم میں سے عبداللہ بن عمیر کوفہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبیلہ ہمدان میں جعد کے کوئیں کے پاس گھر لیکر اوترے ہوئے تھے اونکی بیوی ام وہب خاندان نمر بن قاسط کی اونکے ساتھ تھیں۔ عبداللہ نے مقام نخیلہ میں دیکھا کہ حسین پر فوج کشی کرنیکے لئے عرض لشکر کا سامان ہے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ

یہ کیا ماجرا ہے۔ کسی نے کہدیا حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم پر لشکر کی چڑھائی ہے۔" عبداللہ کو مدت سے آرزو تھی کہ مشرکین سے جہاد کریں۔ خیال آیا کہ اپنے پیغمبر کے نواسے پر یہ لوگ لشکر کشی کر رہے ہیں۔ ان سے جہاد کرنا بھی عنداللہ جہاد مشرکین کے ثواب سے کم نہیں ہے۔ یہ سوچ کر ام وہب کے پاس آئے اون سے جو کچھ سنکر آئے تھے اور جو بات دل میں ٹھان لی تھی بیان کی۔ اونھوں نے کہا کیا اچھی بات تم نے کہی خدا تمھاری بہترین تمنا کو پورا کرے۔ چلو اور مجھے بھی ساتھ لیتے چلو۔ عبداللہ راتوں رات بیوی کو ساتھ لئے ہوئے آپکے لشکر میں آگئے اور وہیں مقیم ہوگئے تھے۔ جب ابن سعد نے قریب آکر تیر مارا اور سب لوگوں نے بھی تیر مارے تو زیاد بن ابی سفیان کا غلام آزاد یسار اور عبیداللہ بن زیاد کا غلام آزاد سالم دونوں صف سے نکلے۔ اور کہا کوئی تم میں سے ہمارے مقابلے میں آئے۔ یہ سنکر حبیب بن مظاہر و بریر بن حضیر اوٹھ کھڑے ہوئے مگر آپ نے ان دونوں صاحبوں سے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ یہ دیکھکر عبداللہ بن عمیر کلبی اوٹھے اور عرض کی۔ اباعبداللہ الحسین رحمک اللہ مجھے تو ان دونوں سے لڑنے کی اجازت دیجیے۔ آپ نے نظر جو اوٹھائی تو دیکھا ایک شخص گندمی رنگ دراز قامت قوی بازو قوی ہیکل سامنے کھڑا ہے۔ کہا کہ میرے خیال میں یہ شخص قتال اقران ہے۔ اچھا تم لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ عبداللہ اون دونوں کے مقابلے میں نکلے۔ دونوں نے پوچھا تم کون ہو اونھوں نے اپنا نسب اون دونوں کے سامنے بیان کیا۔ اونھوں نے کہا ہم تمھیں نہیں جانتے۔ زہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر بن حضیر کو ہمارے مقابلہ میں آنا چاہیے۔" یسار اس وقت سالم سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ عبداللہ کلبی نے جواب دیا او پسر فاحشہ کسی شخص سے مقابلہ کرنے میں تجھے بھی عار ہے۔ تیرے مقابلہ میں بھی ایسا ہی شخص آئے جو تجھ سے بہتر ہو۔ یہ کہتے ہی سالم پر حملہ کیا ایک تلوار ماری کہ وہ ٹھنڈا ہوگیا۔ یسار پر وار کرنے میں ابھی مشغول ہی تھے کہ سالم نے ان پر حملہ کیا اور للکار کر کہا کہ میں آپہنچا۔ عبداللہ نے اوسکی طرف توجہ نہ کی اور اوس نے آتے ہی ان پر وار کر دیا۔ اونھوں نے اوسکی تلوار کو بائیں ہاتھ پر روکا۔ اس ہاتھ کی انگلیاں تلوار سے اوڑ گئیں۔ اسکے بعد ہی اونھوں نے مڑ کر اوس پر بھی وار کیا اور قتل کر ڈالا۔ دونوں کو قتل کر کے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ مضمون

تم لوگ مجھے نہیں پہچانتے تو سنو میں خاندان بنی کلب سے ہوں یہ فخر میرے لئے
کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں رہا ہے۔

میں صاحب قوت و نصرت ہوں۔ مصیبت پڑے تو بد دل نہیں ہو جاتا۔

اے ام وہب میں اس بات کا ذمہ کرتا ہوں کہ بڑھ بڑھکر تلواروں کے اور برچھیوں

کے وار ان لوگوں پر کروں گا۔

جو شیوہ کہ خدا پرست نوجوانوں کا ہوتا ہے۔

ام وہب نے یہ سنکر ایک عمود ہاتھ میں لیا۔ اور اپنے شوہر کی طرف یہ کہتی ہوئی بڑھیں۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں ذریت رسول اللہ کی طرف سے لڑے جاؤ۔ عبداللہ کلبی زوجہ کی آواز سنکر پلٹ پڑے کہ اون کو عورتوں میں لے جا کر بٹھائیں۔ ام وہب اونکے دامن سے لپٹ گئیں کہتی تھیں تمھارے سامنے میں جب تک نہ مرلوں تم کو نہ چھوڑوں گی حسین نے پکار کر کہا کہ اہل بیت کی طرف سے جزائے خیر تم دونوں کو ملے۔ بی بی عورتوں کی طرف واپس چلی آ۔ انھیں کے پاس بیٹھی رہ۔ عورتوں کو قتال نہیں چاہئے"۔ ام وہب اس حکم کو سنکر عورتوں کی طرف پلٹ گئیں۔ ابن سعد کے میمنہ پر عمرو بن حجاج تھا۔ وہ سواروں کے رسالہ کو ساتھ لے کر حسین کے انصار کے طرف بڑھا جب آپکے قریب آگیا تو یہ سب لوگ گھٹنے ٹیکے بھالے تانے ہوئے کھڑے ہو گئے اور برچھیوں کی سنانیں اوس کی طرف کر دیں۔ سوار ان سنانوں کی طرف نہ بڑھ سکے۔ واپس جانے لگے تو انصار نے اونھیں تیر مارے۔ کچھ لوگوں کو گرا دیا کچھ لوگوں کو زخمی کیا۔ ایک شخص بنی تمیم کا جس کا نام عبداللہ بن حوزہ تھا۔ بڑھتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ حسین حسین کہکر آپ کو پکارا۔ آپ نے کہا کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا نار دوزخ مبارک۔ آپ نے کہا ایسا نہ سمجھ میں پروردگار رحیم اور اور نبی کریم کے پاس جاتا ہوں"۔ پھر پوچھا "یہ کون ہے"۔ انصار نے عرض کی یہ شخص ابن حوزہ ہے۔ آپ نے اوسکے لئے بد دعا کی۔ کہا رَبِّ حُزہ الی النار خداوندا اسے نار میں لے جا"۔ گھوڑا اوسکا ایک نالی میں اوسے لے گیا اور یہ گرا۔ اور اس طرح گرا کہ پاؤں تو رکاب میں اولجھا رہ گیا سر زمین پر آرہا۔ گھوڑا بھڑکا اوسی طرح اوسے لیکر بھاگا۔ کہ پتھروں سے درختوں سے سر اوسکا ٹکراتا رہا آخر مر گیا۔ مسروق بن وائل اون سواروں میں آگے آگے تھا جنھوں نے حسین پر حملہ کیا تھا۔ کہتا ہے میں اس لئے آگے آگے تھا کہ شاید حسین کا سر

مجھے ملجائے کہ ابن زیاد کی نظر میں میری منزلت ہو۔ یہ لوگ جب حسین تک پہنچے تو ابن حوزہ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ تم لوگوں میں حسین ہیں۔ حسین نے اوسے جواب نہیں دیا۔ اوس نے دوبارہ اوسی طرح پوچھا۔ آپ نے سب کو منع کر دیا کہ خاموش رہیں۔ جب تیسری دفعہ اوس نے پوچھا تو آپ نے کہا۔ کہہ دو کہ یہی حسین ہیں تیرا کیا مطلب ہے۔ اوس نے کہا اے حسین نار میں جانا مبارک ہو۔ آپ نے کہا تو نے جھوٹ بکا۔ میں تو غفور و رحیم و نبی کریم کے پاس جاتا ہوں۔ تو کون شخص ہے۔ اوس نے کہا ابن حوزہ۔ حسین نے دونوں ہاتھ اسقدر اونچے کئے کہ قمیص کی سفیدی عبا کی بغلوں میں سے دکھائی دینے لگی۔ اور کہا اللھم حزہ الی النار یا اللہ اسے نار میں لیجا۔ ابن حوزہ نے غضبناک ہو کر اپنی گھوڑی کو آپکی طرف بڑھانا چاہا لیکن آپ کے اور اوسکے درمیان خندق تھی۔ اسکا پاؤں رکاب میں اولجھ گیا۔ گھوڑی لیکر بھاگی اور یہ اوسکی پشت سے گرا۔ اسکا ایک پاؤں پنڈلی ران الگ ہو گئی اور آدھا دھڑ رکاب میں اٹکا رہا۔ یہ دیکھکر مسروق رسالہ سے الگ ہو کر چلا آیا۔ اوسکے بھائی عبد الجبار نے سبب اسکا اوس سے پوچھا کہنے لگا اس خاندان کے لوگوں سے ایسی بات میرے دیکھنے میں آئی کہ میں کبھی اون سے قتال نہ کرونگا۔ اسکے بعد گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

یزید بن معقل صف سے نکلا۔ پکار کر کہنے لگا۔ کیون بُریر بن حُضیر تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا۔ بُریر نے کہا واللہ خدا نے میرے ساتھ بھلائی کی اور تیرے حق میں برائی کی۔ وہ کہنے لگا تم نے جھوٹ کہا۔ تم تو کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ تم کو یاد ہوگا کہ بنی لوذان میں تمھارے ساتھ میں پھر رہا تھا اور تم یہ کہتے جاتے تھے کہ عثمان بن عفان نے اپنے نفس کے ساتھ اسراف کیا اور معاویہ گمراہ و گمراہ کنندہ ہیں۔ اور امام ہدیٰ و برحق علی ابن ابی طالب ہیں۔ بریر نے کہا ہاں ہاں یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا قول ہے۔ یزید بن معقل کہنے لگا اس میں کوئی شک نہیں کہ تو گمراہ ہے۔ بریر نے جواب دیا آؤ ہم تم مباہلہ کریں پہلے خدا سے دعا مانگیں کہ جھوٹے پر وہ لعنت کرے اور گمراہ کو قتل کرے۔ اسکے بعد ہم تم لڑیں۔ اب وہ دونوں نکلے۔ خدا کی طرف ہاتھوں کو بلند کر کے یہ دعا کی کہ جھوٹے پر عذاب نازل ہو اور جو راہ راست پر ہو وہ گمراہ کو قتل کرے۔ اسکے بعد دونوں لڑنے کو بڑھے۔ دو دو چوٹیں ہوئی تھیں کہ یزید کا ایک اوچھا سا وار بریر پر پڑا جس سے کوئی ضرر بریر کو نہیں پہنچا۔ بریر نے جو تلوار یزید کو ماری وہ مغفر کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی۔ وہ اس طرح گرا کہ معلوم ہوا پہاڑ سے

نیچے آرہا اور بریر کی تلوار اوسی طرح شگاف زخم میں موجود تھی۔ بریر تلوار کو زخم میں سے کھینچ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر رضی ابن منقذ عبدی بریر سے لپٹ گیا۔ کچھ دیر تک کشتی ہوتی رہی۔ بریر اوسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھے تو عبدی چلانے لگا۔ بہادرو کمک کرنیوالو دوڑو۔ اب کعب ازدی نے بریر پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا۔ ایک شخص نے اوسے جتا بھی دیا کہ یہ تو قاری قرآن بریر ہیں جو مسجد میں ہم لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔ کعب نے نیزہ کا وار کیا اوسکی سنان بریر کی پشت پر لگی۔ بریر برچھی کھا کر زانو کے بل ہو گئے اور عبدی کی ناک دانتوں سے کاٹ لی اوس کے چہرہ کو زخمی کر دیا کعب نے ایسا وار کیا کہ بریر عبدی کے سینہ پر سے الگ جا رہے اور اوسکی برچھی کا پھل بریر کی پشت میں اوترا ہوا تھا۔ عبدی خاک جھاڑ کر اوٹھ کھڑا ہوا ازدی سے کہنے لگا تو نے ایسا احسان مجھ پر کیا جسے میں کبھی نہ بھولونگا۔ کعب ازدی میدان جنگ سے جب واپس ہوا تو اوسکی عورت یا اوسکی بہن نوار بنت جابر نے کہا۔ تو نے فرزند فاطمہ کے مقابلہ میں کمک کی۔ تو نے سید قاریین کو قتل کیا۔ تو کیسے امر عظیم کا مرتکب ہوا۔ واللہ میں تجھ سے کبھی بات نہ کرونگی کعب نے اپنی برچھی کی مدح میں اور بنی حرب کی خوش آمد میں اور عبدی پر احسان کرنیکی مفاخرت میں چند شعر کہے۔ عبدی نے اوس کے رد میں چند شعر کہے اور اپنی اوس دن کی حرکت پر پشیمانی و ندامت کا اظہار کیا۔

عمرو بن قرظہ انصاری حسین کی طرف سے لڑنے کو نکلے دو شعر رجز کے پڑھے ان کا بھائی علی بن قرظہ ابن سعد کے ساتھ تھا جب اوس نے دیکھا کہ عمرو بن قرظہ قتل ہو گئے تو پکار کر یہ کہنے لگا اے حسین کذاب بن کذاب تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اوسے دھوکا دیا اوسے تمھیں نے قتل کیا۔ آپ نے جواب دیا خدا نے تیرے بھائی کو گمراہ نہیں کیا اوسے ہدایت کی تجھے گمراہ کیا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ یا تو تمھیں میں قتل کرونگا یا اس بات کے پیچھے اپنی جان دونگا۔ اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے مارے۔ یہ کہہ کر اوس نے آپ پر حملہ کیا۔ نافع بن ہلال مرادی نے روک کر ایک برچھی ماری کہ لوٹ گیا۔ لشکر والے اوس کے بچانے کو آئے اوٹھا لے گئے۔ پھر اوسکی دوا کی گئی بچ گیا۔

حر جب لشکر حسین میں آچکے تو ایک شخص بنی شقرہ میں سے یزید بن سفیان کہنے لگا واللہ اگر میں حر کو یہاں سے جاتے ہوئے دیکھ لیتا تو برچھی لے کر اوسکے پیچھے دوڑتا۔ مگر جب لڑائی ہونے لگی۔ اور حر بڑھ بڑھ کر قوم پر حملے کر رہے ہیں اونکے گھوڑے کے چہرہ پر تلواریں پڑ رہی ہیں

اوسکا خون بہ رہا ہے۔ اوس وقت یزید بن سفیان سے حصین بن تمیم جو ابن زیاد کا امیر شرطہ تھا اور اسی کو حسین کے روکنے کے لئے بھیجا تھا۔ پھر ابن سعد جب آیا ہے تو اوس نے حصین کو جمعیت شرطہ کے علاوہ زرہ پوش سواروں کا بھی سردار کر دیا تھا۔ کہنے لگا۔ کیا اسی حُر کے قتل کی تم کو آرزو تھی۔ اوس نے کہا ہاں یہ کہکر مقابلہ کو نکلا۔ حر سے کہا مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔ حر نے کہا ہاں میں تجھ سے لڑونگا حر یہ کہکر اس طرح میدان میں آئے کہ حصین بن تمیم کہتا ہے۔ واللہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حریف کی جان اسی کی مٹھی میں ہے۔ اور آتے ہی یزید بن سفیان کو قتل کر ڈالا۔

نافع بن ہلال اوس دن جدال وقتال میں مصروف تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ انا الجملی انا علی دین علی۔ مزاحم بن حریث اون سے لڑنے کو یہ کہتا ہوا بڑھا کہ انا علی دین عثمان۔ نافع نے کہا انت علی دین شیطان۔ اور حملہ کرتے ہی اوسے قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر عمرو بن حجاج پکارا۔ اے احمقو اے اہل کوفہ تم نہیں جانتے کہ کس سے لڑ رہے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مرنے پر آمادہ ہیں۔ ایک ایک کرکے ان سے ہرگز نہ لڑو۔ یہ تھوڑے سے لوگ ہیں اور تھوڑی دیر میں فنا ہو جائیں گے۔ واللہ اگر تم انھیں پتھر اوٹھا اوٹھا کر مارو تو سب کو قتل کر سکتے ہو۔ ابن سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے یہی رائے ٹھیک ہے۔ لوگوں کو اوس نے سخت ممانعت کر دی کہ ایک ایک کرکے نہ لڑیں۔

عمرو بن حجاج انصار حسین کے مقابل ہو کر اپنے لوگوں سے کہنے لگا۔ اے کوفیو اپنی طاعت وجماعت کو نہ چھوڑو جس نے دین کو چھوڑ دیا اور امام کے خلاف کیا اوس شخص کے قتل کرنے میں تامل نہ کرو۔" آپ نے یہ کلمہ سنکر اوس سے کہا۔ اے عمرو حجاج تو میرے قتل پر لوگوں کو اوبھار رہا ہے۔ ہم لوگوں نے تو دین کو چھوڑ دیا اور تم لوگ دین پہ قائم ہو۔ واللہ قبض روح کے بعد ان افعال کے ساتھ مرنے پر تم کو معلوم ہوگا کس نے دین کو چھوڑ دیا کون دوزخ کا کندہ ہوا۔ اسکے بعد پسر سعد کے میمنہ میں عمرو بن حجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ ایک ساعت تک جنگ ہوتی رہی۔ اسی میں مسلم بن عوسجہ اسدی انصار حسین میں سب سے پہلے زخمی ہو کر گرے۔ ابن حجاج حملہ کرکے جب پلٹا ہے اور غبار بیٹھا تو دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر پڑے ہیں۔ حسین اونکے پاس آئے۔ ابھی ذرا جان باقی تھی۔ آپ نے کہا۔ مسلم بن عوسجہ خدا تم پر رحم کرے۔ منھم من قضی نحبہ

ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا - یعنی مجاہدین میں کسی نے اپنی جان فدا کر دی اور
کوئی انتظار کر رہا ہے۔ انھوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا۔ جب حبیب ابن مظاہر نے
قریب آ کر کہا اے ابن عوسجہ تمہارے قتل ہونے کا مجھے بڑا قلق ہے۔ تمہیں بہشت مبارک
ہو۔ بہت آہستہ سے جواب دیا۔ خدا تم کو بھی خیر و خوبی مبارک کرے۔ حبیب کہنے لگے میں
جانتا ہوں کہ تمہارے پیچھے ہی پیچھے مجھے اسی وقت میں بھی تمہارے پاس آنے کو ہوں۔
ورنہ یہ چاہتا کہ جو بھی چاہتے ہو اس بات کی وصیت مجھے کر دو کہ تمہارے قرابت و دوستداری کا
جو مقتضی ہے اسی کے مطابق تمہاری وصیت کو پورا کروں۔ مسلم بن عوسجہ نے حسین
کی طرف اشارہ کر کے کہا بس لگے اب میں تم سے یہی وصیت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان
فدا کرنا۔ حبیب نے کہا واللہ میں ایسا ہی کروں گا۔ جونہی مسلم بن عوسجہ کا دم نکل گیا
کی اور ان کی کنیز نام لے کر بین کرنے لگی۔ عمرو بن حجاج کے لشکر میں شور مچ گیا کہ
ہم نے مسلم بن عوسجہ اسدی کو قتل کیا۔ شبث نے یہ سن کر اپنے پاس کے لوگوں سے کہا
تم کو موت آئے اپنے عزیزوں کو اپنے ہی ہاتھ سے قتل کرتے ہو۔ غیروں کے سامنے خود کو
ذلیل کرتے ہو۔ مسلم بن عوسجہ سے شخص کو قتل کر کے خوش ہوتے ہو۔ مسلمانوں کی
ان کو بڑے بڑے معرکوں میں میں نے بڑی شان کے ساتھ دیکھا ہے۔ آذربائیجان کے
دھاوے میں میں نے دیکھا کہ انھوں نے چھ کافروں کو قتل کیا۔ ابھی مسلمانوں کے
سب سوار آنے بھی نہ پائے تھے۔ جو ایسا شخص تم میں سے قتل ہو جائے اس پر تم خوش
ہو رہے ہو۔ جنھوں نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کیا ہے ان کا نام مسلم بن عبداللہ ضبابی
اور عبدالرحمٰن بجلی ہے۔

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ حسینی میسرہ پر حملہ کیا۔ سب لوگ
اپنی جگہ سے شمر کے لشکر کو ہٹا دینے لگے۔ سب کو پیچھے ہٹانے لگے۔ حسینی [illegible]
چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ اسی حملے میں کلبی قتل ہو گئے۔ انھوں نے [illegible] کو
قتل کیا پھر اور دو کو قتل کیا اور بڑی شدت و جرأت سے معرکہ [illegible]
حضرمی و بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا۔ ان دونوں نے ان کو قتل کیا۔ یہ [illegible]
میں سے دوسرے مقتول یہی ہیں۔

اصحاب حسین نے بڑی شدت و قوت سے جنگ کی۔ [illegible] سوار [illegible] نے

اونھوں نے جب حملہ کیا جدھر رخ کیا اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ عزرہ بن قیس اہل کوفہ کا سرخیل تھا۔ اوس نے دیکھا کہ اوسکے رسالہ کے سوار ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں ابن سعد کے پاس عبدالرحمٰن بن حصن کو بھیجکر یہ کہلا بھیجا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ ان چند سواروں کے مقابلہ میں کتنی دیر سے میرا رسالہ منتشر ہو رہا ہے۔ انکے لئے پیادوں کو اور تیر اندازوں کو جلدی بھیج۔ ابن سعد نے شبث بن ربعی سے کہا۔ تم ان سے لڑنے کو نہ جاؤگے۔ اوس نے کہا سبحان اللہ اوس شخص کو جو قوم عرب اور تمام اہل شہر کا بزرگ ہو۔ اوس سے تم چاہتے ہو کہ تیر اندازوں کو لیکر جائے۔ تمھیں کوئی دوسرا نہیں ملتا جو اس کام کی حامی بھرے۔ اور میری ضرورت نہ ہو۔ غرض شبث لڑنے سے پہلو تہی کرتا ہی رہا۔ ایک شخص نے مصعب کے عہد حکومت میں شبث کو یہ کہتے سنا کہ اہل کوفہ کو خیر و خوبی کبھی خدا نصیب نہ کریگا ان کو کبھی راہ راست کی توفیق نہ دیگا۔ تعجب کی بات ہے کہ ہم لوگ پانچ برس تک علی بن ابی طالب کے ساتھ پھر اونکے فرزند کے ساتھ رہکر بنی امیہ سے کشت و خون میں مشغول رہے ہوں۔ پھر ہمیں لوگ اولاد معاویہ و پسر سُمیہ فاحشہ کے ساتھ اونکے دوسرے فرزند سے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو کشت و خوں کریں۔ ہائے گمراہی ہائے زیانکاری"

ابن سعد نے حصین بن تمیم کو پکارا اور تمام زرہ پوش سواروں اور پانسو تیر اندازوں کے ساتھ اوسے روانہ کیا۔ یہ لوگ حسین و انصار حسین پر حملہ کرنے کو بڑھے۔ قریب پہنچے تو اون پر تیر برسانے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں اون کے گھوڑوں کو پے کر دیا سب کے سب پیادہ ہو گئے۔

ایوب بن مشرح کہتا تھا واللہ حُر کے گھوڑے کو میں نے پے کیا اوس کے حلق میں تیر اوتار دیا بس وہ ڈگمگایا اور گرا۔ حر اوسکی پشت پر سے اس طرح کود پڑا۔ معلوم ہوا جیسے کوئی شیر تلوار کھینچ کر میدان میں آگیا۔ اوس وقت حر کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

اِن تعقروا بی فانا ابن الحر   اشجع مِن ذی لبدٍ ھزبر

یعنی میرے گھوڑے کو پے کر دیا تو کیا ہوا میں شیر ببر سے بڑھکر بہادر و شریف ہوں"

ابن مشرح کہتا تھا حر کی طرح تیغ زنی کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ لوگوں نے اوس سے کہا تو ہی نے حر کو قتل کیا۔ کہا نہیں واللہ میں نے نہیں قتل کیا کسی اور شخص نے قتل کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں نے اسے قتل کیا ہوتا۔ یہ سنکر ابو الودّاک نامی ایک شخص

پوچھنے لگا۔ آخر یہ کیوں۔ کہنے لگا لوگوں کا خیال ہے کہ حرنیک بندوں میں سے تھا اور اگر ایسا ہی ہے تو واللہ میں خدا کے سامنے ایک زخم لگا نیکا اور میدان میں آنے کا گنہگار رہوں نہ یہ کہ کسی کے قتل کرنیکا گناہ لیکر خدا کے سامنے جاؤں۔ ابوالوداک نے کہا میں تو سمجھتا ہوں کہ اون سب لوگوں کا خون گردن پر لئے ہوئے خدا کے سامنے تو جائیگا یہ تو سمجھ کہ تو نے اسکو تیر مارا۔ اوسکے گھوڑے کو پے کر دیا۔ دوسرے کو نشانہ بنایا۔ میدان میں شریک ہی رہا۔ اوان لوگوں پر تو نے حملے کئے۔ اون سے قتال کرنے پر اپنے اصحاب کو اوبھارتا رہا۔ اپنے جتھے کو بڑھاتا چلا گیا۔ تجھ پر حملہ ہوا تو بھاگنے کو ننگ سمجھا۔ اگر تیرے ساتھ والوں میں سے ایک شخص نے جو کچھ تجھے کرتے دیکھا وہی خود بھی کیا۔ اور ایسا ہی کسی اور نے بھی کیا اور کسی اور نے بھی۔ تو ایسے شخص نے اور اوسکے اصحاب نے ضرور خون ریزی کی ہے بس تم سب کے سب اون سب لوگونکے خون بہانے میں شریک ہو" کہنے لگا اے ابوالوداک تم تو رحمت خدا سے ہم کو مایوس کئے دیتے ہو۔ قیامت کے دن ہمارا حساب کتاب اگر تمھارے ہاتھ میں آئے اور تم ہمیں بخش دو تو خدا تمھیں نہ بخشے۔ کہا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہی بات ہے۔

ایسی شدید جنگ خدائی کے پردہ پر نہ ہوئی ہوگی جیسی اوس روز ہوئی دوپہر ہونیکو آئی اور کوفیوں کو ایک رخ کے سوا کسی دوسری طرف سے انصار حسین پر حملہ کرنا ممکن نہ تھا۔ وجہ یہ تھی کہ انکے خیام ایک ہی مقام پر تھے خیمہ سے خیمہ متصل تھا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے پیادوں کو بھیجکر دہنی اور بائیں طرف کے خیمے اوکھاڑ ڈالیں تو وہ لوگ گھر جائیں۔ تین چار شخص انصار حسین میں سے خیموں کے بیچ میں آآکر جسے دیکھتے تھے خیمہ اوکھاڑ رہا ہے اور تاراج کر رہا ہے اوس پر حملہ کرتے تھے قتل کر ڈالتے تھے۔ قریب سے تیر مارتے تھے اور اوسے ہلاک کرتے تھے۔ ابن سعد نے اب یہ حکم دیا کہ خیمہ کے اندر کوئی نہ جائے نہ اوکھاڑنے کا قصد کرے ان سب خیموں میں آگ لگا دو۔ آگ لگا دی گئی خیمے جلنے لگے۔ یہ دیکھکر انصار سے آپ نے کہا یہ لوگ خیمے جلاتے ہیں تو جلانے بھی دو۔ خیموں میں آگ لگ جائیگی تو اوس رخ سے دشمن حملہ نہ کر سکیں گے۔ جیسا آپ نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ ایک رخ کے سوا دوسری طرف سے وہ لوگ یورش نہ کر سکے۔ اسی حالت میں زوجۂ کلبی اپنے شوہر کی لاش پر آئیں۔ اونکے سرہانے بیٹھ گئیں۔ گرد و غبار اونکے چہرہ سے پاک کرتی جاتی تھیں اور کہہ رہی تھیں "تم کو بہشت میں جانا مبارک ہو" شمر نے رستم نامی غلام سے کہا۔ مار لٹھ اس عورت کے سر پر۔ لٹھ پڑا۔ سر پاش پاش ہو گیا۔

اوسی جگہ وہ مر گئیں۔

خاص آپ کے خیمہ پر شمر نے حملہ کیا برچھی مار کر پکارا۔ آگ لاؤ میں اس خیمہ کو اور لوگوں کو جو اس میں ہیں جلا ڈالوں۔ بی بیاں چلاتی ہوئی باہر نکل آئیں۔ آپ نے پکار کر کہا اے پسر ذی الجوشن تو آگ منگا رہا ہے کہ میرے گھر کو میرے اہل بیت کو جلا ڈالے۔ خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید بن مسلم نے شمر سے کہا سبحان اللہ ایسی حرکت نہیں مناسب۔ تو چاہتا ہے دو دو گناہ اپنے سر لے۔ چاہتا ہے اوس قسم کا عذاب کرے جو خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس طرح بچوں کو اور عورتوں کو قتل کرے۔ واللہ مردوں کو تیرا قتل کر ڈالنا امیر کے خوش کر دینے کو کافی ہے۔ شمر نے پوچھا تو کون ہے۔ حمید نے کہا میں یہ نہیں بتاؤنگا کہ میں کون ہوں۔ دل میں ڈرا کہ حاکم کو خبر کر کے مجھے کچھ نقصان نہ پہنچائے۔ اسی مقام پر ایک اور شخص پہنچ گیا حمید سے زیادہ شمر اوسکی بات کو سنتا تھا وہ شبث بن ربعی تھا۔ کہنے لگا جو کلمہ تیری زبان سے نکلا اوس سے بدتر میں نے تو نہیں سنا اور جو حرکت تو کرنا چاہتا ہے اوس سے بدتر کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ارے تو عورتوں کو دھمکاتا ہے۔ شمر کو کچھ حیا آئی اور پلٹنے کا قصد کیا۔ اس وقت زہیر بن قین نے اپنے اصحاب میں سے دس شخصوں کو ساتھ لے کر اوس پر اور اوس کے اصحاب پر حملہ کیا۔ اون سب کو پسپا کیا خیمہ کے پاس سے دور کر دیا ابو عزہ ضبابی کو گرا دیا اور قتل کر ڈالا۔ یہ شخص شمر کے اصحاب میں تھا۔

بھاگے ہوئے لوگ پھر پلٹ پڑے۔ اور انکے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ انصار حسین میں سے کوئی نہ کوئی قتل ہو جاتا تھا اب اون میں سے ایک یا دو شخص بھی قتل ہوتے تھے تو لشکر میں کمی صاف معلوم ہوتی تھی۔ اودھر کے کتنے ہی قتل ہو جائیں اونکی کثرت میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ یہ حال دیکھ کر ابو ثمامہ صائدی نے آپ سے کہا۔ یا ابا عبداللہ میری جان آپ پر فدا۔ یہ لوگ آپ سے قریب آ گئے۔ اور واللہ جب تک آپکی نصرت میں میں قتل نہ ہو جاؤں انشاء اللہ آپ قتل نہ ہوں گے۔ میرا دل یہ چاہتا ہے کہ نماز کا وقت قریب ہے اس نماز کے بعد حق تعالےٰ سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر آپ نے سر اوٹھا کر دیکھا اور کہا خدا تم کو نماز گزاروں میں اور اہل ذکر میں محسوب کرے کہ تم نے نماز کا ذکر کیا۔ ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ ہم کو اتنی مہلت دیں کہ

نماز پڑھ لیں۔ حصین بن تمیم نے کہا نماز قبول ہی نہ ہوگی۔ حبیب بن مظاہر نے جواب دیا تیرے زعم میں آل رسولؐ کی نماز تو قبول نہ ہوگی اور تیری نماز اے گدھے قبول ہوگی۔ ابن تمیم نے یہ سنکر حملہ کیا۔ حبیب نے بڑھ کر اوسکے گھوڑے کے منہ پر تلوار ماری۔ وہ الف ہوا۔ یہ گھوڑے سے گرا۔ اسکے اصحاب دوڑے اور اوٹھا لے گئے اوسے بچالیا۔ حبیب رجز پڑھتے جاتے تھے اور بڑے شد و مد سے شمشیر زنی کر رہے تھے کہ بنی تمیم میں سے ایک شخص بدیل بن صریم نے اون پر حملہ کیا اور اونکے سر پر تلوار مار کے اونھیں قتل کیا۔ بنی تمیم کے ایک اور شخص نے بڑھکر برچھی کا وار کیا۔ حبیب گر کر اوٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے اونکے سر پر تلوار ماردی اور وہ گر گئے۔ مرد تمیمی نے گھوڑے سے اوتر کر اونکا سر کاٹ لیا۔ حصین نے کہا میں بھی ان کے قتل کرنے میں شریک تھا۔ اوس نے کہا واللہ میں نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔ حصین نے کہا یہ سر تو ذرا مجھے دیدے میں اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکا دوں لوگ دیکھ لیں اور اتنا جان جائیں کہ میں بھی انکے قتل میں شریک ہوں۔ پھر یہ سر مجھ سے تم لے لینا ابن زیاد کے پاس لے جانا۔ انکے قتل کا جو صلہ تم کو ملیگا مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ تمیمی نے کہنا اوسکا نہ مانا۔ اوسکی قوم والوں نے دونوں کے درمیان پڑکر اسی بات پر صلح کروادی۔ اوس نے حبیب کا سر حصین کو دیدیا۔ یہ اپنے گھوڑے کے گلے میں سر کو ڈالکر تمام لشکر میں پھر آیا۔ اور اوس سر کو پھر تمیمی کے حوالہ کر دیا۔ یہ لوگ جب کوفہ میں واپس آئے ہیں۔ تو حبیب کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینہ پر لٹکائے ہوئے تمیمی ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ قاسم بن حبیب نے باپ کا سر اوس سوار کے پاس دیکھا۔ اس وقت بالغ ہونے کے قریب اونکا سن ہو چکا تھا۔ بس جب سے اوس سوار کے پیچھے پیچھے پھر لڑکے نے اختیار کیا۔ کسی وقت اوسکا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ وہ قصر میں جاتا تو یہ بھی اوسکے ساتھ قصر میں جاتا۔ وہ نکلتا تو یہ بھی نکلتا۔ سوار کو کچھ بدگمانی ہوئی۔ کہنے لگا اے فرزند تو میرے پیچھے پیچھے کیوں رہا کرتا ہے۔ اوس نے کہا کوئی سبب نہیں۔ کہا کوئی سبب ضرور ہے مجھ سے بیان کر۔ کہا یہ میرے باپ کا سر تیرے پاس ہے مجھے دیدے کہ میں اسے دفن کردوں۔ کہنے لگا اے فرزند اسکے دفن کرنے پر امیر راضی نہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اسکے قتل کے صلہ میں امیر مجھ سے بہت اچھا عوض کریگا۔ لڑکے نے کہا خدا تو تجھ سے بہت برا عوض لیگا۔ واللہ تو نے اپنے سے بہتر شخص کو قتل کیا یہ کہہ کر وہ لڑکا رونے لگا۔ غرض لڑکا اسی فکر میں رہا اور

اب وہ بالغ بھی ہوگیا مگر اسکے سوا جرأت نہ ہوئی کہ باپ کے قاتل کی تاک میں لگا رہے موقع پا جائے تو باپ کا بدلہ اوس سے لے اوس اوسکے عوض میں قتل کرے۔ آخر مصعب بن زبیر کے عہد حکومت میں۔ جس زمانہ میں کہ مصعب نے باجمیرا پر فوج کشی کی تھی۔ قاسم بن حبیب اس لشکر میں آیا اپنے باپ کے قاتل کو دیکھا کہ ایک خیمہ میں ہے۔ جب سے اوس نے اوسکی تاک میں آمد و رفت جاری رکھی اور موقع کا منتظر رہا۔ ایک دن دوپہر کو قیلولہ کے وقت اوسے جا کر تلواریں ماریں کہ ٹھنڈا ہوکر رہ گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حبیب بن مظاہر جب قتل ہوگئے تو حسین کا دل ٹوٹ گیا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اور اپنے انصار کو خدا کے حوالہ کیا۔ اب حُر نے رجز پڑھنا شروع کیا۔ ان کے ساتھ شریک ہوکر زہیر بن قین نے بھی بہت شدید قتال کیا۔ ان دونوں میں ایک شخص حملہ کرتا تھا جب وہ دشمنوں میں گھر جاتا تھا تو دوسرا حملہ کرکے اوسے چھڑا لیتا تھا۔ ایک ساعت تک اسی طرح یہ دونوں شمشیر زنی کرتے رہے۔ اسکے بعد پیادوں کے جم غفیر نے ہجوم کرکے حُر کو قتل کیا اور ابو ثمامہ صائدی نے اپنے ابن عم کو جو اونکے دشمنوں کے ساتھ تھا قتل کیا۔ اسکے بعد سب نے نماز ظہر پڑھی۔ یہ نماز خوف تھی جو حسین کے ساتھ ان لوگوں نے پڑھی۔ ظہر کے بعد پھر بہت شدت سے کشت و خون ہونے لگا۔ دشمن حسین تک پہنچ گئے۔ یہ دیکھکر حنفی آپکے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ آپ کو اور آپکے انصار کو بچانے کے لئے تیروں کا نشانہ خود بن گئے۔ وہ آپکے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور دہنی طرف سے اور بائیں جانب سے اون پر تیر پڑ رہے تھے۔ آخر تیر کھاتے کھاتے گر گئے۔ زہیر بن قین نے بہت شدت سے شمشیر زنی کی رجز پڑھتے جاتے تھے۔ اور حسین کے شانہ پر ہاتھ مار مار کر یہ اشعار پڑھ رہے تھے (مضمون)

"اے مہدی ہادی بڑھیے۔ اپنے جد رسول اللہ صلعم علی مرتضیٰ حسن ذوالجناحین جعفر شیر خدا حمزہ سے ملاقات کیجئے"

اسی حالت میں کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کرکے زہیر کو قتل کیا۔

نافع بن ہلال جملی نے تیروں کے سوفاروں پر اپنا نام لکھا تھا زہر میں بجھے ہوئے تیر لگاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ میں جملی اور دین علی پر ہوں۔ پسر سعد کے اصحاب میں سے بارہ شخصوں کو انھوں نے قتل کیا۔ کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔ اون پر وار ہوا

اور دونوں بازو اونکے ٹوٹ گئے۔ زندہ گرفتار ہوگئے۔ شمر اور اونکے اصحاب اونھیں ڈھکیلتے ہوئے پسر سعد کے پاس لائے۔ ابن سعد نے کہا۔ اے نافع تم نے اپنے نفس کے ساتھ ایسی برائی کیوں کی۔ نافع نے کہا میرے ارادہ کا حال خدا خوب جانتا ہے۔ اونکی داڑھی پر خون بہتا جاتا تھا اور کہہ رہے تھے۔ میں نے زخمیوں کے علاوہ بارہ شخصوں کو تمھارے قتل کیا۔ اور پھر مجھے ذرا پشیمانی بھی نہیں۔ میرے دست و بازو ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو مجھے تم اسیر نہ کر سکتے۔ شمر نے ابن سعد سے کہا خدا آپ کو سلامت رکھے اسے قتل کیجیے۔ ابن سعد نے کہا تو ہی ان کو لیکر آیا ہے قتل کرنا چاہتا ہے تو قتل بھی تو ہی کر۔ شمر نے تلوار کھینچی تو نافع نے کہا واللہ اگر تو مسلمان ہوتا تو ہم لوگوں کا خون گردن پر لیکر خدا کے سامنے جانا تجھے شاق ہوتا۔ شکر ہے خدا کا کہ جو لوگ بدترین خلائق ہیں اونکے ہاتھوں ہماری موت اوس نے مقدر کی۔ اسی کے بعد شمر نے اون کو قتل کیا۔

اب شمر رجز پڑھتا ہوا انصار حسین کی طرف بڑھا۔ انصار نے دیکھا کہ قاتلوں کا بڑا ہجوم ہے نہ اب وہ حسین کو بچا سکتے ہیں نہ خود کو۔ سب کو یہ آرزو ہوئی کہ آپکے سامنے ہی قتل ہوجائیں۔ عزرہ غفاری کے دونوں فرزند عبداللہ و عبدالرحمن آپ کے پاس آئے۔ اور کہا یا اباعبداللہ علیک السلام۔ دشمن نے ہمیں آپکے ساتھ گھیر لیا۔ ہماری آرزو ہے کہ آپکے سامنے قتل ہوجائیں۔ آپ کو دشمنوں سے بچاتے جائیں۔ اون کے نرغہ کو ہٹاتے جائیں۔ آپ نے کہا مرحبا بکما آؤ میرے قریب آجاؤ۔ دونوں آپ کے قریب آکر رجز پڑھ پڑھکر شمشیر زنی کرنے لگے۔

سیف بن حارث و مالک بن عبد دونوں آپس میں بنی عم تھے ماں دونوں کی ایک تھیں۔ یہ دونوں جابری نوجوان روتے ہوئے آپکے پاس آئے۔ آپ نے کہا بچو کیوں روتے ہو واللہ میں تو جانتا ہوں اب تھوڑی ہی دیر میں تم خوش ہوجاؤگے۔ اونھوں نے جواب دیا ہم آپ پر فدا ہوجائیں۔ اپنے لئے ہم نہیں روتے۔ آپکے حال پر ہمیں رونا آتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نرغہ میں ہیں اور ہم آپ کو بچا نہیں سکتے۔ آپ نے جواب دیا میری حالت پر محزون ہونیکی جزا میرے ساتھ ہمدردی کرنیکا عوض اے فرزند و حق تعالیٰ تمھارے ساتھ کرے۔ جیسا ثواب کہ نیک بندوں کو وہ دیتا ہے۔ اسی اثنا میں حنظلہ بن اسعد شبامی آپکے سامنے آکر کھڑے ہوگئے۔ پکار پکار کر کہنے لگے۔ یا قوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب

مثلَ دابِ قومِ نوحٍ وعادٍ وثمود۔ والذین من بعدھم۔ وما اللہ یرید ظلماً للعباد۔ ویا قومِ انی اخاف علیکم یوم التناد۔ یوم تولون مدبرین مالکم من اللہ من عاصم۔ ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد۔ یا قوم لا تقتلوا حسیناً فیسحتکم اللہ بعذاب۔ وقد خاب من افتریٰ۔ یعنی اے میری قوم والو مجھے ڈر ہے کہ تم لوگوں پر جنگ احزاب کا سا عذاب نازل ہوگا۔ جیسا کہ قوم نوح و عاد و ثمود پر اور اونکے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور خدا بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ اے میری قوم کے لوگو مجھے تمہارے لئے روز قیامت کا ڈر ہے۔ جس روز کہ تم پیٹھ پھیرے ہوے بھاگتے پھروگے اور خدا کی طرف سے تمہارا کوئی بچانیوالا نہ ہوگا۔ اور سنو جسے خدا گمراہ کرتا ہے اوسے کوئی راہ پر لگانے والا نہیں ملتا۔ اے میری قوم کے لوگو حسین کو نہ قتل کرو کہ خدا عذاب نازل کر کے تم کو تباہ نہ کردے۔ اور سنو جس نے (خدا پر) بھتان کیا وہ زیاں کار ہے ''حنظلہ کا یہ کلام سنکر آپ نے کہا رحمک اللہ ابن اسعد یہ لوگ تو اوسی وقت سے سزاوار عذاب ہو چکے جب تم نے اونکو حق کی طرف پکارا اور اونھوں نے تمہارے قول کو رد کردیا تمھارا اور تمہارے اصحاب کا خون بہانے کو آمادہ ہوگئے۔ اور اب تو یہ لوگ تمھارے برادران صالح کو بھی قتل کر چکے'' حنظلہ نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں آپ نے سچ فرمایا۔ آپ مجھ سے افقہ ہیں اور اس منصب کے احق ہیں۔ کیا ابھی ہم اپنے بھائیوں سے ملنے کو نہ جائیں۔ آپ نے اجازت دی کہ جاؤ دار البقا کی طرف جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حنظلہ نے کہا السلام علیک ابا عبداللہ خدا آپ پر اور آپکے اہل بیت پر صلوات بھیجے اور ہم کو آپ کو بہشت میں ملائے۔ آپ نے یہ سنکر دو بار آمین کہی حنظلہ آگے بڑھے شمشیر زنی کرتے رہے یہاں تک کہ قتل ہوگئے۔

(حنظلہ کے بعد دونوں نوجوان جابری آگے بڑھے مڑ مڑ کر آپ سے کہتے جاتے تھے السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ آپ نے اون دونوں کے جواب سلام میں کہا وعلیکما السلام ورحمۃ اللہ۔ اون دونوں نے قتال کیا اور قتل ہوگئے)۔

عابس بن ابی شبیب شاکری اپنے غلام آزاد شوذب کو ساتھ لئے ہوئے آئے۔ شوذب سے پوچھا کہو کیا ارادہ ہے۔ اوس نے کہا ارادہ کیا ہے بنت رسول اللہ کے فرزند کی طرف سے میں بھی آپکے ساتھ شریک ہوکر قتال کرونگا اور قتل ہو جاؤنگا۔ عابس نے کہا

مجھے تجھ سے یہی امید تھی۔ پھر اگر جینا نہیں منظور ہے تو ابا عبداللہ کے سامنے جا کہ تجھے رخصت کریں جس طرح اپنے اور انصار کو اونھوں نے رخصت کیا ہے اور میں بھی تجھے رخصت کر دوں۔ اگر اس وقت تجھ سے بڑھکر میرا کوئی عزیز ہوتا تو میری خوشی یہی تھی کہ میرے سامنے آتا اور میں اوسے رخصت کرتا۔ آج کا دن وہ دن ہے کہ جتنا ہم سے ہو سکے ثواب لوٹ لیں بس آج کے بعد عمل خیر کا موقع نہیں پھر روز حساب آنیوالا ہے۔ شوذب نے حسین کو جاکر سلام کیا لڑنے کو نکلا اور یہاں تک جنگ کی کہ قتل ہو گیا۔

عابس بن ابی شبیب نے اب آپ سے یہ عرض کیا کہ یا ابا عبداللہ آپ سے بڑھکر روئے زمین پر کوئی قریب یا بعید واللہ مجھے عزیز نہیں ہے۔ اگر اپنی جان دینے سے اور خون بہانے سے بڑھکر کوئی ایسی بات ہوتی کہ میں آپ کو مصیبت سے اور قتل سے بچا سکتا تو میں وہ بھی کر گذرتا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ اور آپکے پدر بزرگوار کی ہدایت پر میں قائم ہوں۔ یہ کہکر تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں کی طرف چلے انکی پیشانی پر ایک زخم کا نشان بھی تھا۔ ربیع بن تمیم نے اونکو آتے ہوے دیکھکر پہچان لیا یہ اور معرکوں میں بھی انکو دیکھ چکا تھا۔ یہ بہت بڑے بہادر تھے۔ ربیع نے لوگوں سے کہا۔ یہ شیر میدان وغا ہے۔ یہ عابس بن ابی شبیب ہے۔ تم میں سے کوئی ایک شخص اس سے لڑنے کو ہرگز نہ جائے۔ عابس نے پکارنا شروع کیا۔ کیا ایک کے مقابل میں کوئی ایک نہ نکلیگا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ پتھر پھینک پھینک کر اس شخص کو چور کر دو۔ چاروں طرف سے پتھر آنے لگے۔ یہ دیکھکر اونھوں نے اپنی زرہ اور مغفر کو اوتار ڈالا اور اون لوگوں پر حملہ کیا۔ ربیع کہتا ہے واللہ یہ دو سو سے زیادہ آدمی تھے جو بھاگ کھڑے ہوے۔ مگر بھاگے ہوے پھر پلٹ پڑے ہر طرف سے حملہ کر دیا اور وہ قتل ہو گئے۔ میں نے چند لوگوں کے ہاتھ میں اونکا سر دیکھا۔ یہ کہتا تھا میں نے قتل کیا وہ کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے۔ سب کے سب ابن سعد کے پاس آئے۔ اوس نے کہا کیوں جھگڑتے ہو۔ اس شخص کو ایک برچھی نے قتل نہیں کیا ہے یہ کہہ کر اون کا جھگڑا چکایا۔

ضحاک بن عبداللہ مشرقی نے جب دیکھا کہ انصار حسین کام آگئے۔ اور اب آپ پر اور آپکے اہل بیت پر دشمنوں کو دسترس حاصل ہو گئی ہے۔ اور سوید بن عمرو خثعمی و بشیر بن عمرو حضرمی کے سوا انصار میں کوئی باقی نہ رہا تو اوس نے آپ سے کہا۔ یا ابن رسول اللہ میں نے

جو بات آپ سے کہی تھی وہ آپ کو معلوم ہے۔ میں نے یہی کہا تھا کہ جب تک کسی شخص کو آپکی طرف سے قتال کرتے ہوئے دیکھونگا۔ میں بھی قتال کئے جاؤنگا۔ جب دیکھونگا اب کوئی لڑنے والا نہیں رہا تو میں بھی چلا جاؤنگا۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ اچھا چلے جانا" آپ نے جواب دیا تو سچ کہتا ہے۔ مگر اب کیونکر جا سکتا ہے۔ اگر جا سکتا ہے تو نکل جا۔ یہ سنکر ضحاک اپنے گھوڑی کے پاس آیا۔ اس نے جب دیکھا کہ انصار کے گھوڑوں کو دشمن پے کر رہے ہیں تو اپنی گھوڑی کو اپنے رفیقوں کے ایک خیمہ میں جو سب کے بیچ میں تھا چھپا دیا تھا۔ اور خود پیادہ جنگ میں مشغول تھا۔ اس نے اوس دن دو شخصوں کو قتل کیا تھا اور ایک کا ہاتھ اوڑا دیا تھا۔ آپ نے اسکے لئے دعا کی تھی کہ تیرا ہاتھ کبھی شل نہو۔ خدا تیرے ہاتھ کو نہ قطع کرے۔ جزاک اللہ خیراً عن اھل بیت نبیک۔ غرض جب اوسے اجازت مل گئی تو اوس نے خیمہ سے گھوڑی کو نکالا اور اوسکی پیٹھ پر جا بیٹھا۔ کوڑا مارا۔ گھوڑی نے سموں پر بوجھ دیا تھا۔ کہ اس نے لوگوں کے انبوہ پر اوسے ڈال دیا۔ سب نے راستہ دیدیا۔ اون میں سے پندرہ شخصوں نے اسکا تعاقب کیا۔ شطفرات پر ایک قریہ شفقیہ قریب واقع تھا وہاں تک یہ جا پہنچا۔ یہ لوگ بھی اوسکے قریب پہنچ گئے تھے۔ اب اس نے مڑکر اونکی طرف دیکھا۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور ایوب بن مشرح خیوانی اور قیس بن عبداللہ صائدی نے اسے پہچان کر کہا۔ یہ تو ضحاک بن عبداللہ ہمارا ابن عم ہے۔ خدا کے واسطے اس پر ہاتھ نہ ڈالو۔ ان لوگوں میں تین شخص بنی تمیم سے تھے پکار اوٹھے واللہ ہم تو اپنے بھائیوں اور اپنے ساتھ والوں کا کہنا کریں گے۔ اونکے ابن عم پر ہاتھ نہ ڈالیں گے۔ جب ان تینوں تمیمیوں نے اون تین شخصوں کے ساتھ اتفاق کیا تو اور لوگ بھی اس کے تعاقب سے باز آئے۔ اس طرح خدا نے اسے بچا لیا۔

روایت ہے کہ بنی بہدلہ میں سے ابو شعثاء یزید بن زیاد حسین کے سامنے آکر دونوں زانو ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ اور سو تیر دشمنوں کو مارے۔ ان میں سے پانچ تیر خطا ہو گئے۔ یہ شخص قدر انداز تھے۔ جب تیر سر کرتے تھے تو کہتے تھے۔ انا ابن بھدلہ فرسان العرجلہ" یعنی میں بنی بہدلہ سے ہوں جو لوگ کہ شہسوار لشکر ہیں۔ حسین کہتے جاتے تھے۔ بار خدایا انکے نشانہ کو صائب اور بہشت انھیں نصیب کر۔ سب تیر لگا چکے تو اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا پانچ تیروں کے سوا میرا کوئی تیر خطا نہیں ہوا۔

اور مجھے یقین ہے کہ پانچ شخصوں کو میں نے قتل کیا" انصار میں سے جو لوگ پہلے ہی قتل ہو گئے یہ بھی اون میں سے ہیں۔ انکے رجز کا یہ مضمون تھا۔ کہ میرا نام یزید ہے میرے باپ کا نام مہاجر۔ میں شیر بیشۂ شجاعت ہوں۔ خداوندا میں حسین کا ناصر ہوں اور ابن سعد کا ساتھ میں نے چھوڑ دیا اور اوس سے دوری اختیار کی" پہلے یہ ابن سعد کے لشکر میں تھے۔ جب اونھوں نے دیکھا کہ حسین نے جتنی شرطیں پیش کیں وہ سب رد کی گئیں۔ تو انصار حسین میں آکر مل گئے۔ اور مشغول قتال رہے یہاں تک کہ قتل ہو گئے۔

آپکے انصار میں سے عمر بن خالد صیداوی اور انکے غلام آزاد سعد اور جابر بن حارث سلمانی اور مجمع بن عبداللہ عائذی نے لڑائی شروع ہوتے ہی حملہ کر دیا تھا۔ تلواریں کھینچے ہوئے دشمنوں کے انبوہ میں در آئے۔ جب لڑتے ہوئے دور تک نکل گئے۔ تو بھاگے ہوئے پلٹ پڑے اونھیں گھیرنے لگے۔ اور او نکے اصحاب کے اور اونکے درمیان حائل ہو گئے۔ یہ دیکھکر عباس بن علی نے حملہ کیا اور ان لوگوں کو نرغہ سے نکال لائے۔ سب زخمی ہو گئے تھے۔ دشمنوں کو قریب آتے دیکھکر۔ پھر تلواریں کھینچ کھینچ کر جا پڑے۔ اور ایک ہی جگہ لڑتے لڑتے سب قتل ہو گئے۔ یہ واقعہ شروع جنگ میں ہوا۔

آپکے انصار میں سے بس سوید بن عمرو خثعمی باقی تھے اور وہ آپکے ساتھ تھے۔

اولاد ابو طالب میں سب سے پہلے علی اکبر ابن حسین قتل ہو گئے۔ انکی والدہ لیلی بنت ابو مرہ ثقفی تھیں۔ یہ دشمنوں پر حملہ کرنے لگے اور بار بار اس مضمون کا رجز پڑھنے لگے" میرا نام علی بن حسین ہے برب کعبہ ہم لوگ رسول اللہ ؐ سے قریب تر ہیں۔ واللہ پسر ابن سمیہ کے حکم کو ہم نہ مانیں گے" مرہ بن منقذ عبدی نے انکی طرف دیکھکر کہا۔ یہ جوان میری طرف سے اسی طرح لڑتا ہوا اور یہی کلمہ کہتا ہوا گذرے۔ اور میں اسکے ماتم میں اسکے باپ کو نہ رولاؤں تو سارے عرب کی پھٹکار مجھ پر ہو۔ علی اکبر شمشیر زنی کرتے ہوئے اوسکی طرف گذرے۔ مرہ نے سامنے آکر اونھیں برچھی ماری۔ وہ گر پڑے۔ دشمنوں نے گھیر لیا تلواریں مار مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے میں نے اپنے کان سے سنا کہ حسین کہہ رہے ہیں۔ خدا ان لوگوں کو قتل کرے اے فرزند جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ خدا پر اور رسول کی آبروریزی پر کس قدر انکی جرأت بڑھی ہوی ہے۔ بس تیرے بعد دنیا پر خاک ہے" میں نے دیکھا ایک بی بی دوڑ کر نکل آئیں۔ یہ معلوم ہوا کہ آفتاب نے طلوع کیا۔ پکار رہی تھیں اے بھیا اے میرے بھتیجے۔

میں نے لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم ہیں۔ وہ آئیں اور علی اکبر کی لاش پر گر پڑیں۔ یہ دیکھکر حسین اونکا ہاتھ تھامے ہوئے خیمہ میں اونکو لے گئے۔ اور لڑکوں کو ساتھ لے کر لاش پر آئے۔ حکم دیا کہ بھائی کی لاش کو اوٹھاؤ۔ لڑکے لاش کو مقتل سے اوٹھالے گئے جس خیمہ کے سامنے میدان کارزار تھا وہیں لاش کو لٹا دیا۔

مسلم بن عقیل کے فرزند عبداللہ کو عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مارا۔ عبداللہ نے ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا کہ سر کو تیر سے بچائیں۔ تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا ماتھے تک پہنچ گیا۔ اب یہ ہاتھ کو ذرا جنبش نہ دے سکتے تھے۔ پھر اوس نے ہٹ کر دوسرا تیر اونکے قلب پر مارا۔

اب چار طرف سے دشمنوں کا ہجوم ہو گیا۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر پر حملہ کر کے اونھیں قتل کیا۔ عامر بن نہشل نے عون کے بھائی محمد پر حملہ کر کے قتل کیا۔ عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی عبدالرحمن بن عقیل پر جا پڑے دونوں نے مل کر اونھیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عزرہ خثعمی نے جعفر ابن عقیل کو تیر مار کر قتل کیا۔

حمید بن مسلم نے ایک طفل کو دیکھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے معرکہ کی طرف بڑھا کہتا ہے اوسکے گلے میں کرتا تھا پاؤں میں پائے جامہ۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ اونکی نعلین میں سے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اونکو دیکھکر عمرو بن سعید ازدی مجھ سے کہنے لگا۔ اسے تو واللہ میں قتل کرونگا۔ میں نے کہا سبحان اللہ اسکے قتل کرنے سے تجھے کیا مقصود ہے۔ انصار حسین میں سے یہ لوگ جن کو تم نے گھیر لیا ہے۔ بس انکا قتل ہو جانا تجھے کافی ہے۔ اوس نے جواب دیا واللہ اسے تو میں قتل کرونگا۔ یہ کہہ کر اوس نے حملہ کیا اور اونکے سر پر تلوار مار کر پلٹا۔ وہ طفل منھ کے بھل گر پڑا۔ چچا چچا کہہ کر پکارا۔ یہ سنکر حسین اس طرح جھپٹ کر آئے جیسے شاہین آتا ہے۔ اور شیر غضبناک کی طرح آپ نے حملہ کیا عمرو کو تلوار ماری۔ اوس نے تلوار کو ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ اوسکا کہنی کے پاس سے جدا ہو گیا۔ وہ چلایا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ اہل کوفہ کے سوار دوڑے کہ اوسکو حسین کے ہاتھ سے بچا کر لے جائیں۔ گھوڑے اوسکی طرف پلٹ پڑے اونکے قدم اوٹھ گئے۔ سواروں کو لئے ہوئے اوس کو پائے مال کرتے گذر گئے آخر میں وہ مر گیا۔ غبار فرو ہوا تو دیکھا حسین اوس طفل کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں وہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ خدا سمجھے ان لوگوں سے جنھوں نے تجھے قتل کیا۔ جن سے قیامت کے دن تیرے جد بزرگوار

تیرے خون کا دعوی کریں گے۔ واللہ چچا پر یہ امر شاق ہے کہ تو پکارے وہ جواب نہ دیسکے۔ جواب دے بھی تو اوس سے تجھے کچھ نفع نہ ہو۔ واللہ تیرے چچا کے دشمن بہت ہیں مددگار کم رہ گئے" پھر آپ نے اونکو گود میں اوٹھا لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اونکو سینہ سے لگائے ہوئے تھے دونوں پاؤں اونکے زمین پر گھسیٹتے ہوئے جا رہے تھے۔ میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اونھوں نے گود میں کیوں اوٹھا لیا۔ دیکھا کہ اونکی لاش کو اپنے فرزند علی اکبر کے پہلو میں اور جو لوگ اونکے خاندان کے اونکے گرداگرد قتل ہوئے تھے اون کی لاشوں میں لٹا دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ طفل کون ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ قاسم بن حسن ہے۔

حسین اوس دن پہروں اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپکی طرف بڑھتا تھا آپکے قریب پہنچکر واپس چلا آتا تھا۔ آپکے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کے سر پر لینے سے جھجک جاتا تھا۔ اس اثنا میں مالک بن نُسیر کندی نے آپکے سر پر تلوار ماری۔ کلاہ برنس آپ پہنے ہوئے تھے۔ تلوار برنس کو کاٹتی ہوی سر تک پہنچ گئی زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہوگئی۔ آپ نے کہا تجھے اس ضرب کا نفع کھانا پینا نصیب نہ ہو خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ یہ کہکر آپ نے ٹوپی کو اوتار ڈالا۔ ایک اور ہی ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔ اس وقت آپ خستہ و زمین گیر ہو گئے تھے۔ کندی نے آکر ٹوپی اوٹھالی یہ ٹوپی خز کی تھی۔ جب اسکے بعد یہ اپنی زوجہ ام عبداللہ بنت حُر کے یہاں گیا۔ ٹوپی کا خوں دھونے بیٹھا۔ عورت نے کہا اہاہا ئے بنت رسول اللہ صلعم کے فرزند کی ٹوپی لوٹ کر تو میرے گھر میں لایا ہے۔ لے جا اسے یہاں سے۔ لوگ کہتے ہیں سخت محتاجی میں وہ مبتلا رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچہ کو آپکے پاس کوئی لے آیا۔ آپ نے اوسے گود میں بٹھا لیا۔ یہ بچہ عبداللہ بن حسین تھا۔ بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا بچہ ذبح ہوگیا۔ حسین نے اوسکے زخم میں چلو لگا دیا۔ دونوں چلو لہو سے بھر گئے تو زمین پر اوس خون کو پھینک دیا۔ اوسکے بعد کہا۔ بار خدایا تو نے آسمان سے ہمارے لئے اگر نصرت نہیں نازل کی تو جو اوس سے بہتر ہے وہ ہم کو دے۔ اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے" ابن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسن کو تیر مار کر قتل کیا۔ اسی خاندان کے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

وَعِندَ غَنِيٍّ قَطرةٌ من دِمائنا　　وفي اسدٍ اُخریٰ تُعَدُّ وتُذكَرُ

یعنی ہمارے خون کی ایک بوند قبیلۂ غنی کی گردن پر۔ اور دوسری بوند بنی اسد کے گردن پر ہے۔ جسکا ذکر ہوتا رہیگا "

کہتے ہیں کہ عباس بن علی نے عبداللہ و جعفر و عثمان سے کہا میرے ماں جائے بھائیو تم مجھ سے پہلی ہی جاؤ کہ میں تمھارا وارث ہو جاؤں۔ تمھاری تو کوئی اولاد نہیں ہے۔ وہ اس حکم کو بجا لائے۔ اون سے پہلے ہی قتل ہو گئے۔ عبداللہ بن علی کو ہانی حضرمی نے قتل کیا۔ ان کو قتل کر کے پھر اوس نے جعفر بن علی پر حملہ کیا اونھیں قتل کر کے سر اونکا لئے ہوئے آیا۔ عثمان بن علی کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر مارا اور بنی وارم کے ایک شخص نے اون پر حملہ کر کے اونھیں قتل کیا اور سر اونکا کاٹ لایا۔ پھر ایک مرد وارمی نے محمد بن علی کو تیر مار کر قتل کیا اور اونکا سر لے آیا[1]

ہانی حضرمی کہتا ہے قتل حسین کے روز میں بھی موجود تھا۔ دس سواروں میں سے میں بھی ایک سوار تھا۔ گھوڑے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ میں نے واللہ ایک لڑکے کو دیکھا۔ کہ خیمہ کی ایک لکڑی ہاتھ میں لئے ہوے نکل آیا۔ کرتا پائے جامہ پہنے ہوے تھا۔ ڈرتا ہوا کبھی دہنے طرف دیکھتا تھا کبھی بائیں جانب۔ اوس کے کانوں میں بُندے تھے جب ادھر اودھر مڑتا تھا تو بندوں کے ہلنے کی تصویر مرے آنکھوں میں اس وقت تک پھر رہی ہے۔ ایک شخص گھوڑے کو ایڑ کرتا ہوا بڑھا۔ اوس طفل کے قریب آ کر گھوڑے سے جھکا اور سے تلوار سے ٹکڑے کر ڈالا۔ اصل میں یہ حرکت خود ہانی حضرمی نے کی تھی اپنا نام چھپاتا تھا کہ لوگ ناراض ہو نگے۔

پیاس کی جب شدت ہوی تو آپ پانی کی طرف آئے۔ حصین بن تمیم نے آپ کو تیر مارا دہانہ پر آ کر لگا۔ آپ خون کو منہ میں سے لیتے جاتے تھے اور آسمان کی طرف پھینکتے جاتے تھے۔ اسکے بعد خدا کا شکر بجا لائے اور حمد و ثنا کی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ملا کر کہا " اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تذر علی وجہ الارض منھم احدا۔ یعنی خداوندا ان سے گن گن کر بدلے لے ان کو چن چن کو قتل کر ان میں سے کسی کو روئے زمین پر نہ چھوڑ "

---

[1] اس مقام پر حضرت عباس کی رزم اور اونکے قاتل کا ذکر ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ آپکے لشکر پر جب دشمنوں نے غلبہ حاصل کرلیا۔ تو آپ مُسناۃ پر سوار ہوئے۔ فرات کی طرف رخ کیا۔ بنی ابان میں سے ایک شخص نے پکار کر کہا۔ ارے ندی کے اور انکے درمیان حائل ہو جاؤ۔ کہیں انکے شیعہ کمک کو نہ دوڑیں" آپ نے گھوڑے کو تازیانہ مارا تھا کہ لوگ پیچھے دوڑے آپکے اور فرات کے بیچ میں حائل ہو گئے۔ آپ نے اس ابانی کے حق میں بد دعا کی کہ خدا وندا اسے تشنگی میں مبتلا کر" ابانی نے تیر مارا کہ آپکی ٹھوڑی کے نیچے پیوست ہوگیا۔ اوس تیر کو آپ نے کھینچ کر زخم میں دونوں چلو لگا دئے۔ خون دونوں چلوؤں میں بھر گیا۔ آپ نے کہا خدا وندا تیرے پیغمبر کے نواسے کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے میں اسکی فریاد تجھی سے کرتا ہوں" بہت کم زمانہ گذرا تھا کہ خدا نے ابانی کو پیاس میں مبتلا کیا۔ کسی طرح اوس کی تشنگی بجھتی ہی نہ تھی۔ پانی ٹھنڈا کیا جاتا تھا اوس میں شکر ڈالی جاتی تھی۔ دودھ کے قدحے بھرے ہوئے تھے پانی کے مٹکے۔ وہ یہی کہے جاتا تھا۔ ارے پانی پلاؤ۔ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے۔ ایک مٹکی یا ایک قدح جس سے سارا گھر چھک جائے اوسے دیا جاتا تھا۔ ڈگڈگا کے سب پی لیتا تھا۔ برتن سے منھ ہٹا کر ذرا لیٹا تھا۔ کہ پھر پکارا ارے پانی پلاؤ پیاس مجھے مارے ڈالتی ہے"۔ قاسم بن اصبغ نے یہ تماشا دیکھا تھا وہ کہتے ہیں واللہ تھوڑے ہی دنوں میں اوسکا پیٹ اس طرح تڑک گیا جیسے اونٹ کا پیٹ۔

شمر ذی الجوشن کوفیوں میں سے کوئی دس پیادوں کو ساتھ لیکر اوس خیمہ کی طرف چلا جس میں حسین کے عیال اور اسباب تھا۔ یہ لوگ بڑھے اور آپکے اور اوس خیمہ کے درمیان حائل ہو گئے۔ آپ نے یہ دیکھکر کہا وائے ہو تم پر اگر تم لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے قیامت کا تمھیں خوف نہیں ہے تو امور دنیا میں تو شرفا اور بھلے مانسوں کا طریق اختیار کرو۔ میرے گھر کو میرے عیال کو جاہلوں اور نالائقوں سے بچاؤ۔ شمر نے کہا اچھا اے ابن فاطمہ یہی ہوگا۔ اب وہ پیادوں کو لئے ہوئے آپکی طرف بڑھا۔ ان لوگوں میں ابو الجنوب جعفی اور قشعم بن عمرو جعفی اور صالح بن وہب یزنی اور سنان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصبحی تھے۔ شمر انھیں آپکے قتل کرنے پر آمادہ کرنے لگا۔ ابو الجنوب کی طرف آیا۔ یہ سر سے پاؤں تک سلاح جنگی سجے ہوئے تھا۔ اوس سے کہا حسین کی طرف بڑھ۔ ابو الجنوب نے کہا تو خود کیوں نہیں بڑھتا۔ کہا میرے ساتھ اور ایسا کلام۔ جواب دیا کہ تو اور میرے ساتھ ایسا کلام۔ اس نے

اسے سخت سست کہا۔ ابوالجنوب بہت دلیر تھا کہنے لگا۔ واللہ تیری آنکھ کو برچھی کی نوک سے گھنگول ڈالونگا۔ شمر یہ سنکر اوسکے پاس سے سرک گیا۔ کہتا جاتا تھا واللہ مجھے موقع ملا تو تجھ سے سمجھونگا ؟ اسکے بعد شمر پیادوں کو لئے ہوئے آپکی طرف بڑھا۔ آپ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے۔ اسکے بعد دشمنوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ یہ دیکھکر ایک لڑکا خیمہ سے نکلا اور آپکے پاس آنے لگا۔ آپکی بہن زینب اوس طفل کے پیچھے دوڑیں کہ اوسے روکیں۔ آپ نے پکارکر کہا۔ زینب اسے روکو " طفل نے کہنا نہ مانا دوڑتا ہوا آپکے پاس پہنچا۔ پہلو میں آکر کھڑا ہوگیا۔ بحر بن کعب نے آپ پر تلوار اوٹھائی کہ وار کرے۔ بچہ نے کہا او خبیث تو میرے چچا کو قتل کرتا ہے " اوس نے آپ پر وار کیا۔ بچہ نے اوسکی تلوار کے روکنے کو اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ ہاتھ قلم ہوکر لٹک گیا بس ایک تسمہ لگا رہگیا تھا۔ بچہ امان امان کہکر چلایا تو حسین نے اوسکو سینہ سے لپٹا لیا کہا کہ اے میرے بھائی کے لخت جگر اس مصیبت پر صبر کر اسے اپنے حق میں بہتر سمجھ۔ خداوند تعالیٰ اب تجھ کو تیرے بزرگوں سے ملا دیگا۔ رسول اللہ صلعم اور علی ابن ابی طالب اور حمزہ اور جعفر اور حسن بن علی صلی اللہ علیہم اجمعین کے پاس پہنچا دیگا " حمید بن مسلم کہتا ہے اوس دن میں نے حسین کو کہتے سنا۔ خداوندا ان لوگوں کو آسمان کی بارش سے زمین کی برکتوں سے محروم کر دے۔ اگر تو انھیں کچھ مہلت دے تو ان میں تفرقہ ڈال دے۔ ان کو فرقہ فرقہ کرکے متفرق کر دے۔ ان کے حکام کو ان سے کبھی راضی نہ ہونے دے۔ انھوں نے ہمیں بلایا تھا نصرت کرینگے اور ہمیں پر حملہ کرنے کو دوڑ پڑے۔ اور انھوں نے ہمیں قتل کیا " پھر جو پیادے ہجوم کئے ہوئے تھے آپ نے اون سے مقابلہ کیا سب کے سب پسپا ہوگئے۔

آپکے انصار میں تین یا چار شخص باقی رہ گئے تو آپ نے ایک مضبوط پائے جامہ برویمانی کا منگایا۔ جسکی بناوٹ میں روئی کے پونڈوں کے ریزے دکھائی دے رہے تھے پھر اوسے چاک کیا پھاڑ ڈالا۔ آپ کو اندیشہ یہ تھا کہ قتل کرنیکے بعد مجھے برہنہ نکردیں۔ یہ دیکھکر آپکے بعض اصحاب نے کہا کہ اوسکے نیچے جانگھیا بھی ہوتی تو اچھا تھا۔ کہا کہ وہ بہت ذلیل لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہئیے " لیکن آپکے قتل ہوجانیکے بعد بحر بن کعب نے اوس پائے جامہ کو اوتار کر آپکو برہنہ ڈال دیا۔ جب سے اوسکے ہاتھ ایسے ہوگئے تھے کہ جاڑوں میں دونوں ہاتھوں سے پانی ٹپکا کرتا تھا اور گرمیوں میں لکڑی کی طرح

سوکھ کر رہ جاتے تھے۔

عبداللہ بن عمار پر لوگوں نے عتاب کیا کہ تو بھی قتل حسین میں شریک تھا۔ عبداللہ نے کہا میں نے تو بنی ہاشم پر احسان کیا۔ پوچھا احسان تو نے کیا کیا۔ کہا میں نے برچھی تان کر حسین پر حملہ کیا تھا۔ اونکے قریب پہنچا اور واللہ میں چاہتا تو اونھیں برچھی مار دیتا۔ پھر میں اونکے پاس سے ہٹ آیا۔ اور میں نے دل میں کہا میں کیوں انھیں قتل کروں کوئی اور قتل کرے تو کرے۔ میں نے دیکھا اونکے دہنے بائیں جو پیادے نرغہ کئے ہوئے تھے اونھوں نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ نے دہنی جانب کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ بائیں جانب کے پیادوں پر حملہ کر کے سب کو منتشر کر دیا۔ آپ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور خز کا قمیص گلے میں تھا۔ واللہ کسی ایسے بے کس اور بے بس کو جسکی اولاد واہل بیت وانصار سب قتل ہو چکے ہوں۔ اس دل سے اور اس حواس سے اور اس جرأت سے لڑتے ہوے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ واللہ نہ اون سے پیشتر اونکا مثل دیکھنے میں آیا نہ اونکے بعد کہ اونکے دہنے بائیں لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے۔ جیسے گرگ کے حملہ کرنے سے بکریاں بھاگتی ہیں۔ اسی حالت میں اونکی بہن زینب بنت فاطمہ خیمہ سے نکل آئیں۔ واللہ اون کے کان کے بندے ہلتے ہوے ابتک میری نگاہ میں ہیں۔ کہہ رہی تھیں۔ ہائے آسمان زمین پر پھٹ نہیں پڑتا۔ ابن سعد اوس وقت حسین کے قریب آیا تو کہنے لگیں اے ابن سعد حسین قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے داڑھی تک بہتے ہوئے گئے۔ اور اوس نے زینب کی طرف سے منھ پھیر لیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آپ خز کا جبّہ پہنے ہوے تھے عمامہ باندھے ہوے تھے۔ وسمہ کا خضاب کئے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے جیسے کوئی ساونت شہسوار تیر کے فاصلہ سے خود کو بچاتا جائے۔ کمین گاہوں سے اپنا موقع ڈھونڈھتا جائے سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ اور قتل ہونے سے پہلے آپ کو یہ کہتے میں نے سنا۔ میرے قتل کرنے پر کیا تم آمادہ ہو۔ سن رکھو واللہ میرے بعد کسی ایسے بندہ کو بندگان خدا سے تم نہ قتل کروگے جسکے قتل پر میرے قتل سے زیادہ خدا ناراض ہو تم سے۔ مجھے تو یہ امید ہے واللہ کہ تمھیں ذلیل کر کے حق تعالی مجھ پر کرم کریگا۔ پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لیگا کہ تم حیران ہو جاؤگے۔ تم نے مجھے قتل کیا تو کیا۔ واللہ تم لوگوں میں خدا آپس میں کشت وخون

ڈلوادیگا اور تمھاری خون کی ندیاں بہادیگا۔ اور اس پر بھی بس نہ کریگا۔ یہاں تک کہ عذاب الیم کو تمھارے لئے چند درچند کردیگا" اور بہت دیر تک آپ اسی حالت میں رہے۔ لوگ قتل کرنا چاہتے تو ممکن تھا لیکن ایک کے پیچھے ایک چھپتا تھا۔ یہ چاہتا تھا وہ اس کام کو کرے وہ چاہتا تھا یہ کرے۔ آخر شمر نے پکار کر کہا۔ وائے تم لوگوں پر اس شخص کے باب میں اب کیا انتظار ہے تمھیں۔ ارے تمھاری مائیں تم کو روئیں اسے قتل کرو۔ اب ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے وار کیا دست چپ کی ہتھیلی پر اوسکی ضرب پڑی۔ شانہ پر آپکے کسی کی ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ ہٹ گئے۔ اس وقت آپ اوٹھتے تھے اور گر گر پڑتے تھے۔ پھر اسی حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپکو برچھی ماری۔ آپ گر پڑے تو اوس نے خولی بن یزید اصبحی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ خولی نے ارادہ کیا مگر اوس سے یہ کام ہو نہ سکا کانپنے لگا۔ سنان بن انس نے کہا۔ خدا تیرے بازوؤں کو توڑے تیرے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہکر وہ اوتر کے آپکی طرف بڑھا۔ آپ کو ذبح کیا اور آپکا سر کاٹ لیا۔ اور خولی کو دیدیا۔ ذبح ہونے سے پہلے بہت سی تلواریں بھی آپ پر پڑ چکی تھیں۔ سر جدا کرنے سے پہلے سنان بن انس کی یہ حالت تھی کہ جسے دیکھتا تھا کہ حسین کے قریب آرہا ہے اوس پر حملہ کر بیٹھتا تھا۔ اوسے یہ ڈر تھا کہ مجھے ہٹا کر کہیں وہی سر نہ لے جائے۔

آپ جو لباس پہنے ہوے تھے وہ بھی لٹ گیا۔ بحر بن کعب نے پاےجامہ لیا۔ قیس بن اشعث نے چادر اوتارلی۔ جب سے اوسکا نام قیس قطیفہ مشہور ہو گیا یعنی چادر والا۔ اسود نے نعلین آپ کی اوتارلی۔ بنی نہشل کے ایک شخص نے تلوار نکال لی۔۔ اس کے بعد وہ حبیب بن بدیل کے خاندان میں آگئی۔ پھر یہ لوگ ورس (زعفران) اور پوشاک اور اونٹوں کی طرف جھکے اور یہ سب چیزیں لوٹ لے گئے۔ پھر اہل حرم اور مال و متاع کے لوٹنے کو گئے۔ یہ حال تھا کہ ایک بی بی کے سر سے چادر کوئی اوتارتا تھا دوسرا اوس سے چھین کر لے جاتا تھا۔

آپکے انصار میں سوید بن عمرو زخموں میں چور ہو کر کشتوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اونھوں نے لوگوں کو کہتے سنا کہ حسین قتل ہو گئے۔ ذرا چونکے تو دیکھا کہ تلوار تو اون کی کوئی لے گیا ہے۔ مگر ایک چھری اونکے پاس موجود ہے۔ اوسی چھری سے کچھ دیر تک وہ لڑتے رہے۔ آخر عروہ بن بطار تغلبی اور زید بن رقاد جنبی نے مل کر اونھیں قتل کیا اور یہ سب کے

آخر میں قتل ہوئے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے میں علی اصغر بن حسین کے پاس پہنچا۔ وہ فرش پر لیٹے ہوئے تھے اور بیمار تھے۔ شمر اپنے ساتھ کے پیادوں کو لئے ہوئے ادھر آیا وہ کہتے جاتے تھے کیا اسے قتل نہ کریں" میں نے کہا سبحان اللہ ہیں یہ نہیں چاہئے کہ اطفال کو قتل کریں۔ یہ تو ابھی اطفال میں داخل ہیں" پھر جسکو میں اون کی طرف آتے دیکھتا تھا اوسے ٹال دیتا تھا۔ آخر ابن سعد آیا اوس نے کہا۔ دیکھو عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے۔ اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے۔ اور جس نے انکا اسباب کچھ لوٹا ہو وہ واپس کردے۔ لیکن کسی نے کوئی چیز بھی واپس نہیں کی۔ علی بن حسین نے مجھ سے کہا اے شخص تجھے جزائے خیر ملے۔ تیرے کہنے سے واللہ مجھ پر سے آفت ٹل گئی۔

لوگوں نے سنان بن انس سے کہا علی کے فرزند رسول اللہ ؐ کے نواسے کو تو نے قتل کیا۔ عرب میں سب سے بڑے مرتبہ والے شخص کو جو اس ارادہ سے آیا تھا کہ ان لوگوں کی سلطنت کو زائل کردے تو نے قتل کیا۔ امیروں کے پاس جا اور صلہ اون سے مانگ۔ اگر وہ قتل حسین کے صلہ میں اپنے خزانے تجھے عطا کردیں تو وہ بھی کم ہیں۔ سنان یہ سنکر گھوڑے پر سوار ہوا۔ تھا بڑا دلیر اور شعر بھی کہتا تھا اور کچھ اوسے سنک بھی تھی۔ وہ ابن سعد کے سراپردہ کی طرف آیا۔ دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اور پکار پکار کر یہ دو شعر پڑھے۔ مضمون)

"میرے اونٹوں کو چاندی سونے سے لدوا دے
میں نے بادشاہ بلند مرتبہ کو قتل کیا
جو شخص ماں باپ کی طرف سے بہترین خلق ہے
اور نسب میں سب سے بہتر ہے میں نے اوسے قتل کیا"

ابن سعد نے کہا میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تو دیوانہ ہے۔ کبھی تو ہوش میں آیا ہی نہیں" اسے میرے پاس کوئی لے آئے" جب اوسے ابن سعد کے سامنے لیکر گئے۔ تو اوہوں نے ایک لکڑی اوسے ماری۔ اور کہا۔ او دیوانے یہ کلمہ تو زبان سے نکالتا ہے۔ واللہ اگر ابن زیاد سنتا تیری گردن مارتا۔

پھر ابن سعد نے عقبہ بن سمعان کو گرفتار کیا۔ یہ شخص رباب بنت امرء القیس کلبیہ کا غلام آزاد تھا اور رباب سکینہ بنت حسین کی والدہ تھیں۔ ابن سعد نے اوس سے پوچھا تو کون

اوس نے کہا میں ایک غلام زر خریدہ ہوں۔ یہ سنکر ابن سعد نے اوسے چھوڑ دیا۔ بس اسکے سوا ان لوگوں میں سے کوئی نہیں بچا۔ ہاں مرقع بن ثمامہ اسدی نے جس وقت اپنے تیر بکھرا دیئے تھے اور دونوں زانو ٹیک کر تیر افگنی کر رہا تھا۔ کہ اوسکے پاس کچھ لوگ اوسکے خاندان کے آئے۔ اوس سے کہا تو ہمارے ساتھ آ۔ تیرے لئے امان ہے۔ یہ اونکے ساتھ ہولیا۔ جب ابن زیاد کے پاس ان لوگوں کو لیکر ابن سعد گیا۔ اور سب حال اس شخص کا بیان کیا۔ تو ابن زیاد نے اس شخص کو موضع زارہ کی طرف شہر بدر کر دیا۔

اسکے بعد ابن سعد نے اپنے ساتھ والوں میں یہ منادی کی۔ کون کون لوگ اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کریں گے،، یہ سنکر دس شخص نکلے۔ ان میں اسحق بن حیوۃ حضرمی بھی تھا جس نے آپکا قمیص اوتار لیا تھا اور آخر مبروص ہوگیا تھا۔ اور ان لوگوں میں اخنس بن مرثد حضرمی بھی تھا۔ یہ دسوں سوار آئے۔ اور اپنے گھوڑوں سے حسین کو پامال کیا۔ اس طرح کہ اونکے سینہ و پشت کو چور چور کر دیا۔ اسکے بعد ہی اخنس کو ایک تیر کہیں سے آکے لگا وہ ابھی میدان قتال میں موجود تھا۔ تیر اوسکے قلب پر پڑا وہ مرگیا۔

حسین علیہ السلام کے ساتھیوں میں بہتر شخص قتل ہوئے۔ ان کے قتل ہونے کے ایک دن بعد مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے اونھوں نے ملکر ان لوگوں کو دفن کیا۔ ابن سعد کے اصحاب میں سے اٹھاسی شخص قتل ہوئے اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ ابن سعد نے اپنے اصحاب کی لاشوں پر نماز پڑھی اور دفن کیا۔

حسین کے قتل ہوتے ہی اونکے سر کو اوسی دن خولی کے ہاتھ حمید بن مسلم کو ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا تھا۔ خولی سر کو لئے ہوئے ابن زیاد کے قصر کی طرف آیا۔ قصر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ یہ اپنے گھر چلا آیا سر کو ایک لگن کے نیچے ڈھانک کر رکھ دیا۔ اس کی دو عورتیں تھیں ایک بنی اسد میں کی اور ایک حضرمی تھی اسکا نام نوار تھا۔ یہ رات اوسی کے پاس رہنے کی تھی۔ جب وہ فرش خواب پر آیا تو نوار نے پوچھا کیا خبر ہے تو کیا لیکر آیا ہے۔ اوس نے کہا تمام دنیا کی دولت تیرے پاس لیکر آیا ہوں۔ تیرے خیمہ میں حسین کا سر لیکر آیا ہوں۔ نوار نے کہا۔ تف ہے۔ تجھ پر۔ لوگ چاندی سونا لیکر آتے ہیں اور تو رسول اللہ صلعم کے فرزند کا سر لایا ہے۔ واللہ میں اور تو دونوں ایک خیمہ میں اب کبھی نہ رہیں گے۔ نوار یہ کہکر بستر سے اوٹھی اور سیدھی اوسی گھر میں گئی جہاں آپکا سر رکھا ہوا تھا۔

اب اوس نے زن اسدیہ کو بلا لیا۔ تو اور بیٹھی ہوئی سر کو دیکھا کی۔ وہ کہتی ہے واللہ آسمان سے ایک نور کا عمود اوس لگن تک تھا۔ میں برابر دیکھتی رہی۔ اور سفید سفید پرندے اوسکے گرداگرد اوڑ رہے تھے۔ صبح ہوئی تو وہ سر کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔

ابن سعد نے اوس دن وہیں مقام کیا دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونیکی منادی کردے وہ اپنے ساتھ آپکی بیٹیوں کو اور بہنوں کو اور بچوں کو سوار کر کے لیے چلا اور علی بن حسین بیمار تھے۔ یہ بی بیاں جب آپ کی لاش اور آپکے عزیزوں اور فرزندوں کی لاشوں کی طرف گذریں۔ تو آہ و نالہ کرنے لگیں۔ اور منہ پیٹنے لگیں۔ قرہ بن قیس تمیمی کہتا ہے میں گھوڑا بڑھا کر قریب گیا اون عورتوں کو میں نے دیکھا میں نے ایسی عورتیں کبھی نہیں دیکھی تھیں واللہ آہوان صحرائی سے بڑھکر حسین تھیں۔ مجھے خوب یاد ہے زینب بنت فاطمہ کا یہ کہنا کبھی نہ بھولونگا۔ جس وقت اپنے بھائی کی لاش پر پہنچیں تو کہتی تھیں "واجداہ واحمداہ ملائکہ آسمان کی صلوات آپ پر ہو۔ حسین میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوے ہیں۔ تمام اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہیں یا محمداہ آپ کی بیٹیاں بندی میں جاتی ہیں۔ آپکی ذریت قتل کی گئی۔ ہوا اونکی لاشوں پر خاک ڈال رہی ہے" یہ سنکر واللہ دوست دشمن سب رو دیئے۔ پھر باقی لاشوں کے سر جدا کئے گئے شمر او قیس بن اشعث و عمرو بن حجاج کے ساتھ بہتر سر روانہ کیئے گئے۔ ان لوگوں نے ان سروں کو ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے ابن سعد نے مجھے بلا کر اپنے اہل و عیال کے پاس بھیجا کہ اونکو خوشخبری سناؤں کہ اللہ نے اوسے فتح دی اور عافیت سے گذری۔ میں جاکر سب کو اطلاع کر آیا۔ واپس آیا تو دیکھا ابن زیاد لوگوں سے ملنے کو دربار میں بیٹھا ہے اور تہنیت دینے کو لوگ آرہے ہیں۔ ان لوگوں کو بھی اوس نے اندر بلالیا اور سب کو بھی اذن دیا۔ اندر جانیوالوں کے ساتھ میں بھی چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حسین کا سر اوسکے سامنے رکھا ہے۔ اونکے دانتوں کو ایک ساعت تک وہ چھڑی سے کھٹکھٹاتا رہا۔ زید بن ارقم نے جب دیکھا کہ وہ چھڑی سے کھٹکھٹانا نہیں موقوف کرتا تو کہا۔ ان دانتوں پر سے ہٹا اس چھڑی کو۔ اوس وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ رسول اللہ صلعم کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہونٹ ان دانتوں پر رکھ کر پیار کرتے تھے" یہ کہا اور وہ پیر مرد پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ابن زیاد نے

کہا خدا تجھے رولائے۔ اگر تو پیر فرتوت نہ ہوتا جسکی عقل جاتی رہی ہے تو واللہ میں تیری گردن مارتا۔ زید یہ سنکر اوٹھے اور وہاں سے چلے گئے۔ اونکے چلے جانیکے بعد لوگوں میں اس بات کا چرچا ہو رہا تھا۔ کہ زید بن ارقم نے واللہ ایسی بات کہی کہ ابن زیاد سن پاتا تو اونھیں قتل کرتا۔ حمید نے پوچھا کیا بات اونھوں نے کہی۔ کہا وہ ادھر سے یہ کہتے ہوئے گذرے ”ملک عبدٌ عبداً فاتخذهم تلدا غلام نے غلام کو حاکم بنا دیا اوس نے تمام بندگان خدا کو اپنا خانہ زاد بنا لیا۔ آج سے اے قوم عرب تم سب غلام ہو گئے۔ تم نے فرزند فاطمہ کو قتل کیا اور پسر مرجانہ کو اپنا حاکم بنا لیا۔ کہ وہ نیک لوگوں کو تم میں سے چن چن کر قتل کر رہا ہے۔ اور شریر لوگوں کو غلام بنا رہا ہے۔ تم نے ذلت کو گوارا کر لیا جس نے ذلت کو گوارا کر لیا خدا مارے اوسکو“

حسین کے سر کے ساتھ اونکے اہل و عیال اونکی بہنیں سب کے سب ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ زینب بنت فاطمہ نے ذلیل سا لباس پہن لیا تھا۔ ہیأت اپنی بدل دی تھی۔ کنیزیں آپکو گھیرے ہوئے تھیں۔ جب داخل ہوئیں تو آپ بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ جو بیٹھی ہوئی ہے کون عورت ہے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اوس نے تین دفعہ پوچھا اور آپ نے ہر دفعہ جواب نہیں دیا۔ اب کے آپکی کسی کنیز نے کہا۔ کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے کہا۔ شکر ہے خدا کا جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا قتل کیا تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔ آپ نے جواب دیا۔ شکر ہے خدا کا جس نے محمد صلعم کے سبب سے ہم کو عزت دی۔ ہم کو طیب و طاہر کیا۔ تو نے جو کہا ایسا نہیں ہے۔ رسوا وہ ہوتا ہے جھوٹا وہ ہوتا ہے جو فاسق و فاجر ہو“ ابن زیاد نے کہا۔ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خاندان والوں سے خدا نے کیا سلوک کیا۔ کہا اونکے مقدر میں قتل ہونا تھا وہ اپنی قتل گاہ کی طرف چلے آئے۔ اب تو بھی اور وہ لوگ بھی خدا کے سامنے جائیں گے۔ وہیں تم لوگ اپنی نزاع و خصومت کو پیش کروگے“ یہ سنکر ابن زیاد غضبناک اور برافروختہ ہو گیا۔ عمرو بن حریث نے کہا خدا امیر کا بھلا کرے۔ یہ ایک عورت ہیں۔ کیا عورت کی کسی بات کا مواخذہ ہو سکتا ہے۔ کسی بات کا یا سخت زبانی کا عورت سے تو مواخذہ نہیں کیا جاتا“ اب آپ سے مخاطب ہو کر ابن زیاد نے کہا تمہارے خاندان کے سرکشوں اور نافرمانوں کی طرف سے خدا نے میرے دل کو ٹھنڈا کر دیا“ یہ سنکر آپ رونے لگیں پھر کہا بخدا مردوں کو تو نے قتل کیا۔ خاندان کو میرے تو نے تباہ کر دیا۔

شاخوں کو تو نے قطع کیا۔ جڑ کو اوکھاڑ ڈالا۔ اگر اسی سے تیرا دل ٹھنڈا ہو سکتا تھا تو بےشک تو نے ٹھنڈا کر لیا" کہنے لگا یہ عورت بڑی دلیر ہے۔ تمھارے باپ بھی تو شاعر اور بڑے دلیر تھے۔ آپ نے کہا عورت کو دلیری سے کیا واسطہ۔ میں کیا دلیری کرونگی۔ جو منہ میں آگیا وہ بے ساختہ کہہ دیا"

حمید بن مسلم کہتا ہے علی بن حسین کو جب ابن زیاد کے سامنے لائے ہیں میں اوسکے پاس ہی کھڑا ہوا تھا۔ پوچھا اوس نے تمھارا نام کیا ہے۔ کہا میں علی بن الحسین ہوں۔ کہا علی بن حسین کو خدا نے کیا قتل نہیں کیا؟" آپ نے جواب نہیں دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے آپ نے کہا میرے بھائی بھی علی بن حسین کہلاتے تھے اونھیں لوگوں نے قتل کیا۔ کہنے لگا نہیں خدا نے اونھیں قتل کیا" آپ نے اسکا جواب نہیں دیا۔ کہنے لگا جواب کیوں نہیں دیتے آپ نے کہا اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ یعنی جن کے موت کا وقت آتا ہے خدا ہی اونکو وفات دیتا ہے۔ بے حکم خدا کے کوئی شخص مر نہیں سکتا" ابن زیاد نے کہا واللہ تم بھی اونہیں لوگوں میں ہو۔ ذرا دیکھنا یہ بالغ ہیں۔ واللہ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ مردوں میں داخل ہو چکے ہیں۔ مری بن معاذ نے آپ کو برہنہ کر کے دیکھا اور کہا کہ ہاں یہ بالغ ہیں۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ انھیں قتل کر دو۔ اس پر علی بن حسین نے پوچھا ان عورتوں کی حفاظت کے لئے تم کس کو مقرر کرو گے" اونکی پھوپھی زینب اون سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں اے ابن زیاد ہم لوگوں پر جو مصیبت گزچکی اوسی پر بس کر۔ کیا ہم لوگوں کا خون بہانے سے ابھی تجھے سیری نہیں ہوئی۔ کیا ہم میں سے کسی کو تو نے باقی رکھا ہے" یہ کہکر بھتیجے کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور کہا اے ابن زیاد میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں اگر تو مومن ہے تو اسکے ساتھ مجھے بھی قتل کر" علی بن حسین نے کہا اے ابن زیاد اگر تجھ میں اور ان لوگوں میں قرابت ہے تو کسی پرہیزگار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمانوں کی طرح انکے ساتھ رہے" ابن زیاد دیر تک اون بی بی کی طرف دیکھتا رہا پھر لوگوں کی طرف دیکھکر کہنے لگا اس خون کے جوش پر تعجب ہوتا ہے۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کو یہ آرزو ہے کہ اس لڑکے کو اگر میں قتل کروں تو اس کے ساتھ ان کو بھی قتل کروں۔ اچھا لڑکے کو چھوڑ دو۔ جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمھیں جاؤ"

ابن زیاد جب قصر میں داخل ہوا اور سب لوگ بھی آئے۔ تو الصلاۃ جامعۃ کی

ندا ہوئی یعنی نماز کے بعد دربار عام ہوگا۔ غرض بڑی مسجد میں لوگ جمع ہوگئے۔ابن زیاد منبر پر گیا اور کہا شکر ہے خدا کا جس نے حق کو اور اہل حق کو قوی کیا۔ اور امیرالمومنین یزید بن معاویہ کی اور اونکے گروہ والوں کی نصرت کی۔ اور کذاب بن کذاب حسین بن علی کو اور اونکے گروہ کے لوگوں کو قتل کیا" ابن زیاد ابھی اس گفتگو سے فارغ نہ ہونے پایا تھا۔ کہ عبداللہ بن عفیف ازدی اوٹھ کر اوسکی طرف دوڑے۔ یہ شخص علی کرم اللہ وجہہ کے گروہ کے تھے۔ بائیں آنکھ اونکی جنگ جمل میں جاتی رہی تھی جب کہ یہ علی کے ساتھ لڑائی میں شریک تھے۔ جنگ صفین میں ایک ضرب ا نکے سر پر پڑی تھی۔ اور ایک ضرب بھوں پر لگی تھی۔ اس کے صدمہ سے دوسری آنکھ بھی جاتی رہی تھی۔ جب سے بڑی مسجد سے یہ نکلتے ہی نہ تھے۔ رات تک وہیں نمازیں پڑھتے رہتے تھے اوسکے بعد واپس آتے تھے ابن زیاد کا یہ کلمہ سنکر اونھوں نے کہا " او پسر مرجانہ کذاب ابن کذاب تو اور تیرا باپ اور جس نے تجھے حاکم بنایا وہ اوسکا باپ۔ او پسر مرجانہ تم لوگ پیغمبروں کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور راست بازوں کا سا قول منھ سے کہہ ڈالتے ہو" ابن زیاد نے کہا لاؤ تو اسے میرے پاس" سپاہیوں نے اون پر حملہ کرکے گرفتار کرلیا۔ عبداللہ بن عفیف ازدی نے یا مبرور کہکر ندا کی یہ کلمہ ازدیوں کا شعار تھا۔ عبدالرحمن بن مخنف ازدی وہیں بیٹھے تھے۔ اونھوں نے کہا تمھارا بھلا نہ ہو تم نے اپنے کو بھی تباہ کیا اور اپنی قوم کو بھی تباہ کیا" کوفہ میں اس وقت سات سو ازدی سلحشور موجود تھے۔ چند شخص اون میں سے عبداللہ بن عفیف کی طرف دوڑے اون کو چھڑا لائے۔ اونھیں اونکے گھر میں پہنچا آئے۔ اسکے بعد ابن زیاد نے کچھ لوگ بھیجکر اونھیں بلوایا اور قتل کیا اور حکم دیا کہ زمین شور پر ان کی لاش دار پر چڑھادی جائے۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔

پھر ابن زیاد نے حسین کا سر کوفہ میں نصب کردیا اور تمام شہر میں تشہیر بھی کیا گیا اسکے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسین اونکے اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس روانہ کردیا۔ زحر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابوظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زحر جب یزید کے سامنے گیا تو یزید نے پوچھا۔ ارے وہاں کیا ہو رہا ہے اور تو کیا خبر لیکر آیا ہے۔ زحر نے کہا " اے امیرالمومنین خدا کے فضل سے فتح و نصرت تجھے مبارک ہو۔ حسین بن علی ہمارے مقابلہ میں

اٹھارہ شخص اپنے اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے شیعوں میں سے لے کر وارد ہوے تھے۔ ہم لوگ اونکے پاس گئے اور اون سے کہا یا تو اطاعت اختیار کریں اور امیر ابن زیاد کے حکم پر گردن جھکا دیں۔ یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔ اونھوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب کے نکلتے ہی اون پر حملہ کر دیا۔ اور ہر طرف سے اونھیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں اونکے سروں تک پہنچ گئیں۔ تو بھاگنے لگے اور پناہ نہ ملتی تھی۔ ٹیلوں پر اور غاروں پر ہم سے اس طرح وہ جان بچاتے پھرتے تھے۔ جیسے کبوتر شاہین سے چھپتے پھرتے ہیں۔ امیر المومنین واللہ جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لئے آنکھ جھپک جاتی ہے۔ بس اتنی ہی دیر میں سب سے آخر شخص کو اون میں سے ہم قتل کر چکے تھے۔ اب اونکی لاشیں برہنہ پڑی ہیں۔ اون کے پیراہن خون آلود ہیں۔ اونکے رخسارے گرد و غبار میں اٹے ہوئے ہیں۔ دھوپ اونھیں پگھلائے دیتی ہے۔ ہوا اونھیں گرد برد کر رہی ہے۔ ایک سنسان بیابان میں شاہین اور گدھ اون پر اوتر رہے ہیں۔" یہ سنکر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا میں تمھاری اطاعت سے جب خوش ہوتا کہ تم نے حسین کو قتل نہ کیا ہوتا۔ خدا لعنت کرے پسر سمیہ پر۔ سنو واللہ اگر حسین کا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں اونکو معاف ہی کر دیتا۔ خدا حسین پر رحم کرے۔" یزید نے زحر کو صلہ کچھ بھی نہ دیا۔

ابن زیاد نے مستورات و اطفال حسین کے لئے بھی حکم دیا۔ اونکی روانگی کا بھی سامان کیا گیا۔ علی بن حسین کے لئے حکم دیا کہ پاؤں سے گلے تک زنجیر میں جکڑ دئے جائیں۔ اور محفر بن ثعلبہ عائذی اور شمر کو ساتھ کر کے اون کو روانہ کیا۔ یہ دونوں سب کو لئے ہوئے یزید کے پاس پہنچے۔ راستہ میں علی بن حسین نے ان دونوں سے کبھی کوئی بات نہیں کی۔ یزید کے دروازہ پر جب پہنچے تو محفر نے پکار کر کہا۔ محفر بن ثعلبہ ان ملامت زدہ بدکاروں کو لے کر امیر المومنین کے پاس حاضر ہوا ہے۔ یزید نے جواب دیا کہ محفر کی ماں نے جس بچہ کو جنا ہے بس وہی ملامت زدہ اور سب سے بدتر ہے"

یزید کے سامنے جب حسین اور اونکے اہل بیت و انصار کے سر رکھے گئے۔ تو اوس نے وہ شعر پڑھا (جو اوپر گذرا) اور کہا اے حسین واللہ اگر تمھارا معاملہ میرے ہاتھ پڑتا تو میں تم کو قتل نہ کرتا۔" مروان کا بھائی یحییٰ ابن حکم اس وقت یزید کے پاس موجود تھا

اوس نے یہ شعر پڑھے۔

"لهامٌ بجنب الطف ادنی قرابةً ۔ من ابن زیاد العبد ذی الحسب الوغل
سمیة امسی نسلها عدد الحصی ۔ وبنت رسول اللہ لیس لها نسل

یعنی ایک لشکر کا لشکر ابن زیاد کے قرابت داروں کا جو کہ خاندان کا کمینہ ہے صحرائے طف کے قریب موجود ہے۔ سمیہ کی نسل تو شمار میں سنگریزوں کے برابر ہوگئی اور بنت رسول اللہ کی نسل باقی نہ رہی" یزید نے جو یہ سنا تو یحیی کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش۔

یزید نے جلوس کیا اور بزرگان شام کو بلا کر اپنے گرداگرد بٹھایا۔ پھر علی بن حسین واطفال حسین و مستورات کو بلا بھیجا۔ یزید کے دربار میں ان لوگوں کا داخلہ ہوا اور سب لوگ بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ علی بن حسین سے یزید کہنے لگا۔ تمہارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا اور میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا۔ دیکھو خدا نے اون سے کیا سلوک کیا۔ علی بن حسین نے جواب دیا ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرءها یعنی نہ روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اوس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم کے پیشتر لکھا جا چکا ہے" یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا انکی بات کو رد کردے۔" خالد کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی جس سے رد کرسکے۔ یزید نے اوس سے کہا تم کہو۔ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر یعنی تم پر جو مصیبت آئی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں تمہارے اعمال کے سبب سے آئی ہے۔ اور بہت سی خطائیں خدا معاف بھی کردیتا ہے" یزید یہ کہہ کر خاموش ہو رہا۔ پھر مستورات کو اور اطفال کو بلوایا۔ یہ سب لوگ سامنے لا کے بٹھائے گئے۔ یزید نے دیکھا کہ سب لوگ بہت ہی برے حال سے ہیں۔ کہنے لگا خدا برا کرے پسر مرجانہ کا اگر اوس میں اور تم لوگوں میں برادری و قرابت ہوتی تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور اس حالت سے تم کو نہ بھیجتا۔"

فاطمہ بنت علی بیان کرتی ہیں جب ہم لوگ یزید کے سامنے لے جاکے بٹھائے گئے۔ تو اوسے ترس آگیا اور ہمارے باب میں کسی چیز کا اوس نے حکم دیا اور مہربان ہم پر ہوا۔ اوس وقت ایک سرخ رنگ آدمی اہل شام سے یزید کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین اس عورت کو (یعنی میں) مجھے دیدیجے۔ میں اوس زمانہ میں کم سن تھی

اور صورت دار تھی۔ میرے تن بدن میں تھرتھری پڑ گئی میں ڈر گئی۔ مجھے بد گمانی ہوئی کہ یہ بات انکے مذہب میں جائز نہ ہوگی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینب کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ مجھ سے زیادہ عقل رکھتی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ایسا ہو نہیں سکتا۔ وہ بول اوٹھیں " جھک مارا تو نے اور بے ہودہ بکا نہ تیری یہ مجال ہے نہ یزید کی۔ یزید کو غصہ آگیا۔ کہنے لگا واللہ تم نے غلط کہا مجھے یہ اختیار ہے۔ میں کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔ کہا واللہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا نے یہ اختیار تجھے نہیں دیا۔ ہاں اگر ہمارے مذہب سے تو نکل جائے اور ہمارے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے " یزید غضبناک ہو گیا برہم ہو کر کہنے لگا " تو مجھ سے یہ گفتگو کرتی ہے۔ دین سے تیرے باپ بھائی نکل گئے۔ کہا " خدا کے اور میرے باپ بھائی کے دین سے اور میرے جد کے دین سے تو نے تیرے باپ نے تیرے جد نے ہدایت پائی۔ یزید نے کہا او دشمن خدا تو جھوٹ کہہ رہی ہے " کہا تو حاکم ہے غالب ہے۔ ناحق سخت زبانی کرتا ہے۔ اپنی حکومت سے دباتا ہے " اب تو یزید کو واللہ حیا آگئی چپ ہو رہا۔ شامی نے پھر وہی کلمہ کہا امیر المومنین یہ کنیز مجھے دے ڈالیے " یزید نے کہا دور ہو خدا تجھے موت دے کہ تیرا فیصلہ کر دے "

یزید نے نعمان بن بشیر سے کہا اے نعمان ان لوگوں کی روانگی کا سامان جیسا مناسب ہو کر دو۔ اور ان کے ساتھ اہل شام میں سے کسی ایسے شخص کو بھیجو جو امانت دار نیک کردار ہو اور اوسکے ساتھ سوار ہوں اور خدام ہوں کہ ان سب لوگوں کو مدینہ پہنچا دے بعد اسکے مستورات کے لئے حکم دیا کہ علٰحدہ مکان میں اوتاری جائیں جہاں ضرورت کی چیزیں سب موجود ہوں اور اونکے بھائی علی بن حسین اوسی مکان میں رہیں جس میں وہ سب لوگ ابھی تک تھے۔ غرض یہ سب لوگ جب اس گھر سے یزید کے گھر میں گئے تو آل معاویہ میں سے کوئی عورت ایسی نہ ہوگی جو حسین کے لئے روتی ہوئی نوحہ وزاری کرتی ہوئی ان کے پاس نہ آئی ہو۔ غرض سب نے صف ماتم وہاں بچھائی۔

یزید صبح و شام کھانے کے وقت علی بن حسین کو بھی بلا لیا کرتا تھا۔ ایک دن اوس نے عمرو بن حسین کو بھی بلایا وہ بہت کم سن تھے۔ یزید نے اون سے کہا اس جوان سے یعنی خالد سے لڑتے ہو " ابن حسن نے کہا یوں نہیں لڑتا ایک چھری میرے ہاتھ میں دو ایک خالد کے ہاتھ میں پھر میں لڑونگا۔ یزید نے اونکو اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا وہ طینت کہاں جائیگی۔

سانپ کا بچہ سنپولیا ہی ہوتا ہے۔

جب اون لوگوں نے روانہ ہونیکا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسین کو بلا بھیجا اور اون سے کہا خدا پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ اگر حسین میرے پاس آتے جس بات کے مجھ سے وہ خواستگار ہوتے وہی میں کرتا۔ اون کو ہلاک ہونے سے جس طرح بن پڑتا میں بچالیتا اگرچہ اس میں میری اولاد میں سے کوئی تلف ہو جاتا تو ہو جاتا۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمھیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیئے اور اوس بدرقہ سے ان لوگوں کے باب میں تاکید کردی۔ یہ شخص جو بدرقۂ راہ تھا سب کے ساتھ روانہ ہوا رات بھر قافلہ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سارا قافلہ اسکی نگاہ کے سامنے رہے آگے آگے چلے۔ جب یہ لوگ اوترتے تھے۔ تو کنارہ ہو جاتا تھا خود بھی اور اوسکے ساتھ والے بھی ہر سمت میں قافلہ کے گرداگرد پھیل جاتے تھے جو طریقہ کہ پاسبانوں کا ہوتا ہے۔ اور خود اس طرح علٰحدہ سب سے اوترتا تھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کو یا قضائے حاجت کے لئے جائے تو اوسے کچھ زحمت نہ ہو۔ اسی طرح سے اون لوگونکو راہ میں راحت پہنچاتا ہوا اونکی ضرورتوں کو پوچھتا ہوا اونکے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں سب کو لے کر داخل ہوا۔ فاطمہ بنت علی نے اس وقت اپنی بہن زینب سے کہا۔ پیاری بہن یہ مرد شامی ہمارے ساتھ سفر میں بہت خوبیوں سے پیش آیا۔ اسے کچھ انعام دیجئے۔ کہا واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں ہے جو اسے انعام میں دوں۔ فاطمہ نے کہا اچھا ہم دونوں آدمی اپنا گہنا اسے انعام میں دینگے۔ غرض دونوں صاحبوں نے اپنے اپنے کنگن اور بازوبند اوتار کر بدرقہ کے پاس بھیجے۔ اوس سے عذر کے ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے یہ اوسکا صلہ ہے۔ اوس نے کہا میں نے جو کچھ خدمت کی ہے اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپکے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں میں خوش ہو جاتا۔ لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ خوشنودی خدا کے لئے اور رسول خدا صلعم سے جو قرابت آپکو ہے اوسکے خیال سے کی ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اُسرائے کربلا ابن زیاد کے پاس پہنچے ہیں اور کوفہ میں ابھی قید ہیں کہ زندان میں ایک رقعہ پتھر میں لپٹا ہوا آکر گرا۔ اوس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ تم لوگوں کے باب میں یزید سے حکم لینے کے لئے یہاں سے فلاں تاریخ قاصد روانہ ہوا ہے

اتنے دنوں میں وہ آ جائیگا۔ فلاں تاریخ تک یہاں پہنچیگا۔ اگر تم لوگ اللہ اکبر کی آواز سننا تو یقین کر لینا کہ تمھارے قتل کا حکم آیا ہے۔ اگر تکبیر کی آواز نہ سننا تو سمجھنا کہ انشاء اللہ تعالیٰ امان ہے"۔ ابھی قاصد کے پہنچنے میں دو تین دن باقی تھے کہ قیدخانہ میں آکر ایک پتھر گرا اوس میں ایک رقعہ اور استرہ[1] لپٹا ہوا تھا۔ رقعہ میں تھا کہ تم لوگوں کو جو وصیت یا عہد کرنا ہو کر لو۔ فلاں تاریخ تک قاصد آجائیگا" قاصد آیا اور تکبیر کی آواز نہ آئی۔ وہ یہ حکم لیکر آیا کہ قیدیوں کو میرے پاس روانہ کردے ابن زیاد نے سروں کو اور قیدیوں کو یزید کے پاس روانہ کردیا۔ حسین کے سر کو دیکھ کر یزید نے لوگوں سے کہا۔ جانتے ہو انکا یہ انجام کیوں ہوا۔ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی میرے باپ سے بہتر تھے ان کی ماں فاطمہ میری ماں سے بہتر تھیں۔ ان کے جد رسول اللہ میرے جد سے بہتر تھے اور یہ خود مجھ سے بہتر ہیں۔ اور خلافت کا مجھ سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں۔ اپنے باپ کو جو میرے باپ سے بہتر کہتے تھے اوسکا جواب یہ ہے کہ میرے باپ نے ان کے باپ سے محاکمہ کیا۔ اور لوگ جانتے ہیں کہ کس کے حق میں حکم ہوا۔ اپنی ماں کو جو میری ماں سے وہ بہتر کہتے تھے۔ تو اس میں شک نہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم میری ماں سے بہتر ہیں۔ یہ کہنا اونکا کہ اونکے جد میرے جد سے بہتر تھے۔ اس میں بھی شک نہیں جو شخص خدا و روز جزا پر ایمان رکھتا ہے اوسکی نظر میں رسول اللہ کا مثل و نظیر کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ان پر یہ بلا انکی سمجھ کی طرف سے آئی۔ اونھوں نے یہ آیت نہ پڑھی تھی۔

قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر۔ یعنی کہو (اے پیغمبر) اے ملک کے مالک پروردگار تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور تو جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی دست قدرت میں نیکی ہے۔ تو ہر شے پر قادر ہے"

اسکے بعد اہل حرم کا داخلہ دربار میں ہوا اونھیں دیکھ کر یزید کے گھر کی عورتیں اور معاویہ کی

---

[1] ابن اثیر نے یہ روایت تو لکھی ہے لیکن استرہ کا لفظ ترک کردیا ہے ۱۲

بیٹیاں اور سب گھر والے نالہ وفریاد کرنے لگے۔ فاطمہ بنت حسین جو سکینہ سے سن میں بڑی تھیں کہنے لگیں اے یزید رسول اللہ کی بیٹیاں اور بندی میں؟ یزید نے کہا اے بھتیجی مجھے یہ امر بہت ناگوار گذرا۔ کہا واللہ ہم لوگوں کے پاس ایک چھلا بھی نہ رہنے دیا جواب دیا اے بھتیجی جتنا مال تمھارا لٹ گیا ہے میں اوس سے بڑھ کر تم کو دونگا!! پھر یہ سب لوگ یزید کے گھر میں لائے گئے۔ اوس وقت یزید کے گھر کی کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان کے پاس آئی نہ ہو اور ماتم میں شریک نہ ہوئی ہو۔ اسکے بعد یزید نے کسی کو بھیجکر اہل حرم سے پوچھا کہ کیا کیا چیزیں اون کی لوٹ لی گئیں۔ اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا اوس کا المضاعف یزید نے دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھکر اچھا نہیں دیکھا" اسیروں میں علی بن حسین بھی یزید کے سامنے لائے گئے تھے۔ یزید نے پوچھا علی تم کیا کہتے ہو آپ نے جواب دیا ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأھا ان ذلک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتاکم واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ یعنی نہ تو روئے زمین پر نہ تم لوگوں پر کوئی ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو اوس نوشتہ میں نہ ہو جو پیدائش عالم سے پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خدا کے نزدیک تو یہ سہل سی بات ہے۔ یہ اس واسطے ہے کہ کسی چیز کے فوت ہونیکا غم نہ کرو اور کسی چیز کے مل جانے پر خوش نہ ہو جاؤ اور اللہ کسی اترانے والے فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

یزید نے جواب میں کہا ما اصاب من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔ یعنی جو مصیبت آئی ہے وہ تمھارے ہی ہاتھوں تمھارے اعمال کے سبب سے آئی ہے اور بہت سی خطائیں خدا معاف بھی کر دیتا ہے!!

اسکے بعد یزید نے ان لوگوں کی روانگی کا سامان کیا اور علی بن حسین کو کچھ مال دے کر مدینہ روانہ کر دیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ اہل کوفہ حسین کا سر لیکر جب آئے تو مسجد دمشق میں داخل ہوئے۔ مروان بن حکم نے اون لوگوں سے پوچھا کہ تم نے کیا کیا۔ کہا اون میں سے اٹھارہ شخص ہم لوگوں میں وارد ہوئے تھے۔ ہم نے سب کو قتل کیا یہ اون کے سر ہیں اور اسیر عورتیں ہیں،، یہ سنتے ہی مروان دوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔ اوسکا بھائی یحیی بن حکم

ان لوگوں کے پاس آکر پوچھنے لگا کہ تم نے کیا کیا۔ اونھوں نے مروان سے جو کہ تھا وہی کلمہ یحییٰ سے بھی کہہ دیا۔ یحییٰ نے کہا تم لوگ قیامت کے دن شفاعت محمد سے محروم ہو چکے میں تو اب کسی امر میں کبھی تمہارا ساتھ نہ دوں گا" یحییٰ یہ کہہ کر اوٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ یہ لوگ یزید کے پاس گئے اور اوس کے سامنے حسین کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کرنے لگے۔ ہند زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو چادر اوڑھ کر باہر نکل پڑی۔ پوچھا اے امیر المومنین کیا یہ سر حسین بن فاطمہ بنت رسول اللہ کا ہے" یزید نے کہا ہاں یہ اوسی شخص کا سر ہے۔ اے ہند رسول اللہ صلعم کے نواسے فخر خاندان قریش حسین بن فاطمہ کے لئے نوحہ وزاری کر۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کرنے میں بہت جلدی کی خدا اوسے قتل کرے۔ اسکے بعد یزید نے لوگوں کو دربار میں آنیکا اذن دیا۔ لوگ داخل ہوئے کیا دیکھا کہ آپ کا سر یزید کے سامنے رکھا ہوا ہے یزید کے ہاتھ میں چھڑی ہے وہ آپ کے دانت کو چھڑی سے کھٹکھٹاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اور میری وہ مثال ہے جو حصین بن حمام مری نے کہی ہے ؎

یفلقن ہاما من رجال احبۃ ۔ الینا وقد کانوا اعق واظلما

ہماری تلواریں اپنے ہی پیاروں کے سر اوڑاتی ہیں۔ وہ بھی تو بڑے نافرمان اور
بڑے ظالم تھے"

اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے ابو برزہ اسلمی نے یہ دیکھ کر کہا اے یزید تو چھڑی سے حسین کے دانت! ارے تیری چھڑی کس مقام پر ہے۔ میں نے اسی جگہ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم چوستے تھے۔ سن رکھ قیامت کے دن تیرا حشر ابن زیاد کے ساتھ ہوگا اور حسین محمد صلعم کے ساتھ ہونگے" یہ کہہ کر وہ دربار سے اوٹھتے ہوئے چلے گئے۔

ابن زیاد نے جب حسین کو قتل کیا اور اونکا سر کے پاس آنچکا تو عبد الملک سلمی کو بلا کر حکم دیا کہ تو خود مدینہ جا اور عمرو بن سعید کو قتل حسین کا مژدہ پہنچا" عمرو بن سعید اس زمانہ میں امیر مدینہ تھا۔ عبد الملک نے اس حکم کو ٹالنا چاہا۔ ابن زیاد تو ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتا تھا اوسے جھڑک دیا۔ کہا ابھی جا اور مدینہ تک خود کو پہنچا۔ اور دیکھ تجھ سے پیشتر یہ خبر وہاں نہ پہنچنے پائے" کچھ دینار بھی اوسے عطا کئے۔ اور تاکید کی کہ سستی نہ کرنا۔ تیرا ناقہ اگر راہ میں چلتے چلتے تھک جائے تو دوسرا ناقہ مول لے لینا" عبد الملک مدینہ میں پہنچا تو قریش میں سے ایک شخص اس کو ملا۔ پوچھنے لگا کہ "ما الخبر" اس نے جواب دیا کہ خبر امیر سے کہنے کی ہے۔ یہ سن کر قریشی نے کہا

قتل الحسین انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبدالملک ابن عمرو بن سعید کے پاس آیا۔ دیکھتے ہی اوس نے پوچھا "ماوراءک" وہاں کی کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا آپکے خوش ہونے کی خبر ہے" "قتل الحسین بن علی" کہا اس خبر کی منادی کردے۔ عبدالملک کہتا ہے میں نے قتل حسین کی ندا کردی اس کو سنکر زنان بنی ہاشم نے اپنے اپنے گھروں میں جیسا نوحہ و ماتم قتل حسین پر کیا میں نے کبھی نہ سنا تھا۔ اس پر عمرو بن سعید نے ہنس کر یہ شعر عمرو بن معدی کرب کا پڑھا ؎

عجت نساء بنی زیاد عجۃ[1] ۔ کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب

یعنی ہماری عورتیں جنگ ارنب میں جس طرح روتی پیٹتی تھیں آخر اوسی طرح عبدالمدان والے بنی زیاد کی عورتیں بھی روتی پیٹتیں"

عمرو بن سعید نے یہ شعر پڑھ کر کہا "عثمان بن عفان کے قتل پر جو فریاد و زاری ہوی تھی یہ نوحہ و ماتم اوسی کے بدلہ میں ہے" اس کے بعد عمرو بن سعید منبر پر گیا اور لوگوں سے قتل حسین کی خبر بیان کی۔

عبداللہ بن جعفر کو حسین کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کے قتل ہونیکی خبر جب پہنچی۔ تو اونکے بعض خدام اور سب لوگ پرسہ دینے کو اونکے پاس آئے۔ خدام میں ایک غلام آزاد اونکا شاید ابوالسلاسل کہنے لگا یہ مصیبت ہم پر حسین نے ڈالی" عبداللہ بن جعفر نے یہ سنکر اوسے جوتا کھینچ کر مارا۔ اور کہا او پسر لخناء حسین کی نسبت ایسا کلمہ تو کہتا ہے۔ واللہ اگر میں خود وہاں ہوتا تو ہرگز اون سے جدا نہ ہوتا۔ اور یہی چاہتا کہ اونکے ساتھ میں بھی قتل ہوجاؤں۔ واللہ وہ ایسے ہیں کہ ان دونوں فرزندوں کے عوض اپنی جان میں اون پر فدا کرتا ان دونوں فرزندوں کی مصیبت کو میں مصیبت نہیں سمجھتا۔ اونھوں نے میرے بھائی میرے ابن عم کے ساتھ اونکی رفاقت میں صبر و رضا کے ساتھ اپنی جان دی ہے" یہ کہکر اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا شکر ہے خداوند عالم کا جس نے قتل حسین کے غم و ماتم میں ہم کو مبتلا کیا کہ حسین کی نصرت میرے ہاتھ سے نہ ہوئی تو میرے فرزندوں سے تو ہوی۔

[1] بنی زبید نے عبدالمدان والے بنی زیاد پر معرکۂ ارنب میں فتح پائی تھی اور اون سے اپنا انتقام لیا تھا تو بنی زیاد کی عورتیں اپنے کشتوں کے لئے روتی تھیں اونکے رونے پر خوش ہوکر شاعر بنی زبید نے یہ شعر کہا تھا ۱۲

جب اہل مدینہ کو قتل حسین کی خبر پہنچی تو (ام لقمان) بنت عقیل بن ابی طالب اپنے خاندان کی عورتوں کو ساتھ لئے ہوئے نکلیں سر اونکا کھلا ہوا تھا چادر کو سنبھالتی جاتی تھیں۔ اور کہہ رہی تھیں ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ۔ ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتی واھلی بعد مفتقدی ۔ منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

لوگو کیا جواب دو گے پیغمبر کو۔ جب وہ تم سے یہ بات پوچھیں گے کہ تم نے پیغمبر آخر الزماں کی امت ہوکر میری عترت اور میرے اہل بیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا اون میں سے کچھ اسیر ہیں اور کچھ آلودۂ خاک و خون"

عمر بن سعد سے قتل حسین کے بعد ابن زیاد نے کہا وہ رقعہ جو میں نے قتل حسین کے لئے تم کو لکھا تھا کہاں ہے۔ ابن سعد نے کہا میں تیرا حکم بجا لانے میں مصروف رہا رقعہ ضائع ہو گیا۔ کہا نہیں وہ رقعہ لاؤ۔ کہا جاتا رہا۔ کہا مجھے واللہ وہ رقعہ مجھے دیدے۔ کہا وہ رقعہ واللہ اس لئے پڑا رکھا ہے کہ مدینہ میں قریش کی بڑی بوڑھی بی بیوں کے سامنے معذرت کے طور پر پڑھا جائیگا۔ سن میں نے حسین کے باب میں ایسی خیر خواہی کے کلمے تجھ سے کہے کہ اگر اپنے باپ سعد وقاص سے کہتا تو اونکا حق ادا کر دیتا" یہ سنکر ابن زیاد کا بھائی عثمان بن زیاد کہنے لگا واللہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حسین قتل نہ ہوتے۔ چاہے اس میں بنی زیاد کی ناک پر نکیل چڑھا دی جاتی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس کلمہ کو سنکر کچھ برا نہیں مانا۔

جس روز حسین قتل ہوئے ہیں اوسی دن صبح کو مدینہ میں یہ آواز آئی کہ حسین کے قاتلو تم کو عذاب و رسوائی مبارک۔ تمام اہل آسمان ملائک و انبیا تم پر دعائے بد کر رہے ہیں۔ تم پر داؤد و موسیٰ و عیسیٰ نے لعنت بھیجی ہے" عمرو بن عکرمہ کہتا ہے میں نے یہ آواز سنی اور عمرو بن خیزوم کلبی کہتا ہے کہ میرے باپ نے بھی یہ آواز سنی تھی۔

حسین بن علیہ السلام کے ساتھ بنی ہاشم میں سے کون کون لوگ قتل ہوئے اور کس کس قبیلہ کے لوگوں نے اونھیں قتل کیا

حسین بن علی علیہ السلام جب قتل ہوئے تو اونکے اور اونکے عزیزوں کے اور انصار کے سر

ابن زیاد کے پاس لائے گئے۔ بنی کندہ تیرہ سر لیکر آئے انکا سردار قیس بن اشعث تھا۔ بنی ہوازن بیس سر لائے انکا سردار شمر ذی الجوشن تھا۔ بنی تمیم سترہ سر لائے۔ بنی اسد چھ سر بنی مذحج سات باقی لشکر والے بھی سات سر لائے۔ یہ سب ستر سر ہوے۔

مقتولوں میں حسین بن علی ہیں انکی ماں فاطمہ دختر رسول اللہ صلعم ہیں۔ سنان بن انس نے آپکو قتل کیا اور خولی بن یزید آپکا سر لے کر آیا۔

اور عباس بن علی بن ابی طالب۔ انکی ماں ام البنین ہیں۔ آپکو زید بن رقاد جنبی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے قتل کیا۔

اور جعفر بن علی۔ ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔

اور عبد اللہ بن علی۔ ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔

اور عثمان بن علی۔ ان کی ماں بھی ام البنین ہیں۔ خولی بن یزید نے تیر مارکر ان کو قتل کیا۔

اور محمد بن علی بن ابی طالب۔ انکی ماں کنیز تھیں انکو قبیلہ بنی ابان کے ایک شخص نے قتل کیا۔

اور ابوبکر بن علی بن ابی طالب انکی ماں لیلے بنت مسعود ہیں انکے قتل ہونے میں بعض مؤرخین کو شک بھی ہے۔

اور علی بن حسین بن علی۔ ان کی ماں لیلی بنت ابو مرہ ہیں یہ میمونہ بنت ابو سفیان بن حرب کی بیٹی ہیں۔ ان کو مرہ بن منقذ عبدی نے قتل کیا۔

اور عبد اللہ بن حسین۔ ان کی ماں رباب بنت امرؤ القیس ہیں۔ انکو ہانی بن ثبیت حضرمی نے قتل کیا۔ اور علی بن حسین کم سن سمجھے گئے قتل سے بچ گئے۔

اور ابوبکر بن حسن بن علی بن ابی طالب۔ ان کی ماں ایک کنیز تھیں۔ ان کو عبد اللہ بن عقبہ غنوی نے قتل کیا۔

اور عبد اللہ بن حسن۔ انکی ماں بھی کنیز تھیں۔ ان کو حرملہ بن کاہن نے تیر مارکر قتل کیا۔

اور قاسم بن حسن۔ انکی ماں بھی کنیز تھیں۔ انکو سعد بن عمرو ازدی نے قتل کیا۔

اور عون بن عبد اللہ بن جعفر۔ انکی ماں جمانہ بنت مسیب تھیں۔ ان کو عبد اللہ بن قطبہ نبہانی نے قتل کیا۔

اور محمد بن عبد اللہ بن جعفر۔ ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ تھیں۔ انکو عامر بن نہشل تیمی نے قتل کیا۔

اور جعفر بن عقیل، ان کی ماں ام الثغر بنت عامر تھیں، انہیں بشر بن حوط ہمدانی نے قتل کیا۔

اور عبدالرحمن بن عقیل، ان کی ماں ام ولد تھیں، انہیں عثمان بن خالد جہنی نے قتل کیا۔

اور عبداللہ بن عقیل، ان کی ماں ام ولد تھیں، انہیں عمرو بن صبیح صدائی نے تیر مار کر قتل کیا۔

اور محمد بن عقیل، ان کی ماں ام ولد تھیں، یہ کوفہ میں قتل ہوئے۔

اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل، ان کی ماں رقیہ بنت علی بن ابی طالب تھیں۔ [illegible] انہیں عمرو بن صبیح صدائی نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں اسید بن مالک حضرمی نے قتل کیا۔

اور محمد بن ابی سعید بن عقیل، ان کی ماں ام ولد تھیں، انہیں لقیط [illegible] نے قتل کیا۔

حسن بن حسن بن علی بھی زخمی ہو گئے [illegible] ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاری تھیں، [illegible] بچ گئے۔ ان کی ماں ام ولد تھیں، [illegible] بچ گئے۔

[illegible] قتل ہوئے۔ ان کو [illegible] نے قتل کیا۔

اور [illegible] قتل ہوئے۔

[illegible] (قتل ہوئے)

[illegible]

یقول امیر غادر وابن غادر ۔ الا کنت قاتلت الحسین بن فاطمه
یہ امیر جو خود بھی دغاپیشہ جسکا باپ بھی دغاپیشہ ہے مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے حسین بن فاطمہ
سے قتال کیوں نہیں کیا۔

فیاندمی الا اکون نصرتہ ۔ الا کل نفس لاتسدّد نادمه
ہائے مجھے تو یہ ندامت ہے کہ اونکی نصرت میں نے کیوں نہیں کی۔ سچ ہے کہ جس نفس کی
اصلاح نہ کیجائے اوسے پشیمان ہونا پڑتا ہے۔

وانی لانی لم اکن من حماته ۔ لذو حسرة ما ان تفارق لازمه
اس سبب سے کہ میں اونکے انصار میں نہ تھا مجھے حسرت رہیگی۔ حسرت بھی ایسی جو کبھی
دل سے نہ نکلیگی ہمیشہ رہیگی۔

سقی اللہ ارواح الذین تازروا ۔ علی نصرہ ۔ سقیا من الغیث دائمه
خدا وند تعالی اون لوگوں کی روحوں کو باران رحمت سے سیراب کرے۔ جو اونکی نصرت پر
کمر باندھکر اوٹھ کھڑے ہوئے۔

وقفت علی اجداثهم ومجالهم ۔ فکاد الحشی ینفض والعین ساجمه
اونکے مزاروں پر اونکی قتل گاہوں پر میں جاکر کھڑا ہوا تو کلیجہ پھٹنے لگا اور آنکھ
سے آنسو امنڈ آئے۔

لعمری لقد کانوا مصالیت فی الوغی ۔ سراعا الی الھیجا حماة خضارمه
قسم کھاکر کہونگا کہ یہ لوگ میدان وغا میں ثابت قدم تھے۔ نصرت کرنیکو دوڑ پڑتے
تھے دریائے زخار تھے۔

تاسّوا علی نصر ابن بنت نبیّهم ۔ باسیافهم آساد غیل ضراغمه
اپنے پیغمبر کے نواسے کی اونھوں نے غمخواری کی۔ اپنی تلواروں سے اونکی نصرت کی۔
یہ شیر بیشہ تھے۔ ضرغام تھے۔

فان یقتلوا فکل نفس تقیّة ۔ علی الارض قد اضحت لذلک واجمه
وہ قتل تو ہو گئے لیکن روئے زمین پر کوئی نیک نفس ایسا نہ ہوگا۔ جو اس واقعہ سے
غم وغصہ میں مبتلا نہ ہوا ہو۔

وما ان رائ الراؤن افضل منهم ۔ لدی الموت سادات وزهر اقماقمه

کسی نے ایسے لوگ نہ دیکھے ہونگے کہ مرنے کے وقت نورانی چہرہ والے اور سادات و بزرگان دین سے ہوں۔

اتقتلهم ظلما و ترجوا ودادنا ۔ فدع خطة ليست لنا بملائمه

تو انہیں ظلم و جور سے قتل کرے پھر ہم سے دوستی کی امید رکھے۔ اس خیال کو چھوڑ۔ ہماری خصلت ایسی نہیں ہے۔

لعمري لقد راغمتمونا بقتلهم ۔ فكم ناقم منا عليكم و ناقمه

میں قسم کھا کر کہونگا ان کو قتل کر کے تم لوگوں نے ہم کو ذلیل کر دیا۔ ہمارے مرد و زن کے دل میں تمہاری طرف سے کینہ پیدا ہوگیا ہے۔

اهم مرارا ان اسير بجحفل ۔ الى فئة زاغت عن الحق ظالمه

میں بار بار قصد کرتا ہوں کہ ان ظالموں کے گروہ پر جنہوں نے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ ایک لشکر عظیم کے ساتھ حملہ کروں۔

فكفوا والا ذدتكم في كتائب ۔ اشد عليكم من زحوف الديالمه

بس بیٹھو نہیں تو ایسے لشکر کو لیکر تم کو منتشر کردونگا جسکا حملہ تمہارے لئے دیالمہ کے حملوں سے بھی شدید تر ہوگا۔

قتل ابو بلال

اسی سال ابو بلال مرداس قتل ہوا۔ یہ ذکر اوپر گذر چکا ہے کہ اس نے کیا خروج کیا تھا اور ابن زیاد نے اسکے مقابلہ میں دو ہزار سپاہ کے ساتھ اسلم بن زرعہ کو روانہ کیا تھا۔ اور اسلم نے اور اوسکے لشکر نے ابو بلال سے شکست کھائی تھی شکست کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اوس نے عباد بن اخضر[1] کے ساتھ تین ہزار کی فوج اوسکے لئے روانہ کی عباد اوسکے تعاقب میں چلا۔ ڈھونڈتا ہوا مقام توج میں پہنچکر اوسکے مقابل صف آرا ہوا۔ ابو بلال نے اپنے اصحاب کے ساتھ اون پر حملہ کیا۔ اون میں سے کوئی اپنی جگہ سے نہیں سرکا۔ ان پر سب نے حملہ کیا۔ یہ کچھ بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ ابو بلال نے اپنے اصحاب سے کہا۔ تم میں سے جو شخص طمع دنیا میں نکلا ہو وہ چلا جائے اور جو شخص تم میں طلب آخرت اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ رکھتا ہو تو سمجھ لے کہ وہ نعمت اوس کے لئے موجود ہے۔

---

[1] اخضر اسکی ماں کے شوہر کا نام تھا اوسی کی طرف یہ منسوب ہوا اصل اوسکا باپ علقمہ تھا ۱۲ ابن اثیر۔

پھر یہ آیت پڑھی۔ من کان یرید حرث الآخرۃ نزدلہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نوتہ منھا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب۔ یعنی جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ کریگا ہم اوسکی کھیتی کو بڑھائیں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ کریگا ہم دنیا میں سے کچھ اوسے دیں گے اور آخرت میں وہ بے نصیب رہیگا ،، وہ اور اوسکے اصحاب بھی اوس کے ساتھ سب لڑنے کے لیئے اوتر پڑے۔ کسی نے اوسکا ساتھ نہیں چھوڑا اور سب کے سب قتل ہوگئے[۱] عباد اپنے لشکر کو لیئے ہوئے بصرہ کی طرف واپس آیا۔ عبیدہ بن ہلال تین شخصوں کو ساتھ لیکر اور چوتھا یہ خود تھا عباد کی گھات میں بیٹھا۔ عباد دارالامارہ کے قصد سے جارہا تھا اور اوسکا ایک چھوٹا سا لڑکا اوسکی ردیف میں تھا۔ ان لوگوں نے کہا بندۂ خدا ذرا ٹھہر ہمیں تجھ سے کچھ رائے لینا ہے۔ عباد ٹھہر گیا تو اونھوں نے کہا ہم چاروں بھائی ہیں ایک بھائی ہمارا مارا گیا اس باب میں تیری کیا رائے ہے۔ اوس نے کہا امیر سے فریاد کرو۔ کہا ہم نے اوس سے فریاد کی اوس نے ہماری فریاد نہ سنی۔ کہا خدا اوسے مارے تم اوسے قتل کرو۔ یہ سنکر سب نے اوس پر حملہ کیا اور اوسے روک لیا۔ اوس نے اپنے لڑکے کو اسکے حوالہ کر دیا اونھوں نے لڑکے کو قتل کیا۔

امارت سلم بن زیاد

اسی سال کا ذکر ہے۔ کہ سلم بن زیاد عہدہ کا امیدوار ہوکر یزید کے پاس آیا۔ ابھی سن اوسکا چوبیس برس کا تھا یزید نے اوس سے کہا تمھارے دونوں بھائیوں عبدالرحمن و عباد کو جو عہدہ تھا وہ میں تم کو دیتا ہوں۔ سلم نے کہا جو خوشی امیرالمومنین کی ،، یزید نے خراسان و سجستان کا حاکم اوسے مقرر کر دیا۔ سلم نے حارث بن معاویہ حارثی کو عیسیٰ بن شبیب کا

---

[۱] تاریخ کامل کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں سے اتنے مضمون کی عبارت طبری کے نسخۂ مطبوعہ میں چھوٹ گئی ہے ،، اشتغال جنگ کا وقت تھا کہ وقت عصر آگیا ابو بلال نے کہا آج روز جمعہ ہے اور نماز کا وقت آگیا ہے ہم لوگوں کو نماز پڑھنے کی مہلت دو۔ عباد بن اخضر نے قبول کیا لڑائی موقوف ہوگئی مگر ابن اخضر نے بہت جلدی نماز پڑھ لی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ توڑ ڈالی۔ ابھی خوارج نماز میں مصروف تھے اور رکوع وسجود وقیام میں مشغول تھے کہ اون پر حملہ کرکے سب کو قتل کر ڈالا مگر اون میں سے کسی نے نماز میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔ ابو بلال کا سر لیکر عباد بصرہ کی طرف پلٹا ،،

دادا ہے شام سے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اور خود بصرہ میں آکر خراسان میں جانیکا سامان کیا۔ اوس نے حارث بن قیس سلمی کو گرفتار کرکے قید کیا اور اوسکے بیٹے شعیب کے پائے جامہ کے سوا سب کپڑے اوتروا کر پٹوا ڈالا۔ اور اپنے بھائی یزید بن زیاد کو سجستان کی طرف روانہ کیا۔ عبید اللہ بن زیاد اپنے بھائی عباد سے محبت رکھتا تھا۔ اوس نے سلم کے والی خراسان و سجستان ہونیکا حال عباد کو لکھ بھیجا۔ عباد نے بیت المال کا سارا مال اپنے غلاموں کو تقسیم کردیا۔ اور جو کچھ بچ رہا۔ اوسکے بارہ میں یہ ندا اوسی کے منادی نے دیدی۔ کہ جو جو لوگ پہلے ہی سے اجرت و قیمت لینا چاہیں آکر لے لیں۔ غرض سارا خزانہ اوس نے اس طرح سے خالی کردیا۔ جو آیا اوسے دیا۔ اور خود سجستان سے روانہ ہوگیا جیرفت تک پہنچا تھا کہ اسے معلوم ہوا کہ سلم کے اور اوسکے درمیان بس ایک پہاڑ رہ گیا ہے اس نے وہیں سے رخ پھیر دیا۔ اسی ایک شب میں عباد کے ہزار غلام چلے گئے۔ ہر ایک اون میں سے کم سے کم دس ہزار کا مالک تھا۔ عباد ملک فارس کی طرف چلا اور یزید کے پاس پہنچا۔ یزید نے پوچھا کہ مال کہاں ہے۔ جواب دیا کہ میں سرحد پر تھا جو کچھ ملا لوگوں میں تقسیم کردیا۔ سلم جب خراسان کے قصد سے نکلا تھا تو اوسکے ساتھ عمران بن فضیل اور عبد اللہ بن خازم اور طلحہ بن عبد اللہ اور مہلب بن ابی صُفرہ اور حنظلہ بن عرادہ اور ولید بن نہیک اور یحییٰ بن عامر اور ایک انبوہ کثیر بصرہ کے شہسواروں اور معزز لوگوں کا نکلا تھا۔ سلم یزید کا خط عبید اللہ ابن زیاد کے نام لئے ہوئے آیا تھا کہ سلم کو دو ہزار اور بروایتے بموجب چھ ہزار آدمی انتخاب کر لینے دے۔ سلم نے وہاں کے رئیسوں اور شہسواروں کو انتخاب کرنا شروع کیا۔ ان لوگوں کو بھی جہاد پر جانیکا شوق دامنگیر ہوا۔ اونھوں نے خود خواہش کی کہ ہم کو لے چلے۔ سلم نے سب سے پہلے حنظلہ بن عرادہ کو لیا عبید اللہ بن زیاد کہنے لگا کہ ان کو میرے لئے چھوڑ دو۔ سلم نے کہا انھیں کی رائے پر رکھو۔ اگر تمہارے ساتھ رہنا پسند کریں تو تمہارے پاس رہیں۔ اگر میرے ساتھ چلنا چاہیں تو میرے ساتھ چلیں۔ حنظلہ نے سلم کے ساتھ چلنا اختیار کیا۔ لوگوں کا یہ حال تھا کہ سلم سے آن آن کر کہتے تھے کہ ہمارا نام بھی اپنے ساتھ والوں میں لکھ لے۔ صلہ بن اشیم دیوان خانہ میں آیا کرتا تھا تو کاتب اوس سے پوچھا کرتا تھا کہ ابو صہباء کیا اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ یہ تو وہ راہ ہے جس میں جہاد بھی ہے اور فضل بھی۔ یہ جواب دیتا تھا کہ میں خدا سے استخارہ کرونگا اور سوچونگا

اسی طرح ٹال دیا کرتا تھا۔ آخر سب کا انتخاب ہوچکا۔ اب اسکی زوجہ معاذہ بنت عبداللہ نے کہا۔ تم کیا اپنا نام نہ لکھواؤ گے۔ جواب دیا میں ذرا سوچ لوں تو کہوں۔ یہ کہکر اوس نے نماز پڑھی اور حق تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص آیا اور اوس نے یہ کہا۔ کہ جا تیرے لئے نفع اور فلاح و نجاح ہے۔ اب اس نے کاتب سے آکر کہا کہ میرا نام بھی لکھ لو۔ اوس نے کہا انتخاب تو ہوچکا لیکن ہم تم کو چھوڑیں گے نہیں۔ یہ کہہ کر اوس کا اور اوسکے بیٹے کا نام بھی کاتب نے لکھ لیا۔ سلم جب یزید بن زیاد کو سجستان کی طرف روانہ کرنے لگا۔ تو اسکو بھی اوسی کے ساتھ کر دیا۔ سلم جب خود روانہ ہوا تو اپنے ساتھ ام محمد بنت عبداللہ ثقفی کو بھی لے چلا۔ یہ پہلی عورت عرب کی ہے جس نے نہر کو قطع کیا۔ خراسان کا عملہ جاڑوں کے آنے تک جنگ و جدال میں مشغول رہتا تھا۔ جاڑا آیا اور یہ لوگ مرو شاہ جہاں کو واپس چلے آتے۔ مسلمانوں کے واپس ہونیکے بعد شاہان خراسان کسی شہر میں خوارزم کے قریب جمع ہوکر آپس میں یہ عہد و پیمان کرتے تھے کہ ہم میں کوئی کسی سے نہ لڑے نہ کوئی کسی کو چھیڑے۔ اسکے علاوہ باہم گر اپنے اپنے امور میں مشورہ بھی کیا کرتے تھے۔ مسلمان اپنے امرا سے کہا کرتے تھے کہ اس شہر پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ اور وہ ان کا کہنا نہ مانتے تھے۔ سلم جب خراسان میں آیا تو اس نے بھی جنگ کی اور جاڑا بھی آگیا۔ مہلب نے سلم سے اصرار کیا کہ مجھے اس شہر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر۔ اوس نے چار ہزار یا چھ ہزار سپاہی اوسے دیکر روانہ کیا۔ مہلب نے جاکر اوس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اون سے کہلا بھیجا کہ اطاعت کریں۔ اونھوں نے اس بات پر صلح کرنا چاہا کہ اپنا اپنا فدیہ دینگے۔ مہلب نے اسے قبول کر لیا۔ اون لوگوں نے دو کرور سے زیادہ پر صلح کی۔ صلح میں یہ بات بھی داخل تھی کہ نقد کے عوض دوسری چیزیں بھی لی جائیں گی غرض فی راس ہر جانور کی آدھی قیمت۔ کیمخت کے آدھے دام لگائے گئے۔ اس حساب سے پانچ کرور تک قیمت پہنچ گئی۔ اور اس سبب سے سلم کی نظر میں مہلب کی قدر زیادہ ہوگئی۔ سلم کو جو جو مال پسند آیا وہ نکال لیا۔ مرو کے زمیندار کے ہاتھ کچھ اور لوگوں کو ساتھ کر کے یزید کے پاس روانہ کیا۔ سلم نے خوارزم میں مال کثیر پر صلح کر کے اپنی عورت ام محمد کو ساتھ لیکر سمرقند پر لشکر کشی کی۔ اون لوگوں نے بھی صلح کر لی۔ وہیں اسی عورت کے بطن سے سلم کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ نام اوسکا صغدی رکھا۔ اور امیر صغد کی عورت سے ام محمد نے اوسکا زیور عاریۃ

کے نام سے منگوایا۔ اوس نے اپنا تاج بھیجدیا۔ لوگ واپس ہونے لگے تو یہ تاج کو لئے ہوئے چلی آئی۔

اسی سال ذیحجہ کی پہلی تاریخ عمرو بن سعید کو یزید نے مدینہ سے معزول کیا اور ولید بن عتبہ کو اوسکی جگہ مقرر کیا۔ اس سبب سے سنہ ۶۱ کا حج بھی ولید کے ساتھ لوگوں نے کیا اور ۶۲ کے حج میں بھی ولید امیر حاج تھا۔ اس سال بصرہ اور کوفہ کا حاکم عبیداللہ بن زیاد تھا۔ اور خراسان و سجستان کا حاکم سلم بن زیاد بصرہ کا قاضی ہشام بن ہبیرہ اور کوفہ کا قاضی شریح۔

خلافت ابن زبیر

اسی سال ابن زبیر نے یزید سے مخالفت کی اوسے خلافت سے خلع کیا اور خود لوگوں سے بیعت لی۔ حسین علیہ السلام جب قتل ہو گئے تو ابن زبیر نے اہل مکہ سے حمد و نعت کے بعد اس باب میں ایک تقریر کی اس واقعہ کو بہت عظمت دی اور اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً ملامت کی۔ کہا کہ اہل عراق چند لوگوں کے سوا سب کے سب غدار و بدکار ہیں اور بدترین اہل عراق کوفہ والے ہیں۔ حسین کو اونھوں نے اس لئے بلایا کہ اونکی نصرت کریں گے۔ اون کو اپنا فرمانروا بنائیں گے۔ جب وہ انکے پاس چلے آئے۔ تو اون سے لڑنے کو اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے یا تو اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں دیدو۔ ہم تمہیں بغیر لڑے بھڑے ابن زیاد پسر سمیہ کے پاس بھیجدیں۔ کہ وہ جو سلوک تم سے کرنا چاہے کرے۔ نہیں تو ہم سے جنگ کرو ! واللہ حسین اس بات کو سمجھے کہ اس انبوہ کثیر میں وہ اور اونکے انصار تھوڑے سے ہیں۔ خدا نے یہ علم غیب تو کسی کو نہیں دیا ہے کہ وہ سمجھتے کہ قتل ہی ہو جائیں گے۔ لیکن وہ عزت سے مرجانا اس بری زندگی سے بہتر سمجھے۔ خدا رحم کرے حسین پر اور اونکے قاتل کو ذلیل کرے۔ میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اون سے لوگوں کا مخالفت کرنا اور نافرمانی ظاہر کرنا متنبہ ہو جانیکے لئے کافی تھا۔ لیکن جو مقدر میں ہے وہ ہوتا ہے اور خدا جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ نہیں ٹلتی۔ کیا حسین کے بعد بھی ہم ان لوگوں کی طرف سے اطمینان رکھ سکتے ہیں۔ کیا انکی بات کو ہم مان سکتے ہیں کیا ان کے عہد پیمان کو ہم قبول کر سکتے ہیں۔ نہیں نہیں ہم انھیں اس لائق نہیں سمجھتے۔ سنو واللہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو زیادہ تر قائم اللیل اور اکثر صائم النہار اور ان سے بڑھکر ریاست کا حقدار اور دین و فضل میں امارت کا سزاوار تھا۔ واللہ وہ ایسے نہ تھے کہ قرآن کے بدلے غنا کریں اور خوف خدا میں رونے کے بدلے گیت گایا کریں۔ وہ ایسے نہ تھے کہ روزے چھوڑکر شراب پیں۔

اور حلقۂ ذکر و فکر سے نکل کر شکار کے لئے سوار ہوں۔ یہ یزید پر طعن کی ہے۔ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اب یہ گمراہ و تباہ ہو جائیں گے،، ابن زبیر کی یہ تقریر سنکر اون کے اصحاب اون کی طرف دوڑے۔ کہا اے شخص اپنی بیعت کا اعلان کر۔ جب حسین نہ رہے تو اب کون تم سے امر خلافت میں نزاع کریگا۔ ابن زبیر چھپ چھپ کر لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ لینے کو آئے ہیں۔ اصحاب کو اپنے جواب دیا کہ ابھی جلدی نہ کرو،، اس زمانہ میں عمرو بن سعید مکہ کا حاکم تھا اور وہ ابن زبیر اور اونکے اصحاب کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا پھر نرمی و مدارا بھی کرتا تھا۔ یزید پر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابن زبیر نے مکہ میں لوگوں کو جمع کیا ہے۔ تو اوس نے حق تعالیٰ سے عہد کیا کہ ابن زبیر کو میں زنجیر میں ضرور جکڑونگا۔ اوس نے ایک چاندی کی زنجیر بھیجی یہی پیغام بر مدینہ سے ہوتا ہوا گذرا یہاں مروان سے ملاقات ہوئی۔ اوس نے زنجیر لیکر آنے کا حال اس سے بیان کیا۔ مروان نے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا ؎

خذها فليست للعزيز بخطة ۔ وفيها مقال لامرئ متضعف

یعنی اسے گوارا کرنا چاہئے۔ ایک زبردست کے کسی فعل پر کم زور و ناتوان شخص کو گفت و گو کرنیکی گنجائش نہیں،،

اب وہ پیغامی یہاں سے روانہ ہوا اور ابن زبیر کے پاس پہنچا۔ اوس نے اپنے مدینہ کی طرف جانیکا مروان سے ملنے کا اوسکے اس شعر کے پڑھنے کا ذکر ابن زبیر سے کیا۔ ابن زبیر نے یہ سنکر کہا۔ واللہ وہ کم زور و ناتوان شخص میں نہیں ہوں،، اور ایک خوبی کے ساتھ اوس پیغامی کو واپس کر دیا۔ اسکے بعد مکہ میں ابن زبیر کی شان بلند ہو گئی۔ مدینہ والوں نے بھی اون سے خط و کتابت کی۔ لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ حسین جب نہ رہے تو اب کوئی ابن زبیر سے نزاع نہیں کریگا۔ عبدالعزیز بن مروان سے روایت ہے کہ یزید نے ابن عطا اشعری اور مسعدہ کو اونکے اصحاب کے ساتھ ابن زبیر کے پاس مکہ میں بھیجا تھا۔ چاندی کی ایک زنجیر اور خز کی ٹوپی انکے ہاتھ روانہ کی تھی۔ کہ زنجیر پہنا کر ابن زبیر کو اوسکے پاس لے آئیں۔ تاکہ اوسکی قسم پوری ہو جائے۔ میرے والد نے مجھے اور میرے بھائی کو بھی انہیں لوگوں کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ اور یہ کہدیا تھا کہ یہ لوگ جب یزید کا پیغام ابن زبیر کو پہنچائیں تو تم دونوں اونکے سامنے جانا اور دونوں میں سے کوئی ان اشعار کو پڑھ دے ؎

فخذها فليست للعزيز بخطة ـ وفيها مقال لامرئٍ متذ لل

اسے گوارا کرنا لینا چاہئے۔ ایک زبردست کے کسی فعل پر کوئی تابع فرمان ذرا کیا بحث کر سکتا ہے۔

اعاذر ان القوم ساموك خطة ـ وذلك في الجيران غزل بمغزل

اے شخص قوم نے تجھے ایک بات کی تکلیف دی ہے اور وہ تکلیف یہ ہے کہ اپنے دوستوں میں بیٹھ کر چرخہ کاتا کر۔

اراك اذا ما كنت للقوم ناصحاً ـ يقال له بالدلو ادبر واقبل

میری دانست میں تو چرخے کا وہ بیل ہے جسے ادھر جانیکو کہیں تو ادھر چلا جائے ادھر آنے کو کہیں تو ادھر چلا آئے۔

غرض یزید کے پیغام بروں نے ابن زبیر کو یہ پیغام جب پہنچایا۔ تو ہم دونوں بھائی بھی اونکے سامنے گئے۔ بھائی نے مجھ سے کہا تمہیں اون اشعار کو پڑھ دو۔ میں نے پڑھ دیے۔ ابن زبیر نے سنکر کہا۔ اے مروان کے فرزندو تم نے جو کہا وہ میں نے سنا اور جو کچھ کہنا چاہتے ہو اوسے بھی میں سمجھ گیا۔ جاؤ اپنے والد سے کہہ دو۔

اني لمن نبعةٍ صمٍّ مكاسرها ـ اذا تناوحت القصباء والعشر

میں وہ شاخ ہوں کہ جھکنے میں بہت ہی سخت ہوں۔ اونچے اونچے درخت جھومنے لگیں تو جھومیں۔

فلا الين لغير الحق اساله ـ حتى يلين لضرس الماضغ الحجر

جس حق کا میں طالب ہوں اوسے میں نہیں چھوڑنے کا۔ پتھر کسی کے دانت کے نیچے اپنی سختی کو چھوڑ دے تو چھوڑ دے!!

میں حیران ہوں کہ ان دونوں نظموں میں سے کون سی نظم زیادہ تر لطیف ہے؟ عمرو بن سعید نے جب دیکھا کہ لوگ ابن زبیر کی طرف مڑ پڑے ہیں اور اونکے سامنے گردنیں جھکا دی ہیں۔ تو سمجھا کہ انکا داؤ چل جائیگا۔ اسی خیال سے اوس نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو بلا بھیجا۔ ان کا شمار اصحاب میں تھا اور اپنے والد کے ساتھ مصر میں رہ چکے تھے۔ وہیں اونھوں نے حضرت دانیال کی کتابیں پڑھی تھیں۔ اور قوم قریش اون کو علما میں شمار کرتی تھی عمرو بن سعید نے ان سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ یہ شخص اپنے مقصود کو پہنچیگا یا نہیں۔ اور یہ بتاؤ کہ ہمارے خلیفہ کا

کیا انجام ہونیوالا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ عبداللہ نے کہا تمھارا خلیفہ اون بادشاہوں میں سے ہے۔ جو مرتے دم تک بادشاہ رہے" ابن سعید پر اس قول کا یہ اثر ہوا کہ ابن زبیر کے ساتھ اور بھی سختی سے پیش آنے لگا۔ مگر ساتھ ہی رفق و مدارا بھی کرتا رہا۔ ولید بن عتبہ[1] اور اوسکے ساتھ بنی امیہ کے اور لوگوں نے بھی یزید سے کہا کہ عمرو بن سعید اگر چاہتا تو ابن زبیر کو گرفتار کرکے تیرے پاس بھیج چکا ہوتا۔ یزید نے ولید بن عتبہ کو حجاز کا امیر کرکے روانہ کیا عمرو بن سعید کو معزول کردیا۔ یہ سلاسہ کا واقعہ ہے۔ غرۂ ذیحجہ کو عمرو معزول ہوا اور ولید امیر حجاز ہوا اور اس سال کا حج اسی کے ساتھ لوگوں نے کیا اور اسی نے ابن ربیعہ عامری کو پھر قاضی مقرر کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ولید کے ساتھ اس سال کا حج لوگوں نے کیا۔ اس باب میں اہل سیر میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ کوفہ اور بصرہ کا امیر عبیداللہ بن زیاد تھا اور خراسان کا حاکم سلم بن زیاد۔ کوفہ کا قاضی شریح اور بصرہ کا ہشام بن ہبیرہ۔

سنہ ۶۲ شروع ہوا

ولید نے مدینہ میں جاکر عمرو بن سعید کے بہت سے غلاموں اور موالی کو پکڑ کے قید کرلیا۔ عمر نے اس باب میں کہا سنا۔ اوسے بھی ولید نے نہ مانا۔ اور یہ کلمہ اوسکی زبان سے نکلا کہ اتنا کیوں بیتاب ہوتے ہو" عمرو کا بھائی ابان بن سعید بن عاص نے جواب دیا۔ عمرو کیا بیتاب ہوگا۔ واللہ اگر ایک انگارہ پہ تمھارا اور اوسکا قبضہ ہوتا۔ تو وہ اوسے بھی نہ چھوڑتا اور تمھیں کو چھوڑنا پڑتا" عمرو وہاں سے روانہ ہوگیا۔ اور مدینہ سے دو راتوں کے فاصلہ پر جاکر مقام کیا۔ اور اپنے موالی اور غلاموں کو جو قریب تین سو کے تھے یہ لکھ بھیجا کہ میں ہر ایک شخص کے لئے ایک ایک اونٹ بھیجتا ہوں۔ باروان اور ساز و سامان سمیت۔ بازار میں سب اونٹ بٹھا دئے جائیں گے۔ جب میرا پیغام پہ تمھارے پاس آئے۔ در زندان کو توڑ کر ہر ایک شخص اپنے اونٹ کے پاس آجائے۔ اوس پر سوار ہوکر سب کے سب میرے پاس چلے آئیں۔ غرض اوسکا پیغام بر وارد ہوا۔ اونٹ خریدے جو جو سامان ضروری تھا بہم کیا۔ پھر بازار میں لاکر اونٹوں کو بٹھا دیا۔ پھر خود اون لوگوں کو جاکر خبر کردی۔ سب نے

---

[1] ابن کثیر نے اس مقام پر عتبہ لکھا ہے ۱۲

مجلس کا دروازہ توڑ ڈالا۔ اونٹوں پر آکر سوار ہوئے۔ وہاں سے عمرو بن سعید کے پاس روانہ ہوئے۔ یہ لوگ اوسکے پاس اوس وقت پہنچے ہیں کہ وہ خود یزید کے پاس جارہا تھا۔ جب وہ داخل ہوا تو یزید نے خیر مقدم کہا۔ اور اپنے قریب بٹھالیا۔ پھر ابن زبیر کے باب میں جو احکام اوسے پہنچے تھے اوس کے امتثال امر میں کوتاہی کرنیکی اوس سے یہ شکایت کی۔ کہ جس حکم کو اوس نے چاہا نافذ کیا۔ چاہا ڈال رکھا۔ عمرو نے کہا امیرالمومنین جو شخص محل و موقع پر موجود ہوتا ہے مناسب و نامناسب کو وہی خوب جانتا ہے۔ تمام مکہ والے مدینہ والے ابن زبیر کی طرف مائل اور اوسکی ریاست کے خواہاں تھے۔ اوسکے باب میں اپنی رضامندی ظاہر کر چکے تھے۔ بعض لوگ بعض کو علانیہ یا خفیہ دعوت دے رہے تھے۔ میرے پاس ایسا لشکر بھی نہ تھا جس سے میں اوسکا مقابلہ کرکے اوس پر غالب آسکتا۔ وہ مجھ سے حذر کرتا تھا اور بچ بچ کر چلتا تھا۔ میں اوس سے نرمی و مدارا سے پیش آتا تھا۔ کہ موقع پاکر اوسے گرفتار کر لوں۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اوسے ضیق میں ڈال دیا تھا۔ اور بہت سی باتیں ایسی تھیں جو میں نے اوسے نہ کرنے دیں۔ ورنہ اوسے تقویت ہو جاتی مکہ میں اور تمام راستوں میں اور گھاٹیوں میں لوگ میں نے مقرر کر دیئے تھے۔ کہ کسی شخص کو جب تک وہ یہ لکھ کر میرے پاس بھیج نہ دے کہ اوسکا اور اوسکے باپ کا نام کیا ہے۔ کس شہر سے وہ آیا ہے۔ کیوں آیا ہے۔ کیا چاہتا ہے۔ ابن زبیر کے پاس اوسے جانے نہ دیں۔ اگر اونکے اصحاب میں سے ہوتا یا میں یہ سمجھتا کہ یہ اونھیں کے پاس جایا چاہتا ہے۔ تو میں اوسے زبردستی واپس کر دیتا تھا۔ اور اگر وہ شخص ایسا ہوتا جس پر مجھے سوء ظن نہیں ہے۔ تو اوسکی روک ٹوک میں نہ کرتا تھا۔ اب تم نے ولید کو بھیجا ہے۔ دیکھنا وہ کیا کرتا ہے اور کیا اوسکا اثر پڑتا ہے۔ اوس سے تمھیں انشاءاللہ میری قدر ہوگی کہ تمھارے امور میں کیسی جد و جہد اور کیسی خیر خواہی میں نے کی ہے۔ اب امیرالمومنین خدا تمھیں نیکی دے۔ اور دشمن کو تمھارے ذلیل کرے۔ یزید نے کہا تمھیں سچ کہتے ہو اور جن لوگوں نے تمھاری طرف سے لگائی بجھائی کرکے تمھارے معزول کرنے پر مجھے آمادہ کیا وہ سب جھوٹے۔ تم پر مجھے بڑا بھروسا ہے۔ تم سے مجھے اعانت کی امید ہے۔ تم کو تو میں نے پھٹے میں پیوند لگانے کے واسطے کسی مہم میں کام آنیکے واسطے۔ امور عظیمہ کی مصیبتوں کو ٹالنے کے واسطے لگا رکھا ہے۔ عمرو نے کہا اے امیرالمومنین تمھاری سلطنت کے استحکام کے لئے تمھارے دشمن کو

ذلیل کرنے کے لئے تمہارے مخالف کے دفع کے لئے اپنے سے بڑھکر میں بھی کسی کو نہیں سمجھتا" ولید بہت ابن زبیر کی فکر میں رہا۔ مگر اوس نے بھی دیکھا کہ وہ نہایت کثیر الحذر ہیں اور اپنی حفاظت کئے ہوئے ہیں۔ قتل حسینؓ کے بعد نجدہ بن عامر نے بھی یمامہ میں یزید سے مخالفت کی تھی۔ ادھر ابن زبیر بھی مخالفت کر رہے تھے۔ ایام حج میں ولید جب عرفات سے روانہ ہوتا تھا عوام الناس بھی اوسکے ساتھ روانہ ہوتے تھے۔ ابن زبیر اور نجدہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ ٹھہرے رہتے تھے۔ اسکے بعد ابن زبیر اپنے اصحاب کو لےکر روانہ ہوتے تھے۔ نجدہ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوتا تھا۔ کوئی کسی کا اتباع نہ کرتا تھا۔ لیکن نجدہ اکثر ابن زبیر سے ملا کرتا تھا لوگوں کو یہاں تک گمان ہوگیا تھا۔ کہ وہ ابن زبیر سے بیعت کرلیگا۔ آخر ابن زبیر نے ولید کے باب میں مکر کیا۔ یزید کو لکھ بھیجا۔ کہ تو نے کس بے وقوف کو یہاں بھیجا ہے۔ جو کسی عقل کی بات پر توجہ نہیں کرتا۔ کسی عاقل کے سمجھانے سے باز نہیں آتا۔ اگر کسی خوش اخلاق و تواضع پسند آدمی کو یہاں بھیجتا تو مجھے امید تھی کہ بہت سی دشواریاں آسان ہوجائیں۔ اور تفرقہ اوٹھ جاتا۔ اس باب میں غور کر کہ اسی میں انشاءاللہ خاص و عام کی بہتری ہے والسلام۔ اس پر یزید نے ولید کو معزول کر کے اوسکی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اب ایک نوجوان ناآزمودہ کار کم سن حوصلہ مند سے سابقہ پڑا۔ جسے نہ معاملات کا تجربہ تھا۔ نہ سن نے آزمودہ کاری نہ تجربہ نے استواری اوسے بتائی تھی۔ اپنی حکومت و عملداری پر ذرا غور نہ کرتا تھا۔ اس نے اہل مدینہ کا ایک وفد یزید کے پاس روانہ کیا۔ اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ انصاری غسیل ملائکہ اور عبداللہ بن ابی عمرو مخزومی اور منذر بن زبیر اور بہت سے لوگ اشراف مدینہ سے انکے ساتھ تھے۔ یزید کے پاس آئے تو وہ اکرام و احسان سے پیش آیا۔ سب کو انعام و جائزہ سے سرفراز کیا۔ وہاں سے یہ سب لوگ مدینہ میں واپس آئے۔ ایک منذر بن زبیر بصرہ میں ابن زیاد کے پاس چلا گیا۔ اسے بھی ایک لاکھ درم یزید نے انعام میں دئے تھے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں آکر اہل مدینہ کے سامنے یزید کو سب و شتم کرنا شروع کیا۔ کہا ہم ایسے شخص کے پاس ہوکر آئے ہیں۔ جو کوئی دین ہی نہیں رکھتا۔ شراب پیتا ہے۔ طنبورہ بجاتا ہے۔ اوسکی صحبت میں گائنیں گایا بجایا کرتی ہیں۔ کتوں سے کھیلتا ہے۔ لچوں سے اور لونڈوں سے صحبت رکھتا ہے۔ تم سب لوگ گواہ رہو۔ ہم نے اوسے خلافت سے معزول کیا" یہ سنکر اور سب لوگوں نے بھی

ان کا اتباع کیا۔ سب مل کر عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کے پاس آئے۔ اون سے بیعت کی اور انھیں اپنا حاکم بنا لیا۔ منذر دوستوں میں تھا زیاد کے اس سبب سے ابن زیاد اسکے اکرام وضیافت میں مشغول تھا کہ یزید کا فرمان اوسکے نام آیا۔ کہ منذر کو گرفتار کرلے۔ اور جب تک میرا حکم اوسکے باب میں نہ آئے۔ اپنے پاس اوسے قید رکھے۔ اسکے ساتھ والوں نے مدینہ میں جو کچھ یزید کے خلاف میں کام کیا تھا۔ اسکا سارا حال یزید کو معلوم ہو گیا تھا۔ منذر اوسکا مہمان تھا اس سبب سے ابن زیاد کو یہ حکم ناگوار گذرا۔ اوس نے منذر کو بلا کر۔ اس حکم کے آنے کا ذکر کیا اور خط بھی اوسے دکھایا۔ اور کہا تم زیاد کے دوستوں میں ہو اور میرے مہمان ہو۔ اور میں تم سے دوستانہ سلوک کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں خوبی کے ساتھ ان سب باتوں کا انجام ہو۔ جس وقت تم دیکھنا کہ لوگ میرے پاس جمع ہیں اوٹھکر مجھ سے کہنا کہ میں اپنے وطن کو جاونگا مجھے اجازت دو" میں کہونگا نہیں۔ تم میرے ہی پاس ٹھہرو۔ تمھاری خاطر و مدارا و تواضع ہوگی۔ تم کہنا میری جاگیر ہے۔ اور بہت کچھ کام ہے۔ بغیر جائے ہوے کچھ بن نہیں پڑتا۔ مجھے رخصت ہی کرو" میں تم کو اجازت دے دونگا۔ تم اپنے اہل وعیال میں چلے جانا" غرض عبیداللہ کے پاس جب لوگ جمع ہوے تو منذر نے اوٹھ کر اجازت مانگی۔ عبیداللہ نے کہا میرے ہی پاس رہو۔ میں تمھاری خاطر کرونگا غمخواری کرونگا سب سے بڑھکر تم کو سمجھونگا۔ منذر نے جواب دیا میری جاگیر ہے اور بہت کام ہے بغیر جائے ہوئے بن نہیں پڑتا۔ مجھے رخصت ہی کرو۔ یہ سنکر ابن زیاد نے اوسے رخصت دیدی۔ منذر وہاں سے روانہ ہو کر حجاز میں پہنچا۔ اہل مدینہ سے ملا۔ اور اون لوگوں سے مل گیا جو یزید کی مخالفت کو پھیلا رہے تھے۔ کہا کرتا تھا کہ واللہ یزید نے ایک لاکھ درم مجھے دیئے ہیں۔ اوسکا یہ سلوک اس بات سے مجھے روک نہیں سکتا کہ اوسکا حال تم سے نہ کہوں اور سچ سچ نہ بیان کردوں۔ واللہ وہ شراب پیتا ہے۔ ایسا مست ہو جاتا ہے کہ نماز کا بھی ہوش نہیں رہتا" اسکے ساتھ والوں نے یزید کی جو جو حرکتیں بیان کی تھیں۔ ویسی ہی کچھ اس نے بھی بیان کیں۔ بلکہ اوس سے بھی بڑھکر۔ یزید کو خبر ہوگئی کہ مجھے ایسا ایسا وہ کہا کرتا ہے۔ یہ سنکر وہ کہنے لگا۔ خداوندا میں نے تو اوس کے ساتھ احسان واکرام کیا۔ اوس نے جو کچھ کیا وہ بھی تو نے دیکھ لیا۔ اوسکو جھوٹ بولنے والوں میں اور قطع رحم کرنیوالوں میں محسوب کر۔ اور نعمان بن بشیر انصاری کو بھیجا کہ تو سب لوگوں کے

اور اپنی قوم والوں کے پاس جا۔ اونکے غیظ و غضب کو دھیما کردے کہ وہ کیا کیا چاہتے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں وہ نہ اوٹھ کھڑے ہوتے تو عوام الناس کو اتنی جرأت نہ ہوتی کہ میری مخالفت کریں۔ اور مدینہ میں میرے خاندان کے وہ لوگ ہیں جن کا اس فتنہ و فساد میں شریک ہوکر معرض تلف میں پڑنا مجھے گوارا نہیں۔" نعمان روانہ ہوئے۔ اپنی برادری والوں میں آئے۔ سب لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ اونکو حکم دیا کہ طاعت اختیار کریں۔ جماعت کو نہ چھوڑیں۔ اور فتنہ و فساد کے برپا کرنے سے سب کو بہت ڈرایا۔ اور یہ کہا کہ اہل شام سے مقابلہ کرینگے تم میں طاقت نہیں ہے۔" یہ سنکر عبداللہ بن مطیع عدوی نے کہا اے نعمان تو کیوں ہماری جماعت کو متفرق کرتا ہے۔ اور خدا نے جو ہمارا کام بنا دیا ہے اوسے تو کیوں بگاڑتا ہے۔" نعمان نے کہا مجھے تو واللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ آفت آگئی جس میں قوم کو تو مبتلا کیا چاہتا ہے۔ اور مردان جنگی گھٹنے ٹیک ٹیک کر قوم کے سر و پیشانی پر تلواریں مارنے لگے اور موت کا بازار دونوں طرف گرم ہوگیا۔ تو اپنے خچر پر سوار ہوکر منہ پر اوسکے کوڑے مارتا ہوا۔ مکہ کی طرف تو بھاگ جائیگا۔ اور ان بے چارے انصار کو اس مصیبت میں چھوڑ کر چل دیگا۔ کہ گلیوں میں مسجدوں میں اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل کئے جائیں گے۔" کسی نے نعمان کا کہنا نہ مانا وہ تو چلے گئے اور وہی ہوا جو وہ کہہ گئے تھے۔

اس سال لوگوں نے ولید بن عتبہ کے ساتھ حج کیا۔ عراق و خراسان میں حکام وہی تھے جنکا ذکر سنہ ۶۱ میں گذرا اسی سال محمد[1] بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے۔

سنہ ۶۳ شروع ہوا

یزید کو خلافت سے معزول کر کے اہل مدینہ نے عبداللہ بن غسیل رضی اللہ عنہ سے جب بیعت کرلی۔ تو عثمان بن محمد بن ابی سفیان پر اور اوسکے ساتھ ہی تمام بنی امیہ اور اون کے موالی اور ہم خیال قریش میں سے جتنے مدینہ میں موجود تھے سب پر حملہ کیا۔ یہ سب ہزار آدمی ہونگے وہاں سے نکل کر مروان کے گھر میں چلے آئے۔ لوگوں نے اونکا محاصرہ کرلیا۔ اور یہ محاصرہ بہت ہی کم زور تھا۔ بنی امیہ میں سے مروان اور عمرو بن عثمان بن عفان نے حبیب بن کرہ کو

---

[1] محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس والد منصور و سفاح ۱۲ کامل

بلا بھیجا۔ اس وقت مروان ہی وہ شخص تھا جو ان سب کا سرگروہ تھا۔ عثمان بن محمد تو ایک کم سن لڑکا سا تھا اوسکی رائے کوئی رائے نہ تھی۔ تمام بنی امیہ کی طرف سے ایک خط یزید کو لکھا گیا۔ ابن کُرّہ کو اوس خط کے لیجانے پر مقرر کیا۔ عبدالملک بن مروان خط کو لئے ہوئے ابن کرہ کے ساتھ ساتھ ثنیۃ الوداع کے مقام تک آیا۔ یہاں آکر خط اوسکو دیدیا اور یہ کہا کہ بارہ دن جانے کے اور بارہ دن آنیکے تمھارے لئے میں مقرر کرتا ہوں۔ چوبیسویں دن اسی مقام پر انشاء اللہ اپنے انتظار میں بیٹھا ہوا تم مجھے پاؤگے۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم لوگ مروان بن حکم کے گھر میں محصور ہو گئے ہیں۔ پانی ہم پر بند ہے اور اناج کو ہم خود پھینک آئے ہیں۔ فریاد ہے فریاد۔

ابن کرہ یہ خط لے کر یزید کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ کرسی پر طشت میں پاؤں لٹکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ طشت میں پاشویہ کے لئے پانی بھرا ہوا تھا۔ اوسے درد نقرس تھا۔ خط پڑھ کر اوس نے یہ شعر پڑھا۔

لقد بدّلوا الحلم الذی فی سجیتی ۔ فبدلتُ قومی غلظۃ بلیان

میری طبیعت میں جو حلم تھا اوسے ان لوگوں نے بدل دیا۔ میں نے بھی اب اپنی قوم کے لئے نرمی کے بدلے سختی کو اختیار کر لیا"

یہ شعر پڑھکر ابن کرہ سے پوچھا کیا مدینہ میں تمام بنی امیہ اور اونکے موالی سب مل کر ہزار آدمی نہ ہوں گے۔ قاصد نے کہا ہزار آدمی ضرور ہیں بلکہ زیادہ۔ کہا اتنا بھی اون سے نہ ہو سکا کہ ساعت بھر قتال کرتے۔ قاصد نے کہا امیرالمومنین تمام خلقت نے اون پر ہجوم کر لیا اس جماعت سے لڑنے کی طاقت اون میں نہ تھی۔ یزید نے یہ سنکر عمرو بن سعید کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اوسے خط دکھایا سب حال بیان کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو ساتھ لے کر اوس طرف روانہ ہو۔ عمرو نے کہا شہروں شہروں تیرا عمل میں بٹھا چکا۔ تمام امور کو تیرے میں مستحکم کر چکا۔ لیکن اب یہ نوبت پہنچی کہ قریش کے خون سے زمین رنگین کی جائے۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ وہی شخص یہ کام کریگا۔ جو اون سے تعلق نہ رکھتا ہوگا"۔ اب یزید نے ابن کرہ کو مسلم بن عقبہ مُرّی کے پاس بھیجا۔ یہ شخص بہایت کبیر السن ضعیف اور مریض تھا۔ خط پڑھ کر قاصد سے حالات

پوچھے اوس نے بیان کر دیے۔ اوس نے بھی وہی بات کہی جو یزید نے کہی تھی۔ کیا مدینہ میں بنی امیہ اور اونکے انصار و موالی سب مل کر ہزار آدمی نہ ہونگے۔ اس نے کہا بے شک ہزار آدمی ہوں گے۔ کہا اتنا اون سے نہ ہو سکا کہ ساعت بھر تو قتال کرتے۔ یہ لوگ جب تک خود اپنے دشمن سے اپنی قوم کے لئے نہ لڑلیں۔ اس لائق نہیں ہیں کہ اونکی کمک کی جائے۔" یہ کہہ کر مسلم یزید کے پاس آیا۔ کہنے لگا امیر المومنین یہ بہت ذلیل لوگ ہیں ان کی نصرت نہ کرنا چاہئے۔ اتنا بھی ان سے نہ ہو سکا کہ ایک دن یا ایک پہر یا ایک ساعت قتال کرتے۔ بس انھیں یونہیں رہنے دیجیے کہ یہ خود اپنے دشمن سے اپنی قومی سلطنت کے لئے لڑیں۔ آپ کو یہ بھی تو معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کون کون آپکی طرف سے قتال کرتا ہے اور ثابت قدم رہتا ہے یا گردن جھکا دیتا ہے" یزید نے کہا تمھارا بھلا ہو ان لوگوں کے بعد زندگی کا کیا لطف۔ اوٹھو۔ لوگوں کو لے کر روانہ ہو۔ اور اپنی خبر مجھے دیتے رہو۔

طیبہ پر لشکر کشی

غرض یہ منادی ہوئی۔ کہ لوگو حجاز کی طرف روانہ ہو۔ آؤ اپنا اپنا وظیفہ پورا لے لو۔ اور اسکے علاوہ سو سو دینار ہر ایک شخص کے ہاتھ میں بطور اعانت دئے جائیں گے۔ غرض بارہ ہزار آدمی حجاز میں جانیکے لئے اوٹھ کھڑے ہوے۔ اور ابن زیاد کو یزید نے لکھا تھا کہ تو ابن زبیر سے لڑنے کو روانہ ہو۔ اوس نے کہا اس فاسق کے لئے یہ دو دو گناہ میں اپنے سر نہ لونگا۔ ایک تو رسول اللہ صلعم کے نواسے کو قتل کروں۔ دوسرے خانۂ کعبہ پر حملہ کروں۔ مرجانہ اسکی ماں ایک سچی عورت تھی حسین علیہ السلام کو جب اوس نے قتل کیا ہے تو کہتی تھی تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا۔ یہ کیا حرکت تو نے کی" ابن کرہ یہاں سے اوسی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اس نے عبد الملک کو چھوڑا تھا۔ کہ ٹھیک اوسی جگہ پر اوسی ساعت میں یا ذرا اوس کے بعد عبد الملک کے پاس پہنچ جائے۔ پہنچا تو دیکھا کہ عبد الملک درخت کے نیچے سر سے کچھ اوڑھے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس نے سب حال بیان کیا۔ عبد الملک خوش ہو گیا۔ وہاں سے دونوں مروان کے گھر پر آئے۔ اور جماعت بنی امیہ کو لشکر کے آنیکی خبر دی۔ سب نے خدائے عزوجل کا شکر ادا کیا۔ ابن کرہ شام سے یہ دیکھ کر روانہ ہوا تھا کہ یزید نکلا ہے اور لشکر کے سواروں کو دیکھ بھال رہا ہے۔ اور اونکی زبان سے یہ سنکر روانہ ہوا تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا اور تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے تھا اور عربی کمان کاندھے پر لگائے ہوئے تھا ؎

ابلغ ابا بکر اذا اللیل سری - وھبط القوم علی وادی القری
میرا پیام اوس وقت ابن زبیر کو پہنچا دینا۔ جب دیکھنا کہ رات ہو گئی ہے اور وادی القری پر فوج اوتر پڑی ہے۔

اجمع سکران من القوم تری - ام جمع یقظان نفی عنہ الکری
کیا یہ لوگ مست اور سرشار تجھے معلوم ہوتے ہیں یا بے خواب و بیدار ہیں جنھوں نے نیند کو پاس نہیں آنے دیا۔

یا عجباً من ملحدٍ یا عجبا - مخادع فی الدین یقفو بالعری
مجھے تو اس ملحد سے تعجب ہوتا ہے کہ دین میں مکاری کرتا ہے اور بزرگوں کو برا کہتا ہے"

یہ لشکر مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں یزید کی طرف سے روانہ ہوا۔ یزید نے اوسکو حکم دیا کہ تم پر کچھ بن جائے۔ تو لشکر کا رئیس حصین بن نمیر کو بنانا۔ اور لوگوں کو تین دن تک مہلت دینا۔ مان جائیں تو مان جائیں۔ ورنہ اون سے قتال کرنا۔ جب تم کو غلبہ ہو جائے۔ تو تین دن تک مدینہ کو لوٹنا۔ وہاں کا مال اور روپیہ اور ہتیار اور غلہ یہ سب لشکر والوں کا ہے۔ تین دن کے بعد لوٹنا موقوف کرنا۔ اور علی بن حسین سے رعایت کرنا۔ اونکے ساتھ نیکی کرنا۔ اون کو اپنے قریب بٹھانا۔ لوگوں نے جو مجھ سے مخالفت کی وہ اس میں شریک نہ تھے۔ میرے پاس اونکا خط آیا تھا"۔ علی بن حسین کو ان باتوں کی خبر نہ تھی کہ یزید نے ان کے باب میں مسلم بن عقبہ سے رعایت کی سفارش کردی ہے۔ بنی امیہ جب شام کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ تو مروان کی زوجہ جو ابان بن مروان کی ماں ہیں یعنی عایشہ بنت عثمان بن عفان نے مروان کے تمام سازوسامان کے ساتھ علی بن حسین کے یہاں آکر پناہ لی تھی۔ بنی امیہ مدینہ سے جب نکالے گئے۔ تو مروان نے ابن عمر سے کہا کہ میرے عیال کو اپنے پاس چھپا رکھو۔ ابن عمر نے یہ بات نہ مانی۔ علی بن حسین سے جب مروان نے کہا کہ مجھے تم سے قرابت ہے میرے اہل بیت تمھارے اہل بیت کے ساتھ رہیں گے۔ تو اونھوں نے منظور کیا۔ مروان نے اپنے عیال کو علی بن حسین کے یہاں بھجدیا۔ یہ اون لوگوں کو اپنے عیال کے ساتھ لے کر ینبع میں چلے آئے۔ وہیں سب کو رکھا۔ مروان اون کا شکر گذار تھا اور ان دونوں میں قدیم سے محبت تھی۔ مدینہ والوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ

ابن عقبہ لشکر لئے ہوئے آرہا ہے۔ تو اونھوں نے مروان کے گھر میں بنی امیہ کو جاکر گھیر لیا۔ اور کہا واللہ تم کو جب تک اس گھر سے نکال کر گردن نہ ماریں گے۔ تم سے باز نہ آمیں گے۔ ہاں خدا کو درمیان دے کر ہم سے عہد و میثاق کرو۔ کہ تم لوگ ہم کو دھوکا نہ دوگے۔ کوئی چھپا ہوا موقع ہمارا دشمن کو نہ بتاؤ گے۔ ہمارے دشمن کی اعانت نہ کروگے۔ تو ہم تم سے باز آتے ہیں اور اپنے یہاں سے تمھیں نکالے دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کو درمیان دیکر اس بات کا عہد و میثاق اون سے کر لیا۔ کہ ہم تم کو دھوکا نہ دیں گے۔ تمھارا کوئی چھپا ہوا ٹھکانا دشمن کو نہ بتائیں گے۔ اب یہ لوگ مدینہ سے نکال دیئے گئے۔ یہ اپنا اسباب و مال لیکر نکلے اور وادی القریٰ میں جاکر مسلم بن عقبہ سے ملے۔ عائشہ بنت عثمان طائف کی طرف روانہ ہوئیں۔ علی بن حسین کی کچھ زمین مدینہ کے قریب تھی وہ شہر سے نکل کر وہیں عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ تاکہ وہاں کے کسی امر میں نہ شریک ہوں۔ عائشہ جب طائف جانے لگیں۔ تو اونھوں نے کہا میرے بیٹے عبد اللہ کو بھی اپنے ساتھ طائف میں لیتے جاؤ۔ عائشہ اپنے ساتھ عبد اللہ کو طائف میں لے آئیں اور اپنے ہی پاس اوس وقت تک اونکو رکھا۔ کہ اہل مدینہ کا بنا یا ہوا گھروندا بگڑ گیا۔ ابن عقبہ نے بنی امیہ میں سے عمرو بن عثمان بن عفان کو بلا بھیجا۔ اور کہا وہاں کا حال بتاؤ اور کچھ مشورہ دو۔ کہا میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔ ہم لوگوں سے عہد و میثاق اس بات کا لیا گیا ہے۔ کہ ہم کوئی چھپا ہوا موقع نہ بتائیں۔ اور دشمن کی تقویت نہ کریں۔ یہ سنکر ابن عقبہ نے اونھیں جھڑک دیا۔ اور کہا واللہ اگر تو عثمان کا فرزند نہ ہوتا۔ تو میں تیری گردن مارتا۔ اور بخدا اب میں کسی قرشی کی یہ بات نہ سنونگا۔ عمرو ابن عثمان یہ درشتی اوسکی دیکھ کر اپنے اصحاب میں چلے آئے تھے۔ اب مروان نے اپنے بیٹے عبد الملک سے کہا مجھ سے پہلے تمھیں اوس کے پاس چلے جاؤ۔ شاید وہ تمھارے ہی جانیکو کافی سمجھے۔ مجھے نہ بلائے۔ عبد الملک یہ سنکر ابن عقبہ کے پاس چلا گیا۔ اوس نے کہا جو باتیں تم جانتے ہو بتاؤ۔ اون لوگوں کی ساری خبر مجھ سے بیان کرو۔ اور یہ بتاؤ کہ تمھاری کیا رائے ہے۔ عبد الملک نے کہا اچھا اچھا۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ اس رستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تو مدینہ کی طرف لشکر کو لئے ہوئے جا۔ جب مدینہ کے قریب کا نخلستان تجھے ملے۔ تو وہیں اوتر پڑ۔ لوگ چھاؤں میں بیٹھیں گے رطب کھائیں گے۔ جب رات ہو جائے تو پہرہ والوں کو سوار ہونیکا حکم دینا۔ کہ وہ ساری رات لشکر کے درمیان پھرتے رہیں۔

جب صبح ہو جائے تو سب کے ساتھ نماز پڑھ کر روانہ ہو۔ مدینہ کو اپنی بائیں جانب رکھ کر شہر کے گرد پھر۔ اور حرہ کی زمین بلند کی طرف سے اہل مدینہ کا مقابلہ کر۔ جب تو اون کے مقابل ہوگا۔ آفتاب چمک کر اونکے سامنے طلوع کریگا۔ اور تیری فوج کی پشت پر ہوگا۔ انکو آفتاب سے ایذا نہ پہنچے گی۔ اور اون لوگوں کے منہ پر دھوپ ہوگی۔ اوس کی حرارت اونھیں ایذا پہنچائے گی۔ جب تم لوگ اونکے مشرق میں ہوگے۔ اور وہ تمھارے مغرب میں ہوں گے۔ تو تمھارے خود ہتیار برچھوں کی سنانیں تلواریں زرہیں ساعد و بازو اس قدر چمکتے ہوئے اونھیں دکھائی دیں گے۔ کہ تمھاری نظروں میں اونکے ہتیاروں سے اس قدر خیرگی نہ ہوگی۔ اس کے بعد اون لوگوں سے قتال شروع کر۔ اور خدا سے نصرت طلب کر۔ خدا بے شک تیری مدد کریگا۔ کہ اون لوگوں نے اپنے امام کی مخالفت کی ہے۔ اور جماعت سے خارج ہوگئے ہیں "۔ مسلم نے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ جس باپ کا تو بیٹا ہے۔ اوس نے کیسا خلف الرشید پایا "۔ اسکے بعد مروان اوسکے پاس گیا۔ اوس نے کہا کچھ تم کہو۔ مروان نے کہا کیا عبدالملک تیرے پاس نہیں آیا۔ مسلم نے کہا ہاں میں اون سے ملا۔ عبدالملک عجب شخص ہے۔ میں نے کسی قریشی کو اس کے مثل نہیں پایا۔ مروان نے کہا عبدالملک سے تم مل چکے تو گویا مجھ سے مل چکے۔ کہا اچھا اچھا " اسکے بعد مسلم وہاں سے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اوسی منزل میں جا کر اوترا جہاں اوترنے کا عبدالملک نے مشورہ دیا تھا۔ اور جو کچھ اوس نے کہا تھا ویسا ہی اوس نے کیا۔ پھر وہ زمین حرہ پر ہوتا ہوا مشرق کی طرف اہل مدینہ کے مقابل میں جا کر اوترا۔ سب کو بلا کر کہا۔ اے اہل مدینہ امیرالمومنین یزید کا یہ خیال ہے کہ تم لوگ اصل ہو۔ تمھارا خون بہانا مجھے گوارا نہیں۔ تمھارے لئے تین دن کی مدت میں مقرر کرتا ہوں۔ جو کوئی تم میں سے باز آجائے گا۔ اور حق کی طرف رجوع کریگا ہم اوسکا عذر قبول کر لیں گے۔ اور یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ اور اوس ملحد کی طرف جو مکہ میں ہے متوجہ ہونگے۔ اور اگر تم لوگ نہ مانو گے تو یہ سمجھ لو کہ ہم حجت تمام کر چکے "۔ تین دن ہوگئے تو مسلم نے کہا اے اہل مدینہ تین دن ہوگئے۔ کہو اب تم کو کیا منظور ہے۔ صلح کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو۔ کہا ہم لڑیں گے۔ کہا ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ تم سب طاعتگزاری اختیار کرو۔ ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد پر ڈالیں۔ جس نے بے دینوں کو فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے "۔ اہل مدینہ نے کہا او دشمن خدا واللہ اگر تم لوگ

وہاں جانیکا ارادہ رکھتے ہو۔ تو ہم تم کو بے قتال کئے نہ چھوڑیں گے۔ کہا ہم تم کو اس لئے چھوڑ دیں۔ کہ تم خانۂ کعبہ پر حملہ کرو۔ وہاں کے رہنے والوں کو خوف وہراس میں ڈالو۔ وہاں ملحدوں کی سی حرکتیں کرو۔ بیت اللہ کی بے حرمتی کرو۔ نہیں نہیں واللہ ہم سے یہ نہ ہوگا" مدینہ کے لوگوں نے شہر کے ایک جانب خندق بنالی تھی۔ اون میں کا ایک انبوہ عظیم خندق میں اوترا ہوا تھا۔ رئیس انکا عبدالرحمن بن زہیر زہری تھا۔ اہل مدینہ کے دوسرے ربع پر عبداللہ بن مطیع قریش کے رئیس شہر کی ایک جانب میں۔ اور معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کے رئیس ایک اور ربع پر شہر کی ایک جانب میں۔ اور عبداللہ بن غسیل ملائکہ سب سے بڑے ربع کے رئیس تھے جس میں بہت لوگ تھے۔ اور یہ امیر انصار تھے۔ مسلم نے اپنے سب لوگوں کو ساتھ لے کر زمین حرّہ کی طرف حرکت کی۔ کوفہ کی راہ پر پہنچکر اپنا سراپردہ نصب کیا۔ پھر سواروں کے ایک رسالہ کو ابن غسیل کے مقابلہ میں بھیجا۔ ابن غسیل نے اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر سواروں پر حملہ کیا۔ سوار سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ بھاگتے ہوئے مسلم کے پاس پہنچے۔ مسلم یہ دیکھ کر آزمودہ کار لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور سواروں کو للکارا وہ سب پلٹ پڑے۔ اور بڑی دلیری سے لڑنے لگے۔ اسی اثنا میں فضل بن عباس جو حارث بن عبدالمطلب کے پوتوں میں تھے کوئی بیس سواروں کو ساتھ لئے ہوئے ابن غسیل سے آکر ملے۔ اور بڑی خوبی سے نہایت شدید جنگ انھوں نے کی۔ پھر ابن غسیل سے کہا۔ تمھارے ساتھ جتنے سوار ہوں۔ سب کو حکم دیدو کہ میرے پاس آکر ٹھہریں۔ جب میں حملہ کروں تو وہ بھی حملہ آور ہوں۔ میں مسلم تک بغیر پہنچے ہوئے واللہ دم نہیں لینے کا۔ یا تو میں اوسے قتل کرونگا۔ یا قتل ہو جاؤنگا۔ ابن غسیل نے عبداللہ بن ضحاک انصاری کو حکم دیا کہ سواروں سے پکار کر کہہ دو۔ کہ سب فضل بن عباس کے ساتھ رہیں۔ غرض ندا ہوئی اور سب سوار فضل بن عباس کے پاس جمع ہو گئے۔ اونھوں نے اہل شام پر حملہ کر دیا۔ سب منتشر ہو گئے۔ فضل نے اپنے اصحاب سے کہا۔ تم نے دیکھ لیا یہ نالائق کیسا بھاگ رہے ہیں۔ میں تم پر فدا ہو جاؤں پھر حملہ کرو۔ انکے سردار کو میں دیکھ پاؤں تو واللہ ضرور اوسے قتل کرونگا۔ یا اس کوشش میں خود مارا جاؤنگا۔ سمجھ لو ایک ساعت کی ثابت قدمی کا نتیجہ خوشی ہے۔ ثبات قدم کے بعد اگر ہے تو فتح ہے۔ یہ کہہ کے فضل نے اور اونکے ساتھ والوں نے ایسا حملہ کیا۔ کہ شامیوں کا رسالہ مسلم کو پیادوں میں چھوڑ کر منتشر ہو گیا۔ اوسکے گرد پانسو پیادے گھٹنے ٹیکے ہوئے

برچھیاں ان لوگوں کی طرف تانے ہوئے کھڑے تھے۔ فضل اسی حالت میں علمدار فوج
کی طرف بڑھے۔ اوسکے سر پر ایک وار کیا۔ کہ مغفر کو کاٹ کر سر کو ٹکڑے کر دیا۔ وہ گرتے
ہی مر گیا۔ اوسکے گرتے ہی فضل نے پکارا "خذها منی وانا ابن عبد المطلب"
یہ سمجھے کہ مسلم کو مار لیا۔ کہا قتلت طاغية القوم ورب الكعبة۔ مسلم نے
فحش گالی دے کر کہا تو غلط کہتا ہے۔ علمدار اسی کا رومی غلام تھا جسے فضل نے قتل
کیا تھا مگر تھا بڑا شجاع۔ اب مسلم نے علم خود اوٹھا لیا اور پکار کر کہا اے اہل شام
کیا اپنے دین کی حمایت میں اسی طرح قتال کرتے ہیں۔ کیا اپنے امام کی نصرت میں
اسی طرح جہاد کرتے ہیں۔ خدا کی مار تمہاری اس لڑائی پر جیسی لڑائی کہ تم آج لڑ رہے ہو
کیسا میرے دل کو دکھا رہے ہو۔ کیسا مجھے غصہ دلا رہے ہو۔ سن رکھو واللہ اسکا عوض
تمہیں یہ ملیگا کہ عطیات سے محروم کر دیے جاؤ گے۔ اور کسی دور دراز سرحد کی طرف
بھیج دیے جاؤ گے۔ اس علم کے ساتھ بڑھو۔ اگر لڑائی تم سے نہ ہو سکے تو خدا [illegible]
مسلم نشان کو لے کر بڑھا۔ اور نشان کے آگے آگے سب لوگ حملہ کرتے ہوئے چلے۔
اس حملہ میں فضل بن عباس قتل ہو گئے۔ یہ جب قتل ہوئے ہیں کہ مسلم کا خیمہ ان سے
کوئی دس گز کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ فضل کے ساتھ زید بن عوف اور ابراہیم عدوی
اور بہت سے لوگ مدینہ کے قتل ہو گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس جنگ میں
مسلم بیمار تھا۔ اس نے دونوں صفوں کے درمیان ایک تخت پر اپنی کرسی رکھوا دی۔
اور کہا اے اہل شام اب اپنے امیر کی طرف سے لڑو۔ یا چھوڑ کر چلے جاؤ۔ اسکے بعد
سب لوگوں نے اہل مدینہ پر حملہ کیا۔ اونکے جس گروہ کی طرف رخ کیا اوسے شکست دی۔
یہ لوگ جم کر لڑتے ہی نہ تھے اون کے رخ ذرا پھرے جاتے تھے۔ آخر سب شکست کھا گئے۔
اب مسلم کا لشکر ابن غسیل کی طرف بڑھا اور اون سب شکست کھائے ہوؤں میں
سے جن کو جنگ آزمائی کا خیال آگیا وہ بھی ابن غسیل کے شریک ہو گئے۔ آتش جنگ
شدت سے مشتعل ہو گئی۔ اسی اثنا میں جنگ آزما و بہادر شہسواروں کی جماعت کو ساتھ
لیے ہوئے فضل نے اہل شام پر حملہ کر دیا۔ اور مسلم کی کرسی و تخت کی طرف بڑھے۔ مسلم کو
اوسی کے سراپردہ کے سامنے درمیان صف جنگ خادموں نے لا کر بٹھا دیا تھا۔ فضل
اوسکے تخت تک پہنچ گئے اون کے چہرہ کا رنگ سرخ تھا۔ تلوار اوٹھا کر وار کیا چاہتے تھے کہ

وہ چلّایا "یارو تم کہاں ہو یہ مرد سرخ رنگ مجھے قتل کئے ڈالتا ہے۔ اے نیک بی بیوں کے فرزندو۔ دوڑو اسے برچھیوں میں پرو لو" فضل کی طرف برچھیاں لیکر لوگ دوڑے وہ برچھیاں کھاکر گر پڑے۔ اسکے بعد مسلم کے سوار اور پیادے سب کے سب ابن غسیل کی طرف چلے۔ اور قریب پہنچ گئے۔ اس وقت مسلم گھوڑے پر سوار ہو کر اہل شام کا دل بڑھانے لگا۔ کہ "اے اہل شام تم حسب و نسب میں عرب سے بڑھ کر نہیں ہو۔ شمار میں اون سے زیادہ نہیں ہو۔ تمھارے بلاد اتنے وسیع نہیں ہیں۔ پھر بھی خدا نے تم کو یہ خاص مرتبہ عنایت کیا۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں تمھاری مدد کی۔ تمھارے اماموں کے دل میں تمھاری منزلت پیدا کردی۔ اس کا سبب محض یہی ہے۔ کہ تم لوگ طاعتگزار ہو اور اپنے دین پر قائم ہو۔ اور اس قوم نے اور جو جو ان کے مثل ہیں ان سب نے دین کو بدل ڈالا۔ خدا نے بھی انکی حالت کو بدل دیا۔ جس طاعتگزاری پر تم قائم ہو اوسے خوبی کے ساتھ پورا کردو کہ خدا بھی جو نصرت و غلبہ تم کو دے رہا ہے اوسے پورا کردے" یہ کہکر جہاں وہ تھا خیمہ پھر چلا آیا۔ سواروں کو حکم دیا گیا کہ ابن غسیل پر اور اونکے اصحاب پر حملہ کردیں۔ لیکن جب سوار اپنے گھوڑوں کو اہل مدینہ کی طرف بڑھاتے تھے وہ لوگ برچھیوں سے تلواروں سے وار پر وار کرتے تھے۔ گھوڑے بھڑک جاتے تھے۔ منتشر ہو جاتے تھے۔ رخ پھیر دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر مسلم نے پکار کر کہا "اے اہل شام خدا نے ان لوگوں کو تم سے بڑھ کر ثابت قدم میدان جنگ میں نہیں بنایا ہے۔ او حصین بن نمیر تو اپنی فوج کو لے کر میدان کارزار میں اوتر" حصین اہل حمص کو لیکر اہل مدینہ سے نبرد آزمائی کرنے کو چلا۔ ابن غسیل نے جب ان لوگوں کو دیکھا۔ کہ ہر ایک فوج اپنے اپنے علم کے ساتھ یورش کرنے کو آرہی ہے تو اپنے اصحاب میں یہ خطبہ پڑھا۔ "او گو جس طریقہ سے تمھیں جنگ کرنا مقصود تھا۔ وہی طریقہ تمھارے دشمن نے تم سے جنگ کرنیکا اختیار کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک ہی ساعت کے بعد تمھارے اور اونکے درمیان خدا فیصلہ کردیگا۔ تمھارے موافق ہو یا خلاف۔ سنو تم لوگ صاحب بصیرت ہو۔ دار الہجرت کے رہنے والے ہو۔ واللہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ بلاد اسلام میں سے کسی شہر کے لوگوں سے خدا اتنا خوش نہ ہوگا جتنا کہ تم لوگوں سے خوش ہے۔ اور بلاد عرب میں سے کسی شہر کے لوگوں پر خدا ایسا غضبناک نہ ہوگا جیسا ان لوگوں پر غضبناک ہے جو تم سے لڑنے آئے ہیں۔ تم سب کو

ایک دن مرنا ہے اور واللہ کسی طرح کی موت شہید ہو کر مرنے سے بہتر نہیں۔ لو شہادت کی دولت خدا نے تمہارے سامنے رکھ دی ہے اسے لوٹ لو۔ اور واللہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ جتنی تمہاری مرادیں ہوں سب پوری ہو جائیں۔ یہ کہہ کر علم لئے ہوئے بڑھے تھوڑی دور جا کر ٹھہر گئے۔ ابن نمیر بھی اپنا علم لئے ہوئے قریب آپہنچا۔ مسلم نے عبداللہ بن مضاہ کو پانسو تیر اندازوں کے ساتھ ابن غسیل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ تیروں کا مینہ اہل مدینہ پر برسنے لگا۔ ابن غسیل نے کہا آخر کب تک تیر کھایا کرو گے جسے بہشت میں چلنے کی جلدی ہو وہ اس علم کے ساتھ ہولے۔ یہ سنتے ہی جتنے جانباز تھے وہ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن غسیل نے کہا اپنے پروردگار کے حضور میں چلو۔ واللہ مجھے امید ہے کہ بس ایک ساعت کی دیر ہے کہ تمہاری آنکھیں خنک ہو جائیں گی۔ یہ سنکر سب جنگ پر آمادہ ہو گئے ایک ساعت تک ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ اوس زمانہ میں کم ہوئی ہوگی۔ ابن غسیل نے اپنے فرزندوں کو ایک ایک کر کے میدان جنگ میں بھیجا۔ سب اونکے سامنے قتل ہو گئے وہ خود رجز پڑھتے جاتے تھے ...... اور شمشیر زنی کر رہے تھے۔ اسی طرح قتل ہو گئے۔ انکے برادر اخیافی محمد بن ثابت انہیں کے ساتھ قتل ہوئے۔ یہ کہتے تھے اگر کفار دیلم مجھے قتل کرتے تو میں ایسا خوش نہ ہوتا جیسا ان لوگوں کے ہاتھ سے قتل ہو جانے میں بہت خوش ہو رہا ہوں۔ انہیں کے ساتھ محمد بن حزم انصاری بھی قتل ہوئے۔ انکی لاش پر مروان بن حکم گذرا[1]۔ لاش سے خطاب کر کے کہنے لگا۔ خدا تم پر رحم کرے میں نے کتنے ہی ستونوں کے پاس تمہیں طولانی نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ روایت ہے کہ مسلم کرسی پر بیٹھا تھا لوگ کرسی کو اٹھائے ہوئے پھرتے تھے اسی ہیئت سے وہ ابن غسیل سے جنگ حرہ میں قتال کر رہا تھا اور یہ رجز پڑھتا جاتا تھا[2] احیا اباہ هاشم بن حرملة ۔ یوم الهباتین و یوم اليعملة ۔ جنگ ہباتین و جنگ یعملہ میں ہاشم بن حرملہ نے اپنے باپ کا نام روشن کیا۔ كل الملوك عنده مغرملة۔

---

[1] طبری میں یہ فقرہ اسکے بعد ہے "کانہ برطیل من فضۃ یعنی مروان ایک چاندی کی چٹان معلوم ہوتا تھا" شاید اوس کے گھوڑے کا ساز نہایت چمک دمک کا نظر آ رہا ہوگا۔ ابن اثیر نے بھی اس فقرہ کو چھوڑ دیا۔ ع ح

[2] ابن اثیر نے ان اشعار کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ع ح

ورجمہ للوالدات مثکلہ۔ لوگ اوسکے سامنے لاش کا ڈھیر ہیں۔ اوسکی برچھی ماؤں کو
بیٹوں کے غم میں رولاتی ہے۔ لا یبث القتیل حتی یجدلہ۔ یقتل ذا الذنب ومن لا ذنب لہ
وہ کشتوں کو خاک پر لٹاتا ہے۔ گناہگار اور بے گناہ دونوں کو قتل کرڈالتا ہے"
محمد بن سعد دفاعیہ ابھی اس جنگ میں تیغ زنی کر رہے تھے۔ جب لوگ پسپا ہونے لگے پہلے تو
یہ بھاگنے والوں ہی کو تلواریں مارنے لگے۔ آخر خود ہی بھاگے۔ مسلم نے تین دن تک مدینہ
کی لوٹ شامیوں کو مباح کردی۔ لوگوں کو قتل کرتے پھرتے تھے اور اونکا مال لوٹ لیتے تھے۔
صحابہ میں سے جو لوگ مدینہ میں تھے ہراساں ہوئے۔ ابوسعید خدری شہر سے نکل کر پہاڑ کی
کھوہ میں جاکر چھپے۔ ایک شامی نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ وہ تلوار کھینچے ہوئے اوس غار تک
پہنچا۔ خدری نے بھی اوسکے دھمکانیکے لئے تلوار کھینچ لی کہ شاید بے لڑے ہوئے پلٹ جائے۔
اوس پر کچھ اثر نہ ہوا بڑھتا چلا آیا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو اپنی تلوار میان میں
رکھ لی۔ اوس سے کہا اگر تو میرے قتل کرنے کو ہاتھ اوٹھائیگا تو میں تیرے قتل کرنیکو ہاتھ اوٹھانے
والا نہیں۔ میں پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔ اوس نے پوچھا خدا تمھارا بھلا کرے تم کون شخص ہو۔
کہا میں ابوسعید خدری ہوں اوس نے کہا صاحب رسول اللہ ؐ کہا کہ ہاں۔ یہ سنکر وہ چلا گیا۔
مسلم نے مقام قبا میں بیعت کرنیکے لئے لوگوں کو بلایا۔ قریش میں سے یزید بن زمعہ اور
محمد بن ابی الجہم کے لئے اور معقل بن سنان کے لئے بھی امان طلب کی گئی تھی۔ لڑائی کے
ایک دن بعد یہ تینوں شخص مسلم کے پاس لائے گئے۔ مسلم نے دونوں قرشیوں سے
بیعت کرنے کو کہا۔ اونھوں نے کہا ہم کتاب خدا اور سنت رسول اللہ ؐ پر تجھ سے بیعت
کرتے ہیں۔ مسلم نے جواب دیا واللہ میں تمھاری اس بات کو ہرگز نہیں معاف کرونگا۔
اسکے بعد وہ دونوں سامنے لائے گئے۔ اور دونوں کی گردن ماری گئی۔ مروان نے
کہا سبحان اللہ دو قرشی اس لئے لائے گئے تھے کہ اون کو امان ملیگی تو اونھیں قتل
کرتا ہے۔ مسلم نے مروان کی کمر میں چھڑی کی نوک کو چبھو کر کہا۔ واللہ اگر تو بھی وہ کلمہ کہے
جو ان دونوں نے کہا۔ تو تلوار کی چمک سے تیری آنکھیں بھی خیرہ کردی جائیں گی۔ اسکے
بعد معقل بن سنان کو مسلم کے سامنے لوگ لیکر آئے۔ اور پہلے مسلم اس کے دوستوں
میں تھا مسلم نے کہا مرحبا یا ابی محمد خوش آمدید ابو محمد۔ معلوم ہوتا ہے تم اس وقت پیاسے ہو۔
معقل نے کہا ہاں پیاسا ہوں۔ مسلم نے کہا دیکھو میرے ساتھ جو برف آئی ہے وہ

شہد میں ڈال کر شربت بنا کر انکے لیے لاؤ۔ شربت آیا معقل نے پیکر کہا سقانی اللہ من شراب الجنۃ۔ مسلم نے جواب دیا۔ ہاں واللہ اب تجھے تسنیم جہنم کے سوا کبھی کچھ پینا نصیب نہ ہو گا۔ اوس نے کہا خدا کا اور صلۂ رحم کا میں تجھے واسطہ دیتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا۔ مجھ سے تجھ سے مقام طبریہ میں جس شب کو تو یزید سے رخصت ہو کر نکلا ہے ملاقات ہو چکی ہے۔ میں نے تجھے یہ کہتے سنا کہ مہینہ بھر کا ہم نے سفر کیا اور یزید کے پاس سے خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں۔ اب ہم مدینہ میں جا کر اس فاسق کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔" بھلا غطفان و اشجع کو عزل و نصب خلافت میں کیا دخل ہے۔ میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب کسی جنگ میں تیرے قتل کرنیکا موقع پاؤنگا ضرور تجھے قتل کرونگا" یہ کہکر مسلم نے حکم دیا کہ معقل کو قتل کر دو اور وہ قتل ہو گیا۔ پھر یزید بن وہب کو مسلم کے سامنے لائے۔ مسلم نے اوس سے کہا کہ بیعت کر۔ اوس نے کہا میں سنت عمر پر تم سے بیعت کرونگا۔ کہا واللہ میں تیرے قصور کو معاف نہ کرونگا۔ مروان اور ابن وہب میں کچھ عزیزی و دامادی کا رشتہ تھا۔ اس سبب سے مروان نے کچھ سفارش کی۔ مسلم نے حکم دیا کہ مروان کا گلا گھونٹ ڈالو۔ خادموں نے گلا اوسکا دبا دیا۔ اور مسلم نے کہا تم لوگ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب کے سب یزید بن معاویہ کے غلام ہو" اسکے بعد ابن وہب کے قتل کا حکم دیا وہ قتل ہو گیا۔ اسکے بعد علی بن حسین کو مسلم کے سامنے لائے۔ علی بن حسین نے مروان کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔ کہ جس زمانہ میں بنی امیہ مدینہ سے نکالے گئے ہیں۔ انھوں نے مروان کے مال و متاع کو اور اوسکی زوجہ ام ابان بنت عثمان کو لٹنے سے بچا لیا تھا اور اپنے یہاں انھیں پناہ دی تھی۔ پھر جب ام ابان طائف کی طرف روانہ ہوئیں، تو علی بن حسین نے اونکی حفاظت کے لئے اپنے فرزند عبد اللہ کو اونکے ساتھ کر دیا تھا اور مروان نے اس احسان کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ علی بن حسین اس وقت مروان و عبد الملک کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مسلم کے سامنے آئے کہ یہ دونوں شخص انکے لئے مسلم سے امان کی سفارش کریں گے۔ غرض مسلم کے پاس آ کر ان دونوں شخصوں کے بیچ میں علی بن حسین بیٹھ گئے۔ مروان نے شربت پینے کو مانگا مطلب یہ تھا کہ مسلم کے دل میں جگہ پیدا کرے۔ شربت آیا تو مروان نے تھوڑا سا پیکر علی بن حسین کو دے دیا۔ انکے ہاتھ میں شربت کا پیالہ دیکھکر مسلم نے کہا۔ ہمارے یہاں کا شربت تم نہ پیو۔ علی بن حسین کے ہاتھ میں رعشہ سا پیدا ہو گیا۔ انھیں اندیشہ ہوا کہ مجھے یہ قتل کرے گا۔

وہ اوسی طرح ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے رہ گئے۔ نہ پیتے ہیں نہ ہاتھ سے پیالہ رکھتے تھے۔ اب مسلم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم ان دونوں کو ساتھ لئے ہوئے اس لیے آئے تھے کہ مجھ سے امان مل جائے گی۔ واللہ اگر انھیں دونوں کا واسطہ ہوتا تو میں تمھیں قتل ہی کرتا۔ لیکن امیرالمومنین نے تمھاری سفارش مجھ سے کر دی تھی۔ اور مجھ سے بیان کیا تھا کہ تم نے امیرالمومنین کو خط لکھا ہے۔ یہی امر تمھارے حق میں بہتر ہوا۔ اب تمھارا جی چاہے اسی شربت کو پیو یا کہو تو اور شربت تمھارے لئے منگاؤں۔ کہا میں اسی شربت کو جو میرے ہاتھ میں ہے پیے لیتا ہوں۔ کہا اچھا یہی پی لو۔ شربت پی لیا تو کہا یہاں میرے پاس آ کر بیٹھو۔ علی بن حسین پاس جا کر بیٹھ گئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب علی بن حسین کو مسلم کے پاس لائے تو پوچھا یہ کون ہیں کہا علی بن حسین کہا تشریف لائیے تشریف لائیے۔ اور اونکو اپنی قالین اور تخت پر اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ اور کہنے لگا امیرالمومنین نے تمھارے باب میں پہلے ہی مجھ سے کہہ سن لیا ہے۔ وہ تو کہتے تھے کہ یہ باطن لوگوں نے تمھارے ساتھ سلوک کرنے سے مجھے دور رکھا!! پھر کہنے لگا یہاں آنے سے تمھارے اہل و عیال کو تشویش ہو رہی ہوگی۔ کہا واللہ یہی بات ہے۔ اوس نے اپنی سواری کا گھوڑا منگایا اوس پر ساز ڈالا گیا۔ اونھیں گھوڑے پر سوار کر کے واپس کیا۔ اسکے بعد عمرو بن عثمان کو مسلم کے سامنے لائے۔ یہ بنی امیہ کے ساتھ مدینہ سے نہیں نکلے تھے۔ مسلم ان کو دیکھ کر پکارا اے اہل شام اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا کہ نہیں۔ کہا یہ ایک طیب و طاہر کا خبیث فرزند ہے یہ امیرالمومنین عثمان کا بیٹا عمرو ہے۔ تعجب ہے اے عمرو کہ اہل مدینہ کا غلبہ دیکھو تو تم کہو کہ میں بھی تمھیں میں سے ہوں۔ اور اہل شام کا غلبہ دیکھو تو کہو کہ میں تو امیرالمومنین عثمان کا فرزند ہوں" یہ کہہ کر مسلم نے اونکی ڈاڑھی نچوا ڈالی۔ پھر اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسکی ماں اپنے منہ میں گوبر کے بدبو کیڑے کو رکھ کر کہہ کرتی تھی امیرالمومنین بوجھو میرے منہ میں کیا ہے۔ اور منہ میں اوسکے ایسی ناگوار و قابل نفرت چیز ہوتی تھی۔ پھر عمرو کو اوس نے رہا کر دیا۔ انکی والدہ قبیلہ دوس کی تھیں۔ واقعہ حرہ بدھ کے دن ذی الحجہ کی اٹھائیسویں یا شاید ستائیسویں تاریخ واقع ہوا۔ ۶۳ھ میں ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ابھی تک یہ پناہ گیر کہلاتے تھے اور امر خلافت کا مدار شوریٰ پر لوگ سمجھتے تھے۔ محرم کی چاندرات کا ذکر ہے کہ مسور بن مخرمہ کا غلام آزاد سعید مکہ میں وارد ہوا۔ اوس نے آ کر سب سے بیان کیا کہ

مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا کیا اور یہ لوگ اوس سے کیونکر پیش آئے۔ اس واقعہ کو سب لوگ امر عظیم سمجھے۔ اسکو شہر میں مشہور کر دیا۔ اور سب نے بہت جد و جہد کی۔ سامان جنگ میں مشغول ہوئے۔ سمجھ گئے کہ مسلم اودھر بھی ضرور آئیگا۔ اور اہل مدینہ کے شیوخ بیان کرتے ہیں کہ جب معاویہ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو یزید کو بلایا۔ اوس سے کہا کہ تجھ سے اہل مدینہ ضرور لڑینگے۔ وہ ایسا کریں تو مسلم بن عقبہ کو اون سے لڑنے بھیجنا میں اس شخص کی خیر خواہی سے خوب واقف ہوں" پھر معاویہ کے ہلاک ہونے کے دنوں میں ایک گروہ مدینہ سے اونکے پاس وارد ہوا۔ اس مجمع میں عبداللہ بن حنظلہ بھی تھے۔ یہ بڑے شریف و فاضل سردار و عبادت گزار شخص تھے۔ انکے آٹھ بیٹے انکے ساتھ تھے۔ معاویہ نے ایک لاکھ درہم ان کو اور ہر ہر لڑکے کو دس دس ہزار عطا کئے۔ اسکے علاوہ سب کو خلعت اور باربرداری کا سامان دیا۔ عبداللہ بن حنظلہ مدینہ میں واپس آئے تو سب نے پوچھا کہو کیا خبر ہے۔ کہا ایک ایسے شخص کے پاس سے میں آرہا ہوں کہ واللہ اگر میں کسی کو اپنے بیٹوں کے سوا شریک و معین اپنا نہ پاؤں جب بھی اس سے جہاد کرونگا۔ کہا ہم نے تو سنا ہے کہ اونھوں نے تم کو عطایا و انعامات دیے۔ اور بہت تمھاری خاطر اور مدارات کی۔ کہا ہاں اونھوں نے ایسا ہی سلوک کیا ہے اور میں نے اس لئے قبول کر لیا کہ اپنی قوت بڑھاؤں" پھر ابن حنظلہ نے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور سب نے اون سے بیعت کر لی۔ یزید کو اسکی خبر ہوئی اوس نے مسلم کو انکے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اور اہل مدینہ نے یہاں سے لیکر شام تک جتنے کنویں تھے سب میں قطران کی مشکیں ڈلوا دیں یا پاٹ دیے۔ اہل شام کے لئے خدا نے بارش بھیجدی کہ اونکو کسی کنویں میں ڈول ڈالنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو انکے مقابلہ میں شہر سے بڑی بڑی جمعیتیں نکلیں۔ ان کی سی ہیئت اور ہیبت پہلے کسی نے نہ دیکھی تھی۔ اہل شام پر کسی قدر رعب چھا گیا۔ ان سے لڑنا اون کو ناگوار ہوا اور مسلم اس وقت بہت بیمار تھا۔ ابھی لڑائی ہو رہی تھی کہ انکے پس پشت ناف شہر سے تکبیر کی آوازیں آنے لگیں۔ ہوا یہ کہ بنی حارثہ نے انکے مقابلہ میں اہل شام کو راستہ دیدیا اور یہ سب لوگ خندق پر لڑ رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو شکست ہوئی۔ اور سب سے زیادہ خندق میں لوگ قتل ہوئے۔ سب بھاگے اور شامیوں کے دل کے دل مدینہ میں گھس آئے۔ اس وقت عبداللہ بن حنظلہ اپنے ایک بیٹے کے سہارے پر سو رہے تھے۔

نفیر خواب بلند تھی۔ اونکے فرزند نے جگا دیا۔ آنکھ کھول کے دیکھا کہ لوگ بھاگ رہے ہیں۔ اپنے فرزند اکبر کو لڑنیکا حکم دیا۔ وہ نکلے لڑے قتل ہوگئے۔ آخر مسلم مدینہ میں داخل ہوا۔ اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمھاری جان و مال واہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے اون سے پیش آئے۔

سنہ ۶۴ شروع ہوا

مسلم مدینہ والوں سے جب فارغ ہوا اور اوسکے لشکر والے تین دن تک شہر کو لوٹ چکے۔ تو ان سب کو ساتھ لیکر مکہ کا رخ کیا۔ مدینہ میں روح بن زنباع عمرو بن محرز کو اپنا جانشین کر گیا۔ مسلم یہاں سے روانہ ہوا اور مقام مشلل تک آخر محرم سنہ ۶۴ میں پہنچا تھا کہ اوسکو موت آگئی۔ مرتے وقت حصین بن نمیر کو بلا کر کہا اے ابن پالان خر اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو واللہ تجھے میں اس لشکر کا رئیس نہ کرتا۔ لیکن میرے بعد تجھے امیر المومنین نے رئیس لشکر مقرر کر دیا ہے۔ اور امیر المومنین کا حکم ٹل نہیں سکتا۔ چار باتیں میں تجھ سے کہے دیتا ہوں اسے سن رکھ۔ بہت جلد روانہ ہو۔ اور جلد لڑائی کو شروع کر۔ سب خبروں کو پوشیدہ رکھ۔ قریش میں سے کسی کی بات نہ سن۔ اسکے بعد وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کر دیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ مسلم ابن زبیر سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ جب اوس کوہستانی چڑھائی تک پہنچا جسے ہرشا کہتے ہیں تو مرنے کا وقت آگیا۔ تمام سران فوج کو اس نے بلا بھیجا اور یہ کہا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ اگر میرا وقت پورا ہو جائے تو تم سب پر حصین بن نمیر کو اپنا جانشین کر دوں۔ واللہ میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں ایسا نہ کرتا۔ لیکن مرتے وقت امیر المومنین کے حکم کی مخالفت کرنا مجھے گوارا نہیں" پھر ابن نمیر کو بلا کر کہا اے ابن پالان خر دیکھ میری وصیت کو یاد رکھنا۔ خبروں کو چھپائے رکھنا۔ کسی قریشی کی بات کبھی نہ سننا۔ اہل شام کو دشمنوں کے مقابلہ سے نہ ہٹنے دینا۔ ابن زبیر فاسق سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ نہ توقف کرنا" اسکے بعد کہا خدایا دو با شہادت لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کے بعد اہل مدینہ کے قتل کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل خیر ایسا میں نے نہیں کیا جس پر مجھے ناز ہو اور جس پر آخرت میں مجھے بھروسا ہو" پھر بنی مرہ سے کہا کہ حوران میں جو میری کھیتی ہے وہ میں نے خاندان مرہ کے لئے خیرات کی۔ اور فلاں عورت (ام ولد) کے گھر میں جو کچھ میرا مال متفرق ہے وہ سب اوسی کا ہے"

وصیت کے پیشتر ہی مسلم نے کہہ دیا تھا کہ میرے بیٹے کو یہ گمان ہے کہ ام ولد نے مجھے زہر دیا ہے۔ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ یہ پیٹ کی ایک بیماری ہے کہ ہمارے خاندان والوں کو ہوا کرتی ہے۔"

مکہ پر چڑھائی

مسلم مر گیا تو ابن نمیر لشکر کو لئے ہوئے ابن زبیر سے لڑنے کو مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور یہاں تمام اہل مکہ و اہل حجاز ان سے بیعت کر چکے تھے۔ اور مدینہ کے سب لوگ بھی انکی طرف چلے آئے تھے۔ نجدہ بن عامر بھی خارجیوں کی ایک جماعت کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ کے بچانے کے لئے ان سے آ ملا تھا۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی منذر سے کہا کہ تمہارے سوا ان لوگوں سے لڑنے کے لئے اور اس کام کے واسطے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ منذر واقعہ حرہ میں بھی شریک تھا پھر ان سے آ ملا۔ ابن زبیر نے اپنے بھائی منذر کو کچھ لوگوں کے ساتھ قتال کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ایک ساعت تک اس نے بہت شدید جنگ کی۔ اسی اثنا میں ایک شامی نے اسے اپنے مقابلہ میں بلایا۔ شامی خچر پر سوار تھا۔ منذر اسکی طرف بڑھا۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑ گئے۔ دونوں بیجان ہو کر زمین پر گر پڑے۔ عبداللہ بن زبیر دونوں زانو ٹیک کر کھڑے ہوئے اور کہا یارب[1] ابرهما من اصلها وشتتها اور وہ اپنے بھائی کے قاتل کو کوس رہے تھے۔ اسکے بعد اہل شام نے بہت سخت حملہ کیا۔ ابن زبیر کے اصحاب کچھ بھاگ گئے۔ اونکے خچر نے ٹھوکر کھائی۔ کہنے لگے دور ہو اور اوسکی پشت پر سے اوتر پڑے۔ اور اپنے اصحاب کو پکارا کہ ادھر آؤ ادھر آؤ۔ انکی آواز سنکر مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمن پلٹ پڑے۔ اور جنگ کرنے لگے اور آخر یہ سب لوگ قتل ہو گئے۔ انکے ساتھ ابن زبیر ثابت قدم رہے۔ رات ہوئے تک ان سب کو قتال پر آمادہ کرتے رہے۔ اسکے بعد دشمن پلٹ گئے۔ اور یہ پہلے حصار کا واقعہ تھا جو لکھا گیا۔ اسکے بعد اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک ابن زبیر سے جدال و قتال کرتے رہے۔ ربیع الاول ٦٤ھ کی تیسری تاریخ روز شنبہ ان لوگوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی۔ اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے خطارة مثل الفنيق المزبد۔ نرمی بها اعواد هذا المسجد "یہ منجنیق ایک شتر مست ہے کہ ہم اس سے کعبہ پر نشانے لگا رہے ہیں" عمرو بن حوط سدوسی یہ کہتا جاتا تھا ۔۔

---

[1] ابن اثیر نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ معنی یہ معلوم ہوتے ہیں کہ اے پروردگار ہم جنگ کی اصلاح کر اور ان سے متفرق کر دے ١٢

کیف تری صنیع ام فروة ۔ تاخذهم بین الصفا والمروة

ذرا ام فروہ کو دیکھنا کہ صفا و مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے ۔"

ام فروہ اوس نے منجنیق کا نام رکھا تھا ۔ مشلل میں مسلم کے دفن ہونیکے بعد ابن نمیر محرم کی تیئیسویں (۲۳) کو مکہ کی طرف روانہ ہوا ۔ اور محرم کی چھبیسویں (۲۶) کو مکہ میں پہنچا ۔ چونسٹھ دن تک ابن زبیر کا محاصرہ کئے رہا ۔ غرۂ ربیع الآخر کو یزید کے مرنے کی خبر سنکر محاصرہ اوٹھالیا ۔

خانۂ کعبہ کے جلنے کا واقعہ یزید کے مرنے سے اونتیس دن پیشتر ہوا ۔ لوگ گرداگرد آگ سلگایا کرتے تھے ۔ ہوا چلی ایک چنگاری اوڑکر غلاف کعبہ پر جا پڑی ۔ غلاف جلا ۔ چوبینہ جل گیا ۔ روز شنبہ ربیع الاول کی تیسری کو یہ واقعہ گذرا ۔ عروہ بن اذینہ اپنی ماں کے ساتھ اوسی دن مکہ میں آئے تھے ۔ اونھوں نے کعبہ کو بے لباس اور رکن حطیم کو جھلسا ہوا اور تین جگہ سے تڑکا ہوا دیکھکر لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا مصیبت کعبہ پر آئی ۔ اونھوں نے ابن زبیر کے اصحاب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس شخص کے سبب سے یہ حادثہ ہوا ۔ اس نے برچھی کی نوک سے ایک انگارہ کو اوٹھایا ۔ ہوا اوسے اوڑا لے گئی ۔ غلاف کعبہ میں رکن یمانی و اسود کے درمیان آگ لگ گئی ۔ ایک روایت ہے کہ یزید کی وفات قریۂ حوارین میں ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کی چودھویں کو اڑتیس برس کے سن میں واقع ہوی ۔ زہری نے اونتالیس برس لکھے ہیں ۔ اور تین برس چھ مہینے یا آٹھ مہینے اس نے حکومت کی اور اسکے بیٹے معاویہ بن یزید نے جنازہ کی نماز پڑھی ۔ ایک روایت یہ ہے کہ تینتیس برس چھ مہینے کے سن میں غرۂ رجب سنہ ۶۰ھ میں یزید خلیفہ ہوا ۔ دو برس آٹھ مہینے اوس نے حکومت کی ربیع الاول سنہ ۶۳ھ کی چودھویں تاریخ ۳۵ برس کی عمر میں اوس نے وفات پائی ۔ اسکی ماں میسون بنت بجدل کلبی ہے ۔

اسکا ایک بیٹا معاویہ ہے ۔ ابو لیلی اوسکی کنیت ہے ۔ اسی کے باب میں شاعر کہتا ہے ؎

انی اری فتنة تغلی مراجلها ۔ والملك بعد ابی لیلی لمن غلبا

دیکھیے فتنہ و فساد کی ہنڈیا پک رہی ہے ۔ ابو لیلی کے بعد بادشاہی اوسی کو ملے گی جو غالب آجائے گا"

ایک اور بیٹا اسکا خالد ہے جسکی کنیت ابو ہاشم ہے ۔ کہتے ہیں کہ یہ کیمیا بنا لیتا تھا ۔ اسکی ماں ام ہاشم بنت ابو ہاشم بن عتبہ ہے ۔ یزید کے بعد مروان نے اوسے زوجہ بنا لیا ۔

ایک اور بیٹا یزید کا عبداللہ ہے۔ یہ اپنے زمانہ کا بڑا تیر انداز تھا۔ اسکی ماں ام کلثوم بنت اسوار ہے اور عبداللہ اصغر و عمر و ابو بکر و عتبہ و حرب و عبدالرحمٰن و ربیع و محمد چھوکریوں کے پیٹ سے ہیں۔

اسی سال یزید کے بعد شام والوں نے معاویہ بن یزید سے اور حجاز والوں نے عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرلی۔ حصین بن نمیر اہل شام کو لئے ہوئے چالیس دن تک ابن زبیر سے لڑتا رہا۔ اور محاصرہ اوسکا بہت شدید ہوگیا تھا۔ ابن زبیر اور انکے اصحاب تنگ آگئے تھے۔ کہ یزید کے مرنے کی خبر ابن زبیر کو ہوگئی اور ابن نمیر اور اوسکا سارا لشکر اس واقعہ سے ناواقف تھا۔ دونوں لشکروں میں تلوار چل رہی تھی جب یہ خبر ابن زبیر کو پہنچی۔ انھوں نے پکار کر اہل شام سے کہا لو تمھارا طاغوت ہلاک ہوگیا۔ اب تم میں سے جسکا جی چاہے اس بیعت میں شریک ہوجائے جو بیعت یہاں کے لوگوں نے کی ہے۔ جسے یہ منظور نہ ہو وہ شام کو چلا جائے۔" یہ سنکر اہل شام نے ابن زبیر پر حملہ کردیا۔ ابن زبیر نے ابن نمیر سے کہا میرے قریب آ میں تجھ سے کچھ باتیں کرونگا۔ وہ قریب آیا اور یہ اوس سے باتیں کررہے تھے کہ دونوں گھوڑوں میں سے کسی گھوڑے نے لید کی۔ حرم کے کبوتر لید پر گرے۔ ابن نمیر اپنے گھوڑے سے کبوتروں کو بچانے لگا۔ ابن زبیر نے پوچھا یہ کیا کرتے ہو۔ کہا ایسا نہ ہو حرم کا کوئی کبوتر گھوڑے کی ٹاپ سے کچل جائے۔ کہا واہ کبوتر کے قتل سے تو پرہیز ہے اور مسلمانوں کے قتل پر تو آمادہ ہے۔ کہا اب میں تم سے نہیں لڑونگا۔ تم اجازت دو کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کرکے چلے جائیں۔ انھوں نے اجازت دے دی اور وہ سب لوگ چلے گئے۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ ابن زبیر سے یزید کی موت کا حال سنکر شامیوں میں کسی کو یقین نہ آیا۔ وہ اوسی طرح محاصرہ کئے رہے۔ اسی اثنا میں ثابت بن قیس نخعی رؤسائے اہل عراق کے ساتھ کوفہ سے مکہ میں وارد ہوا۔ اور ابن نمیر سے اس نے ملاقات کی۔ ان دونوں میں دوستی بھی تھی اور رشتۂ ازدواج بھی۔ ابن نمیر نے اسے معاویہ کی صحبت میں بھی دیکھا تھا وہ اسکے فضل و شرف و اسلام سے خوب واقف تھا۔ ثابت سے ابن نمیر نے یزید کے مرنے کی خبر پوچھی۔ اوس نے بیان کیا کہ یزید مرگیا۔ ابن نمیر نے یہ سنکر ابن زبیر سے کہلا بھیجا۔ کہ آج رات کو مقام ابطح میں مجھ سے ملاقات کرنا۔ دونوں یکجا ہوئے تو کہا۔ " اگر یزید مرگیا تو تم سے زیادہ کوئی خلافت کا حق نہیں۔ آؤ ہم تم سے بیعت کریں

اسکے بعد میرے ساتھ شام چلو۔ یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے اسمیں شام کے تمام رؤسا و سرہنگ شامل ہیں۔ واللہ دو شخص بھی تمہاری بیعت سے انکار نہ کریں گے۔ شرط یہ ہے کہ سب کو تم امان دیکر مطمئن کر دو۔ اور ہمارے تمہارے درمیان اسکے سوا ہم میں اور اہل حرہ میں جو خوں ریزی ہوی ہے اس سے چشم پوشی کرو" [۱] عمرو بن سعید کہا کرتے تھے کہ ابن زبیر کو ان لوگوں سے بیعت لینے اور انکے ساتھ شام جانے سے بس شگون و فال نے روک لیا۔ مکہ وہ مقام تھا جہاں خدا نے ان کو محفوظ رکھا..... [۲] واللہ اگر ابن زبیر اہل شام کے ساتھ شام میں چلے گئے ہوتے تو وہاں دو شخص بھی انکی بیعت سے انکار نہ کرتے" بعض قریش کو خیال ہے کہ ابن زبیر نے کہا۔ میں اور اس خوں ریزی سے چشم پوشی کروں۔ نہیں واللہ۔ اگر ایک ایک شخص کے عوض میں دس دس آدمیوں کو میں قتل کروں جب بھی مجھے چین نہ آئیگا۔ ابن نمیر اون سے چپکے چپکے باتیں کرتا تھا اور ابن زبیر پکار پکار کر کہتے جاتے تھے۔ "نہیں واللہ مجھ سے یہ نہ ہوگا" آخر ابن نمیر نے کہا۔ "اب بھی اگر کوئی تم کو ذی فن اور لسان کے لقب سے یاد کرے تو خدا اوس سے سمجھے۔ ارے میں تو جانتا تھا کہ تم کچھ عقل رکھتے ہو۔ تم کو اتنی بھی عقل نہیں کہ میں تو تم سے چپکے سے ایک بات کہوں اور تم پکار پکار کر اوسکا جواب دو میں تم کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں اور تم مجھے قتل و قصاص کی دھمکی دیتے ہو" یہ حصین بن نمیر یہ کہہ کر اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور نکل کر لوگوں کو پکارا۔ اور سب کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابن زبیر کو اب پشیمانی ہوی کہ یہ میں نے کیا کیا۔ ابن نمیر کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ کہ شام تو میں نہیں جاؤنگا لیکن تم لوگ مجھ سے بیعت کر لو میں تم کو امان دیتا ہوں۔ اور تمہارے ساتھ عدل سے پیش آؤنگا۔ ابن نمیر نے کہا یہ تو بتاؤ کہ تم خود تو پیچھے رہے جاتے ہو اور میں گیا شام میں۔ وہاں جاکر خاندان بنی امیہ کے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ خلافت کا دعوے کر رہے ہیں۔ اور بہت سے لوگ اونکی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ تو اوس وقت میں کیا کرونگا۔ غرض سب کو ساتھ لئے ہوئے ابن نمیر مدینہ میں پہنچا۔ علی بن حسین اوسکے استقبال کو اپنے ساتھ جو اور چارہ لے کر نکلے۔ ابن نمیر کے راہوار

---

۱ یہ روایت کچھ بے ربط ہے ابن اثیر نے اسے ترک کیا ہے۔ مترجم

۲ یہاں طبری میں یہ فقرہ ہے "وکان ذلك من جند مروان" ابن اثیر نے چھوڑ دیا ہے۔ مترجم

گھوڑے کے لئے دانہ چارہ نہ تھا اوسے ان چیزوں کی سخت ضرورت تھی۔ غلام کو گالیاں دے رہا تھا۔ کہہ رہا تھا اب میرے گھوڑے کے لئے کہاں سے اس وقت چارہ آئیگا۔ علی بن حسین نے اوسے سلام کیا تو وہ اسکا بھی کچھ خیال نہ کرتا۔ انھوں نے کہا میرے ساتھ دانہ چارہ ہے اپنے گھوڑے کے لئے اس میں سے لے لے۔ اب وہ انکی طرف متوجہ ہوا۔ اور حکم دیا کہ آپ سے چارہ لے لو۔

اہل مدینہ اور اہل حجاز کی جرأت شامیوں پر زیادہ ہوگئی تھی۔ اون کی نظر میں اہل شام بہت ذلیل ہوگئے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جہاں کوئی شامی اکیلا مل گیا اوسکے گھوڑے کی لگام پر ہاتھ ڈال دیا۔ گھوڑا اوسکا چھین لیا اور اوسے نکال دیا۔ یہ سب اس ڈر سے اپنے لشکرہی میں رہتے تھے چھاونی سے نکلتے ہی نہ تھے۔ بنی امیہ نے ان سے کہا ہم کو بھی اپنے ساتھ شام میں لے چلو ہمیں یہاں چھوڑکر نہ جاؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سب کو لئے ہوئے شام میں پہنچے۔ یہاں یزید وصیت کر گیا تھا کہ اوسکے بعد معاویہ بن یزید سے لوگ بیعت کریں۔ تین مہینے یا چالیس دن یہ زندہ رہا اور دمشق میں اوس سے بیعت ہوئی۔ ابو عبد الرحمن اس کی کنیت تھی اور ابولیلی بھی اسے کہتے ہیں۔ تیرہ برس اٹھارہ دن کی عمر میں اسکی وفات ہوئی۔

اہل بصرہ وکوفہ کا ابن زیاد سے بیعت کرنا اور توڑنا

اسی سال بصرہ کے لوگوں نے ابن زیاد سے اس بات پر بیعت کی کہ وہ انکا امیر اوس وقت تک رہے جب کہ لوگوں میں صلح ہو اور کوئی امام اپنا وہ سب ملکر مقرر کریں۔ ابن زیاد نے اب کوفہ میں ایلچی روانہ کیا کہ اہل کوفہ بھی بصرہ والوں کے ساتھ شریک ہوجائیں۔ اہل کوفہ نے انکار کیا اور جو اونکا حاکم اس وقت تک تھا اوسے پتھر مارے۔ اسکے بعد اہل بصرہ نے بھی ابن زیاد سے مخالفت کی۔ اور فتنۂ عظیم برپا ہوا۔ اور ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

یزید جب ہلاک ہوگیا تو ضحاک بن قیس نے (شام سے) قیس ابن ہیثم کو (عراق میں) یہ خط لکھا۔ سلام علیک ہم تم بھائی بھائی ہیں یزید مرگیا۔ جب تک ہم کسی کو انتخاب نہ کرلیں تم کو ہم پر سبقت نہ کرنا چاہئے،، یہاں یزید کے بعد ابن زیاد نے لوگوں کے

سامنے یہ خطبہ پڑھا پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور کہا اہل بصرہ میرے نسب کا خیال کرو۔ واللہ تم جانتے ہو کہ میرے والد نے تم لوگوں کی طرف ہجرت کی۔ میری ولادت کی جگہ اور میرا وطن تمھیں لوگ ہو۔ میں جب تمھارا امیر مقرر ہوا تو دفتر میں اہل سیف ستر ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور اب اسی ہزار ہیں۔ اور اہل قلم و کارگذار دفتر کے رو سے نوے ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور اب ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں۔ اور کوئی ایسا تمھارا بدخواہ جسکا تمھیں خوف ہو میں نے نہیں چھوڑا۔ وہ سب کے سب تمھارے محبس میں ہیں۔ سنو امیر المومنین یزید نے وفات پائی۔ اور اہل شام میں جھگڑا پڑ گیا ہے۔ تمھارا شمار اس وقت سب سے زیادہ ہے۔ تمھارا میدان سب سے بڑھ کر وسیع ہے۔ تمھیں کسی کی پروا نہیں۔ تمھارا ملک بہت بڑا ہے۔ اپنے دین اور اپنی جماعت کے لئے جس شخص کو مناسب سمجھو اوسے انتخاب کرو۔ جسے تم انتخاب کروگے سب سے پہلے میں اوسکا تابع فرمان اور اوس سے خوش رہونگا۔ اسکے بعد اگر اہل شام کسی ایسے شخص کو انتخاب کریں جسے تم بھی پسند کرو۔ تو تم بھی تمام مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو جانا۔ اور اگر تم کو اوس سے اختلاف ہو تو جب تک تمھاری مرضی پوری نہ ہو تم اپنے ہی ملک اپنی ہی سرزمین پر رہنا۔ تمام بلاد میں تم کسی شخص کے حاجت مند نہیں ہو۔ اگر ہیں تو وہ لوگ تمھارے حاجت مند ہیں۔" یہ سنتے ہی اہل بصرہ کے خطیب اوٹھ کھڑے ہوے۔ کہا اے امیر ہم نے تیری تقریر سنی۔ اور واللہ تجھ سے بڑھکر ہم کسی کو اس منصب کے شایاں نہیں سمجھتے۔ آؤ ہم تمھیں سے بیعت کرینگے۔ ابن زیاد نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے لئے کسی کو انتخاب کرو۔ ان لوگوں نے اوسکا کہنا نہ مانا اوس نے انکا کہنا نہ مانا۔ یہاں تک کہ تین دفعہ ان لوگوں نے اصرار کیا۔ تو اوس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ اور سب نے اوس سے بیعت کرلی اور بیعت کرنے کے بعد سب کے سب اوس سے پھر گئے۔ کہتے تھے پسر مرجانہ سمجھتا تھا کہ حالت جماعت و حالت فرقت میں ہم اوسکی اطاعت کریں گے۔ واللہ جو کچھ وہ سمجھا غلط سمجھا۔ اسکے بعد سب نے اس پر حملہ کر دیا۔

شقیق ابن ثور و مالک بن مسمع اور حصین بن منذر رات کے وقت دار الامارہ میں ابن زیاد کے پاس آئے۔ اسکی خبر بنی سدوس میں سے ایک شخص کو ہوگئی۔ یہ جاکر دار الامارہ کے دروازہ پر بیٹھ گیا۔ رات گئے یہ لوگ ایک خچر پر مال لادے ہوے نکلے۔ یہ دوڑ کر حصین کے پاس گیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوا دے۔ اوس نے کہا اپنے بنی عم کے پاس جا

اون سے مانگ ۔ اب یہ شقیق کے پاس آیا اور کہا اس مال میں سے مجھے بھی کچھ دلوادے۔
اور اوسکا ایک غلام آزاد ایوب جسکا نام تھا وہی اوسکے مال کا خزینہ دار تھا۔ اوسے پکارکر
کہا۔ ایوب اسے سودرہم دیدے۔ سدوسی نے کہا سو درہم تو میں نہیں لینے کا یہ سن کر
شقیق چپ ہو رہا تھوڑی دور تک چلتا رہا۔ سدوسی نے پھر جاکر سوال کیا۔ اوس نے کہا
ایوب اسے دوسو درہم دیدے۔ اس نے کہا دوسو درہم بھی میں نہیں لیتا۔ کہا تین سو پھر
چارسو۔ اب مقام طفاوہ تک سب پہنچ گئے۔ سدوسی نے پھر تقاضا کیا۔ شقیق نے پوچھا
میں نہ دونگا تو تو کیا کریگا۔ اس نے کہا واللہ ابھی جاتا ہوں۔ اور محلہ کے درمیان پہنچ کر
دونوں انگلیاں کانوں میں رکھ کر پکار پکار کر کہتا ہوں کہ اے خاندان بکر بن وائل
شقیق اور حصین اور مالک ابن زیاد کے پاس جاکر تم لوگوں کی خون ریزی کا حلف کر کے
آئے ہیں،، یہ سنکر شقیق نے کہا اس شخص کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا اسے سمجھے اور سمجھ لیا،،
ارے اسے پانسو درہم دیدے۔ یہ پانسو درہم شقیق سے لیکر صبح کو مالک بن مسمع کے پاس
پہنچا۔ معلوم نہیں وہاں سے بھی کچھ ملا یا نہیں۔ پھر حصین کے پاس آیا اوس نے پوچھا
تیرے ابن عم نے تجھ سے کیا سلوک کیا۔ اس نے سب حال بیان کر کے کہا۔ تم بھی تو کچھ
مجھے دلواؤ۔ حصین نے کہا ہم نے مال لیا اور لے کر نکل بھی آئے اب ہمیں کسی کا خوف
نہیں ہے۔ غرض کچھ بھی اوس نے نہ دیا۔

ابن زیاد نے حسین بن علی علیہ السلام اور اونکے خاندان کے سب لوگوں کو قتل
کر کے سب کے سر یزید کے پاس جب بھیجے ہیں تو پہلے تو یزید ان لوگوں کے قتل ہو جانے سے
خوش ہوا اور ابن زیاد کی منزلت اوسکے نزدیک زیادہ ہو گئی۔ پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد
وہ پشیمان ہوا۔ اکثر کہا کرتا تھا۔ ،، اگر میں ذرا تکلیف گوارا کرتا۔ اور حسین کو اپنے ہی گھر میں رکھتا
جو وہ چاہتے اوسکا اونھیں اختیار دیتا۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کی خوشی تھی ۔ اس میں
اونکے حق کی اور اونکی قرابت کی رعایت تھی۔ گو میری حکومت کی اس میں سبکی بھی ہوتی تو
میرا کیا حرج تھا خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اس نے اونھیں لڑنے پر مجبور کیا۔ وہ تو یہ کہتے
تھے کہ مجھے واپس چلا جانے دو۔ اس نے نہ مانا۔ یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دیدوں۔
یا مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد کی طرف مجھے نکل جانے دو وہاں خدائے عزوجل
میری حفاظت کریگا۔ یہ بات بھی اس نے نہ مانی۔ اس سے بھی انکار کیا۔ اونکو کونہ کی طرف

واپس لایا اور قتل کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس واقعہ سے میرا بغض اوس نے بھر دیا۔ اور میری عداوت کا بیج بو دیا۔ اب نیک ہوں یا بد سب مجھ سے اس بات پر بغض رکھتے ہیں کہ میں نے حسین کو قتل کیا۔ لوگ اسے امر عظیم سمجھتے ہیں۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا مطلب تھا۔ خدا اوس پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے۔

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام آزاد ایوب کو حمران کو شام کی طرف روانہ کیا کہ یزید کی خبر لے کر آئے۔ خود ایک دن سوار ہوا۔ قصابوں کی دوکانوں تک پہنچا تھا کہ ایوب سامنے سے آیا اور چپکے سے یزید کی موت کا حال اوس نے بیان کیا۔ یہ سنتے ہی راہ سے پھرا گھر آ کر عبداللہ بن حصین کو حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ کہہ کر پکارے۔ یا یہ ہوا کہ ابن زیاد عبداللہ بن نافع برادر اخیافی زیاد کی عیادت کو گیا تھا اوسی مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر مسجد میں جو آیا تو سر شام حمران کو دیکھا۔ یہی حمران معاویہ اور یزید کے زمانہ بھر ابن زیاد کی طرف سے پیغام بری کیا کرتا تھا۔ مگر اتنی اوسکی مجال نہ تھی کہ خود آگے بڑھ کر کچھ کہہ سکے۔ ابن زیاد نے پوچھا کیا ہے کہا خیریت ہے۔ کہا وہاں کا حال کیا ہے۔ کہا میں قریب آسکتا ہوں۔ کہا چلا آ۔ حمران نے چپکے چپکے یزید کے مرنے کا اور اہل شام میں جھگڑا پڑنے کا حال بیان کیا۔ یزید ربیع الاول ۶۴ھ کی پندرھویں تاریخ پنجشنبہ کے دن مر گیا۔ ابن زیاد نے یہ سنتے ہی فوراً موذن کو حکم دیا کہ نماز جماعت کہہ کر پکار دے۔ لوگ جمع ہوے یہ منبر پر گیا۔ یزید کی خبر مرگ لوگوں سے کہی اور اوسکی مذمت بھی کی۔ یہ جانتا تھا کہ یزید مجھ سے بری طرح پیش آنیوالا ہے اور اوس سے ڈرا کرتا تھا۔ احنف نے کہا ہم لوگوں کی گردنوں میں یزید کی بیعت ہے۔ بھڑوں[1] کے چھتہ کو نہ چھیڑنا چاہئیے!! یہ سن کر اوس نے زبان روک لی۔ اسکے بعد ابن زیاد نے اہل شام کے اختلاف کا ذکر کیا اور جو باتیں اوپر گذریں وہ سب بیان کیں۔ یہاں تک کہ سب نے بخوشی و بمشورہ اوس سے بیعت کرلی۔ مگر وہاں سے اوٹھتے ہی در و دیوار سے اپنے ہاتھوں کو پاک کرنے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے پسر مرجانہ یہ سمجھے ہوئے ہے کہ اس اختلاف کی حالت میں ہم لوگ اوسی کو اپنا امیر بنائیں گے۔ غرض ابن زیاد کی یہ امارت بہت دنوں نہ چلی۔ روز بروز ضعیف ہوتی چلی گئی۔ وہ حکم دیتا تھا کوئی سنتا نہ تھا۔ وہ کچھ رائے دیتا تھا

ابن زیاد کا بھاگنا۔

[1] اعرض عن ذی فتن یعنی شاخ دار درخت سے الگ رہو اگر فتن پڑھیں تو فتنہ گر مراد ہوگا۔ ع م

اوسے رد کردیتے تھے۔ کسی مجرم کو قید کرنے کو کہتا تھا تو اوسکے سپاہیوں کو لوگ روک لیتے تھے ایک جنازہ کے ساتھ سوق ابل میں لوگ جارہے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں جھنڈی لئے ہوئے سر سے پاؤں تک اوچی بنا ہوا ایک اشہب رنگ گھوڑی پر نمودار ہوا۔ وہ کہتا جاتا تھا لوگو آؤ میں تمہیں اوس بات کی دعوت دیتا ہوں جو کسی نے نہ دی ہوگی۔ اوس شخص کی طرف آؤ جو حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہے۔ یعنی عبداللہ بن زبیر سے بیعت کرلو۔ یہ سنکر کچھ لوگ اوسکے پاس جمع ہو گئے اور اوس سے بیعت کرنے لگے۔ ابن حوشب جنازہ کے ساتھ تھا۔ کہتا ہے جب ہم نماز جنازہ سے فارغ ہو کر آئے تو دیکھا بہت سے لوگ اوس سے بیعت کرنے کو جمع ہو گئے ہیں۔ اور وہ اوس راستہ پر جارہا ہے جو محلہ قیس بن ہیثم اور محلہ حارثیین کے درمیان ہوتا ہوا بنی تمیم تک گیا ہے۔ اوس نے کہا۔ اگر کوئی پوچھنا چاہتا ہے تو سن لو میرا نام ہے سلمہ بن ذویب" ابن حوشب جب مقام رحبہ تک پہنچا تو اسے عبدالرحمن بن بکر ملا۔ اس نے سلمہ کا ذکر اوس سے کیا۔ عبدالرحمن نے جاکر ابن زیاد سے یہ قصہ بیان کیا۔ ابن زیاد نے خود اسے بلابھیجا اور سارا قصہ اس کی زبان سے سنا۔ حکم دیا الصلوۃ جامعۃ کی ندا ہوئی۔ لوگ جمع ہو گئے۔ ابن زیاد نے کہنا شروع کیا کہ میرے تمہارے درمیان کیا معاملہ گذرا۔ میں کہتا تھا تم کسی کو انتخاب کرو میں بھی اوسی سے بیعت کرلونگا۔ تم میرے سوا کسی سے بیعت کرنے پر راضی نہ ہوے پھر میں نے سنا کہ تم نے دیواروں میں اور دروازوں میں اپنے ہاتھوں کو رگڑ رگڑ کر پاک کیا۔ اور جو تمہارے منہ میں آیا وہ کہا۔ اب یہ حال ہے کہ جو حکم میں دیتا ہوں نہیں چلتا۔ جو رائے میں دیتا ہوں رد کردی جاتی ہے۔ میرے سپاہیوں کے اور میرے گنہگار کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ لو دیکھو سلمہ بن ذویب تمہارے خلاف میں دعوت دے رہا ہے اوسکا ارادہ ہے کہ تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالے۔ تم میں سے ایک دوسرے کے منہ پر تلوار کھینچ کر جا پڑے" یہ سنکر احنف نے کہا ہم تیرے پاس سلمہ کو لئے آتے ہیں۔ یہ لوگ سلمہ کو لانے کیلئے گئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک مجمع عظیم ہے۔ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اوس نے مزاحمت کی۔ یہ سامان دیکھ کر سب کے سب بیٹھ رہے۔ ابن زیاد کے پاس کوئی بھی نہیں گیا۔ ایک دفعہ خطبہ میں اس نے کہا "اے اہل بصرہ ہم نے لباس خز و بردہ اور نرم نرم کپڑے یہاں تک پہنے کہ اب ہم اوسی کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور ہمارا جسم

اونھیں کپڑوں کی خواہش رکھتا ہے۔ ہم نے اس لباس کو اوتار کر لباس آہنیں نہ پہنا۔ اے اہل بصرہ واللہ اگر تم سب مجتمع ہو کر کسی کو خطا سے باز رکھنا چاہو تو یہ بھی تم سے نہ ہوسکیگا" اسکے بعد اسما پر کسی نے کوئی حملہ بھی نہ کیا تھا کہ بھاگ گیا۔ اور مسعود کے پاس جا کر چھپ رہا۔ مسعود جب مارا گیا تو ابن زیاد شام میں چلا گیا۔

سلمہ کے خروج کرنے سے پہلے ابن زیاد کے پاس اسی لاکھ اور بروایتے ایک کرور نو لاکھ تھے۔ اس نے لوگوں سے کہا یہ تمھارا ہی حصہ ہے اپنے اپنے وظیفے اور اپنی اپنی اولاد کی تنخواہیں اس میں سے لے لو۔ یہ کہکے اوس نے کاتبوں کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلائیں۔ اور سب کے ناموں کی فہرست بنائیں اور اس باب میں بہت تاکید کی۔ پہرہ مقرر کر دیا کہ دفتر کے کاتب و محاسب رات کو بھی جانے نہ پائیں۔ شمعیں روشن کر کے کام کریں۔ مگر جب لوگ اودھر متوجہ نہ ہوئے۔ اور سب کے سب اسے چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ ادھر سلمہ نے اوس سے مخالفت کی بنا ڈالی۔ تو ابن زیاد نے اپنا ہاتھ روک لیا اور خزانہ بھی بھاگتے وقت اوٹھا لے گیا۔ یونس کہتا ہے ابھی تک اوسکی اولاد میں وہ دولت موجود ہے اونکی شادی وغمی کی سی رونق قریش میں نہیں دکھائی دیتی۔ نہ قریش میں کوئی شخص کھانے پینے پہننے اوڑھنے میں اونکے مثل کا ہے۔ ابن زیاد نے ملک کے خاص رئیسوں کو بلا کر کہا تھا کہ تم سب میرے ساتھ شریک ہو کر مخالفوں سے قتال کرو۔ اونھوں نے کہا ہمارے سرگروہ جو لوگ ہیں وہ ہمیں حکم دیں۔ تو ہم تیرے ساتھ جائیں۔ لوگوں کا یہ حال دیکھ کر اوسکے بھائیوں نے سمجھایا۔ کہ اس زمانہ میں خلیفہ ہی نہیں ہے جسکی طرف سے تم قتال کرو اور جب شکست ہو جائے تو اوس سے پناہ کے طالب ہو اور اوسکی مدد کے تم طلبگار ہو اور وہ تمھاری مدد کرے۔ اور یہ تمھیں خوب معلوم ہے کہ "جنگ دو سر دارد" کیا معلوم تمھیں فتح ہو یا شکست اگر شکست ہوئی تو یہ دولت جو اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے۔ یہی لوگ جن سے ہم کو سابقہ ہے ہمارے ہلاک کرنے اور مال و دولت کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور تیرے پاس افو قو بھی باقی نہ رہیگا" اسکا برادر علی عبد اللہ کہنے لگا دوستو واللہ اگر تم نے ان لوگوں سے قتال کیا تو میں تلوار کے پیپے پر اپنے سینہ کو ٹیک دونگا کہ پشت کے پار ہو جائے" ابن زیاد نے اب بنی فہم سے حارث بن قیس کو بلا بھیجا اور اوس سے کہا "اے حارث میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی۔ کہ اگر کبھی تمھیں بھاگنے کی ضرورت پڑے۔ تو بنی فہم کے ذریعہ سے کام نکالنا۔

اور میرے دل کو بھی تم لوگوں کے سوا کسی پر اعتماد نہیں ہے،، حارث نے کہا تمھارے باپ کے لئے جن خطروں میں ہم لوگوں نے اپنی جان کو ڈالا تجھے خوب معلوم ہے۔ نہ کبھی اوس نے نہ کبھی تو نے ہمارے ساتھ اوسکا عوض کیا۔ اب جو التجا تو نے کی ہے تو میں اسے رد بھی نہیں کرتا۔ مجھے انکار کرتے بن نہیں پڑتا۔ اگر میں تجھے دن کو لے کر نکلوں تو اندیشہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی قوم میں پہنچتے پہنچتے میں بھی قتل ہو جاؤنگا اور تو بھی۔ لیکن میں تیرے پاس ٹھہرا رہونگا۔ جب رات تاریک ہو جائیگی۔ اور آمد و رفت راہ گیروں کی موقوف ہو جائیگی۔ اوس وقت میں تجھے اپنی ردیف میں بٹھا لونگا۔ کہ تجھے کوئی پہچان نہ سکے۔ اور تجھے بنی ناجیہ اپنی برادری والوں میں لے چلونگا۔ ابن زیاد نے کہا بس یہی رائے اچھی ہے۔ حارث ٹھہرا رہا۔ جب اتنی تاریکی ہوگئی کہ ہاتھ[1] کو ہاتھ نہ سوجھے۔ تو ابن زیاد کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اور مال و دولت کو تو وہ پہلے ہی سرکا کر محفوظ کر چکا تھا۔ حارث اسے لیکر چلا۔ اون لوگوں میں ہو کر نکلا جو خوارج حروریہ کے خوف سے راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ابن زیاد پوچھتا جاتا تھا یہ کون مقام ہے یہ کون لوگ ہیں۔ بنی جلیم میں جب پہنچے تو ابن زیاد نے کہا اب ہم کہاں آئے۔ کہا بنی سلیم میں۔ کہا سلامتی ہے انشاء اللہ۔ جب بنی ناجیہ میں پہنچے۔ پوچھا اب ہم کہاں آئے۔ کہا بنی ناجیہ میں۔ کہا نجات ہے انشاء اللہ۔ بنی ناجیہ نے حارث سے پوچھا۔ تو کون ہے۔ کہا حارث بن قیس۔ کہا ہمارا بھتیجا۔ اون میں سے ایک شخص نے ابن زیاد کو پہچانا اور کہا پسر مرجانہ۔ پھر ایک تیر اوسکی طرف سر کیا۔ وہ عمامہ میں اٹک کر رہ گیا۔ حارث اوسے اب لے کر چلا کہ محلہ جہاضم میں لے جا کر اپنے گھر میں اوسے اوتارے۔ اب یہ مسعود بن عمرو کے پاس آیا۔ مسعود نے کہا اے حارث دنیا کی آفتوں سے تو لوگ پناہ مانگتے۔ میں اس آفت سے پناہ مانگتا ہوں جسے تو لے کر آیا ہے۔ حارث نے کہا میرے آنے میں خیریت کے سوا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ تم کو خوب معلوم ہے کہ تمھاری ہی قوم کے لوگوں نے زیاد کو بچا لیا تھا اور اپنے عہد پر قائم رہے تھے۔ اس سے اونکی قدر و منزلت تمام عرب میں کیسی ہوگئی تھی! کہ ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ اب تم لوگ ابن زیاد سے دو دو بیعتیں کر چکے ہو۔ ایک بیعت رضا و مشورہ۔ دوسری بیعت

---

[1] ابن اثیر نے اس روایت کے اکثر فقرے چھوڑ دیے۔ اس مقام پر یہ فقرہ ہے۔ فاقام حتی اذا قلت اخولک ام الذئب یعنی گرگ میں اور برادر میں تجھے تمیز نہ ہو سکے۔ ع م

جو تمھاری گردنوں پر اس بیعت کے پیشتر سے ہے وہ بیعت جماعت ہے۔ مسعود نے کہا تم یہ چاہتے ہو کہ ابن زیاد کے جیتے تمام اہل شہر سے ہم عداوت مول لیں۔ اسکے باپ کے ساتھ ہم لوگوں نے خیر خواہی کی تو کیا پایا۔ اوس نے کچھ بھی اوسکا عوض ہمارے ساتھ نہیں کیا۔ میں تمھیں ایسا نہ سمجھتا تھا کہ تمھاری یہ رائے ہوگی۔ حارث نے کہا اپنی بیعت کے وفا کرنے پر اور اسکو کسی اچھے ٹھکانے تک پہنچا دینے پر کوئی بھی تمھارے ساتھ عداوت نہیں کریگا۔ اور حارث نے یہ بھی کہا کہ جب وہ تمھارے گھر میں آچکا تو اب کیا اوسے نکال دوگے۔ غرض مسعود نے عبد الغافر ابن مسعود کے گھر میں چھپ رہنے کیلئے اوسے کہہ دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے حارث سے خود یہ التجا کی تھی کہ مجھے مسعود کے گھر میں لے چل کہ وہ بڑے مرتبہ کا آدمی ہے شریف ہے مسن ہے لوگ اوسکی اطاعت کرتے ہیں۔ بنی ازد کے بیچوں بیچ اوسکا مکان واقع ہے۔ اس التجا پر حارث اوسے مسعود کے گھر پہلے آیا۔ عبد الغافر کے گھر میں اوسکو جگہ دیکر اوسی رات کو مسعود سوار ہوا۔ حارث بھی اوسکے ساتھ تھا اور خود اوسکی قوم کے بھی لوگ ہمراہ تھے۔ یہ سب بنی ازد کی مجلسوں میں گئے۔ اور سب سے کہہ دیا۔ کہ ابن زیاد روپوش ہوگیا ہے سب کا گمان تمھیں پر ہوگا صبح تک تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ،، اور ایسا ہی ہوا کہ جب اہل شہر نے سنا کہ ابن زیاد کا پتہ نہیں لگتا سب نے یہی کہا کہ وہ بنی ازد میں ہوگا۔ ایک بڑھیا نے کہا ارے واللہ وہ اپنے باوا کے جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے روپوش ہونے سے پہلے بصرہ کا مال کچھ تو اپنے خاندان والوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور جو کچھ ساتھ لیجا سکتا تھا اپنے ہی ساتھ لے گیا تھا۔ خاندان زیاد کے لوگوں سے بھی اس نے خواہش کی تھی کہ سب مل کر دشمنوں سے قتال کریں مگر کسی نے اوسکا ساتھ نہ دیا۔ ابن زیاد مسعود کے یہاں چھپا ہوا تھا کہ شقیق بن ثور کو خبر ملی۔ کہ ابن منجوف اور ابن مسمع راتوں کو مسعود کے پاس جایا کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ابن زیاد کو دار الامارہ میں واپس لائیں۔ اور دونوں گروہوں کے اتفاق سے کشت وخون کا بازار گرم کریں۔ اور اپنی عزت بڑھالیں ،، شقیق نے عبد اللہ مازنی کو مسعود کے پاس بھیجا۔ مازنی نے دیکھا کہ مسعود کے ایک پہلو میں عبید اللہ بن زیاد بیٹھا ہے۔ دوسرے پہلو میں عبد اللہ بن زیاد۔ اس نے شقیق کا سارا پیام وسلام مسعود کے سامنے بیان کر دیا۔

جسکے آخر میں یہ تھا کہ دونوں[1] کو اپنے یہاں سے نکال دو۔ مسعود نے کہا واللہ میری بھی یہی رائے ہے۔ عبید اللہ نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا اور عبداللہ نے کہا واللہ ہم تو یہاں سے نہ نکلیں گے۔ تم نے ہم کو پناہ دی۔ اپنے ذمہ میں ہم کو لیا۔ ہم تو تمھارے ہی گھر میں قتل ہو جائیں گے۔ اور قیامت تک یہ دھبہ تمھارے دامن پر رہ جائیگا۔ یہاں اہل بصرہ نے اتفاق کر کے نعمان راسبی اور ایک اور مرد مضری کو یہ اختیار دے دیا کہ جسکو چاہیں اوسے یہ دونوں شخص ہم سب کا حاکم مقرر کر دیں۔ جسکو وہ دونوں پسند کریں سب اوسی کو پسند کریں گے۔ مضری چاہتا تھا کہ بنی امیہ میں سے کوئی امیر ہو۔ اور نعمان بنی ہاشم کی طرف مائل تھا۔ نعمان نے کہا میری رائے میں فلاں شخص اموی سے بڑھ کر کوئی اس منصب کا اہل نہیں ہے۔ مضری نے کہا کیا یہی تمھاری رائے ہے۔ نعمان نے کہا ہاں یہی میری رائے ہے۔ کہا میں نے اپنی رائے بھی تمھارے تابع کر دی۔ تم جسے پسند کروگے اوسے میں بھی پسند کرونگا۔ اب یہ دونوں مجمع میں آئے۔ اور قیس بن ہیثم مضری نے پکار کر کہہ دیا۔ نعمان جس شخص کو پسند کرے میں بھی اوسی کو پسند کرونگا۔ اب سب لوگ نعمان کا منہ تکنے لگے۔ نعمان نے کہا میری رائے عبداللہ بن حارث کے لئے ہے جسے ببّہ[2] کہتے ہیں۔ اب مضری نے کہا ان کا نام تو تم نے نہیں لیا تھا۔ نعمان نے کہا نہیں نہیں واللہ انھیں کا نام میں نے لیا تھا۔ غرض سب نے ببّہ سے بیعت کر لی۔ ایک روایت یہ ہے کہ حارث بن قیس پہلے ابن زیاد کو مسعود کے پاس لایا ہی نہیں۔ وہ ابن زیاد کو لے کر چلا اور ابن زیاد نے لاکھ درہم اپنے ساتھ لدوا لئے تھے۔ حارث ابن زیاد اور اوسکے بھائی عبیداللہ کو لئے ہوئے ام بسطام زن مسعود کے پاس آیا۔ اوس سے کہا میں ایک ایسا معاملہ تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ جس سے خاندان کی سب عورتوں میں تمھارا نام ہو جائیگا۔ تمھاری قوم کے لئے اس میں شرف و بزرگی ہے۔ اور تمھارے لئے تونگری اور دنیا کی نعمت ہے۔ لو یہ لاکھ درہم لو۔ اور ابن زیاد کو اپنے پاس رکھو۔ کہنے لگی

---

[1] طبری کی عبارت اس مقام کی کامل ابن اثیر میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں دونوں شخصوں سے زیاد کے دونوں بیٹے بھی مراد لئے جاسکتے ہیں اور ابن منجوف و ابن سمیع بھی ۱۲ ع ح۔

[2] ببّہ کے معنی ہیں گل گوتھنا موٹا تازہ بچہ۔ ع ح۔

میں جانتی ہوں مسعود نہیں راضی ہوگا وہ قبول نہیں کریگا۔ حارث نے کہا تم اسے اپنی چادر اوڑھا دو۔ اپنے گھر میں بلالو۔ پھر مسعود جانے اور ہم جانیں تمھیں کچھ مطلب نہیں۔ ام بسطام اس بات پر راضی ہوگئی۔ ناں اوس نے لے لیا۔ اور اوسکا کہنا کیا مسعود جب آیا تو عورت نے سارا قصہ اوسے سنا دیا۔ اوس نے سنتے ہی اسکے چھو[1] نٹے لئے۔ ابن زیاد اور حارث دونوں اوسی گھر کے ایک حجرہ میں تھے۔ اب وہ نکل آئے۔ ابن زیاد نے کہا تیری بنت عم نے مجھے پناہ دی ہے۔ دیکھ تیرے کپڑے میں پہنے ہوئے ہوں۔ میرے پیٹ میں تیرا ہی نان و نمک ہے۔ تیرا ہی گھر ہے جس نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے؟ اس بات پر حارث بھی ہاں میں ہاں ملاتا گیا۔ اور دونوں نے بہت کچھ الحاح و زاری کرکے اوسے راضی کرلیا۔ اس معاملہ میں حارث کو بھی ابن زیاد نے پچاس ہزار دیے۔ اس وقت سے لیکر مسعود کے قتل ہونے تک ابن زیاد اوسی کے گھر میں رہا کیا۔ ابن زیاد بصرہ سے جب بھاگا تو اہل بصرہ پر کوئی امیر نہ رہا۔ اور اب کس کو اپنا حاکم بنائیں اس باب میں جھگڑے پیدا ہوگئے۔ آخر سب اس بات پر متفق ہوئے کہ قیس بن ہیثم اور نعمان کسی شخص کو انتخاب کریں۔ ان دونوں نے بنی عبد المطلب میں سے عبد اللہ بن حارث کا نام لیا جسکی ماں ہند بنت ابوسفیان تھی۔ اور سب اسے ببہ کہتے تھے۔ اور اس کے سوا عبد اللہ بن اسود زہری کا نام بھی آیا۔ ان دونوں میں سے کسی پر دونوں حکموں کی رائے مطابق ہوگئی۔ تو مقام مربد میں آنیکا دونوں نے وعدہ کرلیا۔ اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اس بات پر آمادہ رہو کہ ان دو شخصوں میں سے کوئی مقرر ہوگا۔ غرض لوگ جمع ہوئے پہلے قیس بن ہیثم آیا اوسکے بعد نعمان آیا۔ پھر قیس اور نعمان میں بحث ہوئی۔ نعمان نے قیس سے یہ ظاہر کیا کہ میں چاہتا ہوں ابن اسود کو امیر مقرر کروں۔ پھر یہ کہا کہ ہم تم دونوں ساتھ ساتھ گفتگو نہیں کرسکتے۔ مطلب اوسکا یہ تھا کہ گفتگو کرنا اپنے لئے مخصوص کرلے۔ قیس نے اسے منظور کرلیا۔ اور ایک نے دوسرے پر بھروسہ کرلیا۔ اب نعمان نے لوگوں سے یہ عہد لیا۔ کہ جسکو وہ انتخاب کرے سب لوگ اوسی پر راضی ہوجائیں۔ اس کے بعد

بصرہ میں ببہ کی حکومت

[1] طبری کے یہ الفاظ ہیں اخذ براسھا اسکا دوسرا نسخہ ہے اخذ براسھا یضربھا ابن اثیر نے بھی اسی دوسرے نسخہ کو اختیار کیا ہے ع ح -

عبد اللہ بن اسود کی طرف نعمان بڑھا۔ اور کچھ شرائط اوس پر لازم کئے۔ لوگوں کو گمان ہوگیا کہ اسی سے بیعت کرلیگا۔ مگر اوسے چھوڑ کر نعمان عبد اللہ بن حارث کی طرف آیا۔ اوسکا ہاتھ پکڑ کر اوسی طرح کی شرطیں اوس پر بھی لازم کیں۔ اسکے بعد خدائے تعالیٰ کی حمد بجالایا۔ اور نبی صلعم کا ذکر کیا۔ اور اونکے اہل بیت و اہل قرابت کا حق بیان کیا۔ پھر کہا۔ ایہاالناس ایسے شخص کو جو تمھارے نبی صلعم کے بنی عم سے ہے۔ اور جسکی ماں ہند بنت ابی سفیان ہے۔ ناپسند کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ شخص بنی ہاشم سے ہے ماں تو اسکی بنی امیہ سے ہے اور تم لوگوں کی بہن ہے۔ یہ کہہ کر نعمان نے اوس سے بیعت کرلی۔ اور کہا سنو میں نے تمھارے لئے اس شخص کو انتخاب کیا ہے۔ سب نے پکار پکار کر کہا ہم سب پسند کرتے ہیں اور راضی ہیں۔ پھر سب لوگ عبد اللہ بن حارث کو دارالامارہ میں لے کر آئے۔ یہ واقعہ غرۂ جمادی الآخر ۶۴ھ کا ہے۔ ببہ نے اپنے اہل شرطہ کا رئیس ہمیان بن عدی سدوسی کو مقرر کیا۔ اوس نے ندا کی کہ سب لوگ آؤ بیعت کرو۔ سب نے آکر بیعت کی۔ فرزدق نے جب اوس سے بیعت کی تو یہ شعر کہا ؎

وبایعت اقواما وفیت بعهدهم ۔ وببة قد بایعته غیر نادم

یعنی میں نے کتنی ہی قوموں سے بیعت کرلی اور وفا بھی کی اور ببہ سے بیعت کرنے پر بھی مجھے ندامت نہیں"

مالک بن مسمع کا گھر باطنہ میں عبد اللہ اصبہانی کے دروازہ کے قریب بنی جحدر کے حدود میں جو مسجد جامع کے پاس ہے واقع تھا۔ اسی قرب کے سبب سے مالک مسجد میں آیا کرتا تھا۔ ببہ کی امارت کے تھوڑے ہی دنوں بعد کا ذکر ہے۔ کہ مالک مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسی صحبت میں ایک قرشی بھی پہنچا۔ یہ شخص ببہ کے پاس ابن خازم کا خط لیکر آیا تھا۔ اور یہ خبر لایا تھا کہ اہل ہرات نے ببہ کے نام پر بیعت کرلی ہے۔ اور ببہ کے پاس وہ جانا چاہتا تھا۔ کہ اس صحبت میں چیں بچیں ہونے لگی۔ قرشی نے مالک کے ساتھ درشت کلامی کی۔ بکر بن وائل کے ایک شخص نے قرشی کو تماچہ مار دیا۔ اس حرکت پر قبیلہ مضر ربیعہ کے درمیان ہیجان پیدا ہوگیا۔ اس صحبت میں ربیعہ والے غالب آگئے۔ اب ایک شخص نے پکار کر کہا۔ دُہائی ہے بنی تمیم کی۔ اس آواز کو بنی ضبہ کی ایک جماعت نے سنا۔ یہ لوگ اس وقت شہر کے قاضی کے پاس حاضر تھے۔ انھوں نے مسجد کے پہرہ والوں سے برچھیاں اور ڈھالیں لیکر بنی ربیعہ پر

حملہ کردیا۔ شکست فاحش اونکو دی۔ شقیق سدوسی اس زمانہ میں بکر بن وائل کا رئیس تھا۔ اوسے یہ خبر پہنچی۔ وہ مسجد میں دوڑا ہوا آیا۔ اور اپنے لوگوں کو حکم دیدیا کہ بنی مضر میں سے جسے پاؤ۔ قتل کرڈالو۔ مالک بن مسمع کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے خود اور ایک کو دوسرے پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔ ایک مہینہ کے قریب قریب یونہیں گذر گیا۔ بنی یشکر کا ایک شخص بنی ضبعہ کے ایک شخص کا ہمنشین تھا۔ دونوں مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ اوس تماچے کا ذکر نکلا جو بکر بن وائل کے ایک شخص نے قرشی کو مار دیا تھا۔ اس پر یشکری فخر و ناز کرنے لگا، ....[1] ضبعی کو اس بات پر غصہ آیا۔ اس نے یشکری کا گلا دبایا۔ اسکے بعد نماز جمعہ میں لوگوں نے زدو کوب کی۔ لوگ اوسے اوٹھا کرلے چلے۔ گھر تک پہنچتے پہنچتے مرگیا۔ اب بکر بن وائل کی برادری والوں کو جوش آیا۔ انکا رئیس اشیم بن شقیق تھا۔ اوس سے کہا کہ ہم سب کو لیکر چلو۔ اوس نے کہا پہلے میں ایلچی کو بھیجتا ہوں۔ اگر اونھوں نے خوں بہا دیدیا تو خیر ورنہ ہم لوگ لڑنے کو روانہ ہونگے۔ بنی بکر نے اونکی بات نہ مانی۔ مالک بن مسمع کے پاس آئے۔ اشیم سے پہلے یہی مالک سب کا امیر تھا۔ اشیم اسکی ریاست کو دبا بیٹھا۔ یہ یزید کے پاس پہنچا۔ یزید سے ابن زیاد کے نام یہ حکم لکھوالایا کہ اشیم کو ریاست دیدیجائے۔ قوم لہازم نے یزید کے اس حکم کو نہ مانا۔ لہازم کی تفصیل یہ ہے۔ اول بنی قیس اور اونکے حلفا عنزہ۔ دوم قوم لات اور اونکے حلفا عجل۔ اور یہ سب مجتمع بھی ہوگئے تھے۔ سوم آل ذہل بن شیبان اور اونکے حلفا یشکر۔ چہارم ذہل بن ثعلبہ اور اونکے حلفا ضبیعہ۔ یہ سب چار اور چار آٹھ قبیلے تھے۔ اور یہ حلف زمانہ جاہلیت میں بدویوں میں ہوا تھا۔ بکر بن وائل کے قبیلوں میں سے قبیلہ حنیفہ فقط زمانہ جاہلیت میں اس حلف میں شریک نہ ہوا تھا۔ انکے شریک نہ ہونیکی وجہ یہ تھی کہ یہ سب شہری تھے۔ پھر یہ سب لوگ اپنی برادری والوں بنی عجل کے ساتھ مسلمان ہوگئے تھے۔ اسی سبب سے ان کو لہازم کہتے ہیں۔ غرض لہازم اس بات پر راضی ہوگئے۔ کہ عمران عنزی جو حکم دیدے اوسے ہم سب قبول کرلیں گے۔ خلاصہ یہ کہ

---

[1] "ثم قال ذهبت طلقاً" ابن اثیر نے اس روایت ہی کو چھوڑ دیا۔ بہ ظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یشکری نے اوس تماچے کی مدح کی کہ خوب پڑا ایسا ہی چاہئے تھا۔ مثلاً کہتے ہیں "هولك طلقاً" یعنی یہ کام تمہارے لئے جائز و درست ہے۔ ع ح

ریاست اشیم کو مل گئی۔ جب یہ فتنہ برپا ہوا تو بکر بن وائل نے مالک کی توہین کی۔ وہ بہت خفیف ہوا اوس نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور سامان جنگ کرنے لگا۔ اوس نے بنی ازد سے خواہش کی کہ پھر از سر نو وہی حلف کریں جو یزید کے باب میں جماعت کے سامنے ہوچکا تھا۔ اس واقعہ پر حارثہ بن بدر نے کہا سہ

نزعنا وامّرنا وبکر بن وائل ۔ تجرخصاها تبتغی من تحالف

ہم نے جسے چاہا معزول کردیا جسے چاہا امیر بنادیا۔ اور بکر بن وائل کے لوگ ابھی تک ایڑیاں رگڑ رہے ہیں کہ کوئی ملے تو اوس سے حلف کریں،،

ومابات بکریٌ من الدهر لیلة ۔ فیصبح الا وهو للذل عارف

کسی بکری پر ایسی رات نہ گذری ہوگی کہ صبح کو اوسے ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے،،

ابن زیاد ابھی مسعود کے یہاں تھا کہ اوسے خبر ملی۔ کہ قبیلۂ بکر اور قبیلہ تمیم میں اتفاق ہوگیا ہے۔ اوس نے مسعود سے کہا۔ جا مالک سے مل۔ اور سابق کے حلف کی تجدید کر۔ مسعود جا کر مالک سے ملا۔ اور دونوں میں اسی بات پر گفتگو ہوئی۔ مگر کچھ لوگ ادھر کے کچھ اودھر کے ان دونوں کو اس بات سے مانع ہوئے۔ اب ابن زیاد نے اپنے بھائی عبداللہ کو مسعود کے ساتھ کردیا۔ اور اوسے بہت سا مال دیدیا۔ دو لاکھ درم سے زیادہ اس معاملہ میں اوس نے خرچ کر ڈالے۔ آخر ان دونوں سے سب نے بیعت کرلی۔ ابن زیاد نے اپنے بھائی سے کہا کہ اہل یمن کے باب میں سب سے عہد و پیمان کرلے۔ غرض حلف کی تجدید ہوگئی۔ اور علاوہ اون دونوں نوشتوں کے جو جماعت کے سامنے ان دونوں کے درمیان لکھے گئے تھے ایک نوشتہ اور لکھا گیا اور وہ نوشتہ مسعود کے پاس رکھوا دیا گیا۔ سب سے پہلا نام اس میں صلت بن حُریث کا تھا۔ اور ایک نوشتہ صلت بن حُریث کے پاس رکھوا دیا گیا۔ سب سے پہلے اس میں رجاء عوذی کا نام تھا۔ اور اس سے پیشتر ان لوگوں میں حلف ہوچکا تھا۔ کہتے ہیں کہ شروع میں قوم مضر بصرہ میں قبیلۂ ربیعہ کی کثرت کے ساتھ بسا رہی تھی۔ جماعت ازد سب کے آخر میں بصرہ میں آگر اوتری یہ جماعت جب بصرہ بسایا جارہا تھا اپنی جگہ مقیم رہی۔ عمر بن خطاب رحمہ اللہ نے جب قوم تنوخ کے مسلمانوں کو بصرہ میں آباد ہونیکے لئے بھیجا ہے اوسکے بہت دنوں بعد آخر خلافت معاویہ اور اول خلافت یزید میں قوم ازد بصرہ میں آئی ہے۔ یہ لوگ جب آنے لگے تو بنی تمیم نے

احنف سے کہا۔ کہ جب تک ربیعہ ان سے ملنے کو جائے پہلے تو ہی جاکر ان سے مل لے۔ احنف نے جواب دیا وہ خود ہی تمہارے پاس آئیں۔ تو اون سے مل جاؤ۔ ورنہ تم لوگ خود اونکے پاس نہ جانا۔ اگر تم خود اونکے پاس چلے گئے تو یہ سمجھ لو کہ تمہارا شمار اونہیں کے اتباع میں ہوگا۔ مالک بن مسمع ازد کے پاس آیا۔ اس وقت ان لوگوں کا رئیس مسعود بن عمرو تھا۔ مالک نے کہا ہم سے تجدید حلف کرو۔ اور زمانہ جاہلیت میں جو کندہ کا حلف تھا۔ اور بنی ذہل بن ثعلبہ کا اوسے پھر تازہ کرو۔ احنف نے کہا جب یہ لوگ خود ہی ازد کے پاس پہنچ آئے تو اب ہمیشہ کے لئے ان کا شمار ازد کے متعلقین واتباع میں رہیگا۔ غرض مضر کے مقابلہ میں قوم بکر نے جب ازد کا ساتھ دیا اور پہلے حلف کی تجدید ہوگئی۔ اور وہاں سے سب نے روانہ ہونیکا ارادہ کیا۔ تو قوم ازد نے بھی کہا کہ ہم تمہارے ساتھ یوں نہیں جائیں گے۔ ہمارا سردار ہمیں میں سے ہونا چاہئے۔ آخر مسعود کو سب کا سردار کردیا۔ اب مسعود نے ابن زیاد سے کہا۔ میرے ساتھ چل تجھے دار الامارہ میں لے جاکر حکومت وامارت کے منصب پر پھر بٹھاتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا مجھ میں اتنی قدرت نہیں ہے۔ تمہیں جاؤ۔ پھر اپنے اونٹوں کے کسنے کے لئے اس نے حکم دیا۔ اونٹ کسے گئے لوگ سوار ہوئے تکیہ سفر ابن زیاد نے اوڑھ لی۔ مسعود کے دروازہ پر اوسکے لئے ایک کرسی بچھادی گئی۔ یہ کرسی پر بیٹھا ہوا سب کی روانگی کو دیکھتا رہا۔ مسعود روانہ ہوگیا۔ اور ابن زیاد نے اپنے غلاموں کو گھوڑوں پر سوار کرکے مسعود کے ساتھ کردیا۔ چلتے وقت اون سے کہا۔ میں خود نہیں جانتا کہ کیا ہوگا۔ ورنہ تم سے کہہ دیتا کہ جب یہ واقعہ ہو تو تم میں سے کوئی آکر مجھے خبر کرے۔ لیکن میں یہ حکم دیتا ہوں کہ دیکھو کوئی نیکی یا بدی پیش آئے ہر بات کی خبر کرنیکو میرے پاس تم میں سے کوئی نہ کوئی ضرور حاضر ہو۔ اب مسعود کسی راہ سے یا کسی قبیلہ سے گذرتا تھا تو کوئی غلام دوڑ کر ابن زیاد کو یہ خبر پہنچا آتا تھا۔ غرض مسعود قبیلہ ربیعہ سے آملا۔ مالک بن مسمع ان لوگوں کا رئیس تھا۔ یہاں سے سب نے مربد کا رخ کیا۔ مسعود مسجد میں آیا اور منبر پر گیا۔ ببہ اس وقت دار الامارہ میں موجود تھا کسی نے اوس سے کہا۔ کہ مسعود اور اہل یمن اور قبیلہ ربیعہ یہ سب بصرہ میں آگئے۔ لوگوں میں فتنہ وفساد برپا ہونیکو ہے اوٹھو انکی اصلاح کرو۔ یا بنی تمیم کو ساتھ لیکر ان کے مقابلہ میں سوار ہو۔ اور ببہ نے یہ جواب دیا۔ خدا ان سے سمجھے انکی اصلاح کے لئے میں خود کو خراب نہیں کرتا مسعود کے ساتھیوں میں سے

ایک شخص یہ شعر پڑھ کر چڑانے لگا ؎

انکحن ببّه۔ جاریة کالقبه ۔ تمشط راس لعبه

ببہ کی شادی ایسی دولھن سے ہوگی جسکا قد قبہ کے برابر ہوگا۔ جو گڑیا کے سر میں کنگھی کرے گی ؟

یہ بیان تو ازد و ربیعہ کا تھا۔ لیکن مضر کہتے ہیں۔ ببہ کی ماں ہند بنت ابوسفیان اوسے بچپن میں نچاتی تھی اور یہ شعر پڑھتی جاتی تھی۔ غرض مسعود کو منبر پر چڑھنے میں کسی نے نہیں روکا تو مالک بن مسمع اپنی فوج لیکر نکلا۔ اور مربد کے راستہ سے بیابان کی طرف چڑھ گیا۔ پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف سے گذرتا ہوا بنی عدویہ کی گلی میں بیابان کی طرف سے داخل ہوا۔ محلہ والوں کی طرف سے ان لوگوں کے دل میں یہ کینہ تھا کہ ایک ضبتی نے یشکری کو قتل کیا تھا اور ہرات میں ابن خازم نے ربیعہ کو ستایا تھا۔ اسی عداوت میں مسعود نے اہل محلہ کے گھروں کو جلانا شروع کیا۔ اسی اثنا میں لوگوں نے اوس سے آکر کہا کہ مسعود قتل ہوگیا۔ اور یہ بھی کہا کہ بنی تمیم مسعود پر چڑھائی کرنیکو جارہے ہیں۔ مالک نے بھی اوسی طرف کا رخ کیا۔ مربد کے راستہ میں بنی قیس کی مسجد تک پہنچا تھا کہ مسعود کے قتل کی خبر اسے ہوگئی۔ اب اس نے توقف کیا۔ اسی زمانہ میں بنی تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اوس سے کہا کہ مسعود دارالامارہ میں داخل ہوگیا اور تم ہم سب کے سردار ہو کیا کر رہے ہو۔ احنف نے کہا میں تمھارا سردار نہیں۔ تمھارا سردار شیطان ہے۔ اونھوں نے کہا اے ابا بحر قوم ازد و ربیعہ صحن مسجد میں داخل ہوگئی۔ جواب دیا اون سے بڑھکر تم لوگ مسجد کے حقدار نہیں ہو۔ پھر لوگوں نے آکر اوس سے کہا کہ وہ لوگ تو دارالامارہ میں داخل ہوگئے۔ کہا اون سے بڑھکر تم لوگ دارالامارہ کے حقدار نہیں ہو۔ یہ دیکھ کر سلمہ بن ذویب دوڑا اور کہا اے جوانو میرے ساتھ آؤ۔ یہ شخص تو لٹو ہے۔ اسکے پاس رہنے سے تمھیں کچھ نفع نہ پہنچیگا۔ یہ سن کر بنی تمیم میں سے نوجوانوں کی جماعت بڑھی۔ یہ پانسو آدمی ماہ افریدوں کے ساتھ تھے۔ سلمہ نے پوچھا کدھر چلے۔ کہا تمھارے ہی پاس آتے ہیں۔ کہا آگے بڑھو۔ ایک عورت انگیٹھی لیکر احنف کے سامنے آئی کہا تجھے ریاست کی لیاقت نہیں تو عورت ہے۔ یہ انگیٹھی لے اپنے کپڑوں کو خوشبو سے بسا۔ اوس نے کہا عورتوں ہی کی فال ان کو انگیٹھی چاہیئے۔ لوگوں نے آکر کہا۔ ارے عکیتہ یا عزہ کے پاؤں سے پازیب اوتار لی گئی۔

اس عورت کا مکان میضاۃ پر رحبۂ بنی تمیم میں سرراہ واقع تھا۔ پھر یہ آکر کہا کہ تیرے راستہ میں جو رنگریز تھا اوسے بھی لوگوں نے مار ڈالا۔ ایک اپاہج جو مسجد کے دروازہ پر پڑا رہتا تھا اوسے بھی قتل کیا۔ یہ بھی آکر کہا ارے مالک بن مسمع بیابان کی طرف سے بنی عدویہ کی گلی میں آگیا اور اوس نے گھروں میں آگ لگا دی۔ احنف نے جواب میں کہا جو بات تم کہتے ہو اس پر گواہ لاؤ۔ اسکے بغیر ان لوگوں سے لڑنا جائز نہیں۔ لوگوں نے آکر گواہی دی۔ پوچھا عبّاد آیا۔ کہا نہیں آیا۔ یہ سنکر ذرا سکوت کیا۔ پھر پوچھا عبّاد آیا۔ کہا نہیں آیا۔ پوچھا عبس یہاں ہے۔ کہا ہاں ہے۔ اوسے سامنے بلایا۔ ڈوپٹہ سر سے کھولکر گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا اور ایک نیزہ میں اوسے باندھ دیا۔ عبس کو یہ رایت دیکر کہا کہ روانہ ہو جا۔ وہ چلا تو احنف نے دعا مانگی۔ خداوندا اس نشان کی آج بھی شرم رکھنا۔ تو نے کبھی اسے رسوا نہیں ہونے دیا۔ لوگوں میں شور مچ گیا "بی زیرا کو جوش آگیا"۔ زیرا اس کی لونڈی تھی۔ لوگوں نے اسی کا نام زیرا رکھ دیا۔ عبس جب جا چکا تو ساٹھ سواروں کو لیے ہوئے عبّاد آیا۔ پوچھنے لگا لوگوں نے کیا کیا۔ کہا لڑنے کو گئے ہیں۔ پوچھا اونکا سردار کون ہے۔ کہا عبس۔ یہ سنکر کہنے لگا میں اور عبس کے نشان کے ساتھ جاؤں؟ یہ کہہ کر وہ اور اوسکے ساتھ کے سب سوار اپنے اپنے گھر کو چلے گئے۔ عبس کے ساتھ جو لوگ روانہ ہوئے تھے۔ یہ جب راہوں کے دروازوں پر پہنچے تو رک گئے۔ ماہ افریدوں نے فارسی میں پوچھا۔ جوانمردو تمہیں کیا ہو گیا۔ کہا دشمن برچھیاں تانے ہوئے مقابل میں ہیں۔ اوس نے فارسی میں کہا۔ تم بھی پنجگان سے اونھیں چھید لو۔ پنجگان یعنی ایک ایک پرتاب میں پانچ پانچ تیر۔ اور یہ سب چار سو سوار تھے۔ ان پر دو ہزار تیر دفعۃً برس گئے۔ وہ دروازوں کو چھوڑکر پسپا ہو گئے۔ مسجد کے دروازہ پر جاکر ٹھہرے۔ بنی تمیم کی جماعت اونکی طرف بڑھی۔ مسجد کے قریب جاکر رک گئی۔ ماہ افریدون نے پوچھا۔ اب کیا ہے۔ کہا اونھوں نے برچھیوں کے پھل ہماری طرف سیدھے کر دیے ہیں۔ کہا تم اوسی طرح تیر مارے جاؤ۔ دو ہزار تیر پھر چلے۔ دشمن کو دروازوں پر سے ہٹا کر یہ لوگ مسجد میں درآئے۔ مسعود منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا اور لوگوں کو جوش دلا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر غطفان نے اپنے لوگوں کو اوبھارنا اور لڑنا شروع کیا دو تین مصرعے اوس نے پڑھے جن کا یہ مطلب تھا۔ اے بنی تمیم مسجد کے مقصورہ کو گھیرے رہو ایسا نہ ہو کہ مسعود بھاگ کر ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ غرض ان لوگوں نے مسعود کو منبر سے اوتار کر

قتل کر ڈالا۔ اشیم دروازہ مقصورہ کی طرف بھاگ نکلا۔ کسی نے برچھی ماری۔ وہ دروازہ پر پڑی۔ اشیم بچ گیا۔ اسی باب میں فرزوق نے کہا ہے

لوان اشیم لم یسبق اسنتنا ۔ والخطا الباب اذ نیرا ننا نقد

ہم نے جب آتش جنگ مشتعل کی تھی۔ اوس وقت اشیم ہماری برچھیوں سے نہ بچ گیا ہوتا اور مقصورہ مسجد کے دروازہ کو نہ پا گیا ہوتا۔

اذا لصاحب مسعودا وصاحبہ ۔ وقد تھافتت الاعفاج والکبد

تو پھر وہ بھی مسعود کے ساتھ چلا گیا ہوتا اور جگر و دل کے ٹکڑے اوڑ گئے ہوتے"

یہ واقعہ شوال کی پہلی تاریخ ۶۴ھ میں ہوا۔ بعض لوگ ازد کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ ادھر سے مسعود آیا تھا۔ جیسے پرندہ آتا ہے۔ نقش و نگار لگائے ہوئے۔ دیبائے زرد کی قبا پہنے ہوئے۔ قبا میں کچھ سیاہی لگی ہوئی تھی۔ سنت کا حکم دیتا تھا۔ فتنہ سے روکتا تھا۔[1] لوگ کہتے تھے چاند کو دیکھو چاند کو دیکھو۔ ایک ساعت نہ گذری ہوگی کہ اونکا چاند گہنا گیا۔ پھر بنی تمیم کے گھروں کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے دیکھو لوگ اس طرف سے آ پڑے اور اوسے قتل کر ڈالا لوگوں نے ابن زیاد سے آکر کہا کہ مسعود منبر پر چڑھ گیا[2] ابھی یہی باتیں تھیں۔ اور ابن زیاد دار الامارہ میں آنیکا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ اور کچھ لوگ آئے اونھوں نے کہا مسعود مارا گیا۔ یہ سنتے ہی ابن زیاد نے رکاب میں پاؤں ڈالا۔ اور شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ شوال ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ اسکے بعد قوم مضر کے کچھ لوگ مالک بن مسمع کی فکر میں نکلے۔ اوسے اوسی کے گھر میں محصور کر لیا۔ اور گھر میں آگ لگا دی۔ غطفان کعبی نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے

واصبح ابن مسمع محصورا ۔ یبغی قصورا دونہ ددورا
حتی شبنا حولہ سعیرا

---

[1] ابن اثیر نے اس روایت کو چھوڑ دیا ہے طبری میں بعد کا فقرہ یہ ہے الا ان من السنۃ ان تاخذ فوق یدی یدک"، یہ قول مسعود کا غالباً ہوگا اور غسل یدین کا شاید ذکر ہو ع ح

[2] طبری میں اس کے بعد یہ عبارت ہے ولم یرد دون الدار بکتاب" ابن اثیر نے اس روایت ہی کو چھوڑ دیا ۔ ع ح

یعنی ابن مسمع محصور ہو کر کوشکوں اور مکانوں میں بھاگتا پھرا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے اوسکے گرداگرد آگ کے شعلے بلند کردیئے"

ابن زیاد بھاگا تو لوگوں نے تعاقب کیا۔ وہ ہاتھ نہ لگا تو جو کچھ اوسکا مال و منال ہاتھ آیا لوٹ لائے۔ وافد بن خلیفہ نے اس باب میں کہا ہے

یا رُبّ جبّار شدید کَلَمُہ ۔ قَدْ صار فینا تاجہ وسَلَبُہ

وہ ظالم جسکا زور بہت حد سے گذر گیا تھا اوسکا تاج اوسکی لوٹ ہم کو مل گئی۔

منہم عبید اللہ حین انسلبہ ۔ جیادہ و بزہ ونَہبہ

عبید اللہ کو ہم نے لوٹ لیا۔ اوسکے راہواروں کو اوسکی جامہ واروں کو تاراج کیا۔

یوم التقی مقنبنا مقنبہ ۔ لو لم یُنجّ ابن زیاد ھربہ

یہ اوس دن کا ذکر ہے کہ ہمارا گلہ اوسکے گلہ سے جاکر بھڑ گیا تھا۔ کاشکے ابن زیاد اس طرح بھاگ کر بچ نہ گیا ہوتا"

جرہم عدوی نے مسعود کے قتل پر ایک طولانی نظم لکھی اوس میں کہتا ہے

ومسعود ابن عمرو اذ اتانا ۔ صبحنا حدّ مطرور سنینا

مسعود جب ہماری طرف آیا ہے تو ہم نے اوس کی ہوی سنانوں کی آب سے صبوحی کی

رجا التامیر مسعودٌ فاضحیٰ ۔ صریعاً قد ازرناہ المنونا

مسعود اس امید میں آیا تھا کہ ابن زیاد کو امیر بصرہ بنادے۔ وہ خود ہی قتل ہوگیا۔ ہم نے اوسے موت کی صورت دکھادی۔

ایک روایت یہ ہے کہ مسعود نے قرہ کے ماتحت سو شخص قوم ازد کے دے کر ابن زیاد کے ساتھ کردیا۔ ان لوگوں نے اوسے شام تک پہنچادیا۔

بعض روایتوں میں اتنا مضمون اور بڑھا ہوا ہے۔ کہ ایک شب کا ذکر ہے کہ شام کے سفر میں ابن زیاد نے کہا کہ اونٹوں کی سواری سے میں اوکتا گیا۔ میرے لئے کوئی گدھا کس دو۔ یساف یشکری نے گدھے پر چار جامہ ڈال دیا۔ یساف کہتا ہے کہ ابن زیاد اوس پر سوار ہوا۔ دونوں پاؤں اوسکے گویا زمین پر رگڑتے ہوئے جاتے تھے۔ بڑی دیر تک سکوت کے عالم میں رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا "یہ شخص کل تک امیر عراق تھا آج اس وقت گدھے کی پیٹھ پر سو رہا ہے گر پڑے تو کیسی چوٹ آئے" پھر میں نے یہ ارادہ کیا کہ

اگر یہ سو رہا ہے تو میں اسکی نیند کو پریشان کر دونگا۔ یہ سوچ کر میں اوسکے قریب گیا۔ میں نے پوچھا کیا سو گئے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا۔ پھر یہ سکوت کیسا۔ کہا کچھ دل سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے کہا میں بتا دوں کیا باتیں دل سے کر رہے تھے۔ کہا۔ تجھے واللہ ضرور بیان کر۔ تو نہ تو سمجھ سکتا ہے نہ ٹھیک ٹھیک بیان کر سکتا ہے" میں نے کہا تم دل میں یہ کہہ رہے تھے "کاشکے حسین کو میں نے قتل نہ کیا ہوتا" کہا یہ تو نہیں تھا۔ میں نے کہا تم یہ کہہ رہے تھے۔ کاشکے جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے نہ کیا ہوتا" کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے۔ کاشکے میں نے بیضا[1] سے تعلق نہ کیا ہوتا" کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے "کاشکے دہقانوں کو میں نے حکومت نہ دی ہوتی" کہا یہ بھی نہیں۔ میں نے کہا یہ کہہ رہے تھے "کاشکے میں نے اس سے زیادہ سخاوت کی ہوتی" کہا واللہ تو نے کوئی ٹھیک بات نہ کہی نہ کسی غلط گوئی سے پرہیز کیا۔ حسین کا نام جو تو نے لیا تو سن وہ مجھے قتل کرنے آ رہے تھے۔ میں نے اپنے قتل ہونے سے اونکے قتل کرنے کو بہتر سمجھا۔ بیضا کو میں نے عبداللہ ثقفی سے مول لیا۔ یزید نے دس لاکھ میرے پاس روانہ کئے تھے۔ وہ میں نے اسی بیضا پر لگا دیے۔ اگر یہ دولت باقی رہ گئی تو میرے اہل کے پاس رہی۔ تباہ ہو گئی تو مجھے اوسکا افسوس بھی نہیں۔ اوسکے تلف ہونے سے مجھ پر کوئی الزام بھی نہیں۔ دہقانوں کو حکومت دینے کا یہ سبب ہوا۔ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور زاذان فروخ نے معاویہ سے میری غیبت کی۔ دھان کی بھوسی تک کا ذکر کیا۔ دس کروڑ تک خراج بڑھوا دیا۔ معاویہ نے مجھے یہ اختیار دیا۔ کہ یا تو معزول ہونا گوارا کروں یا تاوان۔ مجھے معزولی گوارا نہ ہوئی۔ اب یہ مشکل آ پڑی کہ اگر عرب میں سے کسی کو حاکم بناؤں اور وہ خراج میں نقصان پہنچائے۔ تو میں اوس سے باز پرس کروں یا اوسکی قوم کے رؤسا پر یا اوسکی برادری والوں پر بار ڈالوں۔ تو اون لوگوں کو مجھ سے ضرر پہنچیگا۔ اگر چھوڑ دوں تو خدا کے مال کو یہ جان بوجھ کر کہ کس کے ذمہ ہے کیونکر چھوڑ دوں۔ میں نے دہقانوں کو تم لوگوں سے

---

[1] طبری کی عبارت ہے لیتنی لم اکن بنیت البیضاء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضاء کوئی عمارت تھی اور ابن اثیر کی یہ عبارت یہ ہے لیتنی لم اکن لمست البیضاء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضاء کوئی جاریہ تھی ۱۲

بڑھ کر تحصیل خراج میں واقف کار تم سے بڑھ کر امانت دار اور مطالبہ کے وقت تم سے بڑھ کر نرم و سہل پایا۔ پھر یہ بات بھی تو ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اونکا نگران مقرر کر دیا تھا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرنے پائیں۔ بخیل ہونیکا جو تم نے ذکر کیا تو واللہ میرے پاس کچھ مال ہی نہ تھا کہ میں سخاوت کرتا۔ ہاں یہ ہوتا کہ ایک کا مال لیکر دوسرے کو دے دیتا۔ لوگ کہتے بڑا سخی ہے۔[1] یہ جو تم نے کہا کاش جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے نہ کیا ہوتا۔ سنو واللہ کلمہ اخلاص کے بعد کوئی عمل جس سے زیادہ تر قربت خدا حاصل ہو میں نے نہیں کیا سوا اسکے کہ جن لوگوں کو خوارج میں سے میں نے قتل کیا میرے نزدیک وہ عمل خیر سب سے بڑھ کر ہے۔ لو اب میں تم سے کہے دیتا ہوں کہ میں کیا باتیں دل ہی دل میں کر رہا تھا۔ سنو میں دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ کاشکے میں نے اہل بصرہ سے قتال کیا ہوتا۔ اونھوں نے تو اپنی خوشی سے مجھ سے بیعت کی تھی۔ اون پر جبر کس نے کیا تھا۔ اور بخدا مجھے آرزو تھی کہ میں لڑوں لیکن میرے بھائیوں نے نہ مانا اونھوں نے کہا اگر تم لڑے اور اونکو غلبہ ہوا تو ہم میں سے ایک کو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ تم ان کو یونہیں چھوڑ دو گے۔ تو ہم سے ایک ایک شخص اپنی اپنی ننھیال یا سسرال والوں میں جا کر چھپ رہیگا"۔ اونکے اس کہنے پر مجھے ترس آگیا اور قتال سے باز آیا۔ میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کاش میں نے قید خانہ میں سے سب قیدیوں کو نکلوا کر سب کی گردنیں ماری ہوتیں۔ جب یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو کاش میں شام میں اوس وقت پہنچ جاؤں کہ امر خلافت کا کچھ فیصلہ نہ ہوا ہو بعض کہتے ہیں کہ وہ شام میں ایسے ہی وقت پہنچا کہ کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا اور وہاں کے سب لوگ اسکے سامنے ہیچ تھے۔ بعض کہتے ہیں وہاں یکسوئی ہو چکی تھی جب یہ پہنچا تو اس نے پھر اختلاف ڈالدیا۔ اور اپنی رائے کی طرف سب کو مائل کر لیا۔

زیاد اور اوسکا بیٹا پہلے دو شخص ہیں جو بصرہ اور کوفہ دونوں شہروں کے حاکم تھے۔ ان دونوں نے تیرہ ہزار خوارج کو قتل کیا۔ ان میں سے چار ہزار شخص ابن زیاد کی قید میں تھے۔ یزید کے ہلاک ہونیکے بعد اس نے خطبہ اہل بصرہ میں پڑھا۔ کہا جسکی طاعت کے لئے ہم قتال کرتے تھے۔ وہ تو مر گیا۔ اب تم لوگ اگر اپنا امیر مجھے مقرر کرو گے۔ تو تمہارے لئے خراج میں تحصیل کرونگا اور تمہارے دشمن سے قتال میں کرونگا"۔ اور مقاتل بن مسمع

---

[1] اسکے بعد یہ فقرہ ہے وَلکنی عممتکم وکان عندی انفع لکم ابن اثیر نے یہ فقرہ بھی چھوڑ دیا ۱۲

اور سعید بن قرحا کو کوفہ میں اس نے بھیجا اور اہل کوفہ سے بھی یہی پیام کہلا بھیجا۔ اس وقت اسکی طرف سے عمرو بن حریث کوفہ میں امیر تھا۔ دونوں نے اہل کوفہ کے سامنے جب یہ تقریر کی۔ تو یزید شیبانی اوٹھ کھڑا ہوا۔ اور اوس نے کہا۔ شکر ہے خدا کا کہ اوس نے پسر سمیہ کے ہاتھ سے ہمیں چھڑایا۔ اب تو یہ ہرگز نہیں ہونیکا" یہ سنکر عمرو نے اوسکے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ گردن میں ہاتھ دیا گیا۔ اور قید خانہ کی طرف اوسے لیجانے لگے۔ قوم بکر نے دشمنوں کے ہاتھ سے اوسے بچا لیا۔ یزید ڈرا ہوا اپنی برادری والوں میں چلا گیا۔ یہاں محمد بن اشعث نے اس سے کہلا بھیجا۔ تم اپنی رائے پر قائم رہنا۔ اور جا بجا سے یہی پیام اوسکے پاس آیا۔ عمرو جو خطبہ پڑھنے کو منبر پر گیا۔ تو اوس پر ڈھیلے آنے لگے۔ وہ اپنے گھر میں چلا گیا۔ مسجد میں لوگوں نے ہجوم کیا کہ ہم کسی کو اپنا امیر مقرر کریں گے۔ فقط اتنے دنوں کے واسطے جتنے دنوں میں سب لوگ کسی خلیفہ پر اتفاق کریں۔ غرض عمرو[1] بن سعید کو سب نے امیر مقرر کر لیا۔ اور ہمدان کی عورتیں قتل حسین پر گریہ و زاری کرتی ہوئی آئیں۔ اور اون کے مرد تلواریں باندھے ہوئے منبر کے گرد جمع ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث نے کہا۔ ہم لوگ کچھ اور ہی حالت میں تھے اب کچھ اور ہو گیا۔ بنی کندہ سب عمرو بن سعید کے ننھیال والے تھے وہ ابن سعید کا استحکام چاہتے تھے۔ یہ لوگ عامر بن مسعود کے پاس جمع ہوئے۔ اور سب نے ابن زبیر کو یہ حال لکھ بھیجا۔ ابن زبیر نے اوسے مستقل امیر بنا دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ عمرو بن حریث نے لوگوں کو جمع کر کے یہ چاہا کہ جس طرح بصرہ والوں نے ابن زیاد کو اپنا امیر بنا لیا ہے اسی طرح اہل کوفہ بھی بالفعل اوسی کو اپنا امیر بنا لیں۔ ابن زیاد نے جن دو شخصوں کو اس کام کے لئے بصرہ سے بھیجا تھا۔ اون دونوں نے بھی اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی۔ یزید بن حارث پہلا شخص تھا جس نے ان دونوں کو سنگریزے اوٹھا کر مارا۔ یزید کے بعد پھر سب لوگوں نے سنگریزے اونھیں مارے۔ یزید نے کہا ہم اور پسر مرجانہ سے بیعت کریں! ہرگز ایسا نہ ہوگا" یزید کے اس فعل نے تمام شہر کی نظر میں اوس کی وقعت و عزت بڑھا دی۔ یہ دونوں شخص کوفہ سے جب بصرہ گئے۔ اور اہل بصرہ سے یہاں جو ماجرا گذرا تھا بیان کیا۔ تو سب کہنے لگے۔ کوفہ والوں نے تو اوسے معزول کر دیا اور تم اے اہل بصرہ

[1] ابن اثیر نے عمرو بن سعید لکھا ہے ایک نسخہ طبری کا بھی یہی ہے ۱۲ ع ج

اوس سے بیعت کرو اور اوسے اپنا امیر بناؤ" بس لوگ ابن زیاد کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ ابن زیاد سے بڑی چوک یہ ہوگئی۔ کہ اوس نے ازد میں جاکر پناہ لی۔ مسعود بن عمرو ازدی نے اوسے پناہ دی۔ یہ یزید کے مرنیکے بعد ۹۰ دن مسعود کے یہاں رہا۔ بعد کو شام کی طرف روانہ ہوگیا۔ چلتے چلتے مسعود کو بصرہ میں اپنا جانشین کرگیا۔ اس پر بنی تمیم وقیس نے کہا۔ ہم ہرگز رضامند نہیں۔ ہم اسے درست نہیں سمجھتے۔ ہم اوسی شخص کو اپنا امیر سمجھیں گے۔ جسے ہماری جماعت کے لوگ پسند کریں۔ مسعود نے جواب دیا مجھے وہ اپنا جانشین کرگیا ہے۔ میں اس منصب کو نہیں چھوڑنے کا۔ اپنی قوم کو ساتھ لیکر نکلا اور دار الامارہ میں داخل ہوگیا۔ اب بنی تمیم احنف بن قیس کے پاس پہنچے۔ اوسے مسعود کے استیصال پر آمادہ کیا۔ اسی زمانہ میں کچھ خوارج ہر اساورہ پر اوترے ہوئے تھے۔ لوگ کہتے ہیں احنف نے اون سے کہلا بھیجا۔ کہ یہ شخص جو دار الامارہ میں داخل ہوگیا ہے۔ ہمارا بھی دشمن ہے تمہارا بھی ہے۔ پہلے تم اوسی سے کیوں نہیں لڑ لیتے" بس خوارج کی ایک جماعت مسجد میں پہنچی۔ اوس وقت مسعود منبر پر تھا۔ جو کوئی اوس سے بیعت کرنے کو آتا تھا۔ بیعت لیتا تھا ایک نومسلم نے اوسے تیر مار دیا۔ یہ شخص مسلم کہلاتا تھا اہل فارس میں سے تھا۔ بصرہ میں آکر مسلمان ہوا تھا۔ پھر خوارج میں مل گیا۔ اسکا تیر مسعود کے قلب پر لگا اوسے مار اوتارا۔ اور خود نکل گیا۔ لوگوں میں ہیجان پیدا ہوگیا کہ مسعود کو خوارج نے قتل کیا۔ قوم ازد خوارج سے لڑنیکو نکلی۔ اون میں سے اکثر کو قتل کیا زخمی کیا بصرہ سے نکال دیا۔ پھر مسعود کو دفن کیا۔ اب لوگوں نے ان سے آکر کہا کہ بنی تمیم تو یہ کہتے ہیں کہ مسعود کو اونہیں نے قتل کیا ہے۔ ازدیوں نے لوگوں کو بنی تمیم کے پاس روانہ کیا کہ جاکر اون سے پوچھیں۔ جب وہاں گئے تو بعض لوگوں کو اونھوں نے یہی دعوے کرتے سنا۔ اب تمام ازدی جمع ہوگئے۔ زیاد عتکی کو اپنا رئیس بنایا۔ اور بنی تمیم سے لڑنے چلے۔ انکے ساتھ مالک بن مسمع اور بکر بن وائل بھی تھے۔ اور بنی تمیم کے ساتھ بنی... بھی تھے۔ بنی تمیم اس وقت احنف کے پاس پہنچے کہ گھر سے نکلو۔ اس نے بہت پیچھو ڈالنے کے بعد اپنا علم نکالا۔ بہت کشت وخون کے بعد بنی تمیم نے کہا۔ اے گروہ ازد خدا سے ڈرو۔ یہ آپس کی خون ریزی کب تک رہیگی۔ ہمارے تمہارے درمیان قرآن ہے اور اہل اسلام میں سے جسے چاہو حکم مقرر کرو۔ اگر تم یہ ثابت کردو کہ ہم نے تمہارے رئیس کو قتل کیا ہے۔ تو ہم میں سے بہترین قوم کو تم لے کر اپنے رئیس کے قصاص میں قتل کرو۔ اور اگر اس بات پر کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ تو ہم حلف کرتے ہیں کہ واللہ

ہم نے اوسے قتل کیا نہ کسی کو حکم دیا۔ ہم نہیں جانتے تمہارے رئیس کو کس نے قتل کیا۔ اگر یہ بھی تمہیں منظور نہ ہو تو ہمارے خون بہا اوسکا ایک لاکھ درہم لے لو۔ اس پر آپس میں صلح کی ٹھہری۔ احنف بزرگان مضر کو ساتھ لے کر حضّی کے پاس آیا۔ اور کہا اے قوم ازد تم لوگ گھر میں ہمارے جار، میدان میں ہمارے مددگار ہو۔ ہم تمہارے در پر اس لئے آئے ہیں کہ تمہارے اشتعال کو بجھائیں۔ تمہارے دل سے کینہ کو نکالیں۔ ہم تم کو اختیار دیتے ہیں کہ ہم لوگوں پر ہمارے مال پر جو حکم چاہو کرو۔ اپنے مال کا نقصان کسی طرح سے ہو ہم کو پروا نہ ہوگا۔ کہ اس میں آپس میں صلح اور امن کی صورت پیدا ہوگی " قوم ازد نے جواب میں کہا ہمارے سردار کی دیت میں دس دیتیں تم دے سکتے ہو۔ کہا ہم نے دیں۔ اسطرح سے صلح ہوئی۔ سب لوگ میدان جنگ سے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ ہیثم بن اسود نخعی نے اس باب میں یہ شعر کہے

علی[1] بمسعودِ الناعی فقلتُ لہُ ۔ نعم الیمانی تجرءۃً علی الناعی

سنانی لانے والے نے مسعود کی تعریف کی تو میں نے جرأت کر کے یہ کہا! اے
کیا اچھا مرد یمانی تھا۔

اوفی ثمانین ما یستطیعہ احدٌ ۔ فتی دعاہ لراس المدۃ الداعی

اسی برس اوس نے پورے کر دیے جسے ہر ایک نہیں کر سکتا جب میعاد عمر آخر ہوئی تو
داعی اجل نے اوسے پکارا۔

آوی[2] ابن حربٍ وقد سُدّت مذاھبہٗ ۔ فاوسع السرب منہ ایما ایساع

ابن زیاد ابن ابی سفیان کو اوس نے اوس حالت میں پناہ دی جب اوس پر تمام راہیں
بند تھیں۔ پھر کیسی کشادہ راہ اوسے مل گئی۔

حتی تواروت بہ ارضٌ وعامرُھا ۔ وکان ذا ناصرٍ فیہا واشیاع

آخر اوسے ایک سرزمین نے اور اوس زمین کے مالک نے چھپا رکھا۔ اور یہاں
اوس کے ناصر و مددگار پیدا ہو گئے۔

---

[1] ابن اثیر نے یہ شعر چھوڑ دیے ہیں۔ طبری مطبوعہ میں "اعلی بمسعود" ہے۔ مترجم اسے "علی بمسعود" پڑھتا ہے۔

[2] طبری مطبوعہ میں "آذی ابن حرب" ہے مترجم اسے "آوی ابن حرب" پڑھتا ہے ۱۲ ع ع

اور عبداللہ بن حر نے یہ اشعار کہے تھے ۔

مازلت ارجوالازد حتی رأیتھا ۔ تقصر عن بنیانھا المتطاول

مجھے قوم ازد سے یہ امید نہ تھی کہ اپنی اصالت کے غرور کو چھوڑ دیں گے ۔

ایقتل مسعود ولم یثاروا بہ ۔ وصارت سیوف الازد مثل المناجل

مسعود قتل کیا جائے اور یہ لوگ اوسکا انتقام نہ لیں ۔ ان کی تلواریں کیا کھرپیاں ہو کر رہ گئیں ۔

وماخیر عقل اورث الازد ذلۃ ۔ تسب بہ احیاءھم فی المحافل

یہ کیسی عقل جس سے ذلت کا سامنا ہوا اور محفلوں میں انکو سب برا بھلا کہیں ۔ !

علی انھم شمط کان لحاھم ۔ ثعالب فی اعناقھم[1] کالجلاجل

پھر لطف یہ کہ سب لوگ مسن ہیں ۔ بڑی بڑی ڈاڑھیاں اونکی معلوم ہوتی ہیں جیسے گھنٹیوں کی طرح اونکی گردن میں لومڑیاں بندھی ہوئی ہیں ۔"

اہل بصرہ نے مجتمع ہو کر نماز پڑھانے کے لئے عبدالملک بن عبداللہ کو پہلے اپنا امیر مقرر کیا ۔ پھر مہینہ بھر کے بعد ببہ کو امیر بنایا ۔ اس نے دو مہینے نماز پڑھائی ۔ اس کے بعد عمر بن معمر کو انکا امیر کر کے ابن زبیر نے بھیجا ۔ وہ بھی مہینہ بھر رہا ۔ پھر حارث مخزومی نے جسے قباع کہتے ہیں آ کر اسے بھی معزول کر دیا اور خود اوسکی جگہ لی ۔

یہ بھی روایت ہے کہ لوگوں نے ببہ سے بیعت کی تو اوس نے ہمیان بن عدی کو رئیس شرطہ مقرر کیا تھا ۔ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص ببہ کے پاس اوسی اثنا میں وارد ہوا تھا ۔ ببہ نے ابن عدی کو حکم دیا ۔ کہ اس سے قریب کسی جگہ پر اوسے اوتاریں ۔ زیاد کے غلام آزاد کا جسکا نام فیل تھا ایک گھر بنی سلیم میں تھا ۔ ابن عدی نے ارادہ کیا کہ اوسی گھر کو خالی کروا کر مدنی کو اوتارے ۔ ...[2] بنی سلیم نے اس باب میں اوس سے مزاحمت کی ۔ اور کشت و خون کی نوبت پہنچی ۔ ان لوگوں نے عبدالملک بن عامر سے فریاد کی اوس نے اپنے ملاحوں کو اور غلاموں کو مسلح کر کے بھیج دیا ۔ اونھوں نے ابن عدی کو وہاں سے نکال دیا ۔ اور اوس گھر میں

---

[1] نسخہ طبری میں (فی اعناقھا) ہے ۔ مترجم نے اسے (فی اعناقھم) پڑھا ہے ۱۲ ع ح

[2] اسکے بعد کا فقرہ یہ ہے وقد کان ھرب واقفل الوابہ ابن اثیر نے اس روایت ہی کو چھوڑ دیا ۔

نہ آنے دیا۔ دوسرے دن عبدالملک دارالامارہ میں ببہ کے سلام کو آیا۔ ایک شخص
بنی قیس کا اوسے دروازہ پر ملا۔ اسے دیکھتے ہی کہنے لگا "کل تمھیں تم ہمارے خلاف
میں کمک بھیجی تھی" یہ کہہ کر اوس نے ہاتھ اوٹھایا۔ عبدالملک کو ایک تماچہ مارا۔ اسکے
خادموں میں سے کچھ لوگوں نے قیس پر وار کیا۔ اور اوسکا ہاتھ اوڑا دیا۔ عبدالملک غصہ
میں بھرا ہوا ببہ کے دروازہ پر سے واپس آیا۔ اور تمام قوم مضر غضبناک ہوگئی۔ اور
سب جمع ہوگئے۔ قبیلہ بکر بن وائل اشیم کے پاس فریاد کرنے کو آئے۔ اشیم اوٹھ کھڑا ہوا۔
مالک بن مسمع بھی اوسکے ساتھ تھا۔ منبر پر جاکر اشیم نے کہا "جس مضری کو پاؤ قتل کرو"
بنی مسمع کا خیال ہے۔ مالک جو اشیم کے ساتھ آیا تھا رفع شر کے خیال سے آیا تھا۔ وہ ہتھیار
بھی لگائے ہوئے نہ تھا۔ وہ تو چاہتا تھا کہ اشیم کو اس ارادہ سے باز رکھے" اسکے بعد
قبیلہ بکر واپس تو ہوا مگر اون میں اور قوم مضر میں بیر پڑ گیا۔ قوم ازد نے اس بات کو غنیمت سمجھا۔
اونھوں نے قبیلہ بکر کے ساتھ حلف کرلیا۔ اور مسعود کے ساتھ مسجد جامع میں آئے۔
اس وقت بنی تمیم نے احنف سے جاکر التجا کی۔ اور اوس نے اپنا عمامہ اوتار کر ایک نیزہ پر
باندھ دیا۔ اور سلمہ بن ذویب کو یہ نشان دیا۔ اوسکے آگے آگے قوم اساورہ کے لوگ چلے۔
اس ہیأت سے مسجد میں آئے۔ دیکھا کہ مسعود خطبہ پڑھ رہا ہے منبر سے اوتار کر اوسکو قتل
کیا۔ قوم ازد کہتی ہے کہ ازارقہ نے اوسے قتل کیا۔ اسی بات پر فتنہ و فساد برپا ہوا۔ عمر بن معمر
اور عبدالرحمن بن حارث نے ان لوگوں کے درمیان سفارت کی۔ آخر بنی ازد اس بات پر
راضی ہوگئے کہ دس دیتیں لیں گے۔ ببہ خانہ نشین ہوگیا۔ دیندار شخص تھا۔ اوس نے کہا۔
دوسروں کی اصلاح میں اپنے کو میں کیوں خراب کروں" اہل بصرہ نے ابن زبیر کو سب حال
لکھ بھیجا۔ اونھوں نے انس بن مالک کو لکھا کہ وہ سب کو نماز پڑھایا کریں۔ غرض چالیس دن
انھوں نے نماز پڑھائی۔ ابن زبیر نے عمر کو امیر بصرہ مقرر کرکے فرمان روانہ کیا۔ پیغامی یہ فرمان
لیکر عمر کے پاس اوس وقت پہنچا کہ عمرہ کے لئے نکل چکے تھے۔ انھوں نے عبیداللہ کے نام
حکم بھیجدیا کہ نماز پڑھایا کرے۔ غرض عمر کے مکہ سے آنے تک عبیداللہ نے اہل بصرہ کو نماز
پڑھائی۔ ببہ کی امارت چار مہینہ تک بصرہ میں رہی۔ اسی زمانہ میں نافع بن ازرق نے اہواز
کی طرف رخ کیا۔ لوگوں نے ببہ سے کہا کہ لوٹ مچی ہوئی ہے۔ عورت کو راستہ میں سے پکڑ
لے جاتے ہیں۔ بے آبرو کرتے ہیں۔ کوئی اوسے نہیں بچاتا" کہا پھر تم کیا چاہتے ہو" کہا اپنی تلوار

ان کے درمیان رکھ۔ اوران لوگوں پر حملہ کردے۔ کہا دوسروں کی اصلاح میں اپنے کو میں کیوں خراب کروں۔ او غلام میرا جوتا لا۔ جوتا پہنا اور گھر میں جاکر خانہ نشین ہوگیا۔ لوگوں نے عمر بن سعد کو خود اپنا امیر بنالیا۔ ببّہ جس زمانہ میں امیر تھا۔ طاعون آگیا۔ اسکی ماں مرگئی تو اوٹھانے والے بصرہ میں نہ ملے۔ آخر چار نومسلموں کو مزدوری دیکر اوسکی لاش اوٹھوائی۔ ببّہ نے اپنی امارت میں بیت المال سے چالیس ہزار لے کرایک شخص کے پاس رکھوا دئے تھے عمر بن معمر جب امیر بصرہ ہوکر آیا۔ تو اوس نے ببّہ کو گرفتار کیا۔ اور قید کرلیا۔ اوسکے ایک غلام آزاد کو اسی مال کے باب میں مبتلائے عذاب بھی کیا۔ آخر اوس سے تاوان لیا۔ ایک شخص نے ببّہ سے پوچھا کہ اپنی امارت کے زمانہ میں خون سے تم بچے رہے لیکن مال سے نہ بچ سکے۔ اوس نے کہا خون میں جیسا گناہ ہے ویسا مال میں نہیں ہے۔ اہل کوفہ نے ابن زیاد کے دونوں سفیروں کو جب کوفہ سے نکال دیا تو سب نے باتفاق عامر بن مسعود قرشی کو نماز پڑھانیکے لئے اوس وقت تک کہ خلافت کا کوئی فیصلہ ہو مقرر کرلیا تھا۔ یزید کے مرنے کے بعد تین مہینے تک یہ شخص خدمت پر رہا۔ لوگ اسے پست قامت ہونیکے سبب سے دُحروجۃ الجعل[۱] کہتے تھے۔ ابن ہمام سلولی نے اسکے باب میں ایک شعر کہا تھا ؎

اشدد یدیک بزید ان ظفرت بہ ۔ واکشف الارامل من دحروجۃ الجعل

اگر زید تجھے مل جائے تو اوس سے توسّل کر اور اس گوبر کے گیند کی طرف سے بیوا ؤں کے دل کو ٹھنڈا کر!!

پھر عبد اللہ بن یزید نماز پڑھانے پر اور ابراہیم خراج پر مقرر ہوا۔ اس وقت کوفہ بصرہ اور قبلہ کی جانب کے عرب اور اہل شام و اہل جزیرہ اردن کے سوا ابن زبیر کی طاعت میں آگئے تھے۔

مروان بن حکم کی خلافت

ابن زبیر سے جب بیعت ہوئی تو اونھوں نے عبیدہ بن زبیر کو مدینہ کا اور عبدالرحمٰن فہری کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اور بنی امیہ اور مروان بن حکم کو شام کی طرف نکال دیا۔ عبدالملک اوس زمانہ میں اٹھارہ برس کا تھا حصین بن نمیر وغیرہ جب شام میں آئے ہیں۔ تو ابن نمیر نے

---

[۱] گوبر کا کیڑا جو گوبر کا گیند بناتا ہے اوس گیند کی پھبتی اوس پر کہی تھی ۱۲ ع ح

مروان سے ابن زبیر کا سارا حال بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ آؤ میں تم سے بیعت کروں۔ مروان نے انکار کیا تو اس نے اوس سے اور تمام بنی امیہ سے کہا۔ تم لوگوں کے معاملہ میں بڑی اولجھن پڑگئی ہے۔ اپنے معاملات کو درست کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اب تمہارا شام کا ملک بھی قبضہ سے نکل جائے۔ اور ایک آفت عظیم بپا ہو۔ مروان کی یہ رائے ہوگئی تھی کہ وہاں سے روانہ ہوکر ابن زبیر کے پاس جائے اور اون سے بیعت کر لے۔ اس اثنا میں ابن زیاد وہاں وارد ہوا۔ تمام بنی امیہ اوسکے گرد جمع ہو گئے۔ اوسے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مروان کیا سوچے ہوئے ہے۔ اب اوس نے مروان سے کہا۔ تم نے جو ارادہ کیا ہے اوس سے شرم نہیں آتی۔ تم بزرگ قریش اور سردار قوم ہو کر کیا کیا چاہتے ہو" مروان نے کہا ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض تمام بنی امیہ اور اونکے موالی اوسکے ساتھ ہو گئے۔ اہل یمن بھی جمع ہو کر ساتھ ہوئے۔ مروان یہ کہتا ہوا روانہ ہوا کہ " ابھی کچھ نہیں گیا ہے" یہ سب دمشق میں داخل ہوئے۔ یہاں ضحاک بن قیس فہری سے اہل شہر اس بات پر بیعت کر چکے تھے۔ کہ جب تک امت میں اجتماع و اتفاق کی صورت پیدا ہو۔ وہی سب کو نماز پڑھایا کرے۔ اور انتظام قائم رکھے۔

یزید کے بعد اوسکا بیٹا معاویہ امیر ہوا تو اوس نے حکم دیا کہ شام میں الصلوۃ جامعۃ کی ندا کر دی جائے۔ سب جمع ہوئے تو اوس نے کہا " میں نے تم پر حکومت کرنیکے باب میں فکر کی تو معلوم ہوا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہو سکیگا۔ اب میں نے چاہا کہ کوئی شخص تمہارے لئے ایسا ڈھونڈوں جیسے عمر بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر کو مل گئے تھے۔ مجھے کوئی ایسا شخص کبھی نہ ملا۔ پھر میں نے چاہا کہ تمہارے لئے شوری کرنے کو ایسے چھ شخص ڈھونڈوں جیسے عمر کو مل گئے تھے۔ ایسے لوگ بھی مجھے نہ ملے۔ اب تم کو اختیار ہے۔ جسے چاہو اوسے اپنا امیر بنا لو " یہ کہہ کر معاویہ گھر میں گیا اور ایسا گیا کہ مر کر نکلا۔ بعض کہتے ہیں اوسے زہر دے دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں چھری مار دی گئی۔

عبید اللہ ابن زیاد جب دمشق میں آیا ہے تو یہاں ضحاک بن قیس حکومت کر رہا تھا۔ قنسرین میں زفر بن عبد اللہ ابن زبیر کے لئے بیعتیں لے رہا تھا۔ حمص میں نعمان بن بشیر انصاری ابن زبیر سے بیعت کر چکے تھے۔ فلسطین میں حسان بن مالک معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ سے اب تک حکومت کر رہا تھا۔ وہ اہل فلسطین کا سردار تھا

اور بنی امیہ کا ہواخواہ ۔ اوس نے روح بن زنباع جذامی کو بلاکر کہا۔ میں تم کو فلسطین میں اپنا جانشین کئے جاتا ہوں۔ تم قبیلہ لخم وجذام میں رہنا۔ اہل فلسطین کے نگران کار ہوکر تم تنہا نہ رہو گے۔ اپنی قوم کے لوگوں کو ساتھ لے کر قتال بھی کر سکتے ہو۔ یہ کہکر حسان اردن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں نائل بن قیس نے روح کے مقابلہ میں خروج کیا۔ اوسے فلسطین سے نکال کر خود متصرف ہوگیا۔ اور ابن زبیر کے لئے بیعتیں لینے لگا۔ ابن زبیر نے عامل مدینہ کو حکم بھیجا تھا کہ بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دے۔ یہ لوگ اپنے عیال واطفال کو لئے ہوئے شام میں آئے۔ یہاں مروان بھی موجود تھا۔ اور سب لوگ دو فرقوں میں منقسم تھے۔ حسان اردن میں بنی امیہ کا ہواخواہ تھا۔ اور ضحاک فہری دمشق میں ابن زبیر کی طرف مائل تھا۔ حسان نے خطبہ میں کہا اے اہل اردن ابن زبیر اور کشتگان حرہ کے باب میں تم کیا کہتے ہو۔ اونھوں نے کہا ابن زبیر منافق ہے اور کشتگان حرہ جہنمی ہیں۔ اوس نے اب پوچھا یزید کو اور اپنے اون کشتوں کو جو واقعہ حرہ میں قتل ہوے ہیں کیا کہتے ہو۔ اونھوں نے کہا یزید حق پر تھا اور ہماری طرف کے سب کشتے بہشت میں ہیں۔ یہ سنکر حسان نے کہا۔ سنو اگر یزید اپنی زندگی میں دین حق پر تھا تو اپنے مرنے کے بعد بھی یزید اور اوسکے شیعہ حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر اور اوسکے شیعہ اوس زمانہ میں گمراہ تھے تو اب بھی وہ سب گمراہ ہیں۔ سب نے حسان سے کہا تم سچ کہتے ہو۔ ہم سب تم سے اس بات پر بیعت کرنے کو موجود ہیں کہ جو تمھاری مخالفت اور ابن زبیر کی اطاعت کرے گا اوس سے ہم لوگ قتال کریں گے۔ ہاں یزید کے ان دونوں چھوکروں سے یعنی عبداللہ وخالد سے ہم بیزار ہیں۔ یہ ابھی کم سن ہیں۔ ہمیں یہ بات مکروہ معلوم ہوتی ہے کہ اور لوگ تو کسی مرد مُسن کو ہمارے مقابلہ میں لائیں اور ہم ایک چھوکرے کو اوس کے سامنے کھڑا کریں۔ ضحاک بن قیس تو دمشق میں ابن زبیر کی طرف مائل تھا۔ مگر اس بات کو ظاہر نہیں کرتا تھا۔ بنی امیہ میں وہ گھرا ہوا تھا۔ جو کچھ کرتا تھا پوشیدہ طور سے کرتا تھا۔ یہ خبر حسان کو ہوئی۔ اوس نے ضحاک کو ایک رقعہ لکھا اوس میں بنی امیہ کے حق کو بہت بڑھا کر ظاہر کیا۔ اور جماعت میں شامل رہنے اور اطاعت کو لازم کرنے پر بہت زور دیا۔ اور بنی امیہ نے امر خلافت میں جو جو کوششیں کیں۔ اور خود حسان کے ساتھ جو جو سلوک کئے تھے وہ یاد دلائے۔ اور اوس سے بنی امیہ کی اطاعت کو اختیار کر لینے کی درخواست کی۔ اور ابن زبیر کی مذمت لکھی اور

گالیاں دیں اور منافق کہا کہ اوس نے خلفاء میں سے دو شخصوں کو خلافت سے معزول کیا۔ اور حسان کو یہ بھی لکھا کہ میرا یہ رقعہ سب لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا۔ اور بنی کلب میں سے ایک شخص ناغضہ کو بلا کر یہ رقعہ دیا۔ اور ضحاک کے پاس روانہ کیا۔ اور ایک نقل اس رقعہ کی اوتار کر ناغضہ کو دیدی۔ کہ اگر ضحاک اس رقعہ کو سب لوگوں کے سامنے نہ پڑھے۔ تو تم خود کھڑے ہو جانا۔ اور یہ رقعہ سب کو پڑھکر سنا دینا۔ اور بنی امیہ کو بھی ایک رقعہ اس مضمون کا حسان نے لکھا۔ کہ اس صحبت میں سب ضرور شریک ہوں۔ غرض ناغضہ رقعہ لیکر ضحاک کے پاس پہنچا۔ اوسکا رقعہ اوسے دیدیا۔ بنی امیہ کے نام جو رقعہ تھا وہ بنی امیہ کو پہنچادیا۔ جمعہ کا دن ہوا تو ضحاک منبر پر گیا۔ ناغضہ نے کھڑے ہو کر کہا آپ سلامت رہیں۔ حسان کا رقعہ سب کو پڑھ کر سنا دیجے۔ ضحاک نے کہا بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ تو گیا مگر پھر اوٹھا۔ اس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ تیسری دفعہ یہ پھر اوٹھا۔ اوس نے پھر کہا کہ بیٹھو۔ ناغضہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ رقعہ کو نہیں پڑھتا تو اوسکے پاس جو نقل موجود تھی وہ نکال کر سب کو سنا دی۔ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے اوٹھ کر حسان کے قول کی تائید کی اور ابن زبیر کو کہا کہ وہ کاذب ہے۔ یزید بن غسانی نے اوٹھ کر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ سفیان بن کلبی نے اوٹھکر حسان کی تائید کی اور ابن زبیر کو گالیاں دیں۔ عمرو بن حکمی نے اوٹھکر حسان کو گالیاں دیں اور ابن زبیر کی ستائش کی۔ انھیں لوگوں کی پیروی میں اور لوگ بھی باہدگر اختلاف کرنے لگے۔ ضحاک نے ان تینوں شخصوں کو جنھوں نے حسان کی تائید کی تھی اور ابن زبیر کو گالیاں دی تھیں۔ یعنی ولید و یزید و سفیان کو قید کرنے کا حکم دیا۔ وہ تو قید کرلئے گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا۔ بنی کلب عمرو بن حکمی پر جا پڑے۔ اوسے مارا پیٹا جلایا کپڑے اوسکے پھاڑ ڈالے۔ خالد بن یزید اوٹھا اور منبر کے دو زینوں پر چڑھ گیا۔ ابھی وہ لڑکا تھا اور ضحاک بھی منبر پر بیٹھا ہی ہوا تھا۔ اوس نے مختصر سے دو کلمے کہے جو کسی نے کبھی سنے نہ ہوں گے۔ اور لوگوں کے شور و شغف کو موقوف کر دیا۔ ضحاک نے منبر سے اوتر کر نماز جمعہ پڑھائی۔ اور محل میں داخل ہو گیا۔ اب بنی کلب آئے اور سفیان کو قید سے چھڑا لے گئے۔ بنی غسان آئے وہ یزید کو چھڑا لے گئے۔ ولید نے کہا اگر میں کلب و غسان سے ہوتا تو میں بھی رہا ہو گیا ہوتا۔ یزید کے دونوں بیٹے عبداللہ و خالد اور ان کی ننھیال کے لوگ بنی کلب میں سے اون کے ساتھ آئے اور ولید کو بھی زندان سے نکال لے گئے۔ اہل شام

اس دن کو جیرون[1] کا واقعۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ دمشق ہی میں ٹھہرے رہے۔ ضحاک ایک دفعہ مسجد دمشق میں آکر بیٹھا۔ یزید کا ذکر کرکے اوس کی مذمت کرنے لگا۔ یہ سنکر ایک نوجوان قبیلۂ کلب کا عصا لے کر اوٹھ کھڑا ہوا اور ضحاک کو مارا۔ لوگ تلواریں لگائے ہوئے وہیں بیٹھے تھے۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ مسجد میں تلوار چل گئی۔ بنی قیس تو ابن زبیر اور ضحاک کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور بنی کلب خاندان امیہ خصوصاً خالد بن یزید کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور یزید کی حمایت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ضحاک دارالامارہ میں جاکر بیٹھ رہا۔ صبح کو نماز پڑھانے کے لئے بھی نہ نکلا۔ فوج میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو بنی امیہ کی طرف مائل تھے۔ کچھ لوگ ابن زبیر کے ہواخواہ تھے۔ اسکے دوسرے دن ضحاک نے بنی امیہ کو بلا بھیجا۔ وہ لوگ آئے تو بہت معذرت کی۔ اور اون کے احسانات کا ذکر کیا جو اسکے ساتھ یا اسکے دوستوں کے ساتھ اونھوں نے کئے تھے۔ اور یہ بھی کہا کہ جو امر تم کو ناگوار ہو میں وہ کام کرنا نہیں چاہتا۔ تم لوگ حسان کو لکھو اور میں بھی لکھتا ہوں۔ کہ وہ اردن سے روانہ ہوکر جابیہ تک آئے۔ یہاں سے ہم تم روانہ ہوکر اوسی مقام میں اوس سے مل جائیں گے۔ وہاں پہنچکر تمھیں میں سے کسی کے ساتھ بیعت کر لیں گے۔" بنی امیہ اس بات پر راضی ہوگئے۔ اور اونھوں نے حسان کو لکھا ضحاک نے بھی یہی مضمون اوسے لکھ بھیجا۔ لوگ جابیہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ بنی امیہ بھی روانہ ہوئے۔ بیرقیں اوڑتی ہوئی چلیں۔ اسی اثنا میں ثور بن معن سلمی ضحاک کے پاس آیا اور کہا تم نے ہم سے تو ابن زبیر کی طاعت پر بیعت لی۔ اور خود اس بدوی کلبی کے ساتھ چلے کہ وہ اپنے بھتیجے خالد بن یزید کو خلیفہ بنا دے۔" ضحاک نے پوچھا پھر اب تمھاری کیا رائے ہے۔ ثور نے کہا ہمیں اب چھپانا نہیں چاہیئے کھل کر کہدینا چاہیئے کہ ہم سب لوگوں کو ابن زبیر کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور اس بات کے لئے قتال کرنے پر آمادہ ہیں" آخر ضحاک اپنے سب لوگوں کو ساتھ لئے ہوئے واپس آیا۔ اور مرج راہط کی طرف روانہ ہوا۔ محرم ۶۵ھ میں مروان سے

[1] جیرون دمشق کے ایک مقام کا نام ہے وہ نزہتگاہ انام تھا ابو خلیفۂ اموی کو ابن زبیر نے جب مکہ سے نکال دیا تو وہ دمشق میں چلا آیا تھا یہاں یاد وطن اوسے ستاتی تھی تو اوس نے یہ شعر کہا ؎

القصور والنخل والجماء بینهما ۔ اشهی الی القلب من ابواب جیرون ۔ اغانی

لوگوں نے بیعت کرلی اور وہ لشکر لیکر ضحاک سے لڑنیکو روانہ ہوا۔ اور سب کو قتل کرڈالا۔
قبیلۂ قیس کے اتنے لوگ مرج راہط کی لڑائی میں قتل ہوئے کہ کسی معرکہ میں کبھی اس قدر
کشت وخون نہیں ہوا۔ اکثر لوگوں نے یہی لکھا ہے۔ کہ مرج راہط میں ضحاک ومروان میں
جو معرکہ قتال ہوا وہ سنہ ۶۵ھ میں ہوا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ اہل اردن وغیرہ نے
مروان سے کہا کہ تو شیخ بزرگ ہے اور ابن یزید لڑکا ہے اور ابن زبیر ادھیڑ ہوچکا ہے۔
فولاد کو فولاد ہی کاٹتا ہے۔ یزید کے چھوکرے کو ابن زبیر کے مقابلہ میں نہ کھڑا کر۔ تو خود
خم ٹھونک کر اوس سے مقابلہ کرنیکو ڈٹ جا۔ لا ہاتھ لا ہم سب تجھ سے بیعت کرنے پر
مستعد ہیں۔ مروان نے ہاتھ پھیلا دیا سب نے بیعت کرلی۔ یہ بیعت جمعہ کے دن ذیقعدہ
کی تیسری تاریخ سنہ ۶۴ھ میں مقام جابیہ میں واقع ہوی۔ ضحاک کو جب یہ خبر پہنچی کہ مروان سے
لوگوں نے خلافت کی بیعت کرلی۔ تو اوسکے ساتھ جتنے لوگ تھے اون سے ابن زبیر کے لئے
اوس نے بیعت لی۔ اور ضحاک ومروان دونوں ایک دوسرے سے قتال کرنیکو روانہ
ہوئے۔ ان دونوں فرقوں میں بہت بڑی کشت وخون ہوئی۔ ضحاک اور اوس کے
اصحاب سب قتل ہوگئے۔ عبدالرحمن بن ضحاک ایک نوجوان شخص تھا جب یہ مدینہ کا
حاکم ہوکر آیا ہے تو اس نے ایک دن ذکر کیا۔ کہ ضحاک نے جو بنی قیس وغیرہ سے بیعت لی تھی
وہ اپنی خلافت کے لئے لی تھی۔ یہ سنکر زفر بن فہری نے کہا ہم بھی یہی جانتے ہیں اور یہی سنتے
چلے آئے ہیں لیکن زبیر کی اولاد یہی کہتی ہے۔ کہ ضحاک نے عبداللہ بن زبیر کے لئے
بیعت لی تھی۔ اور اوسی کی طاعت میں حرمرج کیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ واللہ وہ باطل پر قتل ہوا۔
اس سے پیشتر ہی قریش نے اوس سے بیعت کرنے کو کہا تھا جب تو اوس نے ابن زبیر کی
بیعت سے انکار کردیا۔ پھر مجبور ہوکر اوسے یہی کرنا پڑا۔

ضحاک نے جب ابن زبیر کے لئے بیعت لینا شروع کی تو دمشق کے سب لوگوں نے
جو اہل یمن وغیرہ تھے اوس سے بیعت کرلی تھی۔ بنی امیہ اور اونکے متبعین جابیہ میں
چالیس دن تک حسان کے ساتھ نماز پڑھا کئے اور مشورہ کرتے رہے۔ نعمان بن بشیر
حمص میں اور زفر بن حارث قنسرین میں اور ناتل بن قیس فلسطین میں حاکم تھے۔ ان تینوں
امیروں کو ضحاک نے کمک بھیجنے کے لئے لکھا تھا۔ نعمان نے شرحبیل کو کمک کرنے کے
واسطے روانہ کیا۔ اور زفر وناتل نے قنسرین اور فلسطین سے لوگوں کو روانہ کیا۔ یہ سب فوجیں

ضحاک کے پاس مرج راہط میں جمع ہوگئی تھیں۔ جابیہ میں یہ جھگڑا پڑا ہوا تھا کہ مالک بن سکونی تو یہ چاہتا تھا کہ یزید کا کوئی بیٹا خلیفہ ہو جائے۔ حصین بن نمیر چاہتا تھا کہ مروان کو خلافت ملے۔ مالک نے حصین سے کہا آؤ۔ ہم تم اس لڑکے سے بیعت کرلیں (یعنی خالد سے) اسکا باپ ہمارا عزیز ہے۔ یہ ہمارا بھانجہ ہے۔ اسکا باپ جیسی منزلت ہماری کرتا تھا۔ یہ اوس سے خوب واقف ہے۔ یہ تو ہم کو سارے عرب کا حاکم بنا دیگا" حصین نے کہا واللہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ عرب تو کسی شیخ بزرگ کو ہمارے روبرو لائیں۔ اور ہم ایک چھوکرے کو اونکے سامنے لے کر جائیں..... [^1] مالک نے کہا۔ اگر تو نے مروان اور اونکے خاندان کو خلیفہ بنا دیا۔ تو وہ لوگ تیری ذرا ذرا سی چیز پر حسد کریں گے۔ یہ تیرا کوڑہ یہ جوتہ کا تسمہ تک نہ دیکھ سکیں گے۔ کسی درخت کی چھاؤں میں تیرا بیٹھنا بھی اونھیں گوارا نہ ہوگا۔ مروان ایک بڑے خاندان کا باپ ہے۔ بڑے خاندان کا بھائی۔ بڑے خاندان کا چچا ہے۔ اوس سے بیعت کرکے سارے خاندان کے غلام تم بن جاؤ گے۔ تمھیں چاہئے کہ اپنے بھانجہ خالد سے بیعت کرلو" حصین نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک قندیل لٹکی ہوی ہے۔ اور جتنے لوگ خلافت کی ہوس رکھتے ہیں یہ سب چاہتے ہیں۔ قندیل کو پکڑ لیں۔ اور نہیں پا سکتے۔ مروان بڑھتا ہے اور قندیل کو پا جاتا ہے۔ واللہ ہم تو اوسی کو خلیفہ بنائیں گے".......[^2] جب مروان کی بیعت پر سب کی رائے ہوگئی۔ تو روح بن زنباع کھڑا ہوا۔ حق تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا ایہا الناس عبداللہ بن عمر سے تم واقف ہو رسول اللہ صلعم کے شرف صحبت سے اون کا مشرف ہونا۔ اونکا اسلام میں سابق ہونا تم کو معلوم ہے۔ جوکچھ اونکی نسبت تمھیں معلوم ہے وہ ایسے ہی ہیں۔ لیکن وہ ایک مرد ضعیف ہیں۔ اور امت محمد کا امیر ضعیف نہیں ہوسکتا۔ عبداللہ بن زبیر کے باب میں لوگ جوکچھ کہتے ہیں۔ اور جس جس وصف کا اونکے لئے دعوےٰ کرتے ہیں۔ واللہ وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں وہ زبیر حواری رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہیں۔ اسماء بنت ابوبکر صدیق

---

[^1]: اس مقام پر یہ فقرہ ہے۔ فقال مالك هذا ولم تردى تهامة ولما يبلغ الحزام الطبيين فقالوا مهلاً يا ابا سليمن۔ ابن اثیر نے ساری روایت لکھی ہے۔ یہ فقرہ درمیان کا چھوڑ دیا ہے ع ح

[^2]: یہاں کا یہ فقرہ بھی ابن اثیر نے چھوڑ دیا ہے۔ فقال ملك ويحك يا حصين اتبايع لمروان وآل مروان وانت تعلم انهم اهل بيت من قيس۔

ذات النطاقین کے فرزند ہیں۔ اور اہل عراق میں سب کے زیادہ خیانت وبدگوئی کرتے ہوئے دیکھے
ہیں۔ لیکن ابن زبیر منافق ہیں۔ ان دونوں نے خلفاء میں سے دو خلیفوں کو معزول کیا۔ یعنی
یزید اور اس کے بیٹے معاویہ کو۔ اور ان کے علاوہ ان دونوں نے خون بہا کر مسلمانوں میں
اختلاف ڈالا۔ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امیر منافق نہیں ہو سکتا۔ جو بات کہ ہو جس
تو واللہ اسلام میں کبھی ایسا کوئی فتنہ نہیں ہوا جیسے انہوں نے پیدا کیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے جس نے
امیر المومنین عثمان کی طرف سے یوم الدار میں ہم سے قتال کیا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے
علی سے جنگ جمل میں قتال کیا۔ ہمارے امیر نے سب لوگوں کے لئے [illegible]
(یعنی مروان) سے بیعت کریں۔ ہم ان لوگوں کو (یعنی خالد کی) اتباع پر بلاتے ہیں۔ غرض
بیعت کرنے پر سب نے اتفاق کیا۔ اس ترتیب سے کہ پہلے مروان خلیفہ ہو پھر خالد پھر
عمرو بن سعید۔ اور دمشق کا امیر عمرو بن سعید ہو گا اور حمص کا خالد بن یزید رہے گا۔ اب
حسان نے خالد کو بلا کر کہا اے بھانجے تیرے کم سن ہونے کی وجہ سے لوگوں نے
تیری خلافت کو پسند نہیں کیا۔ میں امر خلافت تیرے اور تیرے خاندان کے سوا کسی کے لئے
نہیں چاہتا۔ میں مروان سے بیعت کر رہا ہوں تو محض تیرے لوگوں کی خاطر۔ خالد نے
کہا نہیں بلکہ تم لوگوں سے عاجز آ گئے۔ کیا واللہ میں عاجز نہیں ہوا [illegible] لیکن مصلحت
یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ [illegible] حسان نے مروان کو بلا کر کہا۔ اے مروان واللہ
سب لوگ تو اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ تم سے بیعت کریں۔ مروان نے جواب دیا
اگر خدا کو منظور ہے کہ مجھ کو خلافت ہو۔ تو کسی کی مجال نہیں کہ روک سکے۔ اگر خدا
ہی کو منظور نہیں ہے۔ تو کسی کا کیا جو مجھے خلافت دے سکے۔ حسان نے
کہا۔ تو نے سچ کہا۔ یہ کہہ کر منبر پر گیا اور کہا۔ اے لوگو! انشاء اللہ پنجشنبہ کے دن
ہم لوگ کسی کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ پنجشنبہ کا دن آیا تو مروان سے سب نے بیعت کی۔
اور مروان لوگوں کو ساتھ لے کر جابیہ سے روانہ ہوا۔ اور مرج راہط میں ضحاک کے
مقابلہ میں اترا۔ مروان کے ساتھ کلب اور [illegible] غسان اور [illegible] کے
لوگ [illegible] تھے۔ عمرو بن سعید لشکر کے میمنہ پر تھا اور ابن زیاد میسرہ پر، یزید بن ابی نمس
جابیہ کے شوری میں شریک نہیں ہوا۔ وہ دمشق میں چھپا بیٹھا رہا۔ مروان جب مرج راہط
میں پہنچا تو اس نے اپنے غلاموں کو ساتھ لے کر اہل دمشق پر حملہ کیا۔ شہر پر قبضہ کیا، ضحاک کے

عامل کو وہاں سے نکال دیا۔ خزانوں پر اور بیت المال پر قابض ہوگیا۔ مروان کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اور مال واسباب وسلاح سے اوسکو مدد پہنچائی۔ بنی امیہ کے فتوحات میں یہ پہلی فتح تھی۔ مروان بیس دن تک ضحاک سے لڑتا رہا۔ اسکے بعد ضحاک قتل ہوا اور اون لوگوں کو شکست ہوئی۔ ضحاک کے ساتھ اسی شخص رؤسائے شام کے مارے گئے جو صاحب قطیفہ[1] تھے۔ اور جو شخص صاحب قطیفہ ہوا تھا۔ اوسکا وظیفہ دو ہزار مقرر تھا۔ اس جنگ میں اہل شام بہت قتل ہوئے۔ کسی واقعہ میں اس طرح کبھی قتل نہیں ہوئے تھے۔ اور تمام قبیلوں کے لوگ اس میں شامل تھے۔ ضحاک کے ساتھ ایک شخص بنی کلب کا مالک بن یزید بھی قتل ہوا۔ قضاعہ کا علمدار بھی قتل ہوا۔ قضاعہ کی جمعیت شام میں جب داخل ہوئی تھی تو یہی شخص اوس دن بھی علم لئے ہوئے تھا۔ ثور بن سلمی جس نے ضحاک کی رائے بدل دی تھی اسی جنگ میں مارا گیا۔ ایک شخص کلبی ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا۔ تو اوسے برا معلوم ہوا۔ کہنے لگا جب عمر گزر گئی استخواں چور ہو گئے چراغ سحری ہو گیا تو میں فوجیں لڑانے کو اوٹھا"

اور ایک دن کسی کی لاش پر اوسکا گزر ہوا تو یہ شعر پڑھا ؎

وما ضرهم غير حين النفوس ۔ اي اميري قريش غلب

جان تو جاتی رہی اب انھیں کچھ پروا نہیں کہ دو امیروں میں سے کسے غلبہ ہوا۔ اب کوئی ان کا کیا کر سکتا ہے"

جب مروان سے بیعت ہوئی اور اوس نے خلافت کا دعوی کیا تو یہ شعر کہے ؎

لما رايت الامر امرا نهبا ۔ يسرت غسان لهم وكلبا

جب میں نے دیکھا کہ امر خلافت میں لوٹ مار ہو رہی ہے تو میں نے مخالفوں کے مقابلہ میں قوم غسان و بنی کلب کو مہیا کیا۔

والسكسكيين رجالا غلبا ۔ وطيئا تاباه الا ضربا

اور قوم سکسک کے قوی ہیکل سپاہیوں کو اور بنی طے کو جو ایسے ناگوار امور میں بغیر وار کئے نہیں رہتے۔

---

[1] قطیفہ اوس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں روئیں ابھرے ہوئے ہوں۔ ظن غالب ہے کہ امرائے شام کی وضع میں اس قسم کے کپڑے کو اوڑھنا یا بچھانا داخل تھا۔ گویا یہ لوگ صاحب خلعت یا صاحب مسند تھے۔ ابن اثیر نے اس فقرہ کو چھوڑ دہ ۱۲ ع ح

والقین تمشی فی الحدید نکبا۔ ومن تنوخ مشعر اصعبا۔

اور بنی قین کو جو زرہ بکتر پہنے ہوئے آہستگی سے چلتے ہیں اور قوم تنوخ کو جو شکر و سرکش ہیں۔

لا یاخذون الملک الا غصبا۔ وان دنت قیس فقل لا قربا

یہ لوگ جس ملک کو لیتے ہیں چھین کر لے لیتے ہیں۔ اب اگر بنی قیس تمہارے قریب آئیں تو اون سے کہہ دو کہ دور ہو"

جو شخص ضحاک کا سر لے کر مروان کے پاس آیا تھا کہتا ہے میں نے زحنہ بن کلبی کو دیکھا کہ جیسے لوگوں پر آگ برسا رہا ہے۔ جس پر برچھی کا سوار کیا اوسے گرا دیا۔ جسے تلوار ماری بسمل کر دیا۔ اسی اثنا میں ضحاک نے اوس سے مقابلہ کیا۔ زحنہ نے اوسے بھی قتل کیا۔ اور وہیں اوسے چھوڑ دیا۔ میں اوسکا سر لے کر مروان کے پاس پہنچا۔ پوچھا تو ہی نے اسے قتل کیا۔ میں نے کہا قتل تو اسے زحنہ نے کیا ہے میرا یہ سچ کہہ دینا مروان کو اچھا معلوم ہوا۔ میرے لئے بھی اوس نے انعام کا حکم دیا اور زحنہ کے ساتھ بھی احسان سے پیش آیا۔ مروان کا علم ابن کرہ اوٹھائے ہوئے تھا۔ قتال کے وقت مروان اوسکی پیٹھ میں نیام شمشیر سے ٹہوکے دیتا جاتا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ نشان کو اور قریب لے جا۔ یہ لوگ جب تلوار کی آنچ پائیں گے تو اس طرح بھاگیں گے جس طرح اونٹ اور بھیڑیں چرواہے کے سامنے سے بھاگتی ہیں" مروان کے لشکر میں چھ ہزار سرباز تھے۔ سواروں کا افسر ابن زیاد تھا پیادوں کا مالک بن ابن ہبیرہ۔ بشر بن مروان بھی علم لئے ہوئے جنگ میں مصروف تھا اور کہتا جاتا تھا ــــ

ان علی الرئیس حقا حقا۔ ان یخضب الصعدۃ او تندقا

سردار فوج کا کام یہ ہے کہ نیزہ کو خون سے رنگین کرتا رہے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے"

عبد العزیز بن مروان بھی اسی لڑائی میں مارا گیا۔ مروان نے خاندان محارب کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مروان کی طرف سے جنگ کر رہا تھا اوسکے علم کے نیچے تھوڑے ہی سے لوگ تھے۔ مروان نے کہا۔ رحمت خدا ہو تجھ پر۔ تیرے ساتھ بہت کم لوگ ہیں تو اپنے اصحاب کے ساتھ جا کر ملجا۔ اوس نے کہا اے امیر المومنین ہماری مدد کے لئے ملائکہ اون لوگوں سے کہیں زیادہ ہیں جن کے ساتھ ملجانے کو تو ہم سے کہہ رہا ہے۔ اس بات سے مروان بہت خوش ہوا۔ ہنسنے لگا۔ اور خود اسکے ساتھ جو سپاہی تھے اون میں سے کچھ لوگ اوسکے ساتھ کر دیے۔

مرج سے شکست کھاکر لوگ اپنے اپنے لشکر کی طرف بھاگ گئے۔ اہل حمص حمص کی طرف گئے۔ یہاں نعمان بن بشیر حاکم تھے۔ نعمان کو یہ خبر جو معلوم ہوئی۔ تو وہ راتوں رات اپنی بی بی نائلۂ کلبیہ کو اور سب لڑکوں کو اور مال و متاع کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ رات بھر مارے مارے پھرا کئے۔ اہل حمص صبح کو اون کی تلاش میں نکلے۔ عمرو بن کلاعی نے اونھیں ڈھونڈ نکالا اور قتل کر ڈالا۔ اونکے سر کو اور اونکی زوجہ اور بچوں کو ساتھ لئے ہوئے آیا۔ اور اونکی بیٹی ام ابان کی گود میں اون کا سر ڈال دیا۔ یہی ام ابان اسکے بعد حجاج بن یوسف کے پاس تھی۔ زوجۂ نعمان نے کہا یہ سر مجھے دو۔ اوس سے زیادہ میں اس سر کی حقدار ہوں۔ غرض نائلہ کی گود میں نعمان کا سر اوس نے ڈال دیا۔ حمص میں ان سب کو لئے ہوئے کلاعی جب پہنچا تو بنی کلب نائلہ کو اور اوسکے بچوں کو آکر لے گئے۔ زُفر قنسرین سے بھاگ کر قرقیسیا کی طرف پہنچا۔ یہاں یزید کی طرف سے عیاض حاکم تھا۔ اوس نے زفر کو قرقیسیا میں داخل نہ ہونے دیا۔ زفر نے بہت شدید قسمیں طلاق و عتاق کی کھاکر کہا مجھے فقط یہاں حمام میں جانے کی اجازت دے دو۔ حمام سے نکل کر میں یہاں قیام نہ کروں گا۔ اجازت ملتے ہی قرقیسیا میں داخل ہوگیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں۔ عیاض کو وہاں سے نکال کر خود وہیں قلعہ بند ہوگیا۔ بنی قیس اوسکی حمایت پر اوٹھ کھڑے ہوے۔ ناتل صاحب فلسطین میدان سے بھاگ کر ابن زبیر کے پاس مکہ چلا گیا۔ اب تمام اہل شام کا اتفاق مروان پر ہوگیا۔ وہ مرجع خلائق بن گیا۔ ملک شام میں اوس نے اپنی طرف سے حکام مقرر کئے۔ شام کی طرف سے مطمئن ہوکر وہ مصر میں آیا۔ حاکم یہاں کا ابن جحدم تھا اور وہ بھی ابن زبیر کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔ مروان کے آنے کی خبر سن کر وہ بنی فہر کے کچھ لوگ ساتھ لے کر اودھر مروان کی طرف متوجہ ہوا۔ اودھر مروان نے عمرو بن سعید کو اوسکے پیچھے پیچھے روانہ کیا۔ یہ مصر میں داخل ہوا اور منبر پر جاکر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کو عمرو کے مصر میں داخل ہوجانیکا حال جو معلوم ہوا۔ تو سب ابن جحدم کے ساتھ سے الگ ہوکر واپس چلے آئے۔ سب نے مروان کو اپنا امیر بنایا اور اس سے بیعت کرلی۔ مروان مصر سے دمشق کو واپس جارہا تھا قریب پہنچ کر یہ خبر سنی کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو فلسطین کی طرف روانہ کیا ہے۔ مروان نے عمرو بن سعید کو فوج کے ساتھ مصعب سے مقابلہ کرنے کو روانہ کیا۔ ابھی وہ سرحد شام میں داخل نہ ہونے پایا تھا کہ عمرو کے لشکر نے اوسے ٹوک لیا۔ دونوں فوجوں میں لڑائی ہوئی۔

مصعب کو شکست ہوگئی۔ اسکے ساتھ ایک شخص محمد بن حریث تھا اسے عمرو بن سعید سے قرابت تھی۔ بیان کرتا ہے واللہ میں نے مصعب کا سا دلیر نہیں دیکھا۔ سوار ہو وہ یا پیدل دونوں حالتوں میں زور شور سے حملہ کرتا تھا۔ راستہ میں پیدل ہو ہو جاتا تھا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو ترتیب و انتظام سے لے چلتا تھا۔ اور پیادہ پا دوڑتا تھا کہ اوسکے تلوؤں کو میں نے دیکھا زخمی ہو گئے ہیں۔ مروان واپس آیا اور دمشق کی طرف سے اوسے اطمینان ہوگیا اور عمرو بن سعید بھی واپس آگیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد عراق سے جب شام میں آیا ہے تو اوس نے بنی امیہ کو تدمر میں پایا۔ ان لوگوں کو ابن زبیر نے مدینہ سے مکہ سے سارے ملک حجاز بھر سے نکال دیا تھا۔ یہ لوگ تدمر میں اوتر پڑے۔ اور ان کو معلوم ہوا کہ ضحاک بن قیس اس وقت ابن زبیر کی طرف سے امیر شام ہے۔ ابن زیاد اوس وقت پہنچا ہے۔ کہ ابن زبیر سے بیعت کرنے کو اور بنی امیہ کے لئے اون سے امان طلب کرنے کو مروان روانہ ہونیوالا تھا۔ ابن زیاد نے کہا للہ خدا کے لئے اس ارادہ سے باز آ۔ یہ عقل کی بات نہیں ہے کہ بزرگ قریش ہوکر تو اوس مکار سے بیعت خلافت کرنے جائے۔ تجھے چاہئے کہ اہل تدمر کو دعوت دے اون سے بیعت لے۔ پھر اون کو اور تمام بنی امیہ کو جو تیرے ساتھ ہیں۔ لے کر ضحاک بن قیس پر چڑھائی کر۔ اوسے شام سے نکال دے" عمرو بن سعید پکارا واللہ ابن زیاد سچ کہتا ہے۔ اور یہ بات بھی تو ہے کہ تو قریش کا سردار اور رئیس ہے خلافت کا سب سے بڑھ کر تجھے حق ہے۔ ہاں اس چھوکرے پر لوگوں کی نظر پڑتی ہے (یعنی خالد بن یزید) تو اس کی ماں سے عقد کرلے وہ تیرا فرزند ہو جائے گا" مروان نے ایسا ہی کیا۔ پہلے اوس نے خالد کی ماں سے عقد کیا اس عورت کا نام فاختہ تھا۔ پھر بنی امیہ کو جمع کرکے اون سے بیعت لی۔ اونھوں نے اپنا امیر اوسکو بنایا پھر تدمر کے سب لوگوں نے بیعت کی۔ اب مروان ایک انبوہ کثیر اپنے ساتھ لے کر ضحاک سے لڑنیکو نکلا۔ ضحاک نے سنا کہ بنی امیہ نے مروان سے بیعت کرلی اور اب مجھ سے لڑنے کو آرہے ہیں۔ تو اہل دمشق وغیرہ میں جو لوگ اوسکے پاس تھے انکو لے کر مقابلہ کرنے کو نکلا۔ انہیں لوگوں میں زفر بھی تھا۔ مرج راہط میں بہت شدید لڑائی ہوئی۔ ضحاک اور اوسکے اکثر اصحاب قتل ہو گئے۔ جو باقی رہے وہ کسی نہ کسی طرف بھاگ گئے۔ زفر بھی دو نوجوانوں کے ساتھ کسی طرف بھاگا جاتا تھا۔ اوسی طرف سے

مروان کے سوار آپڑے۔ اور وہ انھیں کے تعاقب میں تھے۔ دونوں جوانوں نے زفر سے کہا۔ ہم دونوں تو مارے جائیں گے تم اپنے کو بچا سکو تو بچاؤ۔ زفر ان دونوں سے جدا ہو کر قرقیسیا کی طرف نکل گیا۔ وہاں بنی قیس اس کے پاس جمع ہو گئے اونھوں نے اسے اپنا رئیس بنا لیا۔ راہط سے فرار ہو کر زفر نے یہ اشعار کہے ؎

اریننی سلاحی لاابالک انّنی ۔ اری الحرب لاتزداد الا تمادیا

میرے سلاح میرے سامنے لاکر رکھدے میں دیکھتا ہوں کہ لڑائی میں بہت طول کھنچیگا۔

فقد ینبت المرعیٰ علی دمن الثریٰ ۔ وتبقی حزازات النفوس کما ھیا

زمین کے خس وخاشاک پر تو سبزہ اوگ بھی آتا ہے دلوں میں جو کدورتیں بھری ہوئی ہیں وہ اوسی طرح رہ جاتی ہیں۔

اتذھب کلبٌ لم تنلھا رماحنا ۔ وتترک قتلیٰ راھطٍ ھی ماھیا

کیا بنی کلب ہماری برچھیوں سے بچ جائیں گے اور جنگ راہط کے کشتوں کا (اور وہ کیسے کشتے تھے) عوض نہ لیا جائے گا۔

فلم ترمنی نبوۃٌ قبل ھذہٖ ۔ فراری وترکی صاحبیّ ورائیا

اس لغزش کے سوا کہ اپنے دو ساتھیوں کو چھوڑ کر میں بھاگ آیا مجھ سے کوئی قصور نہیں ہوا ہے۔

ایذھب یومٌ واحدٌ ان اساتہ ۔ بصالح ایامی وحسن بلائیا

کیا اس ایک لڑائی میں جو مجھ سے یہ قصور ہو گیا اسکے سبب سے اور میرے کارنامے اور میری ثابت قدمی مٹ جائیگی۔

فلا صلح حتی تحطّ الخیلُ بالقنا ۔ وتثأر من نسوان کلب نسائیا

ہم جب تک برچھیاں ار مار کے سواروں کو خون میں لٹا نہ دیں۔ جب تک بنی کلب کی عورتوں سے ہماری عورتیں انتقام نہ لے لیں۔ صلح کیسی۔

ابن فعطل نے ان اشعار کا اس طرح جواب دیا ؎

لعمری لقد ابقت وقیعۃ راھطٍ ۔ علی زفرٍ داءً من الداءِ باقیا

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جنگ راہط نے زفر کو ہمیشہ کے غم میں مبتلا کر دیا ہے۔

دعا بسلاحٍ ثم احجم اذ رأیٰ ۔ سیوف جناب والطوال المذاکیا

اسلحہ اوس نے طلب تو کئے لیکن جب ہماری طرف کی تلواریں اور گھوڑے اوس نے دیکھے تو بھکلا کر رہ گیا۔

عمرو بن کلبی نے زفر کے جواب میں یہ اشعار کہے ؎

بکی زفر القیسی من ھلك قومه ۔ بعبرة عین ما یجف سجومها

زفر قیسی اپنی قوم کے قتل ہو جانے پر ایسے آنسوؤں سے رویا جن کا ٹپکنا موقوف ہی نہیں ہوتا۔

ابحنا حمی للحی قیس براھط ۔ وولت شلالا واستبیح حریمها

ہم نے جنگ راہط میں بنی قیس کو تباہ کر دیا وہ تو ادھر اودھر بھاگے جاتے تھے اور اونکے اہل حرم کو ہم لوٹ رہے تھے۔

فمت کمدا او عش ذلیلا مھضما ۔ بحسرة نفس لا تنام ھمومها

اے زفر اس غم میں مرجا یا جی تو ذلت و حسرت میں جو مٹنے والی نہیں۔

یہ اشعار بھی زفر نے جبھی کہے تھے ؎

افی الله اما بحدل وابن بحدل ۔ فیحیی واما ابن الزبیر فیقتل

کیا یہ مرضی ہے خدا کی کہ بحدل[له] اور ابن بحدل تو زندہ رہیں اور ابن زبیر قتل کئے جائیں۔

کذبتم وبیت الله لا تقتلونه ۔ ولما یکن یوم اغر محجل

خانہ کعبہ کی قسم ہے کہ یہ گمان تمھارا غلط ہے۔ ابن زبیر کو تم قتل نہ کر سکو گے۔ ابھی گھمسان کی لڑائی کہاں ہوئی۔

ولما یکن للمشرفیة فوقکم ۔ شعاع کقرن الشمس حین ترجل

ابھی تم لوگوں کی صفوں پر تلوار اس طرح کہاں چمکی جس طرح سورج کی کرن طلوع کرتی ہے

عبد الرحمن بن حکم نے زفر کے جواب میں یہ شعر کہے ؎

اتذھب کلب قد حمتها رماحها ۔ وتترك قتلی راھط ما اجنت

بنی کلب جنکی برچھیاں اون کی کمک کرتی رہیں کیا ایسے ہیں کہ جنگ راہط میں جو لوگ

له بحدل یزید کے نانا کا نام ہے حسان بن مالک بن بحدل اور اونکے سب بھائی یزید کے ہلاک ہونیکے بعد مروان کی خلافت کے لئے ساعی و سرگرم رہے۔ ع ح

اونکی طرف سے قتل ہوئے بغیر اونکو دفن کیے میدان سے چلے آتے ۔

لحا اللہ قیسا قیس عیلان انھا ۔ اضاعت ثغور المسلمین دولت

خدائی مار ہو بنی قیس پر اوس نے سرحد اسلام کو چھوڑ دیا اور سب بھاگ گئے ۔

فباء بقیس فی الرخاء ولا تکن ۔ اخاھا اذا ما المشرفیۃ سلت

بس زمانہ امن میں بنی قیس کی دوستی پر فخر کرلے ۔ تلوار کھنچ جائے تو پھر ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر۔

حصین بن نمیر نے مروان سے بیعت کی اوسکے ساتھ یہ شرط لگائی کی کہ شام میں بنی کندہ کے جو لوگ ہیں اون کو مقام بلقام میں سازمینیں دے اور جاگیر رہے ۔ مروان نے ایسا ہی کیا۔ مالک ابن ہبیرہ نے حصین بن نمیر کو یہ مشورہ دیا تھا کہ خالد بن یزید سے بیعت کرے مالک نے اوسکا کہنا نہ مانا اور مروان سے بیعت کرلی ۔ حکم کی ذریت میں تھے اور لوگوں نے بھی خالد بن یزید سے کچھ وعدے لے لئے تھے ۔ اسی پر ایک دن مروان نے اپنی محفل میں یہ کلمہ کہا کہ لوگوں نے اپنے لئے وعدے لے رکھے ہیں ۔ اونھیں لوگوں میں ایک صاحب ہیں عطر میں بسے ہوئے آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے " یہ اشارہ ابن ہبیرہ کی طرف تھا۔ اور وہ اس محفل میں مروان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا ۔ اور اسے عطر ملنے اور سرمہ لگانے کا بہت شوق تھا ۔ یہ سنکر ابن ہبیرہ نے کہا ۔ ہنوز دلی دور ہے اور کوئی مشکل ابھی نہیں درپیش ہے۔ مروان نے کہا معاف کرنا میں نے مزاح سے یہ بات کہی تھی ۔ ابن ہبیرہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے ۔ عویج طائی نے بنی کلب کی مدح میں چند اشعار کہے ۔ (ترجمہ کی ضرورت نہیں)

ذکر ابن خازم

سلم بن زیاد نے سمرقند و خوارزم کی غنیمت میں سے یزید بن معاویہ کے لئے عبداللہ بن خازم کے ہاتھ ہدایا روانہ کئے ۔ یزید کے مرنے تک سلم خراسان کا حاکم رہا۔ اسکو اذعر تو یزید کے مرنے کی خبر پہنچی ۔ اسکے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ اسکا ایک بھائی یزید بن زیاد بجستان میں مارا گیا دوسرا بھائی ابو عبیدہ بن زیاد اسیر ہوگیا ۔ سلم نے اس خبر کو چھپایا آخر ابن عرادہ نے چند شعر کہے ۔

ابنی امیۃ ان آخر ملککم ۔ جسد بحوارین ثم مقیم

اے بنی امیہ تمھارے آخری بادشاہ کی لاش حوارین میں پڑی ہوئی ہے ۔

طرقتہ منیتہ وعند وسادہ ۔ کوبٌ وزق راعف مرثوم

ایسے وقت اوسے موت آئی کہ اوسکے بستر مرگ کے پاس ساغر و مینا اور سر بمہر مشکیزہ شراب کا جس میں سے شراب بہہ رہی تھی رکھا ہوا تھا ۔

ومُرنّۃ تبکی علی نشوانہ ۔ بالصنج تقعد تارۃ وتقوم

اور ایک مغنیہ اوس مست کے بستر کے پاس رو رہی تھی سارنگی لئے ہوئے کبھی اوٹھتی تھی کبھی بیٹھتی تھی !!

ابن عرادہ کے یہ اشعار جب مشہور ہوئے تو سلم نے یزید اور معاویہ بن یزید کے مرنیکا حال ظاہر کر دیا ۔ اور لوگوں سے کہا آؤ جب تک کسی خلیفہ کو سب لوگ مقرر کریں اس پر بیعت کرلو ۔ سب نے اوس سے بیعت کی ۔ دو مہینے تک اس بیعت پر قائم رہے ۔ پھر اس عہد کو توڑ ڈالا ۔ اہل خراسان سلم کو جس قدر عزیز رکھتے تھے اتنا کسی حاکم کو نہیں رکھتے تھے ۔ اسی وجہ سے اوسکے زمانہ میں جو اولادیں ہوئیں اون میں سے بیس ہزار بچوں کا نام سلم رکھا گیا ۔ جب اہل خراسان نے سلم سے بیعت کر کے توڑ ڈالی تو وہ خراسان سے روانہ ہو گیا ۔ مہلب کو اپنا جانشین بنا گیا ۔ سرخس تک پہنچا تھا کہ سلیمان بن مرثد سے ملاقات ہوئی ۔ اس نے پوچھا کہ خراسان میں کسے اپنا جانشین کر آیا ۔ کہا مہلب کو ۔ کہا بنی نزار سے تجھے کوئی نہ ملا کہ یمنی کو حاکم خراسان بنا دیا ۔ سلم نے ابن مرثد کو بھی مرو روذ و فاریاب و طالقان و جوزجان کا امیر کر دیا ۔ اور اوس بن ثعلبہ کو جسکا قصر بصرہ میں مشہور ہے والی ہرات بنا دیا ۔ جب نیشاپور میں سلم پہنچا تو عبداللہ بن خازم سے ملاقات ہوئی ۔ اوس نے بھی یہی سوال کیا کہ تو نے خراسان میں کسے چھوڑا ۔ سلم نے سارا حال بیان کر دیا ۔ ابن خازم نے یہ سنکر کہا شہر میں تجھے کوئی نہ ملا کہ اوسے والی خراسان بنائے ۔ تو نے خراسان کو بنی بکر و مزون اہل یمن میں تقسیم کر دیا ۔ خراسان کا فرمان میرے نام پر لکھ دے ۔ میں خراسان کی حکومت کرونگا ۔ تو میرے نام فرمان لکھ دے پھر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں ۔ سلم نے اوسکے نام فرمان لکھ دیا ۔ اوس نے کہا ایک لاکھ درم سے میری اعانت بھی کر ۔ سلم نے لاکھ درم بھی اوسے دلوا دیے ۔ ابن خازم مرو کی طرف متوجہ ہوا ۔ مہلب کو بھی خبر ہو گئی ۔ اس نے بنی جشم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین کیا اور خود ابن خازم کی طرف متوجہ ہوا ۔ ابن خازم جب خراسان میں پہنچا تو جشمی اوسے مانع ہوا ۔ دونوں میں فتنہ و فساد برپا ہوا ۔ جشمی کے ماتھے پر ایک پتھر آلگا ۔ لڑائی موقوف ہو گئی ۔

جشمی نے ابن خازم کو مرو روذ کی طرف جانیکا راستہ دیدیا۔ ابن خازم مرو روذ میں داخل ہوگیا۔ اس واقعہ کے دو دن بعد جشمی مرگیا۔ اس زمانہ میں خراسان کے لوگوں نے اپنے حاکموں پر حملہ کر کے اونھیں نکال دیا۔ جسے جو صوبہ مل گیا اوسکو دبا بیٹھا۔ ابن خازم کا تسلط خراسان پر ہوگیا اور آتش حرب مشتعل ہوگئی۔ ابن خازم نے مرو پر قبضہ کر کے سلیمان بن مرثد پر مرو روذ میں چڑھائی کی۔ کچھ دنوں جنگ ہوتی رہی۔ سلیمان بن مرثد کو قتل کر کے عمرو بن مرثد سے لڑنے کو طالقان کی طرف بڑھا۔ عمرو کے ساتھ سات سو سرباز تھے۔ اسے معلوم ہوا کہ ابن خازم اوسکے بھائی کو قتل کر کے خود اوس سے لڑنیکو آرہا ہے۔ یہ مقابلہ کے لئے نکلا۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوگیا۔ ابن خازم کے سب لوگ ابھی پہنچے بھی نہ تھے۔ میدان جنگ میں آنیکا لوگوں کو حکم دیا اور خود بھی آمادہ نبرد ہوا پوچھا کہ زہیر کہاں ہے۔ لوگوں نے جواب دیا ابھی نہیں آیا۔ اس اثنا میں زہیر بھی آگیا۔ ابھی اوس نے رخت سفر کو بھی نہ اوتارا تھا۔ کہ لوگوں نے ابن خازم سے کہا لو زہیر آگیا۔ اوسے ابن خازم نے حکم دیا کہ آگے بڑھکر قتال کرے۔ دونوں فریق دیر تک لڑتے رہے۔ عمرو بن مرثد اسی لڑائی میں مارا گیا۔ اوس کے اصحاب بھاگ کر اوس بن ثعلبہ کے پاس ہرات میں چلے گئے۔ اور ابن خازم مرو کی طرف واپس آیا۔ شاعر نے کہا ؎

اتذهب ایام الحروب ولم تبئ۔ زهیر بن حیان بعمرو بن مرثد

ایام جنگ کیا یونہیں نکل جائیں گے۔ ابھی تو عمرو بن مرثد کا بدلہ زہیر سے نہیں لیا گیا "

مرو روذ میں قبیلۂ بکر بن وائل کے جو لوگ تھے سب بھاگ کر ہرات میں چلے آئے۔ اور اس خاندان کے لوگ جو نواحی خراسان میں تھے۔ وہ بھی سب آکر ان سے مل گئے۔ بکر بن وائل کا ایک جم غفیر ہرات میں جمع ہوگیا۔ اوس بن ثعلبہ ان سب کا رئیس تھا۔ اوس سے سب نے کہا ہم تجھ سے بیعت کرتے ہیں اس شرط پر کہ ابن خازم سے چل کر لڑ۔ اور قوم مضر کے سب لوگوں کو خراسان سے نکال دے"۔ ابن ثعلبہ نے کہا یہ تو بغاوت ہے اور بغاوت کا ساتھی کوئی نہیں ہوتا۔ تم لوگ اپنی اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ اگر ابن خازم تم سے تعرض نہ کرے اور میں یہی سمجھتا ہوں کہ ضرور تعرض کریگا۔ تو تم اپنے اسی ناحیہ پر راضی رہو۔ وہ جہاں ہے وہیں اوسے رہنے دو"۔ یہ سنکر بنی صہیب کہنے لگے۔ لا واللہ ہم اور قوم مضر جس نے مرثد کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا ایک شہر میں رہیں۔ ہم کو یہ منظور نہیں۔ تم ہماری بات مانتے ہو تو مانو نہیں تو ہم کسی اور کو

اپنا امیر بنالیں گے" ابن ثعلبہ نے کہا تمھیں میں سے ایک شخص میں بھی ہوں۔ جو تمھاری مرضی ہے وہی سہی۔ یہ سنکر سب نے اوس سے بیعت کرلی۔ ابن خازم اپنے بیٹے موسیٰ کو اپنا جانشین بنا کر ان لوگوں سے قتال کرنیکو روانہ ہوا۔ ہرات کے اور اس کے درمیان جب ایک وادی کا فاصلہ رہ گیا تو وہیں اس نے لشکر ڈال دیا۔ اب بنی بکر نے ابن ثعلبہ سے کہا۔ نکل شہر کے باہر خندق کھود۔ ہم سب شہر کو پس پشت رکھ کر دشمن سے قتال کرینگے۔ بن ثعلبہ نے کہا تم کو شہر ہی میں رہنا چاہیئے تمھارا شہر مستحکم ہے۔ ابن خازم جہاں اترا ہے وہیں اوسے رہنے دو۔ زیادہ دن ہو جائیں گے تو اوکتا جائیگا۔ اور تمھاری مرضی کے موافق ملک تمھیں دیدے گا۔ پھر جب ضرورت ہو تو قتال بھی کر سکتے ہو۔ کسی نے اوس کا کہنا نہ مانا۔ شہر سے نکلے اور شہر کے اور دشمنوں کے درمیان اونھوں نے خندق کھود لی۔ اور ابن خازم ان لوگوں سے کوئی سال بھر لڑتا رہا۔ جنگ شروع ہونے سے پیشتر ہلال ضبی نے ابن خازم سے کہا کہ اپنے بنی عم پر تو تلوار اوٹھاتا ہے۔ واللہ اگر تو فتح یاب بھی ہو جائے تو ان لوگوں کو قتل کر کے زندگی کا لطف کیا رہے گا۔ ابھی مروروذ میں انھیں میں سے کتنے لوگ تو قتل کر چکا ہے۔ کاش ان کو تھوڑا سا ملک دے کر تو راضی کرلیتا اور آپس میں صلح ہو جاتی۔" کہا واللہ اگر میں خراسان سارا اونکے لئے چھوڑ کر نکل جاؤں جب بھی وہ راضی نہ ہوں گے۔ اونکا بس چلے تو ہم کو تم کو دنیا سے نکال دیں۔" ضبی نے کہا جب تک تو اون سے مقابلہ نہ کریگا۔ واللہ نہ میں اور نہ بنی خندف میں سے کوئی شخص جو میری بات مانتا ہے ایک تیر بھی تیری طرف سے سر نہ کریگا" ابن خازم نے کہا تمھیں میری طرف سے پیام لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اونھیں راضی کرو" ضبی یہ سنکر ابن ثعلبہ کے پاس آیا۔ اوسے خدا کا واسطہ دیا حق قرابت کو یاد دلایا اور کہا بنی نزار کا خون بہانے ایک کو دوسرے سے لڑانے خدا سے ڈر" ابن ثعلبہ نے کہا بنی صہیب سے بھی تو مل کر آیا۔ کہا لا واللہ۔ کہا اون لوگوں سے مل تو سہی" اب جو یہاں سے نکلا تو ارقم بن حنفی وعبد اللہ بن ضمضم اور ضمضم بن یزید اور عاصم بن الصلت اور بنی بکر کے بہت لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سب کے سامنے اس نے وہی تقریر کی جو ابن ثعلبہ سے کی تھی۔ سب نے یہی کہا کہ بنی صہیب سے بھی تو ملا۔ ضبی نے کہا تم لوگوں میں بنی صہیب کی بڑی منزلت ہے۔ میں اون سے تو ابھی نہیں ملا۔ کہا اون سے ذرا مل تو سہی۔ اب یہ بنی صہیب کے پاس آیا۔ اور اس باب میں اون سے گفتگو کی۔

اونھوں نے یہ جواب دیا۔ تو پیغامی نہ ہوتا تو ہم تجھ کو قتل کرتے۔ پوچھا کیا تم لوگ کسی طرح راضی نہ ہو گے۔ کہا ہاں دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو۔ یا تو تم لوگ خراسان سے نکل جاؤ کہ قوم مضر کا کوئی نام لیوا یہاں باقی نہ رہے۔ یا رہو تو اس طرح رہو کہ اپنے جانور ہتھیار سونا چاندی سب ہمیں دیدو۔ پیغامبر نے پوچھا کیا ان دونوں باتوں کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے۔ کہا ہرگز نہیں۔ اس نے کہا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ابن خازم کے پاس واپس آیا۔ کہا کیا خبر۔ کہا اونھوں نے تو قطع رحم پر کمر باندھی ہے۔ ابن خازم نے کہا میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ جب سے خدا نے نبیؐ کو نبی مضر میں سے انتخاب کیا اوسی دن سے قوم ربیعہ خدا سے ناراض ہو گئی ہے۔

انھیں ایام میں ترکوں نے قصر اسفاد پر چڑھائی کی۔ اوسکا محاصرہ کر لیا۔ قصر میں سب سے زیادہ ازد کے لوگ تھے۔ ترکوں نے اونھیں شکست دی۔ انھوں نے اور جہاں جہاں بنی ازد تھے اونھیں اس واقعہ کی اطلاع دی۔ وہ بھی ازدیوں کی کمک کو پہنچے۔ اونھیں بھی ترکوں نے شکست دی۔ اب انھوں نے ابن خازم سے کہلا بھیجا۔ اوس نے بنی تمیم کے گروہ کے ساتھ زہیر بن حیان کو روانہ کیا۔ اور یہ کہہ دیا۔ کہ ترکوں کے ساتھ نیزہ بازی نہ کرنا۔ سامنا ہوتے ہی اون پر جا پڑنا۔ زہیر روانہ ہوا اور بہت سردی کے دن اون کے مقابلہ میں پہنچا۔ سب نے ترکوں پر حملہ کر دیا۔ اونھیں شکست دی سب کے قدم اوکھڑ گئے۔ بڑی رات آگئی اور سب ترکوں کا تعاقب کرتے رہے۔ صحرا میں قصر تک پہنچے تو کچھ لوگ قصر میں چلے گئے۔ زہیر چند سواروں کے ساتھ ترکوں کے تعاقب میں رہا۔ راستہ سے وہ خوب واقف تھا۔ آدھی رات گئے اوس نے مراجعت کی۔ سردی سے اوس کا ہاتھ برچھی کی ڈانڈ پر جم گیا تھا۔ غلام کو آواز دی۔ وہ نکلا اور اوسے قصر میں لے گیا چربی کو گرم کر کے اوسکے ہاتھ پر ملا۔ اور تیل کی بھی مالش کی۔ آگ سلگا دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ میں نرمی پیدا ہوئی۔ اور بدن میں گرمی آگئی۔ اسکے بعد وہ پھر ہرات میں چلا آیا۔ اس واقعہ پر کعب الاشقری نے کچھ اشعار[1] کہے ؎

اتانی اتاک الغوث فی برق عارضٍ ۔ دروعٌ وبیضٌ حشوھن تمیم

---

[1] ان اشعار کو ابن اثیر نے بھی چھوڑ دیا۔ ع ح

لوگ تک پہنچ گئی۔ ابر کے کوندے میں زرہیں اور تلواریں دکھائی دیتی ہیں جن میں بنی تمیم چھپے ہوئے ہیں"

ثابت قطنہ نے بھی یہ اشعار کہے ؎

فدت نفسی فوارس من تمیم ۔ علی ما کان من ضنک المقام

بنی تمیم کے شہسواروں پر میری جان فدا ہو جائے۔ کس تنگی و دشواری میں اونھوں نے مدد کی۔

بقصر الباھلی وقد ارانی ۔ احامی حین قل به المحامی

قصر باہلی میں سب کے سب سخت دشواری میں مبتلا تھے۔ اور جس وقت وہاں کوئی مدد کرنے والا نہ تھا میں مدد کر رہا تھا۔

بسیفی بعد کسر الرمح فیھم ۔ اذودھم بذی شطب حسام

میری برچھی ٹوٹ گئی تو میں نے اوس تیغ تیز سے دشمنوں کو نکالا جس میں نامیں بنی ہوئی تھیں۔

اکر علیھم الیحموم کرا ۔ ککر الشرب آنیة المدام

میں اپنے گھوڑے یحموم کو اس طرح اون پر دوڑا کرلے جاتا تھا جس طرح میخوار خم کی طرف دوڑتے ہیں۔

فلولا اللّٰه لیس له شریک ۔ وضربی قونس الملک الھمام

اگر خدائے وحدہ لاشریک کی مدد نہ ہوتی اور میں نے ایک زبردست رئیس کے خود پر وار نہ کیا ہوتا۔

اذاً فاظت نساء بنی دثار ۔ امام الترک بادیة الخدام

تو پردہ نشین بی بیاں مرگئی ہوتیں۔ اون کی چھاگل اور پازیب پر ترکوں کی نظر پڑتی۔

ابن خازم نے ایک دن کہا ان لوگوں کے محاصرہ میں بہت دن گزر گئے اون سے پکار کر کہو۔ اے بنی ربیعہ تم نے خندق کی آڑ پکڑی ہے کیا خراسان بھر میں اسی خندق پر تم نے قناعت کرلی" بنی ربیعہ کو اس کلمہ پر بہت جوش آگیا۔ سب کے سب جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ ابن ثعلبہ نے کہا خندق کو ہرگز نہ چھوڑو۔ جس طرح آج تک لڑا کئے ہو اوسی طرح ان سے لڑے جاؤ۔ دیکھو اپنی جمعیت کو لے کر ان سے لڑنے نہ جاؤ۔ کسی نے کہنا نہ مانا۔ لڑنے کو نکلے اور دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب سے کہا۔ آج کے دن کو اپنا دن سمجھو اور اپنا بنا لو۔ آج جو غالب ہو اوسی کو ملک ملیگا۔ میں اگر آج قتل ہو جاؤں تو

شماس بن عطاردی تمہارا امیر ہوگا۔ شماس بھی قتل ہو جائے تو بکیر ثقفی امیر ہوگا۔ سنو میری پٹری نہیں جمی ہے مجھے زین میں باندھ دو۔ اور ہتیار اتنے میں نے لاد لئے ہیں کہ میرا قتل ہونا[1] آسان نہیں۔ کوئی تم سے کہے کہ میں قتل ہوگیا تو ہرگز نہ ماننا۔ اس معرکہ میں بنی عدی کا نشان زہیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور اوسکا بیٹا ایاس گھوڑے پر سوار اوسکے ساتھ تھا۔ ابن خازم نے ان لوگوں کو حکم دیا۔ کہ سوار جب تمہارے مقابلہ میں آئیں۔ تو گھوڑوں کے نتھنوں پر برچھیوں سے وار کرنا۔ گھوڑے کا قاعدہ ہے کہ اوسکے نتھنے پر وار پڑا اور وہ بھاگا۔ یا سوار کو اپنی پیٹھ پر سے پھینک دیا۔ اس اثنا میں ہتیاروں کی آواز سے ایاس کا گھوڑا بھڑکا اور ایک وادی کی طرف اوسے لے بھاگا۔ جو اس کے اور بنی بکر کے درمیان واقع تھا۔ دشمن اوس پر حملہ کرنے کو بڑھا۔ کہتا ہے میں نے اوس کے گھوڑے کو تاک کر اوسکے نتھنے پر برچھی ماری۔ اوس نے سوار کو پیٹھ پر سے گرا دیا۔ زہیر نے بنی عدی کے ساتھ دشمن پر حملہ کیا۔ بنی تمیم بھی چار جانب سے اوسکے پیچھے ہو لئے۔ ایک ساعت تک بنی بکر لڑتے رہے۔ اوسکے بعد خندق کی طرف بھاگے۔ کچھ لوگ خندق میں گر گئے۔ کچھ ادھر گئے کچھ ادھر۔ بہت بری طرح سے قتل ہونے لگے۔ اوس بن ثعلبہ بھی زخمی ہو کر بھاگا۔ ابن خازم نے قسم کھائی کہ غروب آفتاب تک ان میں سے جو شخص اسیر ہو کر آئیگا۔ اوسے ضرور قتل کرونگا۔ سب کے آخر میں ایک شخص جسکا نام محمیہ تھا۔ گرفتار ہو کر آیا۔ لوگوں نے ابن خازم سے کہا آفتاب تو غروب ہوگیا۔ کہا اسے بھی کشتوں میں ملا دو۔ غرض وہ بھی قتل ہوا۔ ابن ثعلبہ سجستان کے قریب پہنچکر مر گیا۔ اس معرکہ میں آٹھ ہزار بنی بکر قتل ہوئے۔ ابن ثعلبہ بھاگ گیا تو ابن خازم ہرات پر قابض ہوگیا۔ اس نے اپنے بیٹے محمد کو ہرات کا حاکم کیا۔ شماس کو اوس کے پاس چھوڑا۔ اور بکیر کو اوس کا رئیس شرطہ مقرر کیا۔ اور ان دونوں سے کہہ دیا۔ کہ اس کی تربیت کرتے رہنا یہ تمہارا بھانجہ ہے۔ (اس کی ماں صفیہ بنی سعد میں سے تھی) اور اس سے بھی یہ کہہ دیا کہ ان دونوں شخصوں کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ اس کے بعد ابن خازم مرو کی طرف پلٹا۔

---

[1] اقتل قد رجن رجن ودین یعنی جتنی دیر میں دو اونٹوں کو نحر کریں اور صاف کریں اس سے بھی زیادہ دیر میرے قتل کرنے میں لگے گی۔ ع ح

شیعۂ کوفہ کا اسی سال حرکت میں آنا

حسین بن علی جب قتل ہو گئے۔ اور ابن زیاد اپنے لشکرگاہ سے جو نخیلہ میں تھا واپس آکر کوفہ میں داخل ہوا۔ تو اب شیعہ باہم گر ملاقات کرنے میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے اور سب کے سب بہت پشیمان ہوئے۔ اور یہ سمجھے کہ ہم سے بہت بڑا قصور سرزد ہوا۔ کہ حسین کو مدد کرنیکے لئے بلایا اور اونکی نصرت کو ترک کیا۔ وہ ہمارے یہاں آکر قتل ہو گئے۔ ہم سے یہ کلنک کا ٹیکا یہ گناہ کا داغ بغیر اسکے چھٹ نہیں سکتا کہ اونکے قاتلوں کو قتل کریں اور خود بھی قتل ہو جائیں۔" کوفہ کے رؤسائے شیعہ میں سے پانچ شخصوں کی طرف یہ لوگ اس باب میں رجوع ہوئے۔ سلیمان بن صرد خزاعی نبی صلعم کے صحابی تھے۔ اور مسیّب فزاری علیؓ کے بہترین اصحاب میں تھے۔ اور عبداللہ ازدی اور عبداللہ تیمی اور رفاعہ بجلی سے ان لوگوں نے التجا کی۔ یہ پانچوں شخص سلیمان بن صرد کے گھر میں مجتمع ہوئے۔ یہ لوگ بہترین اصحاب علی میں سے تھے۔ اور ان کے ساتھ شرفا و رؤسائے شیعہ میں سے بہت لوگ تھے۔ مسیّب نے لوگوں کی طرف رخ کر کے تقریر شروع کی۔ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجالائے۔ اور نبی صلعم پر صلوات بھیجی۔ اس کے بعد کہا ہم لوگ بہت دنوں جیئے۔ اور انواع و اقسام کی آفتوں کا سامنا رہا ہمیں اپنے پروردگار کی طرف اب رجوع ہو جانا چاہیئے۔ کہ ہمیں اون لوگوں میں نہ شمار کرے جن سے کل کے دن وہ یہ کہنے والا ہے۔ اولم نعمّرکم مایتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر۔ کیا ہم نے تمہاری اتنی عمر نہیں کی جس میں نصیحت لینے والا نصیحت لے لے۔ جب کہ ایک پیغمبر بھی تمہارے متنبہ کرنیکو آچکا تھا" اسی لئے تو امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ جس عمر میں ابن آدم پر خدا نے حجت تمام کر دی ہے وہ ساٹھ برس ہیں"۔ اور ہم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ساٹھ سے نیچے ہو۔ ہمیں تو یہ آرزو تھی کہ اپنے نفسوں کو پاک کریں۔ اپنے شیعوں کو نیک نام کریں۔ کہ خود حق تعالیٰ نے ہم لوگوں کی آزمائش کر لی۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ کے نواسے کے باب میں ہر طرح سے ہم کو جھوٹا پایا۔ اس سے پہلے اونکے خط ہمارے پاس آئے۔ اونکے پیغامبر ہمارے پاس آئے۔ اونھوں نے ہم سے نصرت طلب کرنے میں علانیہ اور پوشیدہ اول میں اور آخر میں حجت تمام کر دی۔ ہم نے اون سے اپنی جانوں کو

عزیز کیا۔ آخر وہ ہمارے یہاں آکر قتل ہو گئے۔ نہ تو ہم نے ہاتھ سے اونکی نصرت کی۔ نہ زبان سے اونکے لئے لڑے۔ نہ اپنے مال سے اونکی اعانت کی۔ نہ اپنی برادری سے اونکے لئے نصرت طلب کی۔ اب ہم خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے۔ نبی صلعم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اونکا فرزند اونکا پیارا اونکی ذریتہ اونکی نسل ہم لوگوں میں آکر سب قتل ہو گئے۔ لا واللہ اب اسکے سوا کوئی عذر ہمارے پاس نہیں کہ اونکے قاتل اور اوسکے تابعین کو تم قتل کرو۔ یہاں تک کہ تم خود قتل ہو جاؤ۔ شاید اسکے بعد ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو جائے۔ مجھے تو خدا کے سامنے جاکر اوسکے عذاب سے بچنے کی توقع نہیں ہے۔ اب کسی کو اپنے لوگوں میں سے سردار بنالو۔ تمھارا کوئی امیر ضرور ہو جس سے رجوع کرتے رہو۔ اور کوئی علم ضرور ہو جسکے گرد تم رہو۔ مجھے بس یہی کہنا تھا اور خدا سے اپنے اور تمھارے گناہوں کے لئے مغفرت کا خواستگار ہوں" مسیب کے بعد رفاعہ نے بڑھکر سب سے پیشتر تقریر کی۔ خدا کی حمد و ثنا بجا لائے۔ نبی صلعم پر درود بھیجا۔ اور کہا اے مسیب یہ خدا کی ہدایت تھی کہ ایسی بات تمھاری زبان سے نکلی۔ اور سب سے بہتر جو کام ہے اوسکی دعوت تم نے دی۔ تم نے حق تعالیٰ کی حمد و ثنا سے اور نبی صلعم پر صلوات سے ابتدا کی۔ اور فاسقوں سے جہاد کرنے کی۔ گناہ عظیم سے توبہ کرنیکی دعوت دی۔ ہم نے تمھاری بات کو سنا۔ تمھاری رائے کو قبول کیا۔ تمھارے کہنے کو مانا۔ تم کہتے ہو اپنے میں سے ہم کسی کو امیر بنالیں جس سے رجوع کرتے رہیں جسکے علم کے گرد جمع رہیں۔ یہی رائے ہم لوگوں کی بھی تھی۔ اگر وہ امیر تم ہوئے تو ہم سب لوگ تم کو پسند کرتے ہیں۔ تم کو اپنا بہی خواہ سمجھتے ہیں۔ اور ہماری جمعیت میں سب تم کو دوست رکھتے ہیں۔ یا اگر تمھاری رائے ہو اور ہمارے اصحاب کی بھی رائے ہو تو شیخ شیعہ صحابی رسول اللہ صلعم سلیمان بن صرد کو جنکا قدم سب پر سبقت رکھتا ہے۔ جنکی دینداری و سلوت مسلم ہے۔ جنکی دانشمندی پر سب کو بھروسا ہے۔ ہم اپنا امیر بنالیں۔ بس مجھے یہی کہنا تھا اور خدا سے اپنے اور تمھارے گناہوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں" ان کے بعد عبداللہ بن وال اور عبداللہ بن سعد نے تقریر کی۔ حمد و ثنا کے بعد اُنھوں نے بھی وہی بات کہی جو رفاعہ کی زبان سے نکلی تھی۔ اونھوں نے مسیب کی بزرگی و فضل کا اقرار کیا اور سلیمان بن صرد کی سبقت کا اظہار اور انھیں کے امیر ہونے پر اپنی مرضی ظاہر کر دی۔ مسیب بول اوٹھے۔ کیا اچھی بات تم نے کہی

یہ توفیق الہٰی تمھارے لئے ہوئی۔ تم دونوں کی رائے سے مجھے بھی اتفاق ہے۔ اس سلیمان ابن صرد کو امیر کردو" حمید بن مسلم کہتا ہے جب سلیمان بن صرد کو امیر بنایا ہے میں بھی اونکے گھر میں موجود تھا اور بزرگان و شہسواران شیعہ میں سے سو آدمیوں سے زیادہ اوس وقت اونکے مکان میں تھے۔ سلیمان بن صرد نے بہت سخت گفتگو کی۔ اور اسی خطبہ کو ہر جمعہ کے دن بار بار دوہراتے رہے جو مجھے پہلے ہی حفظ ہو گیا تھا اونھوں نے کہا اللہ حق تعالیٰ کی بہترین ثنا میں کرتا ہوں۔ اوسکی نعمتوں اور اوسکی آزمائشوں کا شکر گزار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود خدا کے سوا نہیں اور محمد صلعم اوسکے پیغمبر ہیں۔ حمد و صلواۃ کے بعد واللہ مجھے خوف ہے اس زمانہ میں کہ زندگانی جس میں دوبھر ہوگئی ہے۔ مصیبت جس میں بہت سخت ہوگئی ہے۔ اس گروہ کے بزرگوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارا انجام بخیر نہ ہو۔ ہم نے اپنے نبی صلعم کے اہل بیت کی طرف دست طلب بڑھایا تھا۔ ہم نے اونکو نصرت کی امید دلائی تھی۔ ہم نے اونھیں یہاں چلے آنے پر آمادہ کیا تھا۔ جب وہ لوگ آگئے تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ ہم نے مداہنت کی ہم انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ انجام یہ ہوا کہ ہمارے یہاں آکر ہمارے نبی کا فرزند اونکا پارۂ دل اونکا لخت جگر جسکی رگوں میں اون کا خون تھا قتل ہوگیا۔ وہ فریاد کرتے تھے اور کوئی فریادرس نہ تھا۔ وہ داد چاہتے تھے اور کوئی داد کو نہ پہنچتا تھا۔ ان فاسقوں نے اونھیں تیروں کا ہدف اور برچھیوں کا نشانہ بنا لیا۔ آخر اونھیں قتل کیا۔ پھر سب دوڑ پڑے اور اونھیں سلب کیا۔ اوٹھو اوٹھو پروردگار تم پر غضبناک ہے۔ جب تک اوسے راضی نہ کرلو اپنی بی بیوں اور بچوں کے پاس نہ جاؤ۔ میں جانتا ہوں واللہ جب تک اونکے قاتلوں سے لڑکر تم اونکو ہلاک نہ کرو گے خدا تم سے راضی نہ ہوگا۔ سنو سنو موت سے ہرگز نہ ڈرو۔ واللہ موت سے جو ڈرا وہ ضرور ذلیل ہوا۔ بنی اسرائیل نے جو کام کیا وہی تم بھی کرو۔ اون کے پیغمبروں نے اون سے کہا کہ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم۔ یعنی گوسالہ پرستی کرکے تم نے اپنے تئیں تباہ کیا اب اپنے خالق سے توبہ کرو اور خود کو قتل کرو خدا کے نزدیک اسی میں تمھاری خیر ہے" یہ حکم سنکر بنی اسرائیل نے کیا کیا۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ گردنوں کو بڑھا دیا حکم قضا پر راضی ہو گئے

اونھیں یقین ہوگیا کہ اس گناہ عظیم سے قتل ہوئے بغیر اونکی نجات نہیں ہوگی۔ اگر اسی طرح تم کو بھی حکم دیا جاتا تو تم کیا کرتے۔ اپنی تلواروں کو تیز کرلو۔ سنانوں کو ڈانڈوں پر جڑلو۔ سامان جنگ اور گھوڑے جس قدر تم سے ممکن ہوسکے دشمنوں سے لڑنیکے لئے مہیا کر رکھو۔ جب تک وہ وقت آئے کہ تم کو پکاریں کہ اونکو نکلو'' یہ سنکر خالد بن سعد اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا اگر میں جانتا اپنے تئیں قتل کرنے سے مجھے گناہ سے نجات ہوجائیگی اور میرا پروردگار مجھ سے خوش ہوجائیگا تو میں اپنے کو قتل کرڈالتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ حکم اوس قوم کو ہوا تھا جو ہم سے پیشتر گذر گئی۔ ہمیں تو خودکشی سے ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن کل کے دن دیکھ لینا کہ میدان میں پہلی برچھی جب چلیگی وہ مجھی پر چلیگی۔ میں خدا کو اور اون مسلمانوں کو جو یہاں موجود ہیں گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میرے ہتھیاروں کے سوا کہ اوس سے تو میں دشمن سے قتال کرونگا اور جو کچھ میری ملک ہے وہ سب مسلمانوں کو میں نے دی کہ اوس سے قوت حاصل کرکے ظالموں سے لڑیں''۔ انکے اس کلام پر سلیمان بن صرد نے کہا۔ تم کو ثواب کثیر کی بشارت ہو جو ثواب خدا اون لوگوں کو دیتا ہے جو لوگ اپنے لئے سامان کر جاتے ہیں۔ ابوالمعتمر نے کھڑے ہوکر کہا میں بھی تم سب لوگوں کو اپنی نسبت بھی اسی بات کا گواہ کرتا ہوں جو بات کہ خالد نے کہی۔ سلیمان بن صرد نے کہا بس اب تم میں سے جو شخص چاہے اپنا مال عبداللہ بن دال کے پاس لاکر جمع کرے۔ جتنا جتنا مال تم دینا چاہتے تو وہ سب جمع ہوجائے تو تمھاری جماعت میں جو لوگ بے سامان اور نادار ہیں۔ اونکے لئے سامان جنگ ہم مہیا کرینگے''۔ حذیفہ بن یمان کے فرزند سعد اس وقت مدائن میں تھے۔ اونکو سلیمان بن صرد نے یہ خط لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سلیمان بن صرد کی طرف سے سعد بن حذیفہ کو اور اونکے پاس مومنین میں سے جو لوگ ہوں سلام پہنچے۔ دیکھئے دنیا وہ مقام ہے کہ نیکی یہاں سے چل بسی اور برائی درپیش ہے۔ اسے اہل خرد سے نفرت ہے۔ اور خدا کے نیک بندوں نے اس سے علحدہ ہونیکا عزم کرلیا ہے۔ انھوں نے اپنی تھوڑی سی دنیا جو ناپائدار تھی دیکر حق تعالیٰ کے ثواب کثیر کو جو دولت پائندہ ہے مول لے لیا ہے۔ تمھارے بھائیوں میں جو مردان خدا و شیعۂ اہل بیت ہیں اونھوں نے اس امر میں غور کیا۔ کہ تمھارے پیغمبر کے نواسے کے باب میں وہ کس بلا میں پڑ گئے۔ وہ تو بلانے سے چلے آئے اور اونھوں نے پکارا تو کسی نے جواب نہ دیا۔ اونھوں نے پلٹ جانیکا ارادہ کیا تو روک لئے گئے۔ امان مانگی تو نہ ملی۔

اونھوں نے ان لوگوں سے کنارہ کرنا چاہا تو اونھوں نے اونکو نہ چھوڑا۔ اون پر حملہ کیا اونکو قتل کیا اونکو سلب کیا۔ ظلم و سرکشی و غرور سے اونکی لاش کو برہنہ کر دیا ظالم قضا و قدر سے بے خبر تھے کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور خدا کو کیا جواب دیں گے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ جن لوگوں نے ظلم کئے ہیں اونھیں اب معلوم ہوجائیگا کہ کس طرح کے انقلاب میں وہ مبتلا ہوتے ہیں تمھارے بھائیوں کو جو مصیبت پیش آئی اونھوں نے اسکے انجام پر جب نظر کی۔ تو اونھیں معلوم ہوا کہ گناہ عظیم اون سے سرزد ہوا۔ کہ اونھوں نے کیسے طیب و طاہر کا ساتھ نہ دیا۔ اونکی ہمدردی نہ کی۔ اونکی نصرت کو نہ نکلے۔ اب سوا اسکے کہ اونکے قاتلوں کو قتل کئے جائیں یہاں تک کہ خود فنا ہو جائیں۔ اور کسی طرح اس گناہ سے نجات نہیں ہوسکتی نہ توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ اس بات پر تمھارے برادران ایمانی آمادہ ہو گئے ہیں۔ تم بھی آمادہ ہو جاؤ۔ سامان جنگ کرو اور مستعد ہو ہم نے اپنے بھائیوں کے لئے ایک وقت اور ایک مقام مقرر کر دیا ہے غرۂ ربیع الآخر ۶۵ھ میں وہ ہم سے مقام نخیلہ میں ملیں۔ تم لوگ ہمیشہ سے ہمارے فرقہ میں اور ہمارے بھائیوں میں ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہوتا تو ہماری رائے یہ ہوئی ہے کہ تم کو بھی اس امر میں شریک کریں۔ کہ خدا نے چاہا تو تمھارے سب بھائی اب توبہ کر لیں گے۔ یہی اونکا خیال ہے اور اسی بات کو وہ ہمارے سامنے زبان سے ظاہر بھی کر رہے ہیں۔ اسی طرح طلب فضل و اکتساب اجر اور خدا سے گناہوں کی توبہ تم لوگوں کو بھی سزاوار ہے۔ خواہ اس میں گردنیں کٹ جائیں۔ اولاد قتل ہو جائے۔ مال و دولت لٹ جائے۔ کنبہ تباہ ہو جائے۔ مرج عذرا والے جو قتل ہو گئے آج زندہ نہیں ہیں تو اونکا کیا ضرر ہوا۔ وہ تو اپنے پروردگار کے نعمتیں پا رہے ہیں۔ وہ سب شہدا ہیں۔ اونھوں نے صبر و شکیبائی کے ساتھ خدا سے ملاقات کی۔ خدا نے اونھیں صابروں کا اجر کرامت فرمایا۔ یعنی حجر اور اونکے اصحاب۔ اور تمھارے بھائیوں میں وہ لوگ جو بے بس ہو کر قتل کئے گئے۔ جو ظلم سے دار پر کھینچے گئے جنکے سر و گردن کاٹے گئے۔ جن پر تھتہ ی گذر گئی۔ آج زندہ نہیں ہیں۔ اور تمھاری طرح گناہوں میں مبتلا نہیں ہوئے۔ تو اونکا کیا ضرر ہوا۔ اونکے بارہ میں خدا کی جو مشیت تھی وہ پوری ہوئی۔ اونھوں نے اپنے پروردگار سے ملاقات کی۔ اور انشاءاللہ اونکا ثواب اونھیں ملیگا۔ خدا تم پر رحم کرے۔ ہر طرح کے ضرر و مصیبت و جنگ کی حالت میں ثابت قدم رہو۔

اور بہت جلد خدا کے سامنے توبہ کرو۔ واللہ تم لوگوں کو یہی سزاوار ہے کہ تمھارے بھائیوں نے ثواب حاصل کرنیکے لئے جس جس بلا پر صبر و تحمل کیا ہے۔ تم بھی اوسی طرح کے اکتساب اجر کے لئے اوسی بلا میں ثابت قدم رہو۔ اگر کسی نے رضائے خدا حاصل کرنیکے لئے قتل ہوجانے تک کو گوارا کرلیا ہے۔ تو تم لوگ بھی اوسی طرح رضائے خدا کو حاصل کرو۔ سب خوف خدا دنیا میں بہترین زاد راہ ہے۔ اسکے سوا جو کچھ ہے فانی و ہالک ہے۔ اس دنیا سے تم کو بیزار ہوجانا چاہئے۔ تمھیں دار آخرت پر نظر رکھنا چاہئے اور اپنے دشمن اور خدا کے دشمن اور اہل بیت رسول خدا کے دشمن سے جہاد پر اوس وقت تک آمادہ رہنا چاہئے جب کہ تم خدا کے سامنے رغبت و شوق سے توبہ کرنیکو حاضر ہو۔ حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو پاک زندگانی عطا کرے۔ اور ہم کو اور تم کو عذاب نار سے پناہ میں رکھے۔ اور اپنی راہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہونا ہمیں نصیب کرے جس سے اوسکو شدید بغض و عداوت ہو۔ وہ جس بات کو چاہے اوسکے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ہر بات میں نیکی کرتا ہے والسلام علیکم"۔ یہ خط سعد کے پاس عبد اللہ بن مالک طائی کے ہاتھ روانہ کیا۔ سعد نے اس خط کو پڑھ کر مدائن میں جو شیعہ تھے اونکو بلا بھیجا۔ کوفہ کے بہت لوگ مدائن میں رہا کرتے تھے۔ اونھیں یہ جگہ پسند آگئی تھی یہیں بس گئے تھے۔ تقسیم وظائف کا جب زمانہ ہوتا تھا تو کوفہ میں آکر اپنے وظیفوں کو لے کر پھر مدائن میں چلے آتے تھے۔ یہ لوگ جب آئے تو سعد بن حذیفہ نے سلیمان بن صرد کا خط اونکو پڑھ کر سنا دیا۔ اوسکے بعد حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لائے اور کہا تم سب لوگ حسین رضہ کی نصرت پر اور اونکے دشمن سے جنگ کرنے پر عزم درست اور باہم اتفاق کرچکے تھے۔ لیکن اونکے قتل ہوجانے سے پہلے تم کو موقع نہ ملا۔ خداوند عالم تم کو اس نیک ارادہ کا اور نصرۃ حسین پر اتفاق کرنیکا بہترین ثواب عطا فرمائے گا۔ اب یہ خط تمھارے بھائیوں نے بھیجا ہے۔ تمھیں جرأت دلاتے ہیں۔ تم سے مدد چاہتے ہیں۔ تمھیں حق کی جانب بلاتے ہیں۔ جسکے لئے تم خدا سے بہترین اجر و ثواب کی امید رکھتے ہو۔ بتاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ اب کیا کہتے ہو" سب نے باتفاق کہا ہم اون کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اونکے ساتھ شریک ہوکر قتال کریں گے۔ جو اونکی رائے ہے وہی ہماری رائے۔ عبد اللہ بن طائی نے کھڑے ہوکر حمد و ثنائے الٰہی ادا کی اور کہا۔ ہم نے اپنے برادران ایمانی کی بات کو قبول کرلیا جس امر کی طرف وہ ہمیں بلاتے ہیں

ہم موجود ہیں۔ ہماری بھی وہی رائے ہے جو اونکی ہے۔ مجھے فوج کے ساتھ اونکے پاس روانہ کر دیجیے" سعد نے کہا ٹھہرو جلدی نہ کرو۔ دشمن سے لڑنے کو مستعد رہو اور سامان جنگ مہیا کرو۔ اسکے بعد ہم تم سب روانہ ہوں گے" سعد بن حذیفہ نے اس خط کا جواب لکھکر عبداللہ بن مالک طائی کے ہاتھ سلیمان بن صرد کو روانہ کیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم سلیمان بن صرد کو سعد بن حذیفہ کی طرف سے اور اون سب مومنین کو جو اونکے ساتھ ہیں سلام پہنچے۔ میں نے تمھارے خط کو پڑھا اور تمھارے برادران ایمانی کی جماعت جس امر پر متفق ہوئی ہے اور اوس میں تم ہم لوگوں کو شریک کرنا چاہتے ہو۔ میں اوس امر کو بخوبی سمجھ گیا۔ خدا نے تمھیں اکتساب ثواب کی ہدایت کی۔ بڑی فضیلت تم کو میسر ہوئی۔ ہم لوگ دل سے سعی و کوشش و کد و کاوش کر رہے ہیں۔ سامان حرب مہیا ہو رہا ہے۔ گھوڑوں پر زین ڈال چکے ہیں۔ لگامیں چڑھا چکے ہیں۔ حکم کے منتظر ہیں۔ آواز پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ ہمیں پکارا اور ہم روانہ ہوئے۔ انشاء اللہ کہیں دم نہ لیں گے والسلام" سلیمان بن صرد نے یہ خط پڑھ کر اپنے اصحاب کو سنایا۔ سب بہت خوش ہوئے سعد بن حذیفہ بن یمان کو جو خط بھیجا تھا اسی خط کی نقل مثنیٰ بن عبدی کو بھی سلیمان ابن صرد نے ظبیان بن تیمی کے ہاتھ روانہ کی تھی۔ مثنیٰ نے اوسکا جواب لکھا۔ "میں نے تمھارے خط کو پڑھا اور سب بھائیوں کو پڑھ کر سنایا۔ سب نے تمھاری رائے کی ستائش کی اور تمھاری بات کو قبول کر لیا۔ انشاء اللہ ہم سب لوگ ٹھیک اوسی وقت جو وقت کہ تم نے مقرر کیا ہے۔ اور ٹھیک اوسی مقام پر جسکا تم نے ذکر کیا ہے۔ خدمت میں پہنچ جائینگے۔ والسلام علیک" اس خط کے نیچے یہ اشعار بھی لکھے تھے ؎

تبصّر کانی قد اتیتک معلماً ۔ علی اتلع الهادی اجش هزیم

دیکھنا میں اوچی بنا ہوا تم سے ملونگا ایسے راہوار پر سوار ہونگا جسکی گردن دراز جسکا شیہہ صدائے رعد

طویل القری نهد الشواة مقلص ۔ ملح علی فاس اللجام ازوم

جسکی پشت طویل جسکے جوڑ بند بلند قوی ہیکل لگام کے دہانہ کو بار بار چبا رہا ہوگا۔

بکل فتی لا یملا الروع قلبه ۔ محس لعض الحرب غیر سؤوم

میرے ساتھ ایسے ایسے جوان ہونگے جنکے دل میں خوف کا گذر نہیں۔ جو جنگ کی مصیبت کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کبھی اوس سے اوکتاتے نہیں۔

اخی ثقة ینوی الالہ بسعیه - ضروب بنصل السیف غیر اثیم

جو بصرو سے کے لوگ ہیں جنکی سعی رضائے الٰہی کے لئے ہے - جو تلواریں لگاتے ہیں اور گناہگار نہیں ہوتے"

حسین رضؓ کے قتل ہو جانیکے بعد ہی سنہ ۶۱ھ میں ان لوگوں نے اپنا کام شروع کردیا تھا۔ آلات حرب و سامان جنگ کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ پوشیدہ طور سے شیعہ اور غیر شیعہ کو بدلہ لینے پر آمادہ کرتے رہتے تھے۔ لوگ اون سے ملتے جاتے تھے۔ قوم کے بعد قوم اونکی شریک ہوتی جاتی تھی۔ وہ لوگ اسی کام پر تھے کہ یزید ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کی چودھویں تاریخ مرگیا۔ حسین علیہ السلام کے قتل ہونے میں اور یزید کے ہلاک ہونے میں تین برس دو مہینے چار دن کا فصل تھا۔ اس وقت ابن زیاد امیر عراق بصرہ میں تھا۔ کوفہ میں اوسکی طرف سے عمرو بن حُریث مخزومی تھا۔ سلیمان بن صرد کے پاس شیعوں نے آکر کہا۔ وہ فرعون تو مرگیا اور اس وقت حکومت کمزور ہو رہی ہے۔ آپکی رائے ہو تو ابن حریث پر حملہ کرکے دارالامارہ سے ہم لوگ اوسے نکال دیں۔ اسکے بعد خون حسین کا بدلہ لینا شروع کریں اور اونکے قاتلوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر نکالیں۔ لوگوں کو اہل بیت کی طرف آجانیکی دعوت دیں۔ جو کہ مظلوم اور اپنے حق سے محروم ہیں"۔ اس باب میں لوگوں نے بہت اصرار کیا۔ سلیمان بن صرد نے کہا ابھی جلدی نہ کرو۔ ٹھہرو۔ جو بات تم کہتے ہو میں اس پر غور کر چکا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ قاتلان حسین رؤسائے کوفہ اور شہسواران عرب میں سے ہیں اور انھیں سے اونکے خون کا انتقام لینا چاہئے اگر انکو تمہارے ارادہ کا حال معلوم ہو جائیگا۔ اور یہ سمجھ جائیں گے کہ ان سے تم انتقام لینا چاہتے ہو۔ تو یہ تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئیں گے۔ جو لوگ اس وقت میرے تابعین میں ہیں میں نے انکے باب میں بھی غور کرکے دیکھا۔ یہ اگر اوٹھ کھڑے ہوں گے تو انتقام نہ لے سکینگے اپنے دلکو ٹھنڈا نہ کرسکینگے۔ اپنے دشمن کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور سب کے سب خود قتل ہو جائیں گے۔ مصلحت یہ ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لوگوں کو شہر میں منتشر کردو۔ اور شیعہ و غیر شیعہ جو ہوں اونکو اس امر کی طرف دعوت دو۔ مجھے اس بات کی امید ہے کہ اب لوگ تمہارے بلانے پر دوڑ پڑیں گے کہ وہ فرعون ہلاک ہوگیا۔ اوسکی زندگی میں یہ بات ممکن نہ تھی"۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اون میں سے ایک گروہ دعوت دینے کو نکل کھڑا ہوا۔

اور ایک انبوہ کثیر نے اونکی دعوت کو قبول کیا۔ جن لوگوں نے یزید کی زندگی میں دعوت قبول کی تھی اون سے چند در چند لوگوں نے اس وقت آمادگی ظاہر کی۔ ان واعظوں میں عبید اللہ بن عمر بڑے فصیح البیان واعظ تھے۔ جب انکا بیان سننے کو مجمع ہوتا تھا تو پہلے حمد وثنائے الہی بجا لاتے تھے اور رسول اللہ صلعم پر صلوات بھیجتے تھے اوسکے بعد کہتے تھے۔ کہ خدائے تعالی نے اپنی تمام خلق سے محمد صلی اللہ علیہ کو برگزیدہ کیا۔ اون کو فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا۔ اونکے پیرو ہونیکی تم کو عزت دی۔ اون پر ایمان لانے کی تم کو بزرگی عطا کی۔ اس ایمان کے طفیل سے تم لوگوں میں جو کشت وخون ہوا کرتے تھے حق تعالی نے اوسے روک دیا۔ اور تمھاری راہیں جو پرخوف وخطر رہا کرتی تھیں اون میں امن ہوگیا۔ وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها۔ کذلک یبین اللہ لکم آیاته لعلکم تھتدون۔ یعنی تم لوگ دوزخ میں گرا ہی چاہتے تھے۔ خدا نے تم کو بچا لیا۔ بس اسی طرح خدا اپنی نشانیاں تم کو دکھاتا ہے کہ شاید تم راہ پر آجاؤ" یہ تو بتاؤ کہ اولین وآخرین میں خدا نے کوئی ایسا شخص بھی پیدا کیا ہے جسکا حق اس امت میں اونکے نبی سے بھی بڑھکر ہو۔ کیا انبیاء مرسلین وغیرہ کی کوئی ذریت ایسی ہوسکتی ہے جسکا حق اس امت پر اپنے پیغمبر کی ذریت سے بڑھکر ہو۔ لا واللہ نہ کبھی یہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ خدا تمھارا بھلا کرے۔ تم کو خبر بھی ہے۔ تمھارے نبی کے نواسے کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس قوم نے کیسی بے ادبی اون سے کی۔ اونکو بے کس دیکھ کر کیسی اونکی بے حرمتی کی۔ اونکو خون میں لٹا دیا اونکو خاک میں آلودہ کیا۔ نہ خوف خدا نہ قرابت رسول خدا صلعم کا اس قوم نے پاس کیا۔ اونکو تیروں کا نشانہ بنا لیا۔ اونکی لاش درندوں کے لئے ڈال آئے۔ خدا یہ مصیبت کسی کو آنکھ سے نہ دکھائے۔ خدا رحم کرے حسین بن علی پر۔ یہ لوگ کیسے قتل کر کے صحرا میں ڈال آئے۔ صادق وصابر وامین وشجاع وعالم کو سابق الاسلام کے فرزند کو۔ رسول رب العالمین کے نواسے کو۔ اونکے یاور وناصر تھوڑے سے تھے۔ اونکے دشمن کثرت سے اونھیں گھیرے ہوئے تھے۔ دشمنوں نے اونھیں قتل کیا۔ دوستوں نے اونھیں چھوڑ دیا۔ قتل کرنیوالوں پر لعنت۔ چھوڑ دینے والوں پر ملامت۔ قتل کرنیوالے کے واسطے خدا نے کوئی حجت نہیں رکھی ہے اور چھوڑ دینے والوں کیلئے کوئی عذر نہیں پیدا کیا ہے۔ سوا اسکے کہ خدا سے توبہ نصوحا کریں۔ اونکے قاتلوں سے جہاد کریں۔

ظالموں سے لڑیں۔ شاید اس صورت میں خدا توبہ قبول کرے اور خطا کو معاف کردے
ہم لوگ تمھیں کتاب خدا وسنت رسول خدا اور خون اہل بیت کے انتقام اور ظالموں
اور بے دینوں سے جہاد کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر ہم قتل ہو گئے تو یہ سمجھو کہ
جو ثواب حق تعالیٰ سے نیکوکاروں کے لئے وہی سب سے بہتر ہے۔ اور اگر ہم نے
فتح پائی تو اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف اس حکومت کو منتقل کر دینگے۔ عبیداللہ بن مری
نے اسی کلام کو روز روز بار بار سب کے سامنے دوھرایا۔ کہ لوگوں کو زبانی یاد ہو گیا۔
یزید کے ہلاک ہو جانیکے بعد لوگوں نے عمرو بن حریث پر حملہ کر دیا۔ دار الامارہ سے
اوسے نکال دیا۔ ببّہ کے حاکم بنانے پر راضی ہو گئے۔ لوگ اوسے گوبر کا گیند کہتے تھے۔
ٹھینگے برابر اوسکا قد تھا۔ یہی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اور ابن زبیر سے اس نے بیعت
کرلی تھی۔ سلیمان بن صرد کے اصحاب برابر اہل شہر میں سے شیعہ وغیر شیعہ سب کو دعوت
دیا کرتے اور بہت لوگ اونکے تابع ہو چکے تھے۔ لیکن ہلاک یزید کے بعد زیادہ تر ابن صرد کی
طرف اہل شہر دوڑنے لگے۔ یزید کو ہلاک ہوئے ابھی چھ مہینے گذرے تھے کہ رمضان کی
پندرھویں تاریخ جمعہ کے دن مختار کوفہ میں وارد ہوا۔ اور بائیسویں تاریخ جمعہ کے دن عبداللہ بن یزید
حاکم کوفہ ہو کر ابن زبیر کی طرف سے کوفہ میں آیا۔ یہی شخص سرحد و جنگ وجدال کا بھی امیر تھا
اور اسی کے ساتھ خراج کوفہ پر امیر ہو کر ابراہیم بن اعرج ابن زبیر کی طرف سے آیا۔ یہاں
عبداللہ بن یزید سے آٹھ دن پہلے مختار کوفہ میں آگیا تھا۔ مگر تمام روسائے شیعہ ابن صرد
کے پاس جمع تھے۔ کوئی مختار کو انکے مثل نہیں سمجھتا تھا۔ مختار شیعوں کو دعوت دیتا تھا کہ
میرے ساتھ خون حسین کا انتقام لینے کو آؤ۔ وہ جواب دیتے تھے شیخ الشیعہ سلیمان بن صرد
ہیں سب نے اونھیں کی اطاعت اختیار کرلی ہے۔ اونھیں کے پاس سب مجتمع ہیں۔
اسکے جواب میں وہ کہتا تھا۔ میں مہدی وقت محمد بن حنفیہ کے پاس سے آیا ہوں۔ مجھے
اونھوں نے اپنا وزیر و امین و معتمد علیہ بنا کر تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ شیعوں سے
اسی طرح کی باتیں کرتے کرتے آخر اوس نے کچھ لوگوں کو اودھر سے توڑ لیا۔ وہ اسکی
تعظیم کرنے لگے اسکی بات سننے لگے اسکے حکم کے منتظر رہنے لگے۔ مگر بڑی جماعت شیعوں کی
ابن صرد کے ساتھ تھی۔ اس سبب سے مختار اپنے کام میں ابن صرد کو بہت بڑا مزاحم
ومانع سمجھتا تھا۔ اپنے اصحاب سے کہا کرتا تھا تمھیں معلوم بھی ہے اس شخص کا یعنی سلیمان بن صرد کا

کیا ارادہ ہے۔ انکا ارادہ یہ ہے کہ لڑنے کو نکلیں اپنے تئیں بھی قتل کریں تم کو بھی۔ نہ انکو جنگ وجدال کا تجربہ ہے نہ اس فن کا علم ہے۔" اسی زمانہ میں یزید بن شیبانی نے عبد اللہ بن یزید سے جاکر کہا۔" لوگ یہ ذکر کر رہے ہیں کہ یہاں کے شیعہ ابن صرد کے ساتھ تم پر چڑھائی کرنیکو ہیں۔ اور ایک چھوٹا گروہ ان لوگوں کا مختار کے بھی ساتھ ہے۔ لیکن یہی لوگ کہتے ہیں کہ مختار ابھی چڑھائی کرنیکا ارادہ نہیں رکھتا۔ ابھی وہ اسکا منتظر ہے کہ دیکھے سلیمان بن صرد کے خروج کرنیکا کیا انجام ہوتا ہے۔ اونکے پاس سازوسامان سب تیار ہے۔ وہ انھیں دنوں میں خروج کیا چاہتے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو اپنے اہل شرطہ کو اور سپاہ کو اور شرفائے قوم کو جمع کرکے ہم تم سب کے ساتھ سلیمان بن صرد کے پاس چلیں۔ اونکے مکان پر پہنچ کر اونھیں اپنے پاس بلاؤ۔ اگر وہ چلے آئے تو چلے آئیں یا اگر وہ لڑنے پر آمادہ ہوں تو اون سے لڑ لو۔ فوج تو تمھاری آمادۂ پیکار وصف آرا موجود ہوگی۔ انھیں اسکی خبر بھی نہیں کہ تیار ہو رہتے۔ میں اس لئے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر اونھوں نے جنگ کی ابتدا کی اور تم نے اتنی مہلت دی کہ وہ تیار ہو جائیں تو یہ معاملہ بہت بڑھ جائیگا۔ پھر اونکی شوکت کا توڑنا دشوار ہو جائیگا۔" عبد اللہ بن یزید نے کہا۔ ہمارے اونکے درمیان خدا انصاف کریگا۔ وہ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی اون سے لڑیں گے۔ وہ ہم سے تعرض نہ کرینگے تو ہم بھی اونکے پیچھے نہ دوڑیں گے۔ یہ تو بتاؤ کہ اونکا مطلب کیا ہے" شیبانی نے کہا لوگ یہ چرچا کر رہے ہیں کہ وہ حسین بن علی کے خون کا انتقام لینے والے ہیں۔ اوس نے کہا کیا حسین بن علی کو میں نے قتل کیا ہے اونھیں جس نے قتل کیا ہے اوس پر خدا لعنت کرے۔ شیبانی نے کہا کہ سلیمان بن صرد اور اونکے اصحاب یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ کوفہ پر قبضہ کرلیں۔ عبد اللہ بن یزید یہ سنکر گھر سے نکلا۔ منبر پر جاکر خطبہ پڑھا حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا۔ اوسکے بعد کہا مجھے خبر ملی ہے کہ اہل شہر میں سے ایک گروہ نے ہم پر خروج کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ میں نے پوچھا آخر وہ چاہتے کیا ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ حسین بن علی کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ خدا ان لوگوں پر رحم کرے۔ واللہ مجھے انکے گھروں کا پتہ بتایا گیا۔ مجھسے یہ کہا گیا کہ ان لوگوں کو گرفتار کرلوں۔ مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ اونکے خروج کرنے سے پہلے میں اون سے جنگ کی ابتدا کردوں۔ میں نے اس بات کو

نہ مانا۔ اور کہہ دیا کہ وہ مجھ سے لڑیں گے تو میں اون سے لڑونگا۔ وہ مجھ سے تعرض نہ کریں گے تو میں اونکے پیچھے نہ پڑونگا۔ آخر وہ مجھ سے کیوں لڑنے لگے۔ واللہ نہ میں نے حسین کو قتل کیا نہ اونکے قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا۔ اونکے قتل ہو جائیگا تو مجھے غم ہوا۔ خدا اون پر رحمت نازل کرے۔ ان لوگوں کے لئے امان ہے۔ یہ علانیہ خروج کریں۔ چلیں پھریں۔ جس نے حسین سے قتال کیا ہے اوس سے لڑنیکو روانہ ہوں۔ وہ بھی تو ان سے لڑنیکو آرہا ہے۔ میں تو قاتل حسین کے مقابلہ میں انھیں لوگوں کی امداد کرونگا۔ یہی ابن زیاد تو حسین کا قاتل ہے۔ اسی نے تمھارے اقران و اشال و بہترین قوم کو قتل کیا ہے۔ وہ تم سے لڑنیکو چلا آرہا ہے۔ جسر منبج سے ایک رات کی راہ پر جو اوس سے ملنا چاہے مل سکتا ہے۔ اوس سے لڑنا اور سامان جنگ کرنا اس بات سے افضل و اولی ہے کہ تم لوگ آپس ہیں لڑ مرو۔ تم میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے۔ ایک دوسرے کا خون بہائے۔ کل تمھارا دشمن تمھارے سر پر آجائے تو دیکھے کہ تمھاری قوت ٹوٹ گئی۔ اور واللہ یہی تو تمھارے دشمن کی آرزو ہے۔ لو وہ تمھاری طرف آرہا ہے۔ جو خلق خدا میں سب سے زیادہ تمھارا دشمن ہے۔ یہ وہ شخص ہے کہ یہ اور اسکا باپ دونوں سات برس تک تم پر حکومت کرتے رہے۔ اہل عفاف و اہل دین کے قتل کرنے سے یہ دونوں کبھی تھکتے نہ تھے۔ اسی شخص نے تم لوگوں کو قتل کیا۔ اسی کے سبب سے تم پر مصیبتیں نازل ہوا کیں۔ اسی نے اونکو بھی قتل کیا ہے جنکے خون کا بدلہ تم لینا چاہتے ہو۔ لو وہ تمھارے سر پر آگیا۔ اب اپنی تمام قوت و شوکت کے ساتھ اوسکا مقابلہ کرو۔ تم اوسی سے لڑو اپنے لوگوں سے لڑنیکا ارادہ نہ کرو۔ میں نے تم سے کلمہ خیر کہنے میں دریغ نہیں کیا۔ خدا ہمیں تمھیں یکدل و یک زبان رکھے۔ اور ہمارے پیشواوں کو نیکی عطا فرمائے" یہ تقریر سنکر ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے کہا ایہا الناس اس خوشامدی صلح جو کی باتوں سے دھوکے میں نہ آنا۔ تلوار چلنے اور فتنہ و فساد کے برپا ہونے سے غافل نہ ہونا۔ واللہ اگر کوئی ہم پر خروج کرے گا تو ہم ضرور اوسے قتل کریں گے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ لوگ ہم پر خروج کرنا چاہتے ہیں تو ہم باپ کو بیٹے کے بدلے اور بیٹے کو باپ کے بدلے گرفتار کر لیں گے۔ ہم قرابتدار کے عوض میں قرابتدار سے مواخذہ کریں گے۔ اور کارگزار کو کارفرما کے عوض ماخوذ کریں گے۔

اونھیں دین حق پر لاکر اور اطاعت پر مجبور کر کے چھوڑیں گے " مسیب یہ سنکر اوس پر جھپٹ پڑے۔ گفتگو اوسکی قطع کر دی۔ اور کہا او بیعت توڑنے والوں کے نطفے تو ہمیں اپنی تلوار سے اور فتنہ پردازی سے ڈراتا ہے۔ واللہ تجھ میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے۔ تو ہم سے بغض رکھتا ہے تو جا رہے ہے۔ تیرے باپ دادا ہمارے ہی ہاتھ سے مارے گئے ہیں۔ واللہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے باپ دادا جہاں ہیں وہیں تجھے بھی شہر والے پہنچادیں گے۔ اسی طرح خدا تجھے اس شہر سے نکالیگا۔ اور اے امیر تم نے بہت ٹھیک بات کہی۔ واللہ میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ انتقام پر آمادہ ہیں وہ تمھارے خیرخواہ اور تمھارے قول کے سننے والے ہیں " ابراہیم نے کہا واللہ یہ تو مارا جائیگا۔ اس نے بے پروائی کی اور علانیہ کی " عبداللہ بن وال تیمی اب اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا۔ اے برادر تیمی تو ہمارے اور ہمارے امیر کے درمیان کیوں دخل دیتا ہے۔ واللہ نہ تو ہمارا امیر ہے نہ تجھے ہم پر حکومت کرنیکا حق ہے۔ تو فقط امیر جزیہ ہے۔ جا اپنے خراج کی خبر لے۔ قسم بخدا یہ فتنہ پردازی جو تو کر رہا ہے۔ تیرے باپ دادا جو بیعت توڑنیوالوں میں تھے۔ انھیں نے تو اس امت میں فتنہ و فساد برپا کئے۔ اور جیسا[له] اونھوں نے کیا اونکے آگے آئے اور وہ خود برائی کے چکر میں پڑ جائیں " اسکے بعد مسیب و عبداللہ بن وال امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ ہمیں امید ہے کہ عوام الناس میں تمھاری ستائش ہوگی۔ اور خاص لوگوں میں تمھاری قدر ہوگی " ابراہیم کے ساتھ والوں میں سے اور اوسکے عمال میں سے ایک گروہ کو غصہ آگیا بہت درشت الفاظ زبان پر لائے۔ لوگوں نے بھی اونکو سخت سست کہا اور سب کو ناگوار گذرا۔ یہ باتیں سنکر عبداللہ منبر سے اوتر آیا۔ اور دار الامارہ میں چلا گیا۔ ابراہیم یہ کہتا ہوا اوٹھ کھڑا ہوا کہ عبداللہ نے اہل کوفہ کی خوشامد کی۔ میں تو واللہ ابن زبیر کو یہ حال لکھکر بھیج دونگا۔ شبث بن ربعی تمیمی نے عبداللہ سے جا کر یہ ذکر کیا۔ عبداللہ اسکو اور یزید بن حارث کو اپنے ساتھ لیکر سوار ہوا۔ اور ابراہیم کے پاس آکر قسم کھائی کہ واللہ امن و عافیت و اصلاح ذات البین کے سوا میرا کچھ اور مطلب نہ تھا۔ یزید بن حارث نے میرے پاس آکر یہ تدبیر کہی۔

[له] فکانت بھما الیدان' جیسا اونھوں نے کیا اونکے آگے آئے "کو سنا ہے۔ اسے ابن اثیر نے چھوڑ دیا اور اس روایت کے بہت سے فقرے چھوڑ دئے ہیں ع ح

مجھے خیال ہوا کہ سب لوگوں کے سامنے یہ تقریر کروں۔ جو تم نے سنی۔ اس سے میرا مقصد یہی تھا۔ کہ اختلاف وافتراق نہ پیدا ہو۔ ان میں آپس ہی میں کشت وخون نہو جائے ابراہیم نے اونکے عذر کو قبول کرلیا۔ اور سلیمان بن صرد کے اصحاب اب علانیہ ہتھیار لیکر نکلنے لگے اور سامان جنگ اور اپنی ضرورت کے اشیا کو بے پردہ مہیا کرنے لگے۔

اسی سال خوارج نے ابن زبیر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یا تو مکہ میں آکر حصین بن نمیر کے مقابلہ میں ابن زبیر کی طرف سے لڑا کئے۔ یا یہ ہوا کہ سب کے سب بصرہ کی طرف چلے گئے۔ اون میں اتفاق نہ رہا۔ متفرق ومنتشر ہوگئے۔ اسکا سبب یہ ہوا کہ ابوبلال کو قتل کرنیکے بعد خوارج سے ابن زیاد کو جس طرح پیش آنا تھا پیش آیا۔ پہلے بھی وہ اونکے قتل کرنے سے باز نہ آتا تھا اونکا وجود اوسے ناگوار تھا۔ مگر ابوبلال کے بعد اوس نے ان لوگوں کے ہلاک وتباہ کرنے پر کمر باندھ لی۔ اسی زمانہ میں ابن زبیر نے مکہ میں شورش کی۔ اور اہل شام اون سے لڑنیکے لئے روانہ ہوئے۔ خوارج نے جمع ہوکر جو مصیبتیں اون پر گذری تھیں اوسکا ذکر کیا۔ نافع بن ازرق نے کہا۔ خدا نے تم لوگوں پر کتاب نازل کی۔ اوس میں جہاد کرنا تم پر فرض کیا۔ اور اوسے بیان فرما کر حجت تم پر تمام کردی۔ تمہارا حال یہ ہے کہ دشمن ظالم تمہارے سامنے شمشیر بکف ہیں۔ دیکھو مکہ میں جو شخص اوٹھ کھڑا ہوا ہے چلو ہم سب لوگ بیت اللہ میں جاکر اس سے ملاقات کریں۔ اگر وہ ہمارے عقیدہ پر ہے۔ تو اوس کے ساتھ شریک ہوکر دشمن سے جہاد کریں۔ اگر ہمارا عقیدہ وہ نہیں رکھتا۔ تو بیت اللہ پر چڑھائی کرنیوالوں کا جہاں تک ہوسکے دفاع کریں۔ پھر اسکے بعد دیکھیں گے ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ غرض یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور ابن زبیر سے آکر ملے۔ ابن زبیر انکے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اونکو جتا دیا کہ میں بھی وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو تم لوگوں کا ہے۔ اور بلا تامل وتوقف اونکو اپنے پاس آنیکی رضا دیدی۔ یہ لوگ ابن زبیر کے ساتھ شریک ہوکر شامیوں سے جہاد کرتے رہے۔ جب یزید کے ہلاک ہونیکی خبر آئی اور اہل شام مکہ سے واپس چلے گئے۔ تو ان لوگوں نے باہم ملاقاتوں میں یہ ذکر کیا۔ کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔ یہ کوئی رائے صواب نہیں ہے۔ کہ ایسے شخص کی اعانت ہم کر رہے ہیں جسکا حال نہیں معلوم۔ شاید یہ شخص تم لوگوں کے عقیدہ پر نہیں ہے کل کا ذکر ہے کہ یہی شخص اور اسکا باپ دونوں تم سے قتال کرچکے ہیں۔ اور پکار رہے تھے۔

"عثمان کا انتقام لینے والے کہاں ہیں" چلو ان سے چل کر پوچھیں کہ عثمان کے باب میں انکی کیا رائے ہے۔ اگر اونھوں نے عثمان سے بیزاری ظاہر کی تو سمجھو کہ وہ تمہارے دوستوں میں ہیں۔ ورنہ تمہارے دشمنوں میں "غرض یہ لوگ ابن زبیر کے پاس آئے۔ کہا اے شخص تمہارے شریک ہوکر ہم نے قتال کیا۔ ہم نے اس بات کی بھی تحقیق نہیں کی۔ کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔ آیا تم ہم میں سے ہو یا ہمارے دشمنوں میں سے ہیں یہ بتاؤ کہ عثمان کے باب میں تم کیا کہتے ہو" ابن زبیر نے ادھر اودھر دیکھا کہ اس وقت انکے انصار بہت تھوڑے سے وہاں موجود ہیں۔ خوارج سے اونھوں نے کہا تم ایسے وقت میرے پاس آئے کہ میں اوٹھنے ہی کو تھا۔ اب شام کو میرے پاس آؤ تو جو بات تم پوچھنا چاہتے ہو اوسکا جواب میں دوں۔ یہ سنکر وہ لوگ تو پلٹ گئے۔ اور ابن زبیر نے اپنے اصحاب کو بلایا۔ اون سے کہا۔ تم سب لوگ مسلح ہو جاؤ۔ اور سب کے سب جمع ہوکر شام کو میرے پاس آؤ۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ خوارج جو آئے تو کیا دیکھا کہ ابن زبیر کے اصحاب دوھری صف باندھے ہوئے اونکے گرد کھڑے ہیں۔ اور ایک انبوہ کثیر ڈنڈے ہاتھ میں لئے ہوئے اونکے سر پر موجود ہے۔ ابن ازرق نے اپنے اصحاب سے کہا۔ اس شخص کو یہ ڈر ہے کہ تم اچانک حملہ کر بیٹھو گے۔ تمہارے خلاف جواب دینے پر یہ مستعد ہے۔ یہ سامان جو تم دیکھ رہے ہو اسی لئے کیا ہے۔ یہ کہہ کر ابن زبیر کے قریب وہ گیا اور کہنے لگا۔ یا ابن الزبیر خدا سے ڈر۔ اوس خائن اور خود غرض سے بیزاری اختیار کر۔ سب سے پہلے جس شخص نے ضلالت کی بنا ڈالی اوس سے عداوت کرنا چاہیئے۔ جس نے احداث کیا۔ جس نے حکم قرآن کے خلاف کیا اوس سے نفرت کر۔ تم ایسا کرو گے تو تمہارا پروردگار تم سے خوش ہوگا۔ عذاب شدید سے تم کو نجات حاصل ہوگی۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار اون لوگوں میں ہوگا۔ جنھوں نے اپنے تمتع سے کام رکھا۔ زندگانی دنیا کے پیچھے طیبات کو کھو بیٹھے۔ اے عبیدہ بن ہلال اس شخص کے سامنے اور سب کے سامنے۔ ہمارے عقائد جنکی طرف لوگوں کو ہم دعوت دیتے ہیں بیان کر۔ یہ سنکر عبیدہ آگے بڑھا۔ خثعم ایک راوی کہتا ہے میں وہاں موجود تھا۔ واللہ ابن ہلال سے بڑھکر میں نے کوئی فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ عقیدہ اوسکا خوارج کا تھا۔ وہ مطالب کثیر کو چند لفظوں میں ادا کر دیتا تھا۔ پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا پھر کہا حق تعالیٰ نے محمد صلعم کو مبعوث کیا کہ عبادت خدا اور اخلاص دین کی طرف دعوت دیں۔ اونھوں نے دعوت دی۔

مسلمانوں نے اوسے قبول کیا۔ حضرت حکم خدا اور کتاب خدا کے ساتھ است میں عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے اونکو اپنے پاس بلا لیا صلی اللہ علیہ۔ لوگوں نے ابوبکر کو جانشین کیا اور ابوبکر نے عمر کو۔ ان دونوں صاحبوں نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عمل کیا الحمد للہ رب العالمین۔ اسکے بعد لوگوں نے عثمان بن عفان کو جانشین کیا۔ اونھوں نے زمینوں پر قبضہ کیا۔ قرابتداروں کو مقدم سمجھا۔ دولتمند ہونیکو پسند کیا۔ درہ اور تازیانہ کو جاری کیا۔ کتاب کو پھاڑ ڈالا۔ مسلمانوں کو حقارت سے دیکھا۔ اس ظلم وجور پر جس نے اعتراض کیا اوسے پٹوا ڈالا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ نے جس شخص کو شہر بدر کیا تھا اوسے بلا لیا۔ سابقین میں سے جو صاحب فضل تھے اونکو مارا شہر بدر کیا اون پر حرم رکھا۔ اسکے بعد مال غنیمت پر جو خدا نے مسلمانوں کو دیا تھا قبضہ کیا اوسے قریش کے فاسقوں اور عرب کے نفروں میں تقسیم کر دیا۔ یہ دیکھ کر اہل اسلام کا ایک گروہ جن سے خدا اپنی طاعت کا عہد لے چکا تھا جو خدا کے کام میں ملامت کی پروا نہ کرتے تھے اوٹھ کھڑا ہوا۔ اونھوں نے آکر عثمان کو قتل کیا۔ ہم لوگ اسی گروہ کے ہواخواہوں میں ہیں اور ابن عفان سے اور اونکے دوستوں سے بیزار ہیں۔ بتاؤ ابن زبیر اب تم کیا کہتے ہو" ابن زبیر یہ سنکر حمد وثنائے الٰہی بجا لائے اوسکے بعد کہا۔" تم نے نبی صلعم کا جو ذکر کیا میں نے سنا وہ ایسے ہی تھے جیسا تم نے بیان کیا۔ صلی اللہ علیہ۔ وہ تو اس سے بھی برتر تھے جیسا تم نے ذکر کیا۔ ابوبکر وعمر کے باب میں تم نے جو کہا اوسے بھی میں نے سنا۔ یہ وصف اونکا خدا نے تمھاری زبان پر جاری کیا۔ تم نے جو کچھ کہا درست کہا۔ عثمان بن عفان رحمۃ اللہ علیہ کے باب میں جو کچھ تم نے کہا۔ اوسے بھی میں نے سنا۔ آج خلق خدا میں ابن عفان اور اونکے حالات کا جاننے والا مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ جب اون سے لوگوں نے دشمنی کی اور اون پر عتاب کیا ہے۔ تو میں اونکے پاس موجود تھا۔ جن باتوں پر لوگ خفا تھے اونکے راضی کرنے میں انھوں نے کوئی دقیقہ نہیں اوٹھا رکھا۔ پھر یہ ہوا کہ سب جا کر واپس آئے اور ایک خط لئے ہوئے آئے جس پر اونھیں یہ شبہہ ہوا تھا کہ عثمان نے اون لوگوں کے قتل کرنیکا حکم اس خط میں دیا ہے۔ اونھوں نے کہدیا۔ میں نے یہ خط نہیں لکھا تم سے ہو سکے تو اس بات کو ثابت کرو۔ اگر تم نہیں ثابت کر سکتے تو لو میں قسم کھاتا ہوں۔ واللہ وہ کسی گواہ کو اسکے ثبوت میں نہ لا سکے اور نہ عثمان سے قسم لینے پر راضی ہوئے۔ سب نے حملہ کر کے اونھیں قتل کیا۔ تم نے اونکے جو عیب بیان کئے ہیں وہ بھی میں نے سنے

وہ ہر گز ایسے نہ تھے وہ تو ہر طرح کی نیکی کے اہل تھے ۔ تم لوگ اور تمام حاضرین اس بات کے گواہ رہیں کہ میں دنیا و آخرت میں ابن عفان کے دوستداروں میں ہوں اور اونکے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں ۔ اونکے دشمنوں کا دشمن ہوں" خوارج نے یہ سنکر کہا اے دشمن خدا تجھ سے خدا بیزار ہو ۔ جواب ملا اے دشمنان خدا تم سے خدا بیزار ہو" اسکے بعد وہ لوگ متفرق ہو گئے ۔ نافع بن ازرق اور عبداللہ صفار ۔ اور عبداللہ اباض اور حنظلہ بیہس اور ماحوز کے تینوں بیٹے عبداللہ و عبیداللہ و زبیر بصرہ چلے گئے ۔ اور ابو طالوت اور عبداللہ بن ثور اور عطیہ بن یشکری یمامہ کی طرف گئے ۔ اور ابو طالوت کے ساتھ یمامہ پر حملہ کیا ۔ اسکے بعد سب کے سب نجدہ بن عامر کے ساتھ ہو گئے ۔ بصرہ میں جو خوارج پہنچے وہ سب ابو بلال کے عقیدہ پر تھے ۔ یہ سب لوگ مجتمع ہوئے ۔ اور اون میں عائذ ناس نے یہ بات کہی کہ ہم میں سے کچھ لوگ جو راہ خدا میں جہاد کرنیکو نکل گئے تو ہم نے اپنے کام میں سستی کی ۔ چاہئے تو یہ کہ ہم میں جو علما ہیں وہ دنیا میں وعظ کہتے ہوئے پھریں ۔ وہ لوگوں کے لئے چراغ ہدایت بن جائیں گے ۔ دین کی طرف دعوت دیں گے ۔ جو لوگ اہل ورع اور کوشش کرنیوالے ہیں وہ جہاد کو نکلیں ۔ اپنے پروردگار سے ملاقات کریں ۔ شہدا میں داخل ہوں جنکو خدا کے پاس سے رزق ملا کرتا ہے اور وہ جیا کرتے ہیں" یہ سن کر نافع بن ازرق آمادہ ہو گیا ۔ تین سو آدمیوں کو ساتھ لیکر روانہ ہوا ۔ یہ اوس زمانہ کا ذکر ہے جب لوگوں نے ابن زیاد پر حملہ کیا ہے ۔ اور قید خانوں میں جو خوارج محبوس تھے وہ دروازوں کو توڑ کر نکل آئے ہیں ۔ اور مسعود کے خون کا انتقام لینے کو لوگ ازد و ربیعہ و بنی تمیم و قیس سے قتال کر رہے تھے ۔ خوارج اس موقع کو غنیمت سمجھے ۔ اونھوں نے سامان کیا اور جتھا اپنا باندھ لیا ۔ جب دیکھا کہ نافع بن ازرق نے خروج کیا ہے تو سب اوسکے ساتھ ہو گئے ۔ ادھر اہل بصرہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ببہ جو اولاد عبدالمطلب میں سے تھا سب کو نماز پڑھایا کرے ۔ اور ابن زیاد شام کی طرف نکل گیا ۔ اور ازد و بنی تمیم میں بھی صلح ہو گئی ۔ اب لوگوں نے خوارج کی طرف رخ کیا ۔ اونکا تعاقب کرنے لگے ۔ اونھیں پریشان کرنے لگے ۔ نوبت یہ ہوئی کہ بصرہ میں جتنے خوارج رہ گئے تھے وہ بھی شہر چھوڑ کر ابن ازرق سے جا کر مل گئے ۔ ان میں کے چند لوگ جو ابھی خروج کرنیکا ارادہ نہ رکھتے تھے بس وہ رہ گئے ۔ ان میں عبداللہ صفار تھا اور عبداللہ اباض اور جو لوگ ان دونوں کی رائے کے ماننے والوں میں تھے ۔ ابن ازرق کی

یہ رائے ہوئی کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں اون سے دوستی نہ رکھنا چاہئے۔ اور جنھوں نے ایسا کیا اور ہمارا ساتھ نہ دیا اونکی نجات نہیں ہوسکتی۔ اوس نے اپنے اصحاب سے کہا خدا نے تم کو یہ شرف بخشا کہ تم نکل آئے۔ تم کو بصیرت عطا کی اور تمھارے سوا جو لوگ تھے وہ اندھے رہ گئے۔ تم خوب جانتے ہو کہ تم نے اسی لئے خروج کیا ہے کہ تم شریعۃ الٰہی و حکم الٰہی کے خواہاں ہو۔ سنو اوسکا حکم تمھارا رہنما ہے اور اوسکی کتاب تمھارا امام ہے۔ بس تم اوسی کے سنن و اثر کی پیروی کرنے والوں میں ہو" سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہا تمھیں اپنے دوست سے اوسی طرح پیش آنا چاہئے جس طرح نبی صلعم اپنے دوست سے پیش آتے تھے۔ اور اپنے دشمن سے تمھیں اوسی طرح پیش آنا چاہئے جس طرح نبی صلعم اپنے دشمن سے پیش آتے تھے۔ آج جو تمھارا دشمن ہے وہ دشمن خدا و رسول صلعم ہے۔ اسی طرح جو رسول خدا صلعم کا دشمن ہے وہ دشمن خدا ہے اور آج وہی تمھارا دشمن ہے" سب نے کہا ایسا ہی ہے۔ کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین۔ یعنی جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا ہے اون سے خدا و رسول بیزار ہیں۔ اور کہا۔ لا تنکحوا المشرکات حتی یومن۔ یعنی مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں ہرگز نکاح نہ کرو" غرض خدا نے ان سے دوستی رکھنا انکے جوار میں رہنا انکی گواہی کو سننا انکے ذبیحہ کو کھانا اون سے علم دین کو سیکھنا۔ انکے ساتھ نکاح و میراث کو حرام کر دیا ہے۔ خدا نے ہم پر حجت تمام کر دی ہے کہ ہم ان باتوں کو جانیں۔ ہم کو ضرور ہے کہ دین کی یہ بات اون لوگوں کو بھی جتا دیں جن کے پاس سے ہم سب نکل کر چلے آئے ہیں۔ اور جو احکام خدا نے نازل کئے ہیں اونھیں نہ چھپائیں خدائے عز و جل فرماتا ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون یعنی جو لوگ اون دلیلوں کو اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جنھیں ہم نے نازل کیا ہے اور بعد اسکے کہ ہم نے کتاب میں واضح کر کے اوسے بیان کر دیا ہے۔ اون پر خدا بھی لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنیوالے بھی لعنت کرتے ہیں" اوسکے تمام اصحاب نے اس رائے کو قبول کیا۔ اور یہ خط لکھا گیا۔ "بندۂ خدا نافع بن ازرق کی طرف سے عبد اللہ بن صفار و عبد اللہ بن اباض اور اون لوگوں کو جو اونکے نزدیک ہیں۔ جو بندگان خدا کو طاعت خدا کے

اہل ہیں اونکو سلام پہنچے - بات یہ ہے اور وہ ہے" پھر یہ سارا قصہ اور جو کچھ کہ بیان اوس نے کیا تھا سب لکھا - اور یہ خط اون دونوں شخصوں کے پاس بھیدیا اور پہنچ بھی گیا عبداللہ صفار نے اوسے پڑھکر پیچھے ڈال دیا - لوگوں کو اس لئے پڑھکر نہیں سنایا کہ ایسا کہیں نہ ہو وہ متفرق ہو جائیں اور اختلاف پیدا ہو - عبداللہ اباض نے پوچھا کہ کیا واقعہ ہوا - خدا خیر کرے - کس بات کی تم کو تشویش ہے - کیا ہمارے بھائی کام آگئے - یا اون میں سے کچھ لوگ قید ہو گئے - ابن صفار نے اوسے خط دیدیا - ابن اباض نے خط کو پڑھا پھر کہنے لگا - خدا کی مار ہو اس پر کیا برا خیال ہے اسکا - نافع کا یہ کہنا جب بجا ہوتا جب سب لوگ مشرک ہوتے - اس صورت میں اوسکا خیال اور جو امر کہ وہ تجویز کرتا ہے ٹھیک تھا - اور نبی صلعم کا سلوک جو مشرکوں کے ساتھ تھا - ویسا ہی سلوک اسکا بھی ہوتا لیکن وہ جھوٹ بولا اور ہمیں بھی جھٹلایا - بات یہ ہے کہ لوگ کفران نعمت ونافرمانی میں بے شک مبتلا ہیں - مگر شرک سے بری ہیں - ہمیں اونکا قتل کرنا جائز ہے - اون کے مال پر تصرف ہمارے لئے حرام ہے" ابن صفار نے کہا - خدا تجھ سے سمجھے تو نے بہت تفریط کی اور خدا سمجھے ابن ازرق سے اوس نے بہت افراط کی - تم دونوں سے خدا سمجھے - اوس نے جواب دیا خدا تجھ سے بھی اور اوس سے بھی سمجھے" بس سب میں تفرقہ پڑ گیا - ابن ازرق کی شان وشوکت بہت بڑھ گئی - بڑا مجمع اوسکے ساتھ ہو گیا - اوس نے اہواز میں قیام کیا خراج وصول کرتا تھا - اور اوسی سے اپنی قوت کو بڑھاتا تھا - اسکے بعد بصرہ کی طرف رخ کیا - اور پل کے قریب تک پہنچ گیا عبداللہ ابن حارث نے اوس سے لڑنیکے لئے مسلم بن عبیس کو روانہ کیا -

اسی سال رمضان کی پندرھویں تاریخ مختار کوفہ میں آیا - اس نے جس زمانہ میں حسن بن علی پر ساباط میں برچھی کا وار ہوا تھا اور وہاں سے مدائن کے قصر ابیض میں آپ کو لوگ لے گئے تھے آپکی نسبت میں اپنا جو خیال ظاہر کیا تھا اوس سے شیعہ بہت ناراض تھے اور مختار کو سب وشتم سے یاد کرتے تھے - جب حسین نے مسلم بن عقیل کو کوفہ میں بھیجا تو یہ مختار کے گھر میں اوترے تھے - راوی کہتا ہے وہی گھر اب سلم بن مسیب کا ہے - مختار نے اور سب اہل کوفہ کے ساتھ مسلم سے بیعت کی - اونکے ساتھ خیر خواہوں کی طرح پیش آیا - جو لوگ اوسکے کہنے میں تھے اون کو مسلم کی طرف دعوت دی - جب مسلم نے

خروج کیا ہے تو مختار اپنے گاؤں میں تھا جسے لقفا کہتے تھے۔ ظہر کے وقت اوسے مسلم کے خروج کرنیکی خبر پہنچی۔ مسلم نے اپنے اصحاب سے خروج کرنیکا جو دن مقرر کردیا تھا یہ وہ دن نہ تھا۔ انھیں جب یہ معلوم ہوا کہ ہانی کو مارا اور قید کرلیا ہے تو اونھوں نے اوسی وقت خروج کردیا۔ مختار یہ خبر سنکر اپنے موالی کو ساتھ لئے ہوئے چلا۔ مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچا۔ ادھر ابن زیاد نے عمرو بن حریث کو لوگوں کا رئیس بناکر ایک علم دیا تھا۔ اوسے یہ حکم دیا تھا کہ سب کو لیکر مسجد میں بیٹھے۔ مختار باب الفیل پر ٹھہر گیا تھا اودھر سے ہانی بن ودائی کا گذر ہوا۔ مختار کو دیکھ کر کہنے لگا۔ یہاں تمھارے ٹھہرنے کی کیا وجہ۔ نہ تو تم لوگوں کے ساتھ ہو نہ اپنے ٹھکانے پر۔ مختار نے کہا تم لوگوں نے خطائے عظیم کی ہے یہ دیکھ کر میری رائے متزلزل ہوگئی ہے۔ ہانی نے کہا واللہ تو اپنی جان کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ اور یہاں سے جاکر عمرو بن حریث سے اپنی اور مختار کی گفتگو سب بیان کردی۔ ابن حریث نے یہ سنکر عبدالرحمٰن ثقفی سے کہا۔ اوٹھ اپنے ابن عم کے پاس جا اوس سے کہہ۔ کہ ابن عقیل کو یہ بھی تو نہیں معلوم کہ مختار کہاں ہے۔ وہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے۔ عبدالرحمٰن جانیکے لئے اوٹھا تھا کہ زائدہ بن قدامہ نے بڑھکر ابن حریث سے کہا۔ کہ مختار تمھارے پاس اس شرط سے آئیگا کہ اوسکے لئے امان ہو۔ ابن حریث نے کہا۔ میری طرف سے تو اوسے امان ہے بلکہ ابن زیاد تک بھی اگر کچھ خبر اوسکی پہنچ گئی تو میں امیر کے سامنے اوسکی طرف سے گواہی دونگا۔ اور اچھی طرح سفارش کرونگا۔ زائدہ نے کہا انشاءاللہ پھر تو ہر طرح سے خیریت ہے۔ غرض عبدالرحمٰن و زائدہ دونوں مختار کے لینے کو روانہ ہوئے۔ اوس سے ہانی ودائی و ابن حریث کی گفتگو کا ذکر کرکے کہا خدا کے لئے اپنے قتل کا درپے نہ ہو" مختار آخر ابن حریث کے پاس چلا آیا۔ اوسے سلام کیا اوسکے علم کے نیچے بیٹھ گیا۔ صبح کو لوگوں میں مختار کی ان باتوں کا چرچا ہوا۔ عمارہ بن عقبہ یہ حال سنکر ابن زیاد کے پاس پہنچا اوس سے سب حال بیان کردیا۔ دن چڑھے ابن زیاد کا دروازہ کھلا۔ لوگوں کو آنیکا اذن ہوا۔ مختار بھی سب کے ساتھ دربار میں داخل ہوا۔ ابن زیاد نے اوسے بلاکر کہا "تمھیں ایک مجمع ساتھ لیکر آئے تھے کہ ابن عقیل کی نصرت کرو" مختار نے کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں آیا اور ابن حریث کے علم کے نیچے اوترا۔ صبح تک اونھیں کے ساتھ رہا۔ ابن حریث نے بھی اسکی شہادت دی کہا اصلحک اللہ یہ سچ کہتا ہے۔ ابن زیاد نے

عصا اوٹھاکر مختار کے منہ پر مارا کہ اوسکی آنکھ کا پوٹا پھٹ گیا۔ اور کہا اچھا ہوا یہ تیرے حق میں۔ ابن حریث نے شہادت نہ دی ہوتی تو واللہ میں تیری گردن مارتا لے جاؤ اسے قید خانہ میں" اہل شرطہ اوسے لے گئے۔ قید خانہ میں ڈالدیا۔ حسین کے قتل ہونے تک یہ قید ہی رہا۔ اسکے بعد اس نے زائدہ سے کہلا بھیجا۔ کہ عبداللہ ابن عمر کے پاس مدینہ میں جاکر اون سے کہے۔ کہ وہ ایک رقعہ یزید کے نام لکھ دیں۔ کہ وہ ابن زیاد کو مختار کی رہائی کے باب میں لکھ بھیجے۔ زائدہ وہاں سے روانہ ہوا عبداللہ بن عمر کے پاس آیا مختار کا پیام اونھیں دیا۔ مختار کی بہن صفیہ ابن عمر کے پاس تھیں۔ بھائی کے قید ہو جانے پر بہت روئیں۔ جزع و فزع کی۔ عبداللہ بن عمر نے یزید کے نام پر خط لکھ کر زائدہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ مضمون یہ تھا للہ ابن زیاد نے مختار کو قید کر لیا ہے اور وہ میری زوجہ کا بھائی ہے۔ میں اوسکی عافیت اور بہبود چاہتا ہوں۔ خدا ہم پر اور تم پر رحم کرے اگر مصلحت ہو تو ابن زیاد کو اپنا یہ حکم لکھ بھیجو کہ اوسے چھوڑ دے والسلام علیک" زائدہ یہ خط لیکر اپنے ناقوں پر روانہ ہوا۔ یزید کے پاس شام میں پہنچا۔ یزید اونکا خط پڑھکر ہنسنے لگا اور کہا۔ ابو عبدالرحمن نے سفارش کی ہے۔ اور وہ سفارش کر سکتے ہیں۔ یہ کہکر ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔ کہ میرا خط دیکھتے ہی مختار کو رہا کر دے والسلام۔ زائدہ یہ خط لیکر ابن زیاد کے پاس آیا۔ ابن زیاد نے مختار کو زندان سے نکلواکر اپنے سامنے بلایا اور کہا تین دن کی تمھیں مہلت دیتا ہوں۔ اسکے بعد اگر کوفہ میں تم ملجاؤ گے تو تمھاری خیر نہیں" مختار تو وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ابن زیاد کو اب خیال آیا۔ کہ زائدہ نے بڑی گستاخی کی۔ امیرالمومنین کے پاس گیا کہ جس شخص کو میں نے قید کیا ہے اور ابھی اوسے قید رکھنا چاہتا ہوں اوسکی رہائی کا پروانہ لیکر میرے پاس آئے۔ جاؤ زائدہ کو پکڑ لاؤ" عمرو بن نافع کاتب ابن زیاد کا زائدہ کی طرف گذر ہوا اوس سے کہا ارے جان بچاکر بھاگ اور میرا یہ احسان ذرا یاد رکھنا" یہاں زائدہ کو لوگ ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ وہ اوس دن تو چھپا رہا۔ پھر اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لیکر قعقاع ذہلی اور مسلم باہلی کے پاس آیا ان دونوں نے ابن زیاد سے اوسکے لئے امان لے لی۔ مختار یہاں سے نکل کر حجاز کی طرف جا رہا تھا۔ واقصہ کے اوس طرف ابن العرق جو بنی ثقیف کے موالی میں تھا اسے ملا۔ اسکا خیر مقدم اوس نے کیا اور محبت سے پیش آیا۔ اسکی آنکھ کی طرف دیکھ کر اوس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا

اور بہت مضطرب ہوکر اوس سے پوچھنے لگا۔ خدا تم کو ہر طرح کی برائی سے محفوظ رکھے۔ تمھاری آنکھ کو یہ کیا صدمہ پہنچا۔ مختار نے کہا اوس حرام زادہ نے ایک لکڑی ماردی جس سے آنکھ کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔ ابن العرق نے کہا۔ یہ کیا حرکت اوس نے کی خدا اوسکے ہاتھ کو شل کردے۔ مختار نے کہا اگر میں اوسکے ہاتھ پاؤں رگ وپے اور اوسکے اعضا کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرڈالوں تو خدا مجھے مارے" اس نے کہا رحمک اللہ یہ بات تم نے کیا سمجھکر کہی۔ مختار نے کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اوسے یاد رکھنا۔ اور دیکھ لینا۔ اسکے بعد اوس نے ابن زبیر کے حالات پوچھنا شروع کئے۔ اس نے کہا اونھوں نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے کہتے ہیں میں تو رب کعبہ کی پناہ میں ہوں" مگر لوگوں میں یہ چرچا ہے کہ وہ چھپ چھپ کر بعیتیں لیتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اونکی شوکت اور جمعیت بڑھ جائے۔ تو وہ ابھی مخالفت ظاہر کردیں گے۔" مختار نے کہا ہاں ہاں اس میں شک نہیں۔ سنو وہ آج عرب میں ممتاز ہیں۔ اگر وہ میرے نقش قدم پر چلیں میری بات کو سنیں تو میں اونھیں زحمت سے بچالوں۔ اگر اونھوں نے ایسا نہ کیا تو۔ واللہ مجھے بھی کوئی دوسرا شخص جو عرب میں ممتاز ہو ملجائے گا۔ اے ابن العرق فتنہ وفساد کے بادل گرج رہے ہیں چمک رہے ہیں۔ وہ دیکھو جنگ برپا ہوگئی اور شتر بے مہار کی طرح اوس نے سب کو کچل ڈالا۔ اور یکایک تم نے دیکھ لیا اور اس واقعہ کو کہیں تم نے سن لیا۔ جہاں میں نے ظہور کیا ہوگا۔ لوگ کہتے ہونگے کہ مختار مسلمانوں کی فوجوں کے ساتھ مظلوم شہید کشتہ زمین طف مسلمانوں[1] کے سردار سید المرسلین کے نواسے حسین بن علی کے خون کا انتقام لینے کو اوٹھا ہے۔ اپنے پروردگار کی قسم ہے میں اونکا انتقام لینے میں اتنے لوگوں کو قتل کروں گا جتنے یحیی ابن ذکریا عم کے انتقام میں قتل ہوئے ہیں۔" ابن العرق نے کہا یہ دوسری بات بھی جو تم نے کہی بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ کہا میں جو کہتا ہوں ایسا ہی ہوگا اسے یاد رکھنا اور دیکھ لینا۔" یہ کہہ کر اوس نے ناقہ کو بڑھایا ابن العرق بھی تھوڑی دور تک

[1] طبری میں سید المسلمین وابن سیدھا ہے کامل میں سید المسلمین وابن بنت سید المرسلین و ابن سیدھا ہے یعنی بنت رسول اللہ اور انکے خاوند کے فرزند ابن سیدھا کے معنی کامل کی عبارت کے ساتھ کچھ بن جاتے ہیں یہ لفظ کاتب کی تحریف ہے یا مختار کے ہذیانات ہیں۔ ع ح

دعائیں دیتا ہوا اور اوسکی سلامتی مناتا ہوا۔ ساتھ ساتھ چلا۔ مختار نے ناقہ کو روک کر اسے قسمیں دیدیکر واپس جانیکے لئے کہا۔ ابن العرق کہتا ہے میں نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا سلام کیا رخصت ہوا واپس آیا۔ یہی دل میں سوچتا تھا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ کیا اسکا دل یہ کہہ رہا ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا۔ خدا نے علم غیب کسی کو بھی نہیں دیا۔ ہاں اوسکا دل یہ چاہتا ہوگا کہ ایسا ہو۔ اسی سے وہ کہتا ہے کہ یہ ہوگا۔ اور اسی سبب سے اوسکے دماغ میں یہ بات جم گئی واللہ یہ خیال اوسکا ایک خواب پریشان ہے۔ ہر دفعہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ انسان جس امر کو کہدے کہ ہونیوالا ہے وہ ہو بھی جائے۔ مگر واللہ میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا جو کچھ اوس نے کہا تھا وہی ہوا واللہ یہ اوسے الہام ہوا تھا تو ثابت ہوگیا۔ اگر اوسکی ایک تمنا تھی تو پوری ہوگئی۔ پھر میں نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مختار کی انھیں باتوں کا اوس سے ذکر کیا۔ وہ سنکر ہنسنے لگا پھر مجھ سے کہا یہ بھی تو وہ کہا کرتا تھا ؎

ودافعۃٍ ذیلھا۔ وداعیۃٍ ویلھا۔ بدجلۃ اوحولھا۔

یعنی دجلہ پر اور اوسکے گرد ایک تند آندھی جھاڑو پھیر رہی ہے اور تباہی کو پکار رہی ہے" (یہ فتنہ وفساد وکشت وخون کی پیشین گوئی ہے) ابن العرق نے حجاج سے پوچھا۔ تم کیا سمجھتے ہو یہ باتیں وہ دل سے بنا لیتا تھا یا کچھ اندازے سے کچھ اٹکل سے کہدیتا تھا یا اوسے الہام ہوتا تھا" حجاج نے کہا جو بات تم مجھ سے پوچھتے ہو واللہ میں خود حیران ہوں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن اتنا کہونگا خدا اوسے جزائے خیر دے کیسا دیندار وجنگجو و نبرد آزمادہ شخص تھا"

عباس بن سہل بن سعد بیان کرتا ہے کہ میں ابن زبیر کے پاس مکہ میں بیٹھا تھا کہ مختار وہاں آیا۔ ابن زبیر کو اوس نے سلام کیا۔ اونھوں نے جواب سلام دیا خیر مقدم کیا اوسکو جگہ دی۔ اور کہا ابو اسحق کوفہ کے لوگوں کا حال کچھ بیان کرو۔ کہا ظاہر میں تو سب حاکم وقت کے دوست بنے ہوئے ہیں باطن میں سب کے سب دشمن ہیں۔ ابن زبیر نے کہا۔ بُرے غلاموں کی یہی خصلت ہوا کرتی ہے۔ اپنے آقا کے سامنے خدمت وطاعت پر کمر بستہ ہیں پیٹھ پیچھے گالیاں دیتے ہیں تبرا کرتے ہیں" مختار تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر کہا "ابن زبیر میری بات سنو" جیسے کوئی راز کی باتیں کرنیکو بلاتا ہے۔ کہا تم کیا انتظار کر رہے ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں اور ہمیں ایسا کچھ دو کہ ہم خوش ہوجائیں۔ حجاز کو تم دبا بیٹھو۔ وہ سب کے سب تمہارا ساتھ دینگے۔ یہ مختار وہاں سے اوٹھکر چلا گیا۔

ایک سال گذر گیا اوسے کسی نے نہیں دیکھا۔ ایک دن میں ابن زبیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے۔ تم سے اور مختار سے کب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے کہا ایک سال پیشتر آپ ہی کے پاس اوسے میں نے دیکھا تھا پھر نہیں دیکھا۔ کہا آخر بتاؤ یہ کہاں چلا گیا کہ میں ہوتا تو پھر بھی کہیں نظر آتا۔ میں نے کہا مختار کو جب آپکے پاس میں نے دیکھا تھا اوسکے مہینے دو مہینے کے بعد میں مدینہ چلا گیا اور وہاں کئی مہینے رہکر پھر آپکے پاس میں چلا آیا۔ طائف سے کچھ لوگ عمرہ کرنیکو یہاں آئے ہوئے تھے اونھیں میں نے کہتے سنا کہ[1] مختار ہمارے یہاں طائف میں آیا تھا۔ اوسے تو یہ زعم ہے کہ میں صاحب غضب ہوں اور ظالموں کا تباہ کرنیوالا ہوں" ابن زبیر نے کہا خدا اوس پر لعنت کرے۔ بڑا جھوٹا ہے۔ کاہن بنتا ہے۔ خدا ظالموں کو ہلاک کریگا تو مختار بھی اونھیں کے ساتھ ہلاک ہوگا" واللہ یہ گفتگو ابھی تمام ہوئی تھی کہ مسجد الحرام کے ایک جانب مختار دکھائی دیا۔ ابن زبیر مجھ سے کہنے لگے جسکا تم ذکر کر رہے تھے لو وہ سامنے موجود ہے بتاؤ یہ کہاں جایا چاہتا ہے۔ میں نے کہا گمان غالب یہ ہے کہ خانۂ کعبہ کی طرف جائیگا" وہ کعبہ ہی کی طرف آیا۔ حجر الاسود کے سامنے آکر سات دفعہ طواف کیا۔ پھر حجر کے پاس دو رکعت نماز پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کچھ لوگ طائف کے کچھ حجاز کے اسکے شناساؤں میں وہاں آکر بیٹھ گئے۔ ابن زبیر کو دیر تک انتظار رہا کہ وہاں سے اوٹھ کر میرے پاس آئیگا۔ مجھ سے پوچھنے لگے کیا یہ شخص میرے پاس نہ آئیگا۔ میں نے کہا کیا معلوم مگر جو بات آپ چاہتے ہیں میں دریافت کئے لیتا ہوں۔ ابن زبیر کو میرا یہ ارادہ کرنا بہت پسند آیا۔ وہاں سے اوٹھ کر میں اس طرح چلا جیسے کوئی مسجد الحرام سے باہر جانیکا ارادہ رکھتا ہے۔ پھر میں نے مڑ کر مختار کی طرف دیکھا۔ اور اوسی طرف بڑھا۔ اوسے سلام کیا اور اوسکے پاس بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اوسکا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

[1] طبری کی عبارت یہ ہے قلت لا ادری وسا علم لك علمہ وقال ماشئت وکانت ذلك اعجبہ ابن اثیر نے یہ فقرہ چھوڑ دیا۔ مترجم کے نزدیک قال کی ضمیر بھی عباس بن سہل کی طرف پھرتی ہے یعنی دوسرے راوی کا قول درمیان میں بے محل آگیا ہے اصل عبارت یوں ہے ساعلم لك علمہ ماشئت۔ ع ح

تم کہاں تھے۔ کیا طائف میں تھے۔ کہو ہماری ملاقات کے بعد کہاں کہاں تم پھرتے رہے"
مختار نے کہا ہاں میں طائف وغیرہ میں تو تھا" اتنا کہکے وہ جیسے انجان بن گیا۔
میں نے جھک کر اوس سے راز کے انداز سے کہا۔ تم سا شخص ایک ایسے شخص کی صحبت سے
دور رہو۔ جس پر تمام اہل شرف اور قبائل عرب قریش وانصار وثقیف اتفاق کر چکے ہوں۔
کوئی خاندان کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا جسکا رئیس و سرگروہ اس شخص سے آکر بیعت نہ کر گیا ہو۔
مجھے تم سے اور تمھاری دانشمندی سے تعجب ہوتا ہے۔ کہ تم اونکے پاس نہ آئے۔ اون سے
بیعت تم نے نہ کی۔ اس حکومت میں اپنا حصہ تم نے حاصل نہ کیا" مختار نے کہا تم نے دیکھا تھا
کہ سال گزشتہ میں اونکے پاس آیا اونھیں مشورہ دیا۔ اونھوں نے اپنے معاملہ کو مجھ سے
چھپایا۔ میں نے دیکھا انھیں میری پروا نہیں ہے تو میں نے بھی یہ دکھا دیا کہ مجھے بھی اونکی
پروا نہیں ہے۔ اور واللہ مجھے اون سے ملنے کی ایسی ضرورت نہیں ہے جیسی کہ
اونھیں مجھ سے ملنے کی ضرورت ہے" میں نے کہا تم نے جو باتیں اون سے کیں
علانیہ سب کے سامنے مسجد حرام میں کیں۔ یہ وہ باتیں ہیں کہ پردوں کی آڑ میں
دروازے بند کر کے کہجاتی ہیں۔ اگر جی چاہے تو آج رات کو ابن زبیر سے ملاقات کرو۔
میں بھی تمھارے ساتھ چلونگا۔ مختار نے کہا آج شب کو نماز عشا پڑھ کر چلونگا۔ وعدہ یہ ہوا کہ
حجر اسود کے پاس ہم دونوں میں ملاقات ہوگی" اب میں اوسکے پاس سے اوٹھ کر
ابن زبیر کے پاس آیا۔ مجھ سے اور اوس سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ بیان کیں۔
ابن زبیر سنکر خوش ہوئے۔ عشا کی نماز پڑھکر ہم دونوں آدمی حجر اسود کے پاس ملے۔
وہاں سے ابن زبیر کے مکان پر آئے۔ اذن چاہا۔ آنیکی اجازت ملی۔ وہاں پہنچ کر
میں نے کہا۔ میں ہٹا جاتا ہوں تم دونوں تخلیہ میں باتیں کرو۔ یہ سنکر دونوں نے کہا تم سے
کسی بات کا پردہ نہیں ہے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ ابن زبیر نے مختار سے مصافحہ کیا خیر مقدم
کہا۔ اوسکا اور اوسکے متعلقین کا حال پوچھا۔ پھر دونوں آدمی ذرا خاموش رہے
اسکے بعد مختار نے حمد وثنائے الٰہی بجا لاکر کہا۔ زیادہ گفتگو کرنا یا ضرورت بھر بھی نہ کرنا
دونوں باتیں بیکار ہیں۔ میں اس لئے تمھارے پاس آیا ہوں کہ تم سے اس شرط پر
بیعت کروں۔ کہ بغیر میرے مشورہ کے تم کوئی کام نہ کرو۔ اور سب سے پہلے اپنے پاس
آنیکا اذن مجھے دیا کرو۔ اور جب تم خود کو ظاہر کردو تو اپنے ہر ایک بڑے کام میں

مجھے شریک رکھا کرو۔ ابن زبیر نے کہا میں تو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم پر بیعت تم سے چاہتا ہوں۔ کہا میرا ادنیٰ سا ادنیٰ غلام کوئی ملے تو اوس سے کتاب و سنت پر تم بیعت لینا۔ تمہاری اس حکومت میں مجھ میں اور غیر میں کیا امتیاز رہا۔ واللہ میں تم سے ہرگز بیعت نہیں کرونگا۔" عباس بن سہل نے جھک کر ابن زبیر کے کان میں کہا۔ اس وقت تو اسکا ایمان مول لے لو پھر جیسی رائے ہو ویسا کرنا۔ اس پر ابن زبیر نے اوس سے کہا اچھا جو تم کہتے ہو وہی سہی۔ یہ کہہ کر ہاتھ بڑھایا مختار نے اون سے بیعت کی اور اونکے ساتھ رہنے لگا۔ حصین بن نمیر نے جب شام سے آکر مکہ کا حصار کیا ہے۔ تو مختار بھی اوس معرکہ میں شریک تھا۔ اور سب سے بڑھ کر اس نے میدان کارزار میں ثابت قدمی و دلیری ظاہر کی۔ جب یہ نوبت پہنچی کہ منذر بن زبیر۔ مسور بن مخرمہ۔ مصعب بن عبدالرحمن بن عوف قتل ہوگئے۔ تو مختار نے پکار پکار کر کہا۔ اے اہل اسلام میری طرف آؤ میری طرف۔ میں ابو عبید کا بیٹا ہوں۔ میں کرار غیر فرار کا فرزند ہوں۔ میرے باپ دادا معرکہ میں دھنس جاتے تھے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ اے غیرت دارو اے کینہ کشو میرے پاس آؤ۔" غرض اس نے لوگوں کو بچا لیا۔ اور اس معرکہ میں بڑی بہادری سے لڑا۔ پھر ابن زبیر کے ساتھ اوسی حصار میں یہ بھی تھا۔ کہ خانہ کعبہ جلایا گیا۔ روز شنبہ ربیع الاول سنہ ۶۴ھ کی تیسری تاریخ یہ واقعہ ہوا۔ اسی دن کا ذکر ہے کہ تین سو سپاہیوں کی ایک فوج لیکر مختار نے شامیوں سے ایسی جنگ کی کہ دوسرے کی مجال نہیں۔ لڑتے لڑتے تھک جاتا تھا تو ذرا بیٹھ جاتا تھا اور اوسکے اصحاب اوسے گھیر کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ دم لیا اور اوٹھا اور جا پڑا۔ شامیوں کے جس پرے پر جس صف پر یہ پہنچا۔ اسکی شمشیر زنی سے سب پسپا ہو ہو گئے۔ عباس بن سہل بیان کرتا ہے۔ کہ عبداللہ بن مطیع اور مختار اور میں اہل شام سے قتال کر رہے تھے۔ ہم تینوں میں مختار سب سے بڑھ کر جانبازی و جانفشانی کر رہا تھا۔ اہل شام کو یزید کے مرنیکی اطلاع پہنچنے کے ایک دن پہلے بڑے کشت و خون کی جنگ ہوئی۔ یہ معرکہ ربیع الآخر سنہ ۶۴ھ کی پندرھویں تاریخ اتوار کے دن ہوا تھا۔ اہل شام کو یہ امید تھی کہ وہ ہم پر فتح یاب ہونگے اور مکہ کی تمام راہیں ہم لوگوں پر وہ بند کر چکے تھے۔ ابن زبیر نے نکل کر لوگوں سے مرنے اور جان دینے پر بیعت لی تھی اور بہت لوگ اسی شرط پر بیعت کر چکے تھے۔ ایک جماعت کو ساتھ لئے ہوئے تم

میں ایک طرف اہل شام سے قتال کر رہا تھا۔ ایک جانب عبداللہ بن مطیع لڑ رہے تھے۔ ایک طرف اہل یمامہ کے خوارج کو ساتھ لیکر مختار شمشیر زنی کر رہا تھا۔ یہ خوارج خانۂ کعبہ کے بچانے کے لئے جنگ میں شریک ہو گئے تھے۔ شامیوں نے مجھ پر حملہ کیا مجھے اور میرے اصحاب کو دور تک دباتے ہوئے لے گئے۔ نوبت یہ ہوئی کہ میں اور مختار مع اصحاب ایک ہی جگہ جمع ہو گئے۔ میں نے یہ دیکھا کہ میں جس قسم کی جرأت کر جاتا تھا مختار بھی وہی کام کر کے دکھا دیتا تھا۔ اور وہ جس قسم کی دلیری کر بیٹھتا تھا مجھے ویسی ہی جرأت دکھانے میں تکلف ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ایسا حملہ آور نہیں دیکھا۔ شامیوں کے پیادے اور سوار ہم دونوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اور ہم اون سے قتال کرنے میں مشغول تھے۔ مجھے اور مختار کو اور کوئی ستر آدمی بڑے ثابت قدم جو ہمارے ساتھ تھے ان سب کو مجبور ہو کر ایک مکان کی طرف سرک آنا پڑا۔ اس وقت مختار نے فوج شام سے نبرد آزمائی کی۔ اور کہنا شروع کیا۔ ایک ایک کر کے لڑو اور جو بھاگے اوسے پناہ نہ ملے۔ غرض مختار لڑنے کو بڑھا اور اوسکے ساتھ میں بھی آیا۔ میں نے پکار کر کہا۔ کوئی مجھ سے لڑنیکو نکلے۔ یہ سنکر ایک شامی میری طرف آیا اور ایک شخص مختار کے مقابلہ میں۔ میں اپنے حریف کو قتل کرنیکے لئے چلا اور مختار نے بڑھ کر اپنے حریف کو قتل کیا۔ پھر ہم نے ایک نعرہ کیا اور اپنے اصحاب کو جرأت دلا کر فوج شام پر حملہ کر دیا۔ واللہ ایسی تلواریں اون لوگوں کو ہم نے ماریں کہ تمام گلیوں میں سے اونکو نکال دیا۔ پھر ہم دونوں اپنے دونوں حریفوں کی طرف جنھیں ہم نے قتل کیا تھا متوجہ ہوئے۔ جسے میں نے قتل کیا تھا وہ نہایت سرخ رنگ شاید یورپین تھا۔ اور جسے مختار نے قتل کیا تھا وہ نہایت ہی سیاہ فام تھا۔ مختار کہنے لگا سنو واللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے یہ دونوں کشتے شامیوں کے غلام ہیں۔ اگر یہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالتے تو ہماری برادری والے اور جو لوگ ہم سے حسن ظن رکھتے ہیں بہت ہی غمگین ہوتے۔ یہ دونوں شخص میری نظر میں دو کتوں کے برابر ہیں۔ میں تو اب کبھی کسی شخص سے جب تک اوسے جان پہچان نہ لونگا لڑنے کو نہ نکلونگا"۔ میں نے کہا واللہ میں بھی جب تک جان پہچان نہ لونگا کسی شخص سے لڑنے کو نہ نکلونگا"۔ یزید کے ہلاک ہونے تک مختار ابن زبیر کے ساتھ رہا۔ حصار اوٹھ گیا۔ اہل شام تو شام کی طرف واپس ہوئے اور اہل کوفہ نے عامر بن مسعود کو اپنا امیر بنا لیا۔

کہ جب تک لوگ متفق ہو کر کسی کو اپنا امام مقرر کریں یہ عامر کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔ عامر کو ابھی ایک ہی مہینہ گزرا تھا کہ اوس نے اہل کوفہ کے ساتھ ابن زبیر سے بیعت کر لی اور یہاں کہلا بھیجا۔ یزید کے مرنے کے پانچ مہینے چند دن بعد تک مختار ابن زبیر کے ساتھ رہا۔ اسی زمانہ میں ایک دن ابن زبیر لوگوں کے ساتھ طواف کر رہے تھے۔ یکایک اونکی نظر مختار پر پڑی۔ تو ابن صفوان سے کہنے لگے ذرا اوس شخص کو دیکھو۔ جیسے سانپ روہن کا گرگ کثیر الحذر ہوتا ہے واللہ یہ اوس سے بھی بڑھ کر ہے۔ طواف اور نماز طواف سے جب فراغت سب کو ہو گئی تو مختار نے آکر ابن صفوان سے پوچھا۔ "ابن زبیر میرے باب میں تم سے کیا کہہ رہے تھے" ابن صفوان نے بات کو چھپایا کہا اونھوں نے کوئی بری بات تمہاری نسبت نہیں کہی" مختار نے کہا نہیں واللہ تم دونوں میرا ہی ذکر کر رہے تھے۔ سن رکھو اونہیں واللہ ایڑیاں رگڑ کر میرے نقش قدم پر چلنا چاہیئے نہیں تو میں اونکے لئے آتش جنگ مشتعل کر دونگا۔ پانچ مہینے تک جب اس نے دیکھا کہ ابن زبیر نے اسے کوئی عہدہ و امارۃ نہیں دی۔ تو کوفہ سے جو شخص اسکے پاس آتا تھا اوس سے لوگوں کے حالات و کیفیت پوچھا کرتا تھا۔ رمضان میں ہانی بن الوداعی عمرہ کی نیت سے مکہ میں آیا۔ مختار نے اوس سے بھی کوفہ کی حالت اور وہاں کے لوگوں کی کیفیت کو پوچھا۔ اوس نے کہا خیریت ہے اور ابن زبیر کی طاعت پر سب متفق ہیں۔ ہاں ایک گروہ اور اوسکے ساتھ شہر کے بھی کچھ لوگ ہیں اگر کوئی شخص ان لوگوں کو متفق کر کے اونھیں کی رائے پر اونھیں لے چلے۔ تو وہ ایک زمانہ تک دنیا کو لوٹ لوٹ کر کھا سکتا ہے۔ مختار نے کہا "میں ہوں ابو اسحق میں واللہ اون لوگوں کو امر حق پر متفق کر لونگا۔ اونھیں ساتھ لیکر اہل باطل کو شہر سے نکال دونگا اور ہر جبار و متمرد کو قتل کرونگا" ابن الوداعی نے کہا واہ۔ یا ابن ابی عُبید جہاں تک تیرے امکان میں ہو ضلالت کی طرف نہ دوڑ۔ اون لوگوں کا سرگروہ کسی اور ہی شخص کو بن جانے دے۔ سنو فتنہ پردازی کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ اور ایسے شخص سے بہت برے برے افعال سرزد ہوتے ہیں" مختار نے کہا فتنہ پردازی کیسی میں تو ہدایت و جماعت کی طرف سب کو کھینچونگا" یہ کہکے وہ اوٹھ کھڑا ہوا وہاں سے نکل کر اپنی سانڈنیوں پر سوار ہوا اور چلا کوفہ کی طرف۔ مقام قرعاء تک پہنچا تھا۔ کہ سلمہ بن مرثد سے راہ میں ملاقات ہو گئی۔ دونوں نے مصافحہ کیا حالات پوچھے۔ مختار نے حجاز کا حال بیان کر کے اہل کوفہ کی حالت کا

ابن مرثد سے استفسار کیا۔ اوس نے کہا۔ گلۂ گوسفند کا سا حال ہے جسکا کوئی چرواہا نہ ہو۔ مختار نے کہا میں اس گلہ کو خوب چراؤنگا اور اونکے مقصد کو پہنچ جاؤنگا۔ ابن مرثد نے کہا اے خدا سے ڈر۔ تجھے مرنا ہے قبر سے اوٹھنا ہے۔ بازپرس محشر کا جواب دینا ہے۔ اعمال کی جزا لینا ہے۔ اعمال اچھے ہیں تو جزا بھی اچھی ملیگی برے ہیں تو بری؟ اس کے بعد یہ ادھر وہ ادھر چلا۔ مختار جمعہ کے دن نہر حیرہ پر پہنچا۔ وہاں اوترا نہایا ذراسا تیل لگایا کپڑے پہنے عمامہ باندھا تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ پھر سانڈنی پر سوار ہوکر مسجد سکون اور میدان کندہ کی طرف آیا جن جن لوگوں کی طرف سے گذرتا تھا سلام علیکم کہتا تھا اور فتح ونصرت کی بشارت دیتا تھا۔ کہتا تھا وہ دن آگیا جو تمھیں مقصود تھا۔ پھر مسجد بنی ذہل و بنی حجر کی طرف آیا۔ یہاں کسی کو نہ پایا۔ سب جمعہ میں گئے ہوئے تھے۔ یہاں سے بنی بذا کے محلہ میں آیا۔ عبیدہ بدی سے ملاقات ہوئی۔ اوس سے سلام کرکے کہا فتح ونصرت و آسانی کی تمھیں بشارت ہو۔ ابو عمرو تمھارا اعتقاد بہت اچھا ہے۔ اس اعتقاد کے ساتھ خدا ہر گناہ بخش دیگا۔ ہر خطا کو ڈھانک دیگا۔ اور عبیدہ بڑے بہادر بڑے شاعر بڑے محب علی رض تھے۔ شراب بہت پیتے تھے۔ مختار کی بات کا عبیدہ نے یہ جواب دیا۔ تمھیں خیر۔ خولی کی بشارت ہو کہ تم نے مجھے بشارت دی۔ کچھ کھل کے بھی کہو گے؟ کہا کہ ہاں آج شب کو میرے بستر پر ملنا۔ یہ کہہ کے آگے چلا گیا۔ یہ بھی اوس نے کہا کہ اپنی مسجد کے لوگوں کو یہ پیام پہنچا دینا کہ ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ اپنی طاعت کا وعدہ لے چکا ہے۔ یہ تنک حرمت کرنیوالوں کو قتل کریں گے۔ اور پیغمبر زادوں کے خون کا انتقام لیں گے۔ اور خدا ان کو نور و روشنی کی طرف ہدایت کریگا" یہ کہکر وہ روانہ ہوگیا۔ اور عبیدہ سے پوچھا بنی ہند کی طرف جانیکا کونسا راستہ ہے۔ اوس نے کہا ٹھہر و میں ساتھ چلتا ہوں؟ عبیدہ نے اپنا گھوڑا منگایا کسا گیا سوار ہوا۔ اور مختار کو بنی ہند تک پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر مختار نے کہا اسمٰعیل بن کثیر کا گھر مجھے بتاؤ۔ عبیدہ اوسے لئے ہوئے اسمٰعیل کے گھر تک آیا اوسے باہر بلایا۔ اسمٰعیل سے وہ ملا مرحبا کہا معانقہ کیا بشارت اوسکو دی اور کہا۔ آج رات کو تم اور تمھارے بھائی اور ابو عمرو تینوں آدمی مجھ سے ملنا۔ جو بات تم لوگ چاہتے تھے میں اوسی کے لئے آیا ہوں" پھر یہاں سے بھی روانہ ہوا اور عبیدہ کے ساتھ جہینہ کی اندرونی بستی میں مسجد کے پاس سے گذرتا ہوا باب الفیل پر آیا سانڈنی کو اوس نے بٹھا دیا۔

اور مسجد کے اندر گیا۔ لوگوں نے اوسے دیکھ کر کہا لو مختار آ گیا۔ مسجد کے ایک ستون کے پاس مختار نماز میں مشغول ہو گیا۔ جماعت کا وقت بھی آ گیا تھا۔ یہ سب کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ پھر دوسرے ستون کے پاس جا کر جمعہ و عصر کے درمیان نماز پڑھی۔ پھر جماعت کے ساتھ عصر پڑھ کر واپس ہوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسکا گذر محلۂ ہمدان کی طرف بھی ہوا۔ اور ابھی رخت سفر پہنے ہوئے تھا۔ لوگوں سے کہا تمھیں بشارت ہو میں تمھارے پاس وہ مژدہ لیکر آیا ہوں جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ یہ کہہ کر چلا اور اپنے گھر میں آکر اوترا۔ یہ وہی گھر ہے جسے لوگ مسلم بن مسیب کا گھر کہتے ہیں۔ اسی گھر میں شیعہ مختار کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے۔ عبیدہ و اسمٰعیل و بنی ہند کو مختار نے جس شب کو بلایا تھا شب ہوئی تو یہ لوگ اوسکے پاس گئے۔ مختار نے ان سے وہاں کے سب لوگوں کا اور شیعوں کا حال پوچھا۔ کہا شیعہ تو متفق ہو کر سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہو گئے ہیں۔ اور ابن صرد اب خروج کیا چاہتے ہیں۔ مختار یہ سنکر حمد و ثنائے الٰہی بجا لایا اور نبی صلعم پر درود بھیجا۔ اسکے بعد کہا کہ مہدی ابن وصی محمد بن علی نے مجھے اپنا وزیر و راز دار و برگزیدہ و امیر کر کے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ کہ بے دینوں سے قتال کروں اور خون اہل بیت کا ان سے انتقام لوں اور ضعفا کو انکے ظلم سے بچاؤں"۔ سب سے پہلے عبیدہ و اسمٰعیل نے اوسکی دعوت کو قبول کیا اوسکے ہاتھ پر ہاتھ مارا اوس سے بیعت کر لی۔ ابن صرد کے پاس جو شیعہ جمع تھے مختار نے اونکو بھی بلا بھیجا۔ اون سے کہا "میں صاحب الامر معدن فضل وصی وصی امام مہدی کی طرف سے تم لوگوں کے پاس اوس کام کے لئے آیا ہوں۔ جس سے تمھارے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے پردے اوٹھ جائیں گے دشمن قتل ہو جائیں گے نعمت و دولت تمام و کمال حاصل ہو گی۔ سلیمان بن صرد بیچارے خدا اون پر اور ہم سب پر رحم کرے بس ایک پیر خرف ہڈیوں کا تھیلا ہیں۔ نہ اونھیں معاملات کا تجربہ نہ جنگ و جدال کا علم ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کو لیکر نکلیں۔ خود بھی قتل ہوں تمھیں بھی قتل کرا دیں۔ میں جو کچھ کرونگا وہ اوس حکم کے بموجب ہو گا جو مجھے ملا ہے جو مجھے سمجھا دیا گیا ہے۔ جس میں تمھارے دوستوں کی عزت ہو گی تمھارے دشمن ہلاک ہو جائیں گے۔ تمھارے دل ٹھنڈے ہو جائینگے میری بات سنو میرے حکم کو مانو۔ پھر خوش ہو اور سب کو بشارت دو۔ جو تمھارا مقصود ہے اوس کام کیلئے میں بہترین سردار ہوں"۔ غرض اس قسم کی باتیں وہ کرتا رہا اور شیعوں کے ایک گروہ کو

اپنی طرف مائل کر لیا۔ وہ لوگ اسکے پاس آتے تھے اسکی تعظیم کرتے تھے۔ اسکے امور پر نظر رکھتے تھے۔ مگر روساؤ وعظمائے شیعہ ابن صرد کے ساتھ تھے۔ وہی شیخ الشیعہ اور سب کے بزرگ تھے۔ یہ لوگ اونکے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ مختار نے جن شیعوں کو ملا لیا تھا بہت تھوڑے سے تھے۔ اسی سبب سے سلیمان بن صرد کا وجود مختار پر بہت گراں تھا۔ اونکا سامان پورا ہو چکا تھا وہ خروج کیا چاہتے تھے۔ مختار چاہتا تھا کہ ابھی ذرا حرکت نہ کرے ذرا سی چھیڑ بھی نہ نکالے۔ چاہتا تھا دیکھ لے ابن صرد کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اوسے یہ فکر تھی کہ تمام شیعہ اوسکے ساتھ ہو جائیں تو اوسکا مقصود اچھی طرح حاصل ہو۔ ابن صرد نے جب خروج کیا اور وہ جزیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو عمر بن سعد وشبث بن ربعی ویزید بن حارث نے عبد اللہ بن یزید خطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا۔ کہ مختار تو ابن صرد سے بڑھ کر تمہارا مخالف ہے۔ وہ تو تمہارے دشمن سے لڑنیکو اوسکا زور توڑنے کو تمہارے شہر سے نکل گئے۔ مختار چاہتا ہے تمہارے شہر میں بیٹھے بیٹھے تم پر حملہ کرے۔ چلو اوٹھو اوسے زنجیروں میں جکڑ لو۔ جب تک اطمینان لوگوں کو حاصل نہ ہو اوسے زندان میں دائم الحبس کردو۔ لوگ اوسے گرفتار کرنے کو چلے۔ جاتے ہی یکایک اوسے اور اوس کے گھر کو گھیر لیا اور اوسے باہر بلایا۔ مختار نے اوس انبوہ کو دیکھ کر کہا "یہ کیا ماجرا ہے۔ واللہ تم کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا" اس وقت ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے عبد اللہ بن یزید سے کہا اسے رسی میں باندھ لو اور ننگے پاؤں دوڑاتے ہوئے لے چلو۔ ابن یزید نے کہا سبحان اللہ میں کیوں اوسے دوڑانے لگا کیوں ننگے پاؤں لیجانے لگا۔ جس شخص نے نہ ہم سے عداوت ظاہر کی نہ جنگ کی اوسکے ساتھ میں ایسا سلوک کیوں کروں۔ ہم نے تو فقط بدگمان ہوکر اوسے گرفتار کر لیا ہے"۔ ابراہیم نے مختار سے مخاطب ہوکر یہ مثل کہی لیس بعشك فادرجی "کجا تو کجا یہ ارادہ۔ اے ابن ابی عبیدہ کجا تو اور کجا یہ باتیں جنکی خبر ہم لوگوں کو پہنچ گئی ہے"، مختار نے جواب دیا تم نے میری جو خبر سنی ہے غلط ہے۔ اس بات سے خدا مجھے محفوظ رکھے کہ تمہارے باوا اور دادا کی طرح میں بھی حق ناشناس کہلاؤں" معلوم نہیں یہ کلمہ مختار کا ابراہیم نے سنا بھی یا نہیں۔ مختار کی سواری کے لئے ایک خچر اوہم رنگ کا لیکر آئے۔ ابراہیم نے عبد اللہ بن یزید سے کہا اسکے بیڑیاں ڈالنا چاہئے۔ عبد اللہ نے کہا اسکے لئے زندان خود ایک بیڑی ہے۔ وہی کافی ہے زندان میں

اسکی ملاقات کو جو لوگ آتے تھے اونکے سامنے کہا کرتا تھا۔ "اوس خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جو مالک ہے دریاؤں کا نخلستانوں کا درختوں کا صحراؤں کا بیابانوں کا پاک فرشتوں کا برگزیدہ پیغمبروں کا۔ میں لچکتی ہوئی برچھیوں سے چمکتی ہوئی تلواروں سے جھرمٹ میں ایسے مددگاروں کے۔ جن میں کوئی ناقص نہیں جاہل نہیں نکما نہیں بدذات نہیں قتل کرونگا سب ظالموں کو۔ جب دین کے ستون کو قائم کرلونگا اسلام کے رخنہ کو بند کرچکونگا مومنوں کا دل ٹھنڈا کردونگا پیغمبروں کا قصاص لے چکونگا۔ پھر دنیا کو چھوڑنا مجھے ناگوار اور موت کی کچھ بھی پروا نہوگی" اسی تقریر کو وہ جب تک زندان میں رہا ہمیشہ دوہرایا کیا۔ اور ابن صرد کے خروج کرنیکے بعد اپنے انصار کو شجاعت دلایا کرتا تھا۔

اسی سال ابن زبیر نے کعبہ کو منہدم کرکے زمین کے برابر کردیا اس لئے کہ منجنیق کے پتھروں سے دیواریں جھک گئی تھیں۔ ابن زبیر نے کعبہ کی نیو کھدوائی اور سنگ اسود کو اوس میں داخل کرلیا۔ اس زمانہ میں لوگ اسی نیو کے گرد طواف کرلیتے تھے اور نماز کی جگہ پرجا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ رکن اسود کو ابن زبیر نے ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس ایک صندوق میں رکھا تھا۔ اور کعبہ کا زیور و لباس و عطریات خزانہ کعبہ میں حاجیوں کی نگہبانی میں رکھدیا تھا۔ کعبہ کی تعمیر جدید جب پوری ہوگئی تو سب چیزیں پھر اوس میں واپس کی گئیں۔ اس سال ابن زبیر امیر حاج تھے۔ مدینہ میں انکی طرف سے انکے بھائی عبیدہ بن زبیر عامل تھے۔ کوفہ کے عامل عبداللہ بن یزید خطمی تھے۔ اور قاضی یہاں کے سعد بن نمران تھے۔ شریح نے کوفہ میں قاضی ہونے سے انکار کردیا تھا۔ وہ کہتے تھے میں اس فتنہ و فساد میں عہدۂ قضا نہیں قبول کرونگا۔ بصرہ کا عامل عمر بن تیمی اور قاضی وہاں کا ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان کا حاکم عبداللہ بن خازم تھا۔

سنہ ۶۵ شروع ہوا

سلیمان بن صرد نے جب روانگی کا قصد کیا تو اپنے اصحاب میں جو بزرگان قوم تھے اونکو بلا بھیجا۔ وہ سب جمع ہوگئے۔ ربیع الآخر سنہ ۶۵ کا چاند دیکھ کر وہ سب لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ پہلے ہی سے گروہ توابین کو اسی شب کو خروج کرنیکی اطلاع دے چکے تھے۔ اور نخیلہ کو لشکرگاہ مقرر کیا تھا۔ ابن صرد نے یہاں آکر تمام لشکر کو پھر کر دیکھا۔

لوگ اونھیں کم معلوم ہوئے تو حکیم بن کندی اور ولید بن کنانی کے ساتھ تھوڑے تھوڑے سوار کر کے حکم دیا کہ تم دونوں شہر میں جاکر یالثارات الحسین (حسین کا انتقام لینے والو دوڑو) کہہ کر پکارو اور بڑی مسجد تک پکار تے ہوئے چلے جاؤ۔ یہ دونوں روانہ ہوئے اور جو حکم ملا تھا اوسے بجالائے۔ خلق خدا میں سے پہلے جن لوگوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا وہ یہی دونوں شخص تھے۔ جب یہ دونوں بنی کثیر کے محلہ میں پہنچے وہاں انکی آواز ایک شخص نے سنی۔ اسکا نام عبداللہ بن خازم تھا۔ یہ اون لوگوں میں سے نہ تھا۔ جو توابین کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے یا اون سے نصرت کا وعدہ کر چکے تھے۔ آواز سنتے ہی اوٹھ کھڑا ہوا۔ کپڑے پہنے ہتھیار لگائے گھوڑے پر زین رکھنے کا حکم دیا۔ سہلہ بنت سبرہ ان کی بیوی نہایت جمیل حسین عورت تھی۔ اور یہ بھی اوسے بہت چاہتا تھا۔ کہنے لگی کیا تمھیں جنون ہوا ہے۔ کہا جنون ہرگز نہیں۔ میں نے وہ آواز سنی جو حق کی طرف پکارتی ہے۔ اب میں اس آواز کے ساتھ ہوں۔ میں اس شخص کے خون کا انتقام لونگا۔ خواہ اس باب میں میری جان جائے یا جو خدا کو میرے حق میں منظور ہے وہ ہوجائے" اوس نے کہا اپنے اس بچہ کو کس پر چھوڑ کے جاتے ہو۔ جواب دیا خدائے وحدہ لاشریک کے حوالہ کرتا ہوں۔ خدایا وندا اپنی بیوی اور بچہ کو تیرے سپرد کرتا ہوں تو انکی حفاظت کرنا" یہ کہہ کے گھر سے نکلا اور توابین سے جاملا۔ عورت اسکی رونے لگی اور اوسکے گھر کی سب عورتیں اوسکے پاس جمع ہوگئیں اسکے بچہ کا نام عزرہ تھا یہ زندہ رہا اور مصعب بن زبیر کے ساتھ مارا گیا۔ ابن صرد کے بھیجے ہوئے سوار رات کو کوفہ میں پکارتے پھرے رات گئے مسجد کی طرف آئے۔ یہاں بہت لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے یالثارات الحسین کا نعرہ بلند کیا۔ مسجد کے نمازیوں میں ابوعزہ قابضی نے اس نعرہ کو سنکر کہا۔ یالثارات الحسین۔ اور پوچھا کہ سب لوگ کہاں جمع ہوئے ہیں۔ کہا کہ نخیلہ میں۔ ابوعزہ وہاں سے نکلا۔ گھر میں آکر ہتھیار لگائے سوار ہونیکے لئے گھوڑا منگوایا۔ اسکی بیٹی رواع جو ابن مرثد قابضی کی بیوی تھی اسکے پاس آئی۔ پوچھنے لگی باوا یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ نے ہتھیار لگائے ہیں تلوار باندھی ہے۔ کہا بیٹی تمھارا باپ اپنے گناہ سے بھاگ کر اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے۔ وہ یہ کلمہ سنکر چلاچلاکر رونے لگی برادری کے لوگ جمع ہوگئے۔ ابوعزہ سب سے رخصت ہوا۔ اور توابین کے گروہ میں جاکر شریک ہوگیا۔ صبح ہوتے ہوتے ابن صرد کے لشکر میں اوتنے ہی لوگ اور آگئے جتنے کہ

پہلے سے آئے ہوئے تھے۔ صبح کو ابن صرد نے دفتر منگا کر دیکھا کہ جتنے لوگوں نے بیعت کی تھی کتنے شخص اون میں سے آئے۔ معلوم ہوا کہ سولہ ہزار شخصوں نے بیعت کی تھی۔ ابن صرد کہنے لگے سبحان اللہ سولہ ہزار میں سے چار ہی ہزار۔ حمید بن مسلم نے کہا واللہ مختار تمہاری طرف سے لوگوں کو توڑ رہا ہے۔ تین دن پیشتر کا ذکر ہے کہ مختار کے پاس میں موجود تھا۔ کچھ لوگوں کو میں نے کہتے سنا کہ اب ہماری جمعیت میں پورے دو ہزار ہو گئے ہیں" یہ سنکر ابن صرد نے کہا اچھا یہی سہی پھر بھی تو دس ہزار آدمی ایسے ہیں جو نہ ادھر آئے نہ اودھر گئے۔ کیا وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ کیا وہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا وہ لوگ خدا کو بھول گئے ہم سے جو عہد و پیمان کیا تھا اونھیں یاد نہیں رہا۔ وہ تو کہتے تھے ہم ضرور جہاد کریں گے۔ ہم ضرور نصرت کریں گے" ابن صرد تین دن تک نخیلہ میں ٹھہرے رہے۔ اپنے بھروسے کے لوگوں کو اون سب لوگوں کے پاس بھیجتے رہے۔ جو عین وقت پر ساتھ سے الگ ہو گئے تھے۔ کہ اونکو خوف خدا دلائیں اونکے عہد و پیمان کا ذکر کریں۔ اس طرح کی کوشش میں ایک ہزار آدمی اور آکر شریک ہو گئے۔ اب مسیب نے اوٹھ کر ابن صرد سے کہا۔ "رحمک اللہ جو شخص بجبر آیا اوس سے آپ کو کیا نفع ہوگا۔ بس وہی لوگ آپکے ساتھ قتال کریں گے جو دل سے شریک ہوئے ہیں۔ اب آپ اپنے کام میں کسی کا انتظار ہرگز نہ کیجیے" ابن صرد نے کہا واللہ کیا خوب بات تم نے کہی۔ یہ کہہ کر اوٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک عربی کمان پر سہارا دیکر لوگوں سے اس طرح خطاب کیا "ایہا الناس جو لوگ رضائے خدا و جزائے آخرۃ کے خیال سے شریک ہوئے ہیں وہ ہمارے ہیں ہم اونکے ہیں۔ اون پر خدا کی رحمت نازل ہو حیات میں بھی اور موت میں بھی۔ اور جو لوگ دنیا اور حطام دنیا کی ہوس رکھتے ہیں۔ وہ سن لیں کہ خوشنودی پروردگار عالم کے سوا نہ ہمیں مال غنیمت ملنے والا ہے نہ ہمارے پاس زر و سیم ہے نہ خز و حریر ہے۔ بس ہمارے کاندھوں پر تلواریں ہیں ہمارے ہاتھوں میں سنانیں ہیں۔ اور بس اتنی زاد راہ ہے جس قدر کہ دشمن تک پہنچنے میں کفایت کرے۔ تو جس کسی کا مقصود اسکے علاوہ ہو اوسے ہمارے ساتھ آنا نہ چاہیے" یہ سنکر صبحر مزنی اوٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "خدا نے آپ کو ہدایت کی اور فیصلہ کی بات آپکو بتا دی۔ قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک کی جو لوگ دنیا کی ہوس اور طمع میں ہمارے شریک ہوئے ہیں ہمیں اون سے خیر کی امید نہیں۔

ایہا الناس ہم اپنے گناہ سے توبہ کرنے اور اپنے پیغمبر صلعم کے نواسہ کا انتقام لینے کو نکلے ہیں۔ نہ ہمارے پاس دینار ہیں نہ درہم۔ ہم تو تلواروں کی دھار اور برچھیوں کی نوکوں کے سامنے جا رہے ہیں'' ہر طرف سے لوگ پکارنے لگے۔ ہم دنیا کے طالب نہیں ہیں نہ دنیا کے لئے ہم نکلے ہیں۔ ابن صرد روانہ ہونیکو تھے کہ عبداللہ بن نفیل اونکے پاس آئے۔ پہلے یہ مشورہ دیا کہ ابن زیاد کے مقابلہ میں روانہ ہوں۔ اس پر ابن صرد اور اونکے روسائے لشکر نے کہا کہ عبداللہ نے بہت اچھی رائے دی کہ ہمیں ابن زیاد کی طرف جانا چاہئے۔ جس نے ہمارے امام کو قتل کیا اور اوسی کے سبب سے یہ مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔ عبداللہ نے ابن صرد سے تمام رؤسائے اصحاب کے سامنے اب یہ کہا۔ کہ میری ایک رائے اور ہے۔ اگر صواب پر ہے تو حق تعالیٰ کی توفیق ہے۔ اگر خطا پر ہے تو میری جانب سے ہے۔ اپنی جان کی قسم۔ میں تم سے خیر خواہی کا کلمہ دریغ نہ کرونگا۔ صواب پر ہو یا خطا پر۔ ہم لوگ اس لئے نکلے ہیں کہ حسین کے خون کا بدلہ لیں۔ حسین کے تمام قاتل تو کوفہ میں ہیں۔ عمر بن سعد یہیں ہے۔ کوفہ کے رؤسائے محلہ اور بزرگان قبیلہ اونکے قاتلوں میں ہیں۔ ان دشمنوں اور قاتلوں کو یہاں چھوڑ کر کہیں اور ہم کیوں جائیں۔
ابن صرد نے لوگوں سے پوچھا کہو کیا کہتے ہو۔ سب نے کہا واللہ یہی رائے بہت اچھی ہے۔ جو بات عبداللہ نے کہی وہی ٹھیک ہے۔ واللہ اگر شام کی طرف ہم لوگ جائیں گے تو قاتلان حسین میں سے ابن زیاد کے سوا کسی کو بھی نہ پائیں گے۔ جنکو ہم ڈھونڈتے ہیں وہ سب تو یہیں موجود ہیں اسی شہر میں۔ ابن صرد نے کہا میں تمہارے لئے یہ مناسب نہیں سمجھتا۔ جس نے تمہارے امام کو قتل کیا۔ جس نے اون پر لشکر کشی کی جس نے یہ کہا کہ میں اونھیں بغیر اسکے امان نہیں دونگا کہ گردن جھکا کر میرے حکم پر چلے آئیں جس طرح میرا جی چاہے اوس طرح اون سے پیش آؤں۔ وہ یہی فاسق ابن فاسق عبیداللہ بن زیاد ہے۔ اب بسم اللہ کہہ کر اوسی کے مقابلہ میں روانہ ہو۔ اگر خدا نے اوس پر ہمیں غلبہ عطا کیا۔ تو اوسکے بعد جو لوگ رہ جائیں گے اونکی کیا حقیقت ہے۔ بہت آسانی سے تمہارے اہل شہر تمہاری طرف مائل ہو جائیں گے۔ اور اب تمام اون لوگوں کی طرف جو خون حسین میں شریک ہیں متوجہ ہو کر تم اون سے قتال کر لینا۔ اور اگر اس معرکہ میں تم شہید ہو گئے تو ان ظالموں سے قتال کر کے شہید ہوئے۔ ابرار و راستکار لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے

جزائے خیر ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اپنا سارا زور اپنی پوری قوت اون ظالموں کے مقابلہ میں صرف کرو جو ظلم کے بانی ہوئے ہیں۔ اگر تم شہر کے لوگوں سے لڑ پڑتے تو ایسے لوگوں کا بھی سامنا ہوتا۔ جن میں سے کسی نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہے یا باپ کو یا کسی دوست کو یا جو تم سے لڑنا ہی نہ چاہتا ہو۔ بس اب خدا کا نام لیکر چل کھڑے ہو" سب لوگ روانہ ہونے پر آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ و ابراہیم کو ابن صرد کے خروج کرنے کی خبر پہنچی۔ وہ یہ سوچے کہ اونکے پاس چل کر سمجھانا چاہیئے کہ ابھی ٹھہریں۔ ہم سب ساتھ مل کر بڑی قوت سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اگر اس بات کو ابن صرد نے نہ مانا تو اون سے کہیں گے کہ اتنا توقف کریں کہ ہم بھی ایک لشکر تیار کر کے اونکے ساتھ کر دیں۔ دشمن سے مقابلہ ہو تو جمعیت عظیم کے ساتھ ہو۔ غرض ان دونوں نے سوید بن عبداللہ کو ابن صرد کے پاس بھیجا۔ اوس نے ابن صرد سے یہ آ کر کہا۔ کہ عبداللہ و ابراہیم اس وقت آپکے پاس آنا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ اس ملاقات میں خدا ایسی صورت نکال دے جس میں انکی بھی بہتری ہو اور آپکی بھی بہتری ہو۔ ابن صرد نے کہا اچھا وہ آئیں" پھر رفاعہ بجلی سے کہا ان دونوں شخصوں نے یہ کہلا بھیجا ہے۔ تم اوٹھو اور لشکر کو اچھی طرح تیار کر لو" اور سلیمان ابن صرد نے رؤسائے اصحاب کو بلا بھیجا سب آکر ابن صرد کے گرداگرد بیٹھ گئے۔ ایک ساعت گذری ہوگی کہ عبداللہ شرفائے کوفہ و اہل شرطہ و مردان جنگ آزما کے ساتھ اور ابراہیم اپنے اصحاب کے مجمع میں یہاں وارد ہوئے۔ یہاں آنے سے پیشتر عبداللہ نے اون لوگوں سے جو قتل حسین میں شریک تھے۔ کہہ رکھا تھا کہ میرے ساتھ ان میں سے کوئی نہ آئے۔ مبادا تو ابین ان کو دیکھ کر حملہ کر بیٹھیں۔ اور عمرو ابن حریث سے کہہ آیا تھا کہ مجھے آنے میں دیر ہو تو ظہر کی نماز تم لوگوں کو پڑھا دینا۔ اور جب سے سلیمان بن صرد نے نخیلہ کو لشکرگاہ بنایا تھا عمر بن سعد رات کو اپنے گھر میں نہیں رہتا تھا۔ دارالامارہ میں عبداللہ کے پاس آکر سویا کرتا تھا۔ اوسے خوف تھا کہ لوگ اسکے گھر میں آکر خانہ جنگی نہ کریں۔ اور وہ غفلت و بے خبری میں قتل نہ ہو جائے۔ یہ دونوں جب ابن صرد کے پاس پہنچے۔ پہلے عبداللہ حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لایا پھر یہ کہا کہ مسلمان مسلمان بھائی ہوتے ہیں۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ خیانت نہیں کرتا۔ اوسے دھوکا نہیں دیتا۔ تم سب لوگ ہمارے بھائی ہو۔ ہمارے ہم وطن ہو۔ اہل شہر میں محبوب ترین خلق ہمارے نزدیک تم ہو۔

ہم کو اپنے غم میں مبتلا نہ کرو۔ اپنی رائے پر ہم سے اصرار نہ کرو۔ ہم سے علیحدہ ہو کر ہماری جماعت کو نہ توڑ دو۔ جب تک ہم لوگ جنگ و جدال کا سامان نہ کر لیں تم لوگ بھی ہمارے ہی ساتھ رہو۔ جب ہم دیکھیں گے کہ دشمن شہر کے قریب آگیا ہم تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے اور اون سے قتال کریں گے۔ پھر ابراہیم نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ سلیمان نے حمد و ثنائے الٰہی بجا لاکر دونوں سے کہا۔ تم دونوں نے بے شک خالص ہوا خواہی کا کلمہ کہا اور مشورہ کا حق ادا کیا۔ لیکن ہم تو اللہ کی راہ میں نکلے ہیں اور اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور اب تو نکل چکے۔ اب ہم خدا سے رشد و بہترین رشد کے عزم کی دعا کرتے ہیں۔ اب ہم ٹھہرنے والے نہیں انشاء اللہ تعالیٰ" عبداللہ نے کہا اتنا تو توقف کرو کہ ایک لشکر جرار تیار کر کے تمہارے ساتھ ہم روانہ کر سکیں۔ دشمن سے قتال کرو تو قوت و شان و شوکت کے ساتھ کرو" ابن صرد نے کہا تمہارے واپس چلے جانیکے بعد بھی اس بات کا مجھے خیال رہیگا اور انشاء اللہ تم کو اسکا جواب پہنچیگا" اب عبداللہ و ابراہیم نے کہا۔ اگر تم لوگ فوج شام کے آنے تک ہمارے پاس ٹھہر جاؤ تو مقام جوخی کا خراج تمہارے اور تمہارے اصحاب کے لئے مخصوص کر دیں گے۔ اور کسی کو اوس خراج میں سے کچھ نہ دیا جائیگا" ان دونوں کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ابن زیاد شام سے کوفہ کی طرف آرہا ہے۔ سلیمان نے جواب دیا ہم لوگ طلب دنیا کے لئے نہیں نکلے ہیں" اب یہ دونوں کوفہ کی طرف واپس چلے آئے۔ اور یہاں سب روانگی پر اور بڑھ کر ابن زیاد سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ بصرہ اور مدائن کے شیعوں نے جو شریک ہونیکا وعدہ کیا تھا وہ ابھی تک نہیں آئے تھے۔ کچھ لوگ اونکو ملامت کرنے لگے۔ سلیمان نے کہا اونکو تمہارے نکلنے کی اور روانگی کی خبر نہ ہوئی ہوگی، ورنہ وہ ضرور آتے۔ ملامت نہ کرو میرا یہ خیال ہے اونکے پاس زاد راہ نہیں ہے سامان جنگ نہیں ہے اسی سبب سے نہ آسکے۔ ذرا ٹھہرو وہ سامان کر لیں تو تم سے آکر ملجائیں۔ وہ تمہارے نقش قدم پر دوڑتے ہوئے آئیں گے" اب سلیمان ابن صرد خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا کی پھر کہا ایہا الناس خداوند عالم جانتا ہے کہ تم کس نیت سے نکلے ہو اور کس بات کے طالب ہو۔ دنیا کا سودا اور ہے آخرت کا اور۔ جو آخرت کا سودا کرتا ہے وہ آخرت کی طرف دوڑتا ہے اور اوس کے حاصل کرنے میں دم نہیں لیتا۔ کسی قیمت پر اوسے نہیں چھوڑتا۔ رکوع و سجود و قیام و قعود میں ہمیشہ بسر کرتا ہے۔

زر و سیم و دنیا و لذت دنیا سے مطلب نہیں رکھتا۔ اور جسے دنیا کا سودا ہے وہ دنیا ہی کی طرف منھ کے بل گرتا ہے اوسی میں چرتا چگتا ہے۔ کسی مبادلہ پر اوسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ رحمکم اللہ اس راہ میں راتوں کو نمازیں بسر کرو۔ ہر حال میں ذکر خدا کرتے رہو۔ اور جو نیکی تم سے ہو سکے اوس سے درگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرو۔ پھر اس دشمن ظالم و جبار سے جب مقابلہ ہو جائے تو جہاد کرو۔ تم اپنے پروردگار سے جہاد و نماز سے بڑھکر کسی عمل کو ذریعہ توسل نہیں بنا سکتے۔ جہاد تمام اعمال کی چوٹی ہے۔ خداوند کریم ہم کو تم کو نیک بندوں میں۔ جہاد کرنیوالوں میں مصیبت پر ثابت قدم رہنے والوں میں شمار کرے۔ ہم لوگ اس مقام سے انشاء اللہ آج رات کو روانہ ہوں گے۔ تم بھی روانہ ہونے پر مستعد ہو جاؤ" ربیع الآخر ۶۵ھ کی پانچویں کو یہ لوگ رات کو روانہ ہوئے۔ نخیلہ سے روانہ ہونیکے بعد سلیمان نے ابن منقذ کو حکم دیا کہ پکار کر کہدیں کہ سب لوگ دیر اعور میں جا کر رہیں۔ لوگ دیر اعور میں رہے اور بہت سے لوگ ساتھ سے الگ ہو گئے۔ یہاں سے روانہ ہو کر اقساس مالک پر جو کنار فرات واقع ہے سب نے مقام کیا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ہزار آدمی کم ہو گئے۔ سلیمان نے کہا۔ جو لوگ ساتھ چھوڑ کے چلے گئے اونکا تمھارے ساتھ رہنا مجھے گوارا ہی نہیں۔ وہ ساتھ ہوتے تو اور تباہی میں تمھیں مبتلا کرتے۔ حق تعالیٰ کو اونکا ساتھ آنا ناپسند ہوا۔ اونھیں باز رکھا۔ یہ فضیلت اوس نے تمھارے ہی لئے خاص کر دی۔ اوسکا شکر بجا لاؤ" پھر اس منزل سے بھی رات کو یہ لوگ روانہ ہوئے۔ صبح ہوتے قبر حسین عم پر پہنچے۔ ایک رات دن وہیں قیام کیا۔ آپکے لئے استغفار کرتے رہے۔ اور صلوات پڑھتے رہے۔ یہ لوگ جب قبر کے سامنے پہنچے ہیں تو ایک شور نالہ و زاری کا بلند ہوا۔ ایسا گریہ و بکا کا دن کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ ہر شخص اس بات کی حسرت کرتا تھا کہ آپ ہی کے ساتھ شہید ہو گیا ہوتا۔ سلیمان بن صرد نے دعا کی" خداوندا حسین شہید بن شہید مہدی بن مہدی صدیق بن صدیق پر رحمت نازل فرما۔ خداوندا تو شاہد رہنا کہ ہم سب اونھیں کے دین پر ہیں اونھیں کے راہ کے سالک ہیں۔ اونکے قاتلوں کے دشمن اون کے دوستوں کے ہوا خواہ ہیں" اور سب لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے "خداوندا ہم اپنے پیغمبر کے فرزند کو چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ جو کچھ ہم نے کیا اوسے عفو کردے۔ ہماری توبہ کو قبول کرے۔

تو رحیم و تواب ہے۔ حسین و اصحاب حسین شہدائے صدیقین پر اپنی رحمت کو نازل کر پروردگار تو گواہ ہے کہ جس راہ میں یہ لوگ قتل ہوئے ہیں ہم بھی اوسی راہ پر ہیں اگر تو ہمارے گناہ کو نہ بخشیگا۔ اگر تو ہم پر رحم نہ کریگا تو ہم سب خائب و خاسر تباہ اور برباد ہو جائیں گے" پھر اس وقت سے لے کر دوسرے دن کی صبح تک جس وقت کہ اونھوں نے قبر حسین کے قریب نماز پڑھی ہے۔ آپکے اور آپکے انصار کے لئے نزول رحمت کی دعا برابر کرتے رہے۔ اس واقعہ سے اونکا جوش اور بھی زیادہ ہو گیا اسکے بعد سلیمان نے کوچ کا حکم دیا۔ اب ہر شخص قبر حسین کے وداع کرنیکو چلا۔ ہر ایک آپکی قبر کے پاس آتا تھا اور نزول رحمت و مغفرت کی دعا کرتا تھا۔ حجر اسود پر بھی لوگوں کا ایسا ازدحام نہیں ہوتا جیسا آپکی قبر پر تھا۔ اور سلیمان قبر کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ جو جو لوگ دعا و استغفار سے فارغ ہوتے جاتے تھے۔ سلیمان اون لوگوں سے کہتے جاتے تھے۔ رحمکم اللہ اب جاؤ اپنے ساتھ والوں سے ملجاؤ۔ اسی طرح وہ کہتے رہے یہاں تک کہ اونکے اصحاب میں سے کوئی تیس آدمی رہ گئے۔ اب سلیمان نے ان لوگوں کے ساتھ قبر کو گھیر لیا۔ اور کہا " شکر ہے اوس پروردگار کا جسے منظور ہوتا تو حسین کے ساتھ شہید ہو جانیکی فضیلت ہم کو عطا کرتا۔ خداوندا جب اونکے ساتھ شہید ہونے سے ہم کو محروم رکھا ہے تو اونکے بعد اونکی راہ میں شہید ہونے سے ہم کو محروم نہ رکھ" عبداللہ بن وال نے کہا۔ واللہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ حسین اور اونکے باپ اور بھائی امت محمد صلعم میں قیامت کے دن بہت بڑا وسیلہ عند اللہ ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ یہ امت ان حضرات کے باب میں کیسی مبتلائے بلا ہوئی۔ دو کو قتل کیا تیسرے سے قصاص لیکر دل ٹھنڈا کیا" مسیب بن نجبہ نے کہا۔ میں اونکے قاتلوں سے اور جو اون ظالموں کا سا اعتقاد رکھتا ہو بیزار ہوں۔ میں اونھیں سے لڑونگا اونھیں کے مقابلہ میں شمشیر زنی کرونگا۔ مثنی بن مخربہ بھی رؤسا و شرفا میں تھے اونھوں نے کہا۔ جن حضرات کا تم ذکر کر رہے ہو ان کو پیغمبر صلعم کے ساتھ خصوصیت ہے اس اعتبار سے پیغمبر کے سوا سب سے افضل ہیں۔ جن لوگوں نے اونکو قتل کیا ہم اونکے دشمن ہیں اون سے بیزار ہیں۔ ہم اپنے گھر کو اہل و عیال کو مال و دولت کو چھوڑ کر نکلے ہیں کہ اونکے قاتلوں کو فنا کر دیں۔ یہ جنگ آفتاب کے مغرب میں یا زمین کے اوس سرے پر ہو ہمیں اوسکی جستجو کرنا واجب ہے۔ یہ جنگ ہمارے لئے بڑی دولت ہے

اور یہی وہ شہادت ہے جسکا ثواب جنت ہے " سب نے یہ سنکر کہا تم نے سچ کہا درست کہا تم کو خدا نے توفیق عطا کی " اور جتنے سردار تھے سب نے بہت فصیح تقریریں کیں سلیمان بن صرد یہاں سے روانہ ہوکر حصاصہ میں آئے پھر انبار میں پھر صدود میں پھر قیارہ میں۔ اور مقدمہ لشکر پر کریب حمیری کو مقرر کیا تھا۔ یہ لوگ چلے جارہے تھے کہ عبداللہ بن عوف اپنے ایک چارسالہ کمیت گھوڑے پر سوار بہت ہی چمک دمک کے ساتھ سامنے سے آیا۔ یہ رجز پڑھتا جاتا تھا ؎

خرجن یلمعن بنا ارسالا ۔ عوابسًا یحملننا ابطالا

گھوڑوں کی کئی ٹکڑیاں چمک دمک دکھاتی ہوئی ہم سب تندمزاج بہادروں کو پیٹھ پر سوار کئے ہوئے نکلیں۔

نرید ان نلقی بہ الاقتالا ۔ القاسطین الغدر الضلالا

ارادہ ہمارا یہ ہے کہ اسی طرح ظالم و دغاشعار وگمراہ دشمنوں سے مقابلہ کریں

وقد رفضنا الاھل والاموالا ۔ والخفرات البیض والحجالا

ہم لوگ اہل وعیال کو مال ومنال کو شرمگیں وسیمتن عورتوں کو اور اونکے حجلہ عروسانہ کو چھوڑکر اس لئے نکلے ہیں۔

نرضی بہ ذا النعم المفضالا

کہ پروردگار منعم مفضال کو خوش کریں "

عبداللہ بن یزید نے سلیمان کو ایک خط لکھا اور محل بن خلیفہ کے ہاتھ روانہ کیا۔ محل نے قیارہ میں پہنچکر سلیمان سے ملاقات کی۔ سلیمان اپنے اصحاب سے آگے نکل آئے تھے سب جانتے تھے کہ اونھوں نے سب پر سبقت کی۔ محل خط لیکر پہنچا تو سلیمان ٹھہر گئے۔ ساتھ والوں سے بھی اشارہ کیا وہ بھی ٹھہر گئے۔ خط پڑھا گیا لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط عبداللہ بن یزید کی طرف سے سلیمان بن صرد اور اون سب اہل اسلام کے نام ہے جو اونکے ساتھ ہیں۔ سلام علیکم۔ تم لوگوں کو یہ خط ہواخواہی و مہربانی کی راہ سے لکھا گیا ہے ہاں ایسے بھی ہواخواہ ہوتے ہیں جن پر دغاشعار ہونیکا گمان ہوتا ہے۔ اور دغاشعار بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر ہواخواہ ومحب ہونیکا گمان ہوتا ہے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ تھوڑے سے لوگونکو لیکر ایک لشکر انبوہ سے مقابلہ کرنیکو تم روانہ ہوئے ہو۔ مگر جو شخص یہ چاہے کہ

پہاڑوں کو اونکے ٹھکانے سے سرکا دے اور سکے بیلچے کند اور ناکارہ ہو جائیں گے۔ اور ایسے شخص کی عقل و فعل کو سب بُرا کہیں گے۔ اے ہماری قوم والو اپنے وطن کے لوگوں پر اپنے دشمن کو دلیر نہ بناؤ۔ تم سب کے سب بہترین قوم ہو۔ دشمن تم کو مار لیگا تو اوسے معلوم ہو جائیگا کہ یہ شہر کے مشہور و معروف بہادروں میں تھے۔ اس سبب سے اور سب لوگوں پر بھی وہ دلیر ہو جائیں گے۔ اے ہماری قوم والو وہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو تم کو سنگسار کریں گے یا اپنے مذہب و ملت میں تم کو ملالیں گے۔ پھر تم فلاح و بہبود کی صورت بھی کہیں نہ دیکھو گے۔ آج کے دن ہم تم ایک ہیں۔ ہمارا اور تمھارا دشمن ایک ہی ہے۔ ہم سب متفق الکلمہ ہو جائیں گے تو اپنے دشمن پر غلبہ پائیں گے۔ ہم میں اختلاف رہیگا تو مخالف کی نظر میں ہماری شان گھٹ جائیگی۔ اے ہماری قوم کے لوگو۔ میری ہواخواہی کو فریب نہ سمجھو۔ مجھ سے مخالفت نہ کرو۔ میرا خط پہنچتے ہی میری طرف اپنے رخ کو پھیر دو۔ خدا تمھارے رخ کو اپنی طاعت کی طرف اور تمھاری پشت کو اپنی معصیت کی طرف پھیرے والسلام"۔ ابن صرد اور اونکے اصحاب کے سامنے یہ خط جب پڑھا گیا تو ابن صرد نے سب سے پوچھا۔ کہو کیا رائے ہے۔ اونھوں نے جواب دیا آپ یہ بتائیں۔ جب ہم اپنے شہر میں اپنے اہل و عیال میں تھے جب تو اس بات کو ہم نے نہ مانا۔ اب اسے کیونکر مان لیں۔ ہم نکل چکے جہاد پر آمادہ ہو چکے۔ دشمن کی سرحد کے قریب آچکے۔ کہئیے اب کیا ہو سکتا ہے"۔ ابن صرد نے کہا واللہ یہ موقع کبھی تم کو نہیں ملا تھا کہ آج دو طرح کی فضیلتیں تمھارے سامنے ہیں۔ یا شہادۃ یا فتح۔ جس حق بات پر خدا نے تم کو آمادہ کر دیا ہے جس فضل کے تم طلبگار ہو اوسے چھوڑ کر جانیکا مشورہ میں نہیں دونگا۔ ہم میں اور ان لوگوں میں بڑا اختلاف ہے۔ یہ لوگ اگر غالب ہونگے تو ہم کو ابن زبیر کی طرف سے جہاد کرنیکو کہیں گے۔ اور ابن زبیر کے لئے جہاد کرنیکو میں ضلالت سمجھتا ہوں۔ ہم کو اگر غلبہ ہوا تو جو اہل حق ہیں اونکے ہاتھ میں حکومت کو دیدیں گے۔ اگر ہم مارے گئے تو اپنے گناہوں کی توبہ کرنیکو ہم نکلے ہیں۔ ہماری اور حالت ہے اور ابن زبیر کی اور۔ ہمارا اور اونکا وہ حال ہے جو شاعر بنی کنانہ نے کہا ہے ؎

ارى لك شكلا غير شكلى فاقصرى ÷ عن اللوم اذ بدلت واختلف الشكل

تیری اور حالت ہے میری اور حالت۔ جب تو بدل گئی ہے اور حالتیں مختلف ہو گئی ہیں تو شکایت و سرزنش کیوں کرتی ہے

یہ لوگ وہاں سے پلٹ کر مقام ہیت میں آکر اوترے اور سلیمان نے اس طرح خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط امیر عبداللہ بن یزید کو سلیمان بن صرد اور اون مومنین کی طرف سے ہے جو اونکے ساتھ ہیں۔ تمھارے خط کو ہم نے پڑھا اور مطلب اوسکا ہم سمجھے واللہ تم بہت اچھے امیر اچھے حاکم اچھے رئیس قوم ہو۔ جس پر غیبت میں ہمیں اطمینان ہے جسے مشورہ میں ہم خیر اندیش سمجھتے ہیں ہر حالت میں ہم جسکی ستائیش کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنہ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراتہ والانجیل والقرآن۔ ومن اوفی بعھدہ من اللہ۔ فاستبشروا ببیعلم الذی بایعتم بہ۔ وذلک ھوالفوز العظیم۔ التائبون العبدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ وبشر المومنین۔ یعنی اللہ نے مومنین سے اونکی جان و مال کو مول لے لیا ہے۔ اس قیمت پر کہ اونکو بہشت ملیگی۔ یہ لوگ راہ خدا میں قتال کریں گے (کافروں کو) ماریں گے اور خود مارے جائیں گے۔ یہ سچا وعدہ ہے توریت وانجیل و قرآن میں جسکا وفا کرنا خدا پر ہے۔ اور اپنے عہد کا وفا کرنیوالا خدا سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ یہ خرید و فروخت کا معاملہ جو تم نے خدا سے کیا ہے اس پر خوش ہو۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ توبہ و عبادت و حمد و سیاحت و رکوع و سجود و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنیوالے اور حدود خدا کی نگاہبانی میں مصروف رہنے والے یہ لوگ ہیں۔ اور اے پیغمبر مومنین کو بشارت دے" اس قوم نے جس امر پر بیعت کی ہے اونھیں بشارت اوسکی ہو چکی ہے۔ گناہ عظیم سے وہ توبہ کر چکے ہیں اب وہ خدا سے لو لگا چکے اور اوس پر بھروسا کر چکے اور جو اوس کی مشیت ہو اوس پر راضی ہو چکے ہیں۔ خداوندا تجھ پر ہم سب نے بھروسا کیا ہے۔ تیرے ہی طرف ہم آرہے ہیں۔ تیری ہی طرف بازگشت ہے۔ والسلام" عبداللہ کو یہ خط پہنچا تو اوس نے کہا یہ لوگ مرنے ہی پر آمادہ ہیں۔ پہلی خبر تم یہی سن لینا کہ سب قتل ہو گئے۔ واللہ یہ اسی طرح قتل ہوں گے جیسے بزرگان اسلام۔ قسم ہے اوس خدا کی جو پروردگار عالم ہے دشمن انکی جانبازی کو مان جائیں گے۔ یہ کشتوں کے پشتے لگا دیں گے۔ اوسکے بعد قتل ہو جائیں گے۔

سلیمان بن صرد نے نہایت خوبی سے لشکر ترتیب دیا۔ قرقیسیا کے قریب پہنچکر سب اوترے۔ زفر بن کلابی یہاں کا رئیس تھا۔ اوس نے بستی کے دروازے بند کر لئے کہ یہ لوگ آنے نہ پائیں۔ اور خود بھی ان سے ملنے کو باہر نہ آیا۔ سلیمان نے مسیب سے کہا اپنے ابن عم کے پاس جاؤ۔ کہو کہ ہم کو بازار کی چیزیں چاہئیے ہیں۔ وہ ہمیں بھیجدے۔ ہمیں اوس سے کچھ کام نہیں۔ ہمارا ارادہ تو ان ظالموں سے لڑنیکا ہے مسیب قرقیسیا کے دروازے پر آئے۔ کہا کھولو کس لئے تم نے دروازہ بند کر لیا ہے۔ اونھوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں ہوں مسیب بن نجبہ۔ یہ سنکر زفر کا بیٹا ہذیل اپنے باپ کے پاس آیا۔ اور کہا ایک شخص جو بہت خوش ہیئت ہے آپکے پاس آنا چاہتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تم کون ہو اونھوں نے کہا مسیب بن نجبہ۔ مجھے ان لوگوں کا کچھ علم نہیں ہے میں کچھ نہ سمجھا کہ یہ کون شخص ہیں؟ زفر نے کہا اے فرزند تو نہیں جانتا یہ کون ہیں۔ یہ شخص شہسواروں میں ہیں تمام بنی مضر کے۔ شرفائے بنی مضر میں سے دس شخصوں کا نام اگر لیا جائیگا تو ایک نام انکا بھی ضرور ہوگا۔ اور پھر زاہد و دیندار۔ اونھیں آنے دو۔ مسیب جب آئے تو زفر نے اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ بہت محبت سے حالات دریافت کئے۔ مسیب نے کہا تم نے کس لئے شہر کے دروازے بند کئے ہیں۔ واللہ ہم لوگوں کو تم سے کچھ مطلب نہیں۔ بس اس لئے ہم تمھارے مزاحم ہوئے کہ ان ظالموں اور بےادبوں کے مقابلہ میں تم ہماری اعانت کرو۔ بازار کی جو چیزیں ضرورت کی ہیں وہ ہمیں دے دو۔ ہم تمھارے حدود میں زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ ایک دن یا اوس سے بھی کم۔" زفر نے کہا میں نے اس لئے شہر کے دروازے بند کر دئیے تھے کہ اتنا معلوم ہو جائے تم لوگ ہم سے متعرض ہونیکو آئے ہو یا کسی اور سے۔ واللہ جب تک ایسی ہی مجبوری نہ ہو ہم کسی سے لڑنے میں عاجز نہیں ہیں۔ تمھارے ساتھ جنگ و جدال میں مبتلا ہونا ہمیں گوارا نہیں ہے۔ تم لوگوں کے صلاح و تقویٰ اور سیرت حسنہ کا حال میں سن چکا ہوں۔" یہ کہہ کے اپنے بیٹے کو پکارا اوسے حکم دیا کہ بازار کی چیزیں ان لوگوں کو منگوا دے۔ اور ہزار درم اور ایک گھوڑا مسیب کو عطا کیا۔ مسیب نے کہا دینار و درم کی ہمیں حاجت نہیں۔ واللہ نہ ہم لوگ اس لئے نکلے ہیں نہ اسکے طلبگار رہیں۔ ہاں گھوڑے کو میں نے قبول کیا۔ شاید میرا گھوڑا نہ چل سکے یا میری سواری میں رہ جائے تو اسکی مجھے ضرورت ہوگی۔"

مسیّب گھوڑے کو لئے ہوئے اپنے اصحاب میں آئے۔ اور بازار کی چیزیں بھی آئیں۔ خرید و فروخت ہوئی۔ بازار اور طعام کثیر اور دانہ گھانس کے علاوہ زفر نے بیس اونٹ مسیّب کو اور بیس سلیمان کو بھیجے۔ اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ دریافت کرے۔ اور کون کون رؤسا لشکر میں ہیں۔ معلوم ہوا عبداللہ بن سعد بن نفیل اور عبداللہ بن وال اور رفاعہ اور امرائے ارباع بھی ہیں۔ زفر نے ان تینوں رئیسوں کو دس دس اونٹ اور گھوڑوں کا چارہ بافراط اور طعام بھیجا۔ اور اہل لشکر کے لئے اناج سے لدے ہوئے اونٹ اور افراط سے جَو روانہ کئے۔ زفر کے غلاموں نے کہا ان اونٹوں میں سے جتنے اونٹ چاہو نحر کرو۔ اور جَو جتنے چاہو لادلو۔ اور آٹا بھی موجود ہے جتنا تم سے اوٹھایا جاسکے لے لو۔" اس دن یہ لوگ اس قدر آسودہ ہوگئے کہ انھیں اس بازار میں سے جو انکے لئے لگایا تھا کچھ خریدنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ گوشت آٹا جَو بقدر کفایت یہ تینوں چیزیں تھیں۔ ہاں کسی شخص کو کپڑے کی یا کوڑے کی ضرورت ہو تو بازار سے مول لے لے۔ اسکے دوسرے دن سب وہاں سے روانہ ہوئے۔ زفر نے کہلا بھیجا میں بھی آتا ہوں تھوڑی دور تمھاری مشایعت کرونگا۔ یہاں سے لشکر کو اچھی طرح ترتیب دیکر سب روانہ ہوئے۔ زفر آیا اونکے ساتھ ساتھ چلا۔ سلیمان سے کہا امرا میں سے پانچ شخص رقہ سے روانہ ہوچکے ہیں۔ حصین بن نمیر۔ شرحبیل ذی الکلاع۔ ادہم باہلی اور اونکا بیٹا ابومالک۔ ربیعہ غنوی۔ جبلہ خثعمی۔ اور ایک جنگل کا جنگل مسلح چلا آتا ہے۔ بہت لوگ ہیں اور بڑی شان و شوکت۔ مگر یہ لوگ جو تمھارے ساتھ ہیں ایسی مقبول شکل و شمائل اور ساز و سامان والے نیک بندے میرے دیکھنے میں کمتر آئے ہیں۔ لیکن مجھے خبر ملی ہے کہ جو لوگ تمھارے مقابلہ میں آرہے ہیں اتنے ہیں جنکا شمار نہیں ہوسکتا" ابن صرد نے کہا ہم نے اللہ پر بھروسا کیا ہے اور جو کوئی بھروسا کرے چاہیئے کہ اوسی پر بھروسا کرے۔ زفر نے کہا میں کوئی ایسی بات پیش کروں جس میں ہماری تمھاری دونوں کی بہتری ہو۔ اگر تمھاری مرضی ہو تو شہر کے دروازے کھول دئے جائیں تم سب شہر میں چلے آؤ۔ پھر ہماری تمھاری ایک حالت ہوجائے۔ اور ہم تم مل کر ایک قوت ہوجائے۔ یا تمھارا جی چاہے تو شہر کے دروازے پر فرودکش ہوجاؤ۔ ہم لوگ بھی اپنا لشکر لیکر تمھارے پہلو میں اوتر پڑیں۔ دشمن کا سامنا ہو تو ہم تم مل کر اوس سے قتال کریں" یہ سن کر

سلیمان نے کہا ہمارے شہر والوں نے بھی یہی بات جو تم کہتے ہو ہم سے کہی تھی۔ اور ہمارے روانہ ہونیکے بعد اسی مضمون کے خط بھی اونھوں نے ہمیں بھیجے تھے۔ ہمیں یہ بات منظور نہ ہوئی اور نہ ہم ایسا کریں گے۔ زفر نے کہا میں اب کیا کہتا ہوں اوسے غور سے سنو۔ یاد رکھو اور قبول کرو۔ میں اون لوگوں کا سخت دشمن ہوں۔ میں چاہتا ہوں خدا اونھیں تباہ کر دے۔ میں تم لوگوں کا دوست ہوں۔ میں چاہتا ہوں خدا تم کو عافیت سے رکھے۔ سنو وہ لوگ رقہ سے چل چکے۔ تم اون سے پہلے ہی عین الوردہ پر پہنچ جاؤ۔ شہر کو اپنے پس پشت رکھو۔ وہاں کے گاؤں اور پانی اور سب سامان تمھارے قبضہ میں ہوگا۔ یہ جگہ ہمارے شہر اور تمھارے شہر کے درمیان کی ہوگی۔ اور تم اطمینان سے رہو گے۔ واللہ اگر میرے پاس پیادوں کے مثل میں سوار بھی ہوتے تو میں تمھاری مدد کرتا۔ تم ابھی منزلیں طے کرتے ہوئے عین الوردہ میں پہنچ جاؤ۔ وہ لوگ تو لشکروں کی چال سے آرہے ہیں۔ تم سب سوار ہو۔ واللہ میں نے ایسے شاندار سوار بہت کم دیکھے ہیں۔ تم آج ہی سے وہاں جانیکا سامان کرلو۔ مجھے امید ہے کہ تم اون سے پہلے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اگر اون سے پیشتر تم عین الوردہ پر پہنچ جانا۔ تو میدان میں نکل کر اون سے یوں قتال نہ کرنا کہ برچھیاں چل رہی ہیں کمانیں کڑک رہی ہیں۔ وہ لوگ تم سے بہت زیادہ ہیں کہیں وہ تم کو گھیر نہ لیں۔ تم اونکے سامنے ٹھہرو ہی نہیں کہ تیر چلیں اور برچھیاں تنیں۔ تمھارے پاس اتنے لوگ ہی کہاں ہیں جتنے اونکے لشکر میں ہیں۔ اگر تم ذرا بھی اونکی زد پر ٹھہرو گے تو اوسی وقت وہ تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ اون سے جب مقابلہ ہو جائے تو تم اپنی فوج میں صف بندی نہ کرنا۔ اس لئے کہ تمھارے پاس پیادے نہیں ہیں۔ تم سب کے سب سوار ہو۔ وہ تمھارے مقابلہ میں پیادے اور سوار دونوں لیکر آئیں گے۔ سوار پیادوں کی کمک پر رہیں گے اور پیادے سواروں کی۔ تمھارے ساتھ پیادے کہاں ہیں جو سواروں کی کمک کرتے۔ تم کو چاہئے کہ سواروں کے دستے اور رسالے بنا کر دشمن سے مقابلہ کرو اور اوسکے میمنہ و میسرہ کے درمیان اپنے رسالوں کو پھیلا دو۔ ان میں ہر رسالہ کے ساتھ ایک ایک رسالہ کمک کے لئے موجود رہے۔ اگر ان میں سے ایک پر حملہ ہو تو دوسرا بڑھکر سواروں کو اور پیادوں کو ہٹائے۔ اور ہر رسالہ جب چاہے میدان کی طرف بڑھ جائے اور جب چاہے پیچھے سرک آئے۔ اگر تم ایک ہی صف باندھ کر لڑو گے۔ تو جب پیادے تم پر

حملہ کردیں گے تو صف ٹوٹ جائیگی اور شکست ہو جائیگی" پھر وہاں ٹھہر کر زفر نے سب کو رخصت کیا۔ اور خدا سے دعا کی کہ ان لوگوں کا حافظ و مددگار رہے۔ سب نے اوسکی ستائش کی اور اوسے دعائیں دیں۔ سلیمان نے کہا۔ کیا اچھا مہمان نواز اے شخص تو ہے۔ ہم لوگوں کے اوترنے پڑنیکا احترام کیا۔ ضیافت میں اہتمام کیا۔ مشورہ میں ہواخواہی کی۔ اسکے بعد سب جلد جلد قدم اوٹھاتے روانہ ہوئے۔ دو دو منزل کی ایک منزل کرتے جاتے تھے۔ مقام ساعٔ میں پہنچ کر سلیمان نے زفر کے مشورہ پر رسالوں کو مرتب کیا۔ یہاں سے روانہ ہوکر دشمنوں سے پیشتر عین الوردہ پر سب لوگ پہنچ گئے۔ اور جانب غربی میں لشکر ڈالدیا۔ پانچ دن تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مطمئن اور آسودہ ہوگئے۔ گھوڑوں کو بھی آرام ملا۔ اسکے بعد اہل شام کا لشکر یہاں سے ایک دن کی راہ پر آگیا۔ سلیمان بن صرد نے خطبہ پڑھا۔ حمد باری تعالیٰ میں بہت طول دیا۔ پھر ثنائے الٰہی دیر تک بیان کی۔ پھر آسمان و زمین و کوہ و دریا میں جو خدا کی نشانیاں پائی جاتی ہیں اونکو بیان کیا۔ اسکے بعد حق تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا۔ دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ظاہر کی۔ اور اس بیان میں اتنا طول دیا کہ راوی کو یاد رکھنا دشوار ہوگیا۔ پھر کہا۔ خدا تمھارے اوس دشمن کو تمھارے پاس لے آیا۔ جسکے لئے رات دن تم سرگرم سیر تھے۔ تم توبۃ النصوح اور ملاقات باری تعالیٰ کا ارادہ عذر گناہ کرنیکے لئے رکھتے ہو۔ وہ لوگ تمھارے پاس آگئے۔ بلکہ تم خود ہی اونکے پاس اونکے گھر میں اونکی سرحد میں چڑھ آئے۔ اب اون سے مقابلہ کے وقت اپنی ساکھ اور ثابت قدمی دکھادو۔ ان اللہ مع الصابرین۔ دیکھو دشمن کے سامنے سے کوئی منہ نہ پھیرے۔ ہاں حملہ کرنیکے ارادہ سے یا اپنی جماعت میں واپس آنیکے لئے منہ پھیرے تو پھیرے۔ کسی بھاگنے والے کو یا کسی زخمی کو قتل نہ کرو۔ جو اسیر کہ تمھارے عقیدہ پر ہو اوسے بھی قتل نہ کرو۔ ہاں اگر اسیر ہوکر بھی وہ تم سے قتال کرے یا وہ شخص قاتلوں میں ہو ہمارے برادران مومنین رحمۃ اللہ علیہم کے جو کربلا میں قتل ہوے ہیں تو اوسے قتل کرو۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کی اس عقیدہ والوں کے ساتھ یہی سیرت تھی۔" اسکے بعد سلیمان نے کہا میں قتل ہو جاؤں تو مسیّب سب کے امیر ہیں۔ مسیّب بھی کام آجائیں تو عبداللہ بن سعد۔ اونکے بعد عبداللہ بن وال۔ انکے بعد رفاعہ سب کے رئیس ہونگے۔ خدا اوس شخص پر رحمت کرے جو اپنے اوس عہد پر

جو خدا سے اوس نے کیا ہے قائم رہے اور اوسے سچ کر کے دکھا وے" پھر مسیّب کو
چار سو سواروں کے ساتھ یہ حکم دیکر روانہ کیا۔ کہ جاؤ پہلا لشکر جو دشمن کا تم کو ملے تو
اوسے تاراج و تباہ کردو۔ اگر تمھاری مرضی کے موافق نتیجہ ہو تو خیر۔ ورنہ اپنے لشکر میں پلٹ آنا۔
دیکھو ہرگز نہ تم اوترنا۔ نہ اپنے اصحاب میں سے کسی کو اوترنے دینا نہ کسی کو آگے بڑھ آنے
دینا۔ ہاں اگر ایسی ہی مجبوری ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

حمید بن مسلم بھی مسیّب کے رسالہ میں تھا۔ کہتا ہے ہم لوگ ایک دن رات
چلتے رہے۔ صبح ہوتے ایک جگہ اوترے۔ گھوڑوں کے منھ پر توبرے چڑھا دئے۔
اور اتنی دیر کے لئے ہم اونگھ گئے۔ کہ گھوڑے دانہ کھالیں۔ پھر سوار ہوکر چلے۔ نور کا تڑکا
ہو گیا تو گھوڑوں سے اوتر کر ہم نے نماز پڑھی۔ مسیّب پھر سوار ہوئے اور ہم لوگ بھی
اپنے اپنے گھوڑوں پر چڑھے۔ مسیّب نے سو سوار ساتھ کر کے ابوجویریہ کو اور ایک سو میں
سواروں کے ساتھ عبداللہ بن عوف کو اور اتنے ہی سوار حنش بن ربیعہ کو دئے۔
اور سو سوار اپنے پاس رہنے دیے۔ ابوجویریہ سے کہا جاؤ دیکھو سب سے پہلے جو شخص
تم کو ملے میرے پاس لے آؤ۔ سب سے پہلے ایک اعرابی ملا۔ گدھے ہنکاتا جاتا تھا
اور یہ شعر پڑھتا تھا ؎

یا مال لا تعجل الی صحبی ۔ واسرح فانک آمن السرب

"اے میرے مال چلنے میں جلدی نہ کر اطمینان سے چل راہ میں کوئی کھٹکا نہیں ہے"
عبداللہ بن عوف نے کہا اے حمید بن مسلم خوش ہو قسم ہے رب کعبہ کی یہ بشارت ہے۔
پھر صاحب حمار سے پوچھا۔ اے اعرابی تو کس قبیلہ سے ہے۔ اوس نے کہا بنی تغلب۔
کہا انشاء اللہ غلبہ ہو گا ہم لوگوں کو انشاء اللہ۔ اتنے میں مسیّب بھی اس مقام پر پہنچ گئے۔
ان لوگوں نے اعرابی سے جو سنا تھا اون سے بیان کیا۔ اور اعرابی کو اونکے پاس بھی
لے آئے۔ مسیّب نے کہا تمھارے اس کہنے سے کہ اے حمید بن مسلم خوش ہو مجھے
خوشی ہوئی۔ مجھے امید ہوتی ہے کہ تم خوش ہو گے جو بات تمھارے خوش ہونیکی ہے
وہی ہوگی۔ تم اپنے کام کو خوبی سے انجام دو گے۔ اور دشمن سے محفوظ رہو گے۔
یہ بہت اچھی فال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ بھی فال سے خوش ہوتے تھے۔ پھر مسیّب
نے اعرابی سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ اون لوگوں کے لشکروں میں سے کونسا لشکر ہم سے قریب تر ہے

کہا ابن ذی الکلاع کا لشکر تم سے قریب تر ہے۔ اور اس لشکر کے رئیس ہیں اور حصین میں اس بات پر اختلاف ہو گیا ہے کہ حصین خود کو تمام جماعت کا سردار کہتا تھا ابن ذی الکلاع نے کہا۔ تم مجھ پر سردار نہیں ہو سکتے۔ ابن زیاد کو دونوں نے اس باب میں لکھا ہے۔ اور اوسکے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ ابن ذی الکلاع کا لشکر تم سے ایک میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا ہے" یہ سنکر سب لوگ ابن ذی الکلاع پر حملہ کرنے کے لئے باستعجال روانہ ہوئے۔ اونکو خبر بھی نہ تھی کہ اچانک یہ لوگ جا پہنچے۔ اور لشکر کے ایک پہلو پر حملہ کر دیا۔ وہ زیادہ دیر تک نہ لڑ سکے۔ بھاگ نکلے۔ انھوں نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور بہت لوگوں کو زخمی کر دیا۔ اور بہت سے چوپائے انکے ہاتھ آئے۔ اہل شام لشکر گاہ کو ان پر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اور جو جو چیزیں باآسانی یہ اوٹھا سکتے تھے اوٹھا لیں۔ ابا مسیب نے واپس ہونیکی ندا کی۔ کہا۔ تم نے فتح پائی۔ غنیمت پائی۔ صحیح وسالم رہے۔ بس اب پلٹ چلو۔ غرض سب یہاں سے پلٹ کر سلیمان کے پاس آئے

ابن زیاد کو جو یہ خبر پہنچی اوس نے فوراً حصین بن نمیر کو روانہ کیا۔ وہ بارہ ہزار کا لشکر لیکر مقابلہ میں آیا۔ جمادی الاولیٰ کی بائیسویں تاریخ بدھ کے دن دونوں لشکروں میں صف بندی ہوئی۔ سلیمان نے اپنے میمنہ پر عبداللہ بن سعد کو میسرہ پر مسیب کو مقرر کیا۔ اور قلب لشکر میں وہ خود رہے۔ حصین نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ جبلہ کو میمنہ پر اور ربیعہ غنوی کو میسرہ پر رکھا۔ اسکے بعد حملہ کر دیا۔ قریب آ کر سلیمان اور اونکے اصحاب کو عبدالملک بن مروان کی اطاعت اختیار کرنیکی دعوت دی۔ ان لوگوں نے اون سے یہ خواہش کی کہ ابن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو۔ کہ ہم اوس سے اپنے بعض برادران ایمانی کے قصاص میں قتل کریں۔ اور عبدالملک کو معزول کر دو۔ اور ہمارے شہروں سے ابن زبیر والوں کو نکال دو۔ ہم اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی طرف خلافت کو مسترد کریں گے۔ اسی گھر سے نعمت وکرامت ہم کو حاصل ہوئی ہے" اونھوں نے انکی بات نہ سنی۔ انھوں نے اونکا کہنا نہ مانا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلیمان کے میمنہ نے شامیوں کے میسرہ پر حملہ کیا اور شکست دی۔ میسرہ نے اونکے میمنہ پر حملہ کیا۔ سلیمان نے قلب لشکر کے ساتھ ساری جماعت پر حملہ کیا۔ شامیوں کو شکست پر شکست ہوئی۔ مجبور ہو ہو کر اپنی لشکر گاہ میں واپس ہوئے۔ تاریکی شب تک اہل عراق برابر ظفر مند رہے۔ شامیوں کو انکی لشکر گاہ تک پسپا کر کے اپنے لشکر میں

واپس آئے۔ صبح کو ابن ذی الکلاع آٹھ ہزار کا لشکر لیکر اونکی کمک پر پہنچا۔ ابن زیاد نے اوسے گالیاں لکھیں۔ سخت سست کہا۔ اور کہا تو نے احمقوں کی سی حرکت کی۔ اپنے لشکر کو اپنے مورچوں کو تباہ کیا۔ تجھے حسین کے پاس جانا چاہیئے۔ وہی امیر جماعت ہے" ابن ذی الکلاع اور سب اہل شام صف آرا ہوئے۔ توابین اس دن اس طرح لڑے۔ کہ جوان و پیر میں سے کسی نے ایسی جنگ نہ دیکھی ہوگی۔ نماز کے سوا تمام دن ذرا دم نہ لیا۔ شام کو لڑائی موقوف ہوئی۔ دونوں طرف کے بہت سے جنگجو زخمی ہوگئے تھے۔ اس لشکر میں تین شخص کمیت اور بڑے خوش بیان تھے۔ رفاعہ بجلی صحیر مرّی ابو الجویریہ عبدی۔ رفاعہ برابر اہل میمنہ کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے۔ ابوجویریہ دوسرے دن کی لڑائی میں دن چڑھے تک زخمی ہوگئے اور اپنے بستر پر چلے آئے تھے۔ صحیر تمام رات لشکر میں گشت کرتے رہے۔ اور سب سے کہتے تھے اے بندگان خدا کرامت و رضوان الٰہی کی تم کو بشارت ہو۔ اب اپنے دوستوں سے ملنے میں۔ جنت کے داخل ہونے میں۔ دنیا کی اذیتوں سے راحت پانے میں۔ اتنی بات رہ گئی ہے کہ اس حریص ولئیم نفس امارہ سے مفارقت حاصل ہو۔ واللہ جو شخص یہ بات جانتا ہے وہ اس سے مفارقت پر خوشی خوشی آمادہ ہوگا۔ اور اپنے پروردگار کی ملاقات سے مسرور ہوگا" اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ صبح کو ادہم باہلی دس ہزار کا لشکر لیکر وارد ہوا۔ اوسی وقت سے ہنگامہ کارزار گرم ہوگیا۔ یہ تیسرا دن جنگ کا جمعہ کا تھا۔ دن چڑھے تک بہت سخت جنگ ہوتی رہی۔ اسکے بعد اہل شام ہر طرف سے توابین پر ٹوٹ پڑے۔ سلیمان نے جو اپنے اصحاب کو اس مصیبت میں دیکھا۔ تو گھوڑے سے اوتر پڑے۔ اور ندا کی۔ بندگان خدا جسے اپنے پروردگار سے ملاقات کرنا منظور ہو جسے اپنے گناہ سے توبہ اپنے عہد کو پورا کرنا مقصود ہو۔ وہ میرے ساتھ آئے۔ یہ کہہ کر تلوار کے میان کو توڑ ڈالا۔ اور بہت سے لوگ اونکی آواز پر اوتر پڑے اور تلواروں کی کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر سب نے پھینک دیا۔ یہ سب لوگ سلیمان کے ساتھ ساتھ پیدل چلے۔ ان لوگوں کے گھوڑے لشکر میں سے ہوتے ہوئے کسی طرف نکل گئے۔ اب انھوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ اور سب لوگ حملہ کرنیکو تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے۔ کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا۔ سواروں نے سواروں پر حملہ کیا تلوار چلی۔ اہل شام میں کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ اور بہت سے شامیوں کو

زخمی کر دیا۔ حصین نے اونکے ثبات قدم اونکی سطوت کو دیکھکر پیادوں کو بھیجا کہ اون کو تیروں کا نشانہ بنائیں۔ اب سواروں نے اور پیادوں نے اونکو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صرد رحمہ اللہ قتل ہو گئے۔ اونکو یزید بن حصین نے تیر مارا۔ تیر کھا کر گر گرے۔ پھر حملہ کیا پھر گرے۔ انکے بعد مسیب نے علم اوٹھا لیا۔ اور سلیمان سے خطاب کر کے کہا۔ "بھائی خدا کی رحمت ہو تم پر۔ جو کہا تھا وہی کیا۔ اور جو تمھارے ذمہ تھا اوس کام کو تم نے پورا کر دیا۔ ہمارے ذمہ جو کام ہے وہ ابھی باقی ہے" یہ کہہ کر مسیب نے علم لیکر حملہ کیا۔ اور ایک ساعت لڑتے رہے۔ اسکے بعد واپس آئے۔ پھر حملہ کیا اور لڑے پھر واپس آئے۔ اسی طرح بہت دفعہ حملہ کر کرکے واپس آئے پھر قتل ہو گئے رحمہ اللہ۔

فروہ بن لقیط نے مسیب کے غلام آزاد کو شبیب بن یزید خارجی کے ساتھ مدائن میں دیکھا۔ باتوں باتوں میں عین الوردہ کے لوگوں کا ذکر آیا۔ تو اوس شیخ نے کہا۔ واللہ مسیب اور اونکے ساتھ والوں سے بڑھ کر میں نے کسی کو شجاع نہیں دیکھا۔ عین الوردہ کی جنگ میں مسیب کو میں نے دیکھا کہ اس زور سے وہ قتال کر رہے تھے۔ کہ میرے گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی۔ کہ ایک شخص اس طرح سے قتال کرے۔ اور اس طرح دشمنوں کو تباہ کر سکے۔ بہت لوگوں کو اُنھوں نے قتل کر ڈالا۔ وہ اپنے قتل ہونے سے پیشتر یہ شعر پڑھتے تھے اور لڑتے جاتے تھے ؎

لقد علمت میالۃ الذوائب ۔ واضحۃ اللبات والترائب

یعنی وہ پریشان زلفوں والی وہ گورے گورے شکم اور پسلیوں والی اب تو جان گئی۔

انی غداۃ الروع والتغالب ۔ اشجع من ذی بعد مواثب

کہ روز نبرد و آورد میں اوس شیر سے بڑھکر دلیر ہوں جو متواتر حملے کرنے والا ہو

قطاع اقران مخوف الجانب

میں اپنے حریف کے ٹکڑے اوڑا دیتا ہوں میرے قریب آنے کا کسی کو ہیاؤ نہیں پڑتا"

مسیب کے قتل ہونیکے بعد عبداللہ بن سعد رحمہ اللہ نے لشکر کا علم اوٹھا لیا۔ اور کہا "میرے دونوں بھائیو! منھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا" یعنی کوئی اپنی جان دے چکا کوئی انتظار کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے کسی طرح کی

تبدیل وتحریف نہیں کی،، اس آیت کو پڑھکر بنی ازد کے جو لوگ اونکے ساتھ تھے
اونھیں لیکر قتال پر آمادہ ہوئے۔ بنی ازد علم کو گھیرے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں
تین سوار وارد ہوئے۔ عبداللہ طائی وکثیر مزنی وسعر حنفی۔ یہ تینوں سوار سعد بن حذیفہ
بن یمان کے ساتھ ایک سو ستر شخصوں میں اہل مدائن کے شامل تھے۔ سعد نے مدائن
سے روانہ ہونیکے دن ان تین سواروں کو راہوار گھوڑوں پر جنکے سُم تراشے ہوئے تھے
جنکے ڈیل چھریرے کئے ہوئے تھے روانہ کیا تھا۔ کہ جاؤ ہمارے بھائیوں کو ہم لوگوں
کی روانگی کا مژدہ دو۔ کہ اونکے دل قوی ہوجائیں۔ اور اونکو یہ خبر بھی دو کہ بصرہ سے بھی
تین سو شخص مثنیٰ عبدی کے ساتھ تمھاری کمک کے لئے نکل چکے ہیں۔ سعد بن حذیفہ
مدائن سے ابھی روانہ نہ ہوئے تھے کہ مثنیٰ اور اونکے ساتھ کے لوگ بصرہ سے نکل چکے
تھے۔ سعد کے نکلنے کے پانچ دن بعد بصرہ والے ہیر تیر تک پہنچ گئے تھے۔ اور
سعد کو مدائن سے روانہ ہونے کے پیشتر ہی معلوم ہوگیا تھا کہ بصرے سے لوگ مثنیٰ کے
ساتھ نکل چکے ہیں۔ غرض وہ تینوں سوار جب میدان کارزار میں پہنچے تو یہ مژدہ
اونھوں نے دیا کہ مدائن سے اور بصرہ سے تمھارے بھائی تمھاری نصرت کے لئے
آرہے ہیں،، عبداللہ بن سعد نے یہ سنکر جواب دیا "کاش ہماری زندگی میں یہانتک
پہنچ گئے ہوتے،، اب خوش خبری کے لانیوالوں نے اپنے بھائیوں کا حال غور سے
دیکھا۔ بہت سے لوگ قتل ہوگئے بہت سے جاں بلب مجروح ہیں۔ یہ دیکھکر سب رونے
لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ ایسی حالت اونھوں نے دیکھی کہ دیکھی نہ گئی۔
اس پر عبداللہ نے کہا بھائیو اسی آرزو میں تو ہم آئے تھے۔ پھر سب کے ساتھ شریک ہوکر
نہایت اطمینان سے لڑتے رہے۔ مزنی قتل ہوگیا تو سب لوگ بیتاب ہوگئے۔
اور حنفی کو بھی برچھی لگی اور وہ کشتوں میں اگر پڑے۔ پھر لوگ اونھیں اوٹھا کر لے گئے
اور وہ بچ گئے۔ طائی کو بھی برچھی لگی۔ اونکی ناک پر زخم آگیا۔ اوںھوں نے بڑی شمشیرزنی کی
یہ شاعر و شہسوار تھے۔ یہ مصرعے پڑھنے شروع کئے ؎

قد علمت ذات القوام الرود۔ ان لست بالوانی ولا الرعدید،

یوما ولا بالفرق الحیود

یعنی وہ معشوقہ نازنین سہی قد اب تو جان گئی کہ میں کسی جنگ میں سست وترسان وخائف

ورو کش نہیں ہوں'' اہل شام کی طرف سے ربیعہ بن مخارق نے بہت شدید حملہ کیا۔
توابین نے بھی بہت سخت جنگ کی۔ اسکے بعد ربیعہ اور عبداللہ میں تلوار چل گئی۔ مگر
دونوں کے وار ایک دوسرے پر کاری نہ ہوئے۔ اب یہ دونوں لپٹ گئے اور
زمین پر آرہے۔ پھر اوٹھے اور ڈگمگا گئے۔ ربیعہ کے بھتیجے نے عبداللہ کی ہنسلی پر
برچھی مارکر اونھیں قتل کیا۔ عبداللہ بن عوف نے ربیعہ کو برچھی مارکر گرادیا۔ زخم کاری نہ تھا
یہ پھر اوٹھا اور دوبارہ ابن عوف نے اوس پر حملہ کیا۔ ربیعہ کے ساتھیوں نے ابن عوف
پر برچھیوں کا وار کرکے گرادیا۔ اور ربیعہ کو بچالے گئے۔ خالد بن سعد نے کہا میرے بھائی کو
کس نے قتل کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ لوگوں نے ربیعہ کے بھتیجے کی طرف اشارہ کیا۔ خالد
نے دوڑکر اوسکے سر پر تلوار کا وار کیا۔ حریف اس سے لپٹ گیا۔ خالد زمین پر گرا۔ دونوں
لشکروں سے لوگ دوڑ پڑے۔ لیکن شامیوں کی کثرت تھی اور توابین تھوڑے۔
وہ لوگ حریف کو بچالے گئے اور خالد کو قتل کرتے گئے۔ رایت کے پاس اب کوئی
نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب بہت سے شہسوار میدان جنگ میں کام آچکے تو انھوں نے
عبداللہ بن وال کو پکارا۔ عبداللہ بن وال اور اونکے ساتھیوں کو اہل شام ادھر
آنے سے روکے ہوئے تھے۔ یہ دیکھکر رفاعہ بن شداد نے حملہ کرکے شامیوں کو منتشر کردیا۔
اب علم کی طرف ابن وال بڑھے۔ دیکھا کہ عبداللہ بن خازم علم کو سنبھالے ہوئے ہیں۔
انھیں دیکھتے ہی ابن خازم نے پکار کر کہا لو اپنا علم مجھ سے لے لو۔ ابن وال نے کہا
خدا کی رحمت ہو تم پر میرے بدلے تمھیں لئے رہو۔ جو تمھارا حال ہے وہی حال میرا بھی ہے
کہا تمھیں اپنے علم کو لو مجھے جہاد کرنے دو۔ کہا تم جس حالت میں ہو یہ بھی جہاد ہے اور ثواب کا
کام ہے۔ اب اور لوگ بھی ابن خازم سے پکار پکار کر کہنے لگے۔ خدا کی رحمت تم پر ہو امیر لشکر
کی اطاعت کرو۔ یہ سنکر ابن خازم تھوڑی دیر تک اور علم کو سنبھالے رہے پھر ابن وال نے
اون سے علم لے لیا۔ اور توابین سے عصر کے وقت مخاطب ہو کر کہا۔ '' جو ایسی زندگانی
چاہتا ہو جسکے بعد موت نہیں۔ جو ایسی راحت کا خواہاں ہو جسکے بعد کوئی تکلیف نہیں۔
جو اوس خوشی کا خواستگار ہو جسکے بعد کوئی غم نہیں۔ اونھیں چاہئے کہ ان بے دینوں سے
جہاد کرنے میں اپنے پروردگار سے تقرب حاصل کریں۔ بھائیو تم پر خدا کی رحمت ہو
شام ہم کو بہشت میں ہوگی'' یہ کہکر اپنے اصحاب کے ساتھ لشکر شام پر حملہ کیا۔ بہت سے

شامیوں کو قتل کیا۔ بڑی دیر تک تمام لشکر کو پسپا کر دیا۔ اہل شام بھاگے اور پھر بڑا ہجوم ساتھ لیکر پلٹے۔ ہر طرف سے توابین کو دباتے ہوئے اوس مقام تک لے گئے جہاں یہ لوگ حملہ آور ہونے سے پیشتر ٹھہرے ہوئے تھے۔ یہ ایسا مقام تھا کہ ایک رخ کے سوا کسی اور طرف سے ان پر حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ شام کے قریب ادہم باہلی توابین سے قتال کرنے پر آمادہ ہوا۔ اور بہت سے سوار اور پیادوں کو لیکر اوس نے حملہ کیا۔ عبداللہ بن وال اس جنگ میں قتل ہو گئے۔ ادہم باہلی نے انکو قتل کیا۔ وہ خود لوگوں سے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ذکر کرتا تھا۔ کہ امرائے عراق میں سے عبداللہ بن وال سے مجھ سے مقابلہ ہوا۔ یہ شخص یہ آیت پڑھ رہا تھا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین الخ یعنی جو لوگ راہ خدا میں قتل ہو گئے اونھیں مردہ نہ سمجھو وہ تو زندہ ہیں خوش ہیں اپنے خدا کے پاس سے رزق پاتے ہیں مجھے یہ سنکر غصہ آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ لوگ ہم کو مشرکین کے مثل سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ہم جسکو قتل کرتے ہیں وہ شہید ہوتا ہے۔ میں نے اوس پر حملہ کیا۔ بائیں ہاتھ پر اوسکے وار کیا۔ ہاتھ اوڑ گیا تو میں نے ذرا سرک کر پوچھا۔ میں جانتا ہوں اس وقت تجھے آرزو ہو گی کہ کاش گھر میں بیٹھ رہا ہوتا۔ ابن وال نے جواب دیا تیرا خیال غلط ہے۔ واللہ مجھے اسکی بھی آرزو نہیں کہ میرے ہاتھ کے بدلے تیرا ہاتھ قطع ہوتا۔ ہاں تیرا ہاتھ قطع کرنے میں اگر مجھے اتنا ہی اجر ہوتا جتنا اجر اپنے ہاتھ کے قطع ہو جانے میں مجھے حاصل ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیوں۔ کہا اس لئے کہ میرا ہاتھ کاٹنے میں خدا تیرے گناہ کو شدید کر دے اور میرے ہاتھ کا اجر عظیم مجھے دے۔ یہ سنکر مجھے اور بھی غصہ آیا۔ میں نے سواروں کو اور پیادوں کو جمع کر کے اوس پر اور اوسکے اصحاب پر حملہ کیا۔ اور اوسے برچھی مار کر میں نے قتل کیا۔ وہ میری طرف منھ کئے رہا برچھی کے وار سے اپنے کو نہ بچایا۔ لوگوں سے میں سنتا ہوں کہ عراق کے اون فقہا میں سے تھا۔ جو صوم و صلواۃ میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اور جن سے لوگ فتوی لیا کرتے ہیں۔ عبداللہ بن وال کے قتل ہو جانیکے بعد لوگوں نے دیکھا کہ ابن خازم بھی اونھیں کے پہلو میں قتل کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اس وقت رفاعہ بن شداد سے ولید بن غصین نے کہا اپنے لشکر کا علم اوٹھاؤ۔ کہا میں نہیں اوٹھاتا۔ ولید نے یہ جواب سنکر کہا انا للہ تمھیں کیا ہو گیا۔ کہا ہم سب لوگوں کو پلٹ چلنا چاہئے شاید خدا پھر کوئی ایسا موقع دے

جس میں دشمنوں پر ہم غلبہ پا سکیں۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن عوف نے جھپٹ کر رفاعہ سے کہا۔ واللہ تم نے تو مار ڈالا۔ اگر ہم اس وقت میدان سے پلٹے تو یہ سب ہمارے پیچھے دوڑ پڑیں گے۔ ایک فرسخ تک جاتے جاتے ہم سب لوگوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کوئی بچ کے نکل بھی گیا۔ تو اوسکو اعرابی و روستائی دشمنوں کے خوش کرنیکو پکڑ لیجائیں گے۔ اور وہ رسی میں بندھا ہوا قتل کیا جائیگا۔ خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا۔ لو آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے۔ اور اندھیری رات ہونیکو ہے۔ ہم اسی طرح گھوڑوں پر سوار لڑتے رہیں گے۔ کہ ابھی تک تو ہم بھاگے نہیں ہیں۔ جب رات کی تاریکی چھا جائیگی۔ اول شب اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑا دیں گے۔ یونہیں صبح تک چلتے رہیں گے۔ پھر یہ تو دیکھئے اس صورت میں کیا اطمینان ہے۔ اپنے اپنے زخمیوں کو ساتھ لے چلیں گے۔ اپنے اپنے ساتھیوں کا انتظار کر سکیں گے۔ دس بیس شخص ساتھ مل کر چلیں گے۔ سب کو معلوم ہو جائیگا کہ کس رخ پر جانیوالے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا ساتھ نباہ لیجائے گا۔ گر تم جو سوچے ہو اوسکا انجام یہ ہوگا کہ ماں بیٹے کو چھوڑ کر بھاگ جائیگی کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ کس رخ پر جانا چاہئے کہاں مرنا چاہئے کہاں اوترنا چاہئے۔ اور پھر صبح ہوتے ہوتے ہم میں سے کوئی تو قتل ہو گیا ہے کوئی اسیر و دستگیر ہے۔" رفاعہ نے کہا کیا اچھی رائے تم نے دی ہے۔ یہ کہہ کر ابن غصین کی طرف متوجہ ہوا اور اوس سے پوچھا۔ تم علم کو لئے رہو گے یا میں لے لوں۔ کہا میرا وہ ارادہ نہیں ہے جو تم سوچے ہوئے ہو۔ میں اپنے پروردگار کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ ملجانیکا آرزومند ہوں۔ میں دنیا سے نکل کر آخرت کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ تم کو مال دنیا کی خواہش ہے۔ جان پیاری ہے۔ دنیا کے چھوڑنے کو تمہارا جی نہیں چاہتا۔ واللہ مجھے آرزو ہے کہ تمھیں عقل آ جائے۔" یہ کہہ کر رفاعہ کے ہاتھ میں علم دیدیا۔ اور حملہ کرنیکو شامیوں کی طرف بڑھے۔ ابن عوف نے یہ دیکھ کر اون سے کہا۔ رحمک اللہ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ شریک ہو کر لڑو۔ دیکھو اپنے ہاتھوں خود کو تہلکہ میں نہ ڈالو۔ اسی طرح اونھیں قسمیں دیدیکر جان دینے سے روکا۔ اہل شام نے پکارنا شروع کیا۔ لو اللہ نے سب کو ہلاک کیا۔ اب جلد حملہ کر کے رات ہونے سے پہلے ہی انکا خاتمہ کر دو۔" اب شامیوں نے اس طرف بڑھنا شروع کیا۔ یہ لوگ بھی بڑے جوش میں بڑھ بڑھکر شام کے شہسواروں سے اور

بڑے بڑے بہادروں سے شمشیر زنی کرنے لگے۔ نہ انکا کوئی شخص کسی بات میں ذرا چوکا۔ نہ کسی طرح یہ لڑنے سے تھکے۔ کہ دشمن کا قابو چل جاتا۔ عشا کے وقت تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ ابن حصین شام ہونے سے پہلے ہی قتل ہو گئے۔ عبداللہ بن عزیز کندی[۱] اپنے ایک چھوٹے سے لڑکے محمد کو ساتھ لیکر نکلے۔ اور کہا اے اہل شام کیا تم میں کوئی شخص بنی کندہ کا ہے۔ یہ سنکر کچھ لوگ لشکر سے نکلے اور کہا ہم لوگ کندی ہیں۔ کہا اپنے بھتیجے کو مجھ سے لے لو۔ اسے اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس کوفہ میں بھیجدینا میں عبداللہ بن عزیز کندی ہوں" اونھوں نے کہا تم ہمارے ابن عم ہو تمھارے لئے امان ہے عبداللہ کندی نے جواب دیا لا واللہ میں اپنے بھائیوں کے مقتل سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ یہ ایسے برادران ایمانی تھے جن سے شہروں میں اوجالا تھا۔ جن سے زمین اپنی جگہ پر قائم تھی۔ ذکر خدا ایسے ہی لوگوں کے دم سے جاری تھا" اونکے بیٹے نے رونا شروع کیا تو کہنے لگے۔ اے فرزند اگر طاعت خدا سے بڑھکر کسی چیز کو میں سمجھتا تو بے شک تجھی کو سمجھتا"! شامیوں میں جو لوگ اونکے خاندان کے تھے انھوں نے بہت قسمیں اونھیں دیں۔ اونکے فرزند کا اپنے باپ کے لئے تڑپنا اور رونا ان سے نہ دیکھا گیا۔ یہ لوگ بھی بے اختیار رونے لگے۔ عبداللہ کندی اب اوس طرف مڑے جدھر انکے اصحاب تھے۔ اور شامیوں کی صف پر قریب شام حملہ کیا اور جب تک قتل نہیں ہولئے لڑے گئے۔ اسی شام کا ذکر ہے کہ ایک ابلق نشان ہاتھ میں لئے کُریب حمیری کم سے کم کوئی سو آدمیوں کے ساتھ توابین کی جماعت میں آئے۔ یہاں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ شام ہو جانیکے بعد رفاعہ نے ایسا ایسا ارادہ کیا ہے۔ حمیری نے حمیر و ہمدان کے لوگوں کو بھی یہیں جمع کیا اور کہا "بندگان خدا اپنے پروردگار کی طرف چلو۔ واللہ خوشنودی خدا اور توبہ کی برابری دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ میں نے سنا ہے کچھ لوگ تم میں سے دنیا کو ترک کرنیکے بعد پھر دنیا کی طرف پلٹ جانا چاہتے ہیں۔ اگر دنیا کی طرف پلٹیں گے تو پھر گناہوں میں مبتلا ہوں گے۔ میں تو واللہ دشمن سے منہ نہیں پھیرنے کا جب تک کہ اپنے بھائیونکے پاس نہ پہنچ جاؤں" حمیری کے کہنے کو سب لوگ مان گئے۔ کہا جو تمھاری رائے وہی

---

[۱] تاریخ کامل میں کندی کی جگہ کنانی ہے ۱۲ ع ح

ہماری رائے ہے۔ اب یہ نشان لیے ہوئے لشکر شام کے قریب پہنچے۔ ابن ذی الکلاع نے نشان دور سے دیکھکر کہا واللہ یہ نشان تو حمیری یا ہمدانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہکر وہ نشان کے قریب آیا۔ باتیں ہوئیں۔ اس نے کہا تم لوگوں کے لئے امان ہے اسکے رئیس نے جواب دیا۔ دنیا میں تو ہمارے لئے پہلے بھی امان تھی۔ ہم آخرت کی امان کے خواستگار ہوکر آئے ہیں۔ غرض یہ لوگ لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہوگئے۔ صحیر مزنی بنی مزینہ کے تیس آدمیوں کو لیکر چلے۔ کہا اللہ راہ خدا میں موت سے کیا ڈرتے ہو وہ تو ضرور آنیوالی ہے۔ جب دنیا کو چھوڑکر تم خدا کی طرف آچکے اب اوس دنیا کی طرف ہرگز نہ پلٹنا۔ دنیا کیا باقی رہ جائیگی۔ خدا کے جس ثواب کی طرف تم راغب ہوچکے ہو اب اوس سے منہ نہ پھیرنا۔ تمھارے لئے وہ ثواب ہی بہتر ہے جو خدا کے پاس ہے" غرض یہ لوگ بھی لڑے اور لڑتے لڑتے قتل ہوگئے۔

اب شام ہوگئی اور اہل شام لشکر گاہ کی طرف پلٹ گئے۔ رفاعہ نے اپنے لشکر کے زخمیوں کو غور سے دیکھا۔ جن کو دیکھا کہ اعانت کے محتاج ہیں بس اون لوگوں کو اونکی قوم والوں کے حوالہ کر دیا۔ باقی سب کو ساتھ لیکر رات ہی کو روانہ ہوگیا۔ صبح ہوتے تینیر میں پہنچا۔ پھر خابور سے گذرا۔ اور پار اوترنے کے تمام ذریعوں کو قطع کرتا گیا۔ اسکے بعد بھی جہاں جہاں اسے ایسے ذرائع ملے اونھیں قطع کر دیا۔ حصین بن نمیر نے صبح کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ چلے گئے۔ اس نے اونکے تعاقب میں کسی کو روانہ نہیں کیا۔ اپنے لشکر کو لے کر تعجیل کے ساتھ روانہ ہوا۔ رفاعہ نے ابوجویریہ کو ستر سواروں کے ساتھ اپنے لشکر کے پیچھے رکھا۔ اوسکا یہ کام تھا کہ اگر کسی شخص کا کچھ مال یا گٹھری راستہ میں پڑی ہوئی ملجائے تو وہ اوسے اوٹھالے اور پہنچوائے۔ اگر کوئی ڈھونڈھے یا خواہش کرے تو رفاعہ کے پاس اوس چیز کو بھیجدے وہ لوگوں کو دکھادے۔ اسی طرح چلتے چلتے خشکی کی راہ سے قرقیسیا تک یہ لوگ پہنچ گئے۔ زفر نے جس طرح پہلے سب کے لئے طعام اور جانوروں کے لئے دانہ چارہ بھیجا تھا۔ اب بھی اوسی طرح سے سب کی مدارات کی۔ اور طبیبوں کو اوس نے روانہ کیا۔ یہ بھی کہا کہ جتنے دنوں تمھارا جی چاہے ہمارے پاس قیام کرو۔ ہم تمھارے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ یہ لوگ تین دن تک وہیں رہے۔ اسکے بعد جس کو جس قدر کھانے اور چارہ کی ضرورت ہوئی اپنے ساتھ لے لیا۔

سعد بن حذیفہ بن یمان جب مقام ہیت میں پہنچے تو اعرابیوں نے توابین کا سارا حال اون سے بیان کیا۔ سعد یہ سنکر وہاں سے پلٹے۔ مقام صندوداء میں مثنی عبدی سے ملاقات ہوگئی۔ سعد نے جو سنا تھا اون سے بیان کردیا۔ یہ لوگ اسی مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ رفاعہ کے آنیکی خبر ملی۔ سب استقبال کے لئے قریہ سے باہر نکلے۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ ایک کو دیکھکر ایک رویا۔ اپنے بھائیوں کی خبر مرگ سنی۔ سب ایک رات دن وہیں ٹھہرے رہے۔ اسکے بعد مدائن والے مدائن کی طرف۔ بصرہ والے بصرہ کی جانب پلٹ گئے۔ کوفہ کے لوگ کوفہ میں واپس آئے۔ دیکھا کہ مختار قید میں ہیں۔

اوہم باہلی نے جاکر عبدالملک کو فتح کی مبارکباد دی۔ یہ خبر سنکر وہ منبر پر گیا حمد وثنائے باری تعالی بجالایا اور کہا۔ "خدا نے روسائے عراق میں سے بڑے فتنہ انگیز وگمراہ سلیمان بن صرد کو ہلاک کیا۔ اور سنو تلواروں نے مسیب کے سر کو گیند کی طرح اوچھال دیا۔ اور سنو خدا نے انکے دو بڑے سرداروں کو جو بڑے گمراہ وگمراہ کنندہ تھے قتل کیا۔ عبداللہ ازدی اور عبداللہ بن وال۔ اب ان لوگوں کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو دفع یا منع کی قدرت رکھتا ہو"

مختار کوئی پندرہ دن خاموش رہا اوسکے بعد اپنے اصحاب سے کہا۔ عدّوا لغازیکم ھذا اکثر من عشر۔ ودون الشھر۔ ثم یجیئکم۔ نباء ھتر۔ من طعن نتر۔ وضرب ھبر۔ وقتل جم۔ وامر رجم۔ فمن لھا۔ انا لھا۔ لاتکذبنّ انا لھا" یعنی اپنے اس غازی کے لئے دن گن رکھو۔ دس دن سے زیادہ۔ مہینہ بھر سے کم۔ اسکے بعد تم حیرت انگیز خبریں سن لینا۔ کہ اچانک برچھی چل گئی۔ ایک وار نے ٹکڑے اوڑادئے۔ بہت لوگ قتل ہوگئے۔ سنگسار ہوگئے۔ جانتے ہو یہ کام کون کریگا۔ میں کرونگا۔ تم سے جھوٹ نہیں کہتا میں اس کام میں کامیاب ہونگا"

رفاعہ جنگ عین الوردہ سے جب کوفہ میں واپس آئے ہیں تو مختار نے قید خانہ سے اونکو یہ خط لکھا۔ "میں اون لوگوں کا خیر مقدم کرتا ہوں کہ جب وہ واپس ہوئے تو خدا نے اونکو اجر عظیم دیا۔ پلٹ آئے تو خدا اون سے خوش رہا۔ بہ رب کعبہ تم لوگوں میں جس نے ایک قدم اوٹھایا اور ایک گام چلا۔ خدا نے اوسکو ملک دنیا سے عظیم تر ثواب عنایت کیا۔ سلیمان نے اپنی بات کو پورا کردیا۔ خدا نے اونکو وفات دیکر اونکی روح کو انبیا وصدیقین وشہدا

وصالحین کی ارواح میں شامل کیا۔ وہ ایسے سردار تمھارے نہ تھے کہ اونکے ساتھ تم فتحیاب ہوسکتے۔ ہاں میں وہ امیر ہوں جسے حکم مل چکا ہے۔ میں وہ امین ہوں جس پر بھروسہ کرلیا ہے۔ میں ظالموں کا قاتل۔ دشمنان دین سے انتقام لینے والا۔ اون سے قصاص کرنیوالا ہوں۔ سامان کرو۔ مستعد ہوجاؤ۔ خوشی کرو۔ خوش خبری دو۔ میں کتاب خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور انتقام خون ناحق اہل بیت اور حمایت ضعفا اور جہاد ظلمہ کی طرف تم کو دعوت دیتا ہوں والسلام۔ مختار کے قید ہونیکی وجہ یہ ہوئی تھی۔ کہ لوگوں نے اسکی ان باتوں کا ذکر عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کے سامنے کیا۔ وہ دونوں شخص ایک جماعت کو ساتھ لئے ہوئے مختار کے پاس آئے اور اوس سے گرفتار کرلیا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے۔ جب ہم لوگ عین الوردہ سے واپس ہونے لگے تو ہم میں سے عبداللہ بن غزیہ توابین کی لاشوں کے پاس جاکر کھڑے ہوئے۔ اور کہا اللہ یرحمکم اللہ صدقتم وصبرتم وکذبنا وفررنا تمھیں لوگ سچے ہوئے ثابت قدم نکلے۔ ہم سب جھوٹے ہوئے اور بھاگ کر چلے" جب سب روانہ ہوئے اور صبح ہوئی۔ تو کیا دیکھا کہ عبداللہ بن غزیہ اور اونکے ساتھ کوئی بیس آدمی اور واپس ہونے پر اور دشمن سے پھر لڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ رفاعہ اور ابن عوف اور بہت سے آکر کہنے لگے۔ خدا کے لئے ہماری کمر کو اب نہ توڑو۔ تم ایسے خوش عقیدہ لوگ جب تک ہم میں ہیں۔ ہمارے لئے برکت وخیر ہے۔ غرض تمھیں دیگر اون لوگوں کو روک لیا۔ ان میں کا ایک شخص عبیدہ مزنی باز نہ آیا۔ ہم سب کے ساتھ ساتھ چلا تو مگر لوگوں کو اپنی طرف سے غافل پاکر پھر پلٹا۔ اور اہل شام تک پہنچتے ہی حملہ کردیا۔ تلواریں لگاتے نکلے اور قتل ہوگئے۔ یہ مرد مزنی حمید بن مسلم کے دوستوں میں تھے اوس دن سے حمید کو اس بات کی آرزو تھی۔ کہ ایسا کوئی شخص ملے جو مزنی کے تنہا حملہ کرنیکا واقعہ مجھ سے بیان کرے۔ ایک زمانہ کے بعد حمید سے اور عبدالملک ازدی سے مکہ میں ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں جنگ عین الوردہ کا ذکر نکلا۔ ازدی نے کہا ان لوگوں کے ہلاک ہونیکے بعد نہایت عجیب واقعہ یہ ہوا۔ کہ ایک شخص نے آکر تلوار کا مجھ پر وار کیا۔ میں بھی لڑنے پر آمادہ ہوگیا۔ وہ بہت زخمی ہوگیا تھا اور کہتا جاتا تھا سہ

انی من اللہ الی اللہ افر ۔ رضوانک اللھم ابدی واسر

میں اللہ سے اللہ ہی طرف بھاگ کر جاتا ہوں۔ اے خدا تیری خوشنودی کی آرزو میرے ظاہر و باطن میں ہے

ہیں نے پوچھا تو کس خاندان سے ہے۔ کہا اولاد آدم سے۔ میں نے خاندان ہی کو پھر پوچھا کہا اے کعبہ کے خراب کرنیوالو میں نہیں چاہتا کہ میں تمھیں تم مجھے پہچانو" سلیمان بن عمرو اوس سے لڑنیکو نکلا۔ وہ اوس زمانہ میں بہت قوی اور شہزور تھا۔ دونوں شخصوں نے ایک دوسرے کو زخموں میں چور کردیا۔ پھر ہر طرف سے اہل شام ٹوٹ پڑے اور اوسے قتل کیا۔ میں نے واللہ ایسا حملہ آور کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ ذکر سنکر حمید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ازدی نے پوچھا۔ کیا تمھارے اوسکے قرابت تھی۔ حمید نے کہا قرابت تو نہ تھی۔ یہ شخص خاندان مضر سے تھا۔ میرا دوست تھا اور بھائیوں میں میرے تھا۔ کہا خدا تجھے روتا ہی رکھے۔ ایک شخص بنی مضر کا گمراہ ہوکر مارا گیا۔ اور تو اوسے روتا ہے۔ حمید نے کہا واللہ گمراہ ہوکر نہیں مارا گیا۔ وہ اپنے پروردگار کی ہدایت اور دلیل روشن پر مارا گیا۔ کہا جہاں وہ گیا خدا تجھے بھی وہیں پہنچا دے۔ حمید نے کہا آمین۔ اور تجھے حصین بن نمیر کی جگہ خدا پہنچا دے۔ اور اوسکے ماتم میں خدا تجھے رونا رکھے "

واقعہ توابین پر اعشی ہمدانی نے جو قصیدہ لکھا ہے اسکو بھی لوگ پہلے چھپایا کرتے تھے

ع

توسل بالتقوی الی اللہ صادقا۔ وتقوی الالہ خیر تکساب کاسب

اوس بزرگ نے راست بازی سے خوف خدا پر عمل کیا۔ اور خوف خدا کیا اچھی کمائی ہے۔

وخلی عن الدنیا فلم یلتبس بھا۔ وتاب الی اللہ الرفیع المراتب

اوس نے دنیا کو چھوڑا۔ کوئی واسطہ اوس سے نہ رکھا۔ توبہ کرنیکو خدا سے رجوع ہوا۔

فوجھہ نحو الثویۃ سائرا۔ الی ابن زیاد فی الجموع الکباکب

اوسکو خدا نے سواروں کی جماعت کے ساتھ ابن زیاد سے مقابلہ کرنیکو ثویہ کی طرف روانہ کیا۔

بقوم ھم اھل التقیۃ والنھی۔ مصالیت انجاد سراۃ مناجب

اوسکے ساتھ صاحبان تقوی و فرہنگ تھے جو دلیروں کے دلیر اور نجیبوں کے نجیب تھے

مضوا تارکی رای ابن طلحۃ حسبۃ۔ ولم یستجیبوا للامیر المخاطب

یہ لوگ کار ثواب سمجھکر روانہ ہوگئے۔ نہ ابن طلحہ کی رائے پر عمل کیا۔ نہ امیر کوفہ کی بات کا جواب دیا

فساروا وھم من بین ملتمس التقی۔ وآخر مما جرّ بالامس تائب

یہ لوگ اس حالت میں چلے جا رہے تھے۔ کہ کوئی تو اون میں سے خواہان تقوی تھا۔ اور

کوئی اوس گناہ کی جو اوس سے سرزد ہوا تھا۔ توبہ کرنا چاہتا تھا۔

فلاقوا بعین الوردة الجیش فاصلا ۔ الیهم فحسوهم بالبیض قواضب

عین الوردہ میں پہنچکر اوس لشکر سے انکا مقابلہ ہوگیا جو ان سے لڑنیکے لئے نکلا تھا۔ یعنی ابن ذی الکلاع کا لشکر۔ بس تلواریں کھینچکر انھوں نے کشتوں کے پشتے لگا دئے۔

یمانیة تذری الاکف وتارة ۔ بخیل عتاق مقربات سلاهب

جنکی تلواریں یمانی تھیں جو ہاتھوں کو اوڑا رہی تھیں۔ پھر سواروں نے بھی شامیوں پر حملہ کیا جنکے گھوڑے نجیب واصیل راہوار و دراز قد تھے۔

فجاءهم جمع من الشام بعده ۔ جموع کموج البحر من کل جانب

اسی اثنا میں اہل شام کا اور لشکر اوسکے بعد کتنی ہی فوجیں موج دریا کی طرح ہر طرف سے ان پر اومنڈ پڑیں۔ (یعنی حصین بن نمیر کا لشکر)

فما برحوا حتی ابیدت سراتهم ۔ فلم ینج منهم ثم غیر عصائب

یہ لوگ اب بھی میدان سے نہ ٹلے۔ یہاں تک کہ تمام رؤسا انکے قتل ہوگئے۔ چند لوگوں کے سوا کوئی نہ بچا۔

وغودر اهل الصبر صرعی فاصبحوا ۔ تعاورهم ریح الصبا والجنائب

اہل شام نے صابروں کی اس جماعت کو قتل کرکے ڈال دیا۔ اونکا یہ حال تھا۔ کہ شمال کی باد صبا اور جنوب کی ہوائیں اونکی لاشوں پر سے آتی تھیں اور جاتی تھیں۔

واضحی الخزاعی الرئیس مجدلا ۔ کأن لم یقاتل مرة ویحارب

انکا رئیس سلیمان بن صرد خزاعی اس طرح کشتوں میں پڑا تھا۔ جیسے اوس نے کبھی شمشیر زنی کی ہی نہ تھی۔ کبھی میدان میں لڑا ہی نہ تھا۔

وراس بنی شمخ وفارس قومه ۔ شنوءة والتیمی هادی الکتائب

وعمرو بن بشر والولید وخالد ۔ وزید بن بکر والحلیس بن غالب

وضارب من همدان کل مشیع ۔ اذا شد لم ینکل کریم المکاسب

یہی حال تھا بنی شمخ کے رئیس (مسیب) کا۔ اور قوم شنوءہ کے شہسوار (عبداللہ بن سعد) کا اور تیمی (عبداللہ بن وال) کا جو صاحب لشکر تھا۔ اور عمرو بن بشر۔ اور ولید۔ اور خالد۔ اور زید بن بکر۔ اور حلیس بن غالب کا۔ اور ہمدان کے اوس رئیس کا جو شجاعوں پر حملہ کرتا تھا۔ اور حملہ کرنے کے بعد

کبھی رکتا نہ تھا۔ اور نہایت ستودہ صفات تھا۔

ومن کل قوم قد اُصیبَ زعیمُھم۔ وذو حسب فی ذروۃ المجد ثاقب

ہر قوم کا سردار جو ایسا عالی خاندان تھا کہ اوج شرف پر ستارہ کی طرح تاباں و درخشاں تھا اس معرکہ میں قتل ہو گیا۔

ابوا غیر ضربٍ یفلق الھام وقعہ۔ وطعنٍ باطراف الاسنۃ صائب

یہ مرنیوالے اس بات سے کسی طرح نہ باز آئے۔ کہ تلوار کا ایسا وار کریں کہ دشمنوں کے سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور برچھی ماریں تو ایسی جسکا زخم کاری ہو۔

وان سعید ابو مرید مُرغامرا۔ لا شجع من لیث بدربٍ مواثب

انھیں مرنیوالوں میں سعید بھی تھا جس نے عامر کو قتل کیا۔ اوس حملہ ور شیر سے جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہتا ہو بڑھکر دلیر تھا

فیا خیر جیش للعراق واھلہ۔ سُقیتم روایا کل اسحم ساکب

اے اہل عراق کے لشکر جرار خدا تمھیں کالے کالے برسنے والے ابر رحمت سے سیراب کرے۔

فلا یبعدن فرساننا وحُماتنا۔ اذا البیض ابدت عن خدام الکواعب۔

ہمارے شہسوار ہمارے مددگار ایسے وقت میں ہم سے دور نہ ہوں۔ جب شمشیر زنی کا یہ انجام ہو کہ مستورات کے پازیبوں پر نامحرموں کی نظر پڑے۔

فان یُقتلوا فالقتل اکرم میتۃٍ۔ فکل فتی یوماً لاحدی الشواعب

یہ قتل ہو گئے تو کیا ہوا۔ قتل تو بہترین موت ہے۔ ہر انسان ایک دن کسی نہ کسی تفرقہ انداز موت کا شکار ہوگا۔

وما قُتلوا حتی اثاروا عصابۃ۔ تجلین نورا کالشموس الضوارب

یہ لوگ یوں نہیں قتل ہوئے۔ یہ ایک ایسی جماعت کو برانگیختہ کر گئے ہیں جو آفتاب کی حدت و نور کی سی تجلی رکھتے ہیں۔

سلیمان بن صرد اور اونکے ساتھ والے توابین شہر ربیع الآخر جنگ عین الوردہ میں قتل ہوئے۔

تمت

صحت نامہ

تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول

حوالہ صفحہ	حوالہ سطر	غلط	صحیح	حوالہ صفحہ	حوالہ سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۶	۱۰	بہی	بھی	۹۷	۱	نزاول	سزاول
۱۸	۱۳	منیانب	منجاب	۱۰۳	۱	نضاعی	قضاعی
۳۰	۱	پرو	پرُو	۱۰۴	۰	میں نے	کہا۔ میں نے
۴۳	۲	تہمت	تہمد	۱۰۰	۴	حدی	عدی
״	۳	ہنمت	تہمد	۱۱۸	۱۲	ربا	رہا
۵۱	۲۱	رعایت	روایت	״	۱۴	حکم	حلم
۵۳	۲۰	ہندمیر-	ہندمیرے	״	۱۵	سہ	سہہ
۵۶	۱	بلیٹ	پلٹ	۱۲۹	۲۱	کنجہ	کنجہہ
״	۹	شروف و	شروفساد	۱۳۰	۱۲	رمی	رمئے
۶۰	۳	ریا	زیاد	۱۳۲	۱۵	حالم	حاکم
۶۲	۱۳	عقاری	غفاری	۱۳۳	۸	ماس	پاس
۸۲	۱۹	زیاد	زیاد:	۱۴۲	۱۱	٠	جو
۹۵	۶	ن	دن	״	۱۹	کنا	کیا
۹۶	۱	نقفی	ثقفی	۱۴۶	۳	رحب	رجب

حوالہ صفحہ	حوالہ سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۴۸	۱۰	اختصار	اختفار
۱۵۰	۱۴	زمیل	زہیل
۱۵۶	۷	لے	کے
۱۷۲	۹	سب	سبب
۱۷۴	۱۱	جڑھکر	چڑھکر
۱۸۹	۵	کو	کہ
۱۹۱	۱۳	انتنے	اتنی
۱۹۲	۱۲	قیضہ	قبضہ
۱۹۵	۴	حلم	علم
۲۰۵	۱۶	اور	او
۲۰۷	۵	کنا	کیا
۲۲۰	۱۱	مں	میں
۲۳۴	۱۱	کردولگا	کردونگا
۲۳۸	۱۱	کے لئے	کرنے کے لئے
۲۳۹	۹	پرُے	پڑے
۲۴۴	۱۳	بھیجاک	بھیجا ہے کہ
۲۵۰	۱۹	قبول نہیں کرتا	قبول بھی نہیں کرتا
〃	۲	لی	علی
۲۵۴	۱۰	ادلیں	اون میں سے
۲۵۶	۲۵	بھلک	چھلک
۲۵۷	۲۱	سرکاٹ لینتے ہیں	سریہ کاٹ لیتے ہیں
۲۶۰	۴	ماتے	مانتے
۲۶۱	۴	سوج کر	سوچ کر
〃	۲۰	سالم،	الیسار
۲۶۳	۱۷	لوفان	لوذان
۲۶۴	۲۵	پرگئی	پاگئی
۲۶۶	۲۲	تثبیت	تثبیت
۲۶۷	۱۲	خاحشہ	فاحشہ
۲۶۸	۲	لگائیگا	لگانیکا
۲۶۹	۱۴	رتصویر مرے	تصویر میری
۲۹۰	۶	تیاوں پر	ٹیلوں پر
〃	۲۵	یزپدکے	یزیدکے
۲۹۱	۹	دیکھدہے تھے	دیکھ رہے تھے
۲۹۴	۲۰	کملک دیتاہے	ملک دیتاہے
۳۰۰	۲۵	اشمار	اشغار
۳۰۳	۱۷	حارثی کوعیسٰے	حارثی کو جو عیسٰے
۳۰۴	۱۵	لوگورنکا سغلا تھا	لوگورنکا نکلا تھا
۳۰۶	۵	عبیدللہ بن یماد تھا	عبیدللہ بن یاد تھا
۳۱۷	۲	واللہ تم کو	واللہ ہم تم کو
۳۶۴	۱۴	اوگتا	اوگنا
۳۶۵	۲۵ حاشیہ	وہ ۱۳	دیا ۱۲
۳۶۸	۳	ہوجانا	ہوجاتا
〃	۲۳	لگا	نکلا
۳۷۶	۱۰	نامیں	نابیں

حوالہ		غلط	صحیح
صفحہ	سطر		
۱	۲	۳	۴
۲۰۳	۱	بلد	جلد
۳۹۷	۱۷	ییے	لینے
۳۹۸	۶	پبام	پیام
"	۱۰	یر	پر
۴۰۰	۱	ممنار	مختار
"	۲۵	مجاز	حجاز
۴۰۱	۵	گئی	کئی

حوالہ		غلط	صحیح
صفحہ	سطر		
۱	۲	۳	۴
۴۱۲	۷	مصبیت	مصیبت
"	۲۲	حو	جو
۴۲۸	۱۱	بصرسے	بصرے سے
۴۳۰	۲۰	موں	ہوں
۴۳۵	۲۵	ہی طرف	ہی کی طرف
۴۳۶	۱	میں مقیں	.

تمت